

تحقیقات ناوردہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلو پیڈیا



الْعَطَايَا النَّبَوِيَّةُ فِي
الْفُتَاوَى الرَّضَوِيَّةِ

فتاویٰ رضویہ



جلد 20

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ (الحديث)

الْعَطَائِي النَّبَوِيَّةُ فِي

الْفَقَائِي الرِّضَوِيَّةِ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارتاً

www.alahabibulnabawi.org

جلد ۲۰

تحقیقات اور پرستش جو یہودیوں کا عظیم الشان فقہی انساب کو پیش کرتی ہے

ڈرم ڈیمر فرف برٹوی فرس سرورڈ غزیز

۱۳۹۶ھ ۱۴۱۷ھ
۱۴۱۷ھ ۱۴۱۸ھ

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

انڈونیشیائی دارالافتاء دارالافتاء پاکستان (۱۴۰۰ھ)

فون نمبر: ۶۶۵۶۳۱۳

نام کتاب	فناوی رضویہ جلد ۲۰
تصنیف	شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
ترجمہ عربی عبارت	حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
پیش لفظ	" " " " " " " " " "
ترتیب فہرست	" " " " " " " " " "
تخریج و تصحیح	مولانا تذیر احمد سعیدی، مولانا محمد اکرام اللہ بیٹ، مولانا محمد عبداللہ
باہتمام و سرپرستی	حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس المسننہ پاکستان
کتبت	محمد شریف گل، کریال کلاں (گوہرانوالہ)
پیشنگ	مولانا محمد منشا آتش قصوری معلم شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
صفحات	۶۳۲
اشاعت	صفر المظفر ۱۴۲۲ھ / مئی ۲۰۰۱ء
مطبع	
ناشر	رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
قیمت	

ملنے کے پتے

- مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- مکتبہ تنظیم المدارس، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- مکتبہ ضیائیہ، بوٹر بازار، راولپنڈی
- ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گل بخش روڈ، لاہور

اجمالی فہرست

۵	پیش لفظ
۹۵	کتاب الشفعة
۱۷۵	کتاب القسمة
۱۷۹	کتاب المزارعة
۲۱۳	کتاب الذبايح
۳۴۱	کتاب الصيد
۳۵۳	کتاب الاضحیة
۵۸۱	باب العقیقة

فہرست رسائل

۲۶۹	○ سبل الاصفیاء
۳۸۱	○ ہادی الاضحیة
۵۰۹	○ الصافیة الموحیة





پیش لفظ

الحمد لله! اعلیٰ حضرت امام السلیح مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خزانے
علیہ اور ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عمد حاضر کے قیاموں کے عین مطابق منظر عام پر لانے کے لئے دارالعلوم
جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ ماہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا اتحادہ انتہائی
کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے
اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کر چکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ
الاعطایا النسبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ المعروف بہ فتاویٰ رضویہ کی تخریج و ترجمہ کے ساتھ
عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاویٰ مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ
۱۹۹۰ء میں ہوا تھا، اور بفضلہ تعالیٰ جل مجدہ و بعنایت رسولہ اکرم تقریباً گیارہ سال کے مختصر عرصہ
میں بیسویں جلد آپ کے ہاتھوں میں سب سے قبل کتاب الطہارت، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز،
کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود و
المتغیر، کتاب السیر، کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف، کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الشہادۃ،
کتاب القضاۃ و المدعاوی، کتاب الوکالہ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربہ، کتاب الامانات
کتاب العاریہ، کتاب الہبہ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر اور کتاب الغصب پر مشتمل انیس
جلدیں شائع ہو چکی ہیں جن کی تفصیل سنیں، مشمولات، مجموعی صفحات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے سب سے

صفحة	سنتين اشاعت	الجزء الأول	الجزء الثاني	عنوانات	الترتيب
٨٣٨	١٩٩٠ — ربيع	١١	٢٢	كتاب الطهارة	١
٤١٠	١٩٩١ — ذو الحجة	٤	٣٣	"	٢
٤٥٦	١٩٩٢ — فروري	٦	٥٩	"	٣
٤٩٠	١٩٩٣ — جزي	٥	١٣٢	"	٤
٦٩٢	١٩٩٣ — سبتمبر	٦	١٤٠	كتاب الصلوة	٥
٤٣٩	١٩٩٣ — اگست	٣	٢٥٤	"	٦
٤٢٠	١٩٩٤ — دسمبر	٤	٢٦٩	"	٧
٦٦٣	١٩٩٥ — جون	٦	٣٣٤	"	٨
٩٢٦	١٩٩٦ — ابريل	١٣	٢٤٣	كتاب الجنازة	٩
٨٣٢	١٩٩٦ — اگست	١٦	٣١٦	كتاب الزكاة، صوم، حج	١٠
٤٣٦	١٩٩٤ — مئی	٦	٣٥٩	كتاب النكاح	١١
٦٨٨	١٩٩٤ — ذو الحجة	٣	٣٤٨	كتاب النكاح، طلاق	١٢
٦٨٨	١٩٩٨ — ربيع	٢	٢٩٣	كتاب الطلاق، ايمان، حدود، تعزير	١٣
٤١٢	١٩٩٨ — سبتمبر	٤	٣٣٩	كتاب السير (و)	١٤
٤٣٣	١٩٩٩ — ابريل	١٥	٨١	" (ب)	١٥
٦٣٢	١٩٩٩ — سبتمبر	٣	٣٣٢	كتاب الشركة، كتاب الوقف	١٦
٤١٦	٢٠٠٠ — فروري	٢	١٥٣	كتاب البيوع، كتاب الحوالة، كتاب الكفالة	١٧
٤٣٠	٢٠٠٠ — جولائی	٢	١٥٢	كتاب الشهادة، كتاب القضاء، الدعوى	١٨
٦٩٢	٢٠٠١ — فروري	٣	٢٩٦	كتاب الوكالة، كتاب الاقرار، كتاب النسيئة	١٩
				كتاب المضاربة، كتاب الامانة	
				كتاب العارية، كتاب اليجرة، كتاب الجوار	
				كتاب الاكراه، كتاب الحجر	
				كتاب التعصيب	

بیسویں جلد

یہ جلد فتاویٰ رضویہ قدیم جلد ہشتم مطبوعہ المجدد احمد رضا اکیڈمی کراچی کے صفحہ ۲۵۶ سے آخر تک ۳۳۴ سوالوں کے جوابات اور ۵۹۸ صفحات پر مشتمل ہے، اس جلد میں شامل دو رسالوں "ہادی الاضحیۃ بالشاقۃ الہندیۃ" اور "الصابیۃ الموحیۃ لحکمہ جلود الاضحیۃ" کا انتہائی نفیس و سلیس و ترجمہ جلیل بحر العلوم حضرت علامہ مولانا مفتی عبد المنان صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کے رقم گوہر بار کا اثر ہے، حضرت قبلہ مفتی صاحب اہل سنت و جماعت کے لئے عظیم سرمایہ اور اللہ تعالیٰ کی نشانیں میں سے ایک نشان ہیں، فتاویٰ رضویہ قدیم و جدید کی اشاعت کے سلسلہ میں آپ کی مساعی جلیلہ ناقابل فراموش ہیں۔ اس عظیم فتاویٰ کو سمجھنے کے لئے آپ کی نہایت عمدہ تعلیمات و تحریرات اور پُر مغز تبصرے بہت حد تک مفید و معاون ثابت ہوئے ہیں۔ اس عظیم الشان علمی و فقہی شاہکار کو منظر عام پر لانے میں آپ نے مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ آپ کی شبانہ روز محنت و درہم مسلک اور انتہاک کوششوں کے باعث فتاویٰ رضویہ کا خاصا حصہ ضائع ہونے سے بچ گیا لہذا مفتی صاحب تمام اہلسنت و جماعت کے عمن اور شکر یہی کہ مستحق ہیں۔ رضا فاؤنڈیشن کے تمام ارکان مفتی صاحب کے تحقیقی، تبلیغی اور اشاعتی کارناموں پر انہیں دل کی گہرائیوں سے بھرپور انداز میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں مذکورہ بالا دونوں سالوں کا ترجمہ اگرچہ مکمل طور پر لغوی نہیں تاہم منشاء مصنف علیہ الرحمہ کی کامل ضمانت کرتا ہے جیسا کہ خود مترجم موصوفہ نظر آ رہی ہے نہ بالکل ترجمہ ہے نہ خلاصہ نہ شریح، حسب ضرورت کہیں اختصار کہیں تفصیل اور کہیں مساوات سے کام لیا ہے، منشاء صرف یہ ہے کہ مصنف علیہ الرحمہ کے کلام کی پوری ترجمانی عام فہم انداز میں کر دی جائے، جلد ہشتم قدیم میں مذکورہ بالا دو رسالوں کے علاوہ اس جلد کی باقی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے، اس سے قبل گیارہویں، بارہویں، تیرہویں، سوٹھویں، ستترہویں، اٹھارہویں اور انیسویں جلد بھی راقم کے ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں۔ پیش نظر جلد نیا وی طور پر کتاب الشفقت، کتاب القسمة، کتاب المزارعة، کتاب الذبائح، کتاب الصيد، کتاب الاضحیۃ اور باب الحقیقہ کے مباحث جلیلہ پر مشتمل ہے، تاہم متعدد ابواب فقہیہ و کلامیہ وغیرہ کے مسائل ضمتا زیر بحث آئے ہیں، مسائل و رسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمیمہ کی الگ فہرست بھی قارئین کرام کی سہولت کے لئے تیار کر دی گئی ہے، انتہائی دقیق اور گرانقدر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل تین رسالے بھی اس جلد کی زینت ہیں،

(۱) سبیل الاصفیاء فی حکم الذبیح الاولیاء (۱۳۱۲ھ)

تجیر کمر بزرگوں کے نام پر ذبح کئے جانے والے جانوروں کا حکم

(۲) ہادی الاضحیۃ بالمشاة الهندیۃ (۱۳۱۳ھ)

بھڑکے قربانی کے جائز ہونے کا اثبات

(۳) الصافیۃ الموجیۃ لمحکم جلود الاضحیۃ (۱۳۰۴ھ)

پرہیز قربانی کے مصارف کی تحقیق

یاد رہے کہ رسالہ "انفس الفکر فی قربان البقر" اور اس کے متصل بعد ہندوستان میں گاوٹکشی سے متعلق زمسائل جو کہ فتاویٰ رضویہ قدیم جلد ہشتم میں شامل تھے چونکہ کتاب السیر سے زیادہ مطالبہ مست رکھتے تھے اس لئے وہ کتاب السیر پر مشتمل جلد چہارم جدید کا حصہ بن چکے ہیں اس لئے وہ اس جلد میں شامل نہیں ہیں۔



حافظ محمد عبید الستار سعیدی

www.KitaboSunnat.com ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

مئی ۲۰۰۱ء

فہرست مضامین مفصل

۹۷	ذکر ہی نہیں۔	۹۷	کتاب الشفعة
۹۷	ترید کی زمین میں بکر کے شفعہ کی علت اسکا خالد کی	۹۷	شریک جوتے جوتے پڑوسی کے حق شفعہ اور طالب
۹۷	زمین میں شریک ہونا قرار دینا غلط ہے۔	۹۷	بیع کے حق شفعہ سے سوال
۹۷	ترید کی زمین میں بکر کے شفعہ ہونے کی حقیقی علت	۹۷	شریک فی البیع جوتے جوتے جارحان شفعہ نہیں
۹۷	بکر کا ترید کا غلط فی الطریق ہونا ہے۔	۹۷	ہو سکتا۔
۹۷	مولوی امیر احمد صاحب کی دیگر تعلیموں کا بیان۔	۹۷	در مختار اور عقود المدیریہ سے مسئلہ کا جو تیر۔
۹۷	خالد نے جب بکر کی خریداری پر اس کو مبارکباد	۹۷	شفیع کا طالب شرار ہونا اس کے حق شفعہ
۹۷	دی تو اگر وہ شفعہ ہو تو بھی اس کا حق شفعہ باطل	۹۷	کو باطل کرتا ہے۔
۹۷	ہو گیا۔	۹۷	مولوی امیر احمد سسوانی کی فقہی غلطیوں کا بیان۔
۹۷	بیوی کو مکان بعوض مہر دیا بیٹا یا بہتہ، ایسی صورت	۹۷	العدم شفعہ کی علت اعراض عن اشرار کو قرار
۹۷	میں اس مکان کے شفعہ کو حق شفعہ حاصل ہے	۹۷	دینا غلط ہے۔
۹۷	یا نہیں، اور مجروحہ کا کیا حکم ہے۔	۹۷	یہاں عدم طلب برائیت کو بھی عدم شفعہ کی علت
۹۷	بیع یا بہتہ بالعوض کی صورت میں شفعہ لازم ہے	۹۷	قرار دینا غلط ہے کہ سوال میں برائیت کا کوئی
۹۷	شفیع کے لئے شے جعیر پر مشتری کا قبضہ		

- ۹۹۔ ضروری نہیں۔
 ۹۹۔ ہبہ بالعوض ابتداء اور انتہاء پر طرہ بیع ہے۔
 ۱۰۲۔ زمین کے ہبہ کرنے سے حق شفعہ ساقط نہ ہوگا۔
 ۱۰۲۔ شفعہ خلیط اور جار مطلق کا سوال۔
 ۹۹۔ ایک مکان کی راہ دوسرے میں یا دونوں کی کسی کو چھوڑتے ہیں یا دونوں کی آپس میں کئی اشتراک نہ ہو تو ایک کو دوسرے سے خلیط کا علاقہ نہیں، بلکہ جار مطلق کا علاقہ ہے۔
 ۹۹۔ شرح فقہیہ اور درمختار سے مسئلہ کا جزئیہ۔
 ۱۰۲۔ تقسیم حدود اور تفریق طرق کے بعد حق شفعہ نہیں۔
 ۱۰۲۔ بتاری سے اس منہوی کی حدیث اور عالمگیری سے مسئلہ کا جزئیہ۔
 ۱۰۲۔ یہی سوال دوبارہ شفعہ خلیط کی طرف سے اور اس کا دوبارہ جواب۔
 ۱۰۵۔ شفعہ خلیط کی تعریف اور اس کے احکام۔
 کسی کے ہاتھ زمین بھی اور شفعہ کی طرف کی ایک ہاتھ زمین نہ بھی، تو اب شفعہ کو اس زمین کے شفعہ کا حق نہیں کہ اتصال نہ رہا۔
 ۱۰۶۔ بعد میں وہ ایک ہاتھ زمین مشتری کے ہاتھ بھی یا اس کو ہبہ کی تو اس میں بھی پڑوسی کو حق شفعہ نہیں کہ اب مشتری خلیط ہو گیا۔
 ۱۰۶۔ حق شفعہ میں شریک خلیط پر اور خلیط جار پر مقدم ہے۔
 ۱۰۶۔ علقہ کی بیع ہوئی تو اس میں شفعہ نہیں، اور زمین کے ساتھ بیع ہو تو زمین میں شفعہ اصلاً جاری ہوگا اور علقہ میں تبخا۔
 ۱۰۱۔ ہبہ بالعوض ابتداء اور انتہاء پر طرہ بیع ہے۔ اگر مکان کو ہبہ بشرط العوض کیا ہو تو قبضہ کے بغیر شفعہ لاگو نہ ہوگا۔
 ۱۰۱۔ تجرد ہبہ میں شفعہ نہیں ہو سکتا۔
 ۱۰۱۔ ہبہ بشرط بالعوض ابتداء ہبہ بعد قبضہ بیع ہے۔
 ۱۰۱۔ بکر کو اطلاع ہوئی کہ زید نے ایسی زمین خریدی جس میں اس کو حق شفعہ حاصل ہے، اس نے فوراً اسی زمین پر بکر زید سے شفعہ طلب کیا، ایک مہینہ کے بعد کہا کہ روپیہ لے لو، زید نے اس زمین کو کسی کو ہبہ کیا تب بھی بکر نے طلب شفعہ کیا، کیا حکم شرعی ہے۔
 ۱۰۱۔ شفعہ کی صحت کے لئے طلب شفعہ و طلب ثابت دونوں ضروری ہیں۔ صورت مسئلہ میں اگر دونوں طلبیں بوجہ صحت تحقق ہو چکی ہوں تو شفعہ ثابت ہے۔
 ۱۰۱۔ خود مشتری کے شفعہ ہونے سے دوسرے کا حق شفعہ باطل نہ ہوگا، زمین دونوں میں نصف نصف تقسیم کر دی جائیگی۔
 ۱۰۱۔ روپیہ کو بطور طلب شفعہ پیش کرنے میں شفعہ باطل نہ ہوگا اگر اس طرح سے کہا ہو کہ زمین کی قیمت لے لو اور اس کو میرے ہاتھ بیع کر دو، تو البتہ شفعہ باطل ہو جائیگا۔
 ۱۰۱۔ جب حق شفعہ ثابت ہو گیا تو مشتری کے اس

- ۱۰۸۔ تہ بارہ وہی سوال اور اس کا جواب۔
 ۱۰۹۔ تسلیل ماہ کے اشتراک سے شریک خلیط نہ ہوگا بلکہ صرف بار قرار دیا جائے گا۔
 ۱۱۰۔ شفیعیں میں سے کسی ایک کی ترجیح یا عدم ترجیح کا سوال۔
 ۱۱۱۔ اگرچہ ایک شفیعی مشتری سے جائداد خریدے تو دوسرے شفیعی کو پوری پوری جائداد میں حق شفعہ ہوگا۔
 ۱۱۲۔ شفعہ سے متعلق چند سوالات۔
 ۱۱۳۔ صرف بیع ہی سے حق شفعہ ثابت ہو جاتا ہے قبضہ کی ضرورت نہیں۔
 ۱۱۴۔ احاطہ اور دروازہ واحد ہو تو "دار" واحد کہا جائے گا جو اس کے کسی جز سے متصل ہو پورے گھر کا شفیعی ہوگا۔
 ۱۱۵۔ دو ملاصفین کے حق شفعہ کا بیان، شامی و عالمگیری سے جو تیرہ۔
 ۱۱۶۔ جہاں شفعہ کا رد اچ نہ ہو شرعا وہاں بھی شفعہ ہو سکتا ہے۔
 ۱۱۷۔ بیع کے پہلے خریدنے سے انکار کیا اور بعد میں دعویٰ شفعہ کیا دعویٰ صحیح ہے۔
 ۱۱۸۔ وکیل بالشرار شفیعی ہو سکتا ہے۔
 ۱۱۹۔ ہمسایہ کے طالب ہوتے ہوئے غیر ہمسایہ کے ہاتھ مکان فروخت کرنے سے سوال۔
 ۱۲۰۔ بیع سے پہلے شفعہ ثابت نہیں، اگر ہمسایہ بیع کے بعد تمام شرائط شفعہ بجالایا تو اس کو مکان بذریعہ شفعہ دلا دیا جائے گا۔
- ۱۱۳۔ غلط اور دھتوں میں حق شفعہ کا سوال۔
 ۱۱۴۔ ایسی صورت میں کسی کو شفعہ کا حق نہیں۔
 ۱۱۵۔ مالک مکان کی اجازت کے بغیر مکان کے نیلام یا کسی دکان کی خرید و فروخت اس مکان میں حق شفعہ لاگو ہو سکتا ہے یا نہیں۔
 ۱۱۶۔ پھر یوں کی طرف سے جبراً نیلام کی ہوئی جائداد کی بیع شرعاً بیع فضولی ہے اگر مالک بے اجازت مرگیا تو بیع باطل، ایسی صورت میں حق شفعہ ثابت نہیں۔
 ۱۱۷۔ ہبہ، صلہ رحمی، میراث اور وصیت کی صورت میں حق شفعہ نہیں۔
 ۱۱۸۔ صرف عمارت اور ملک کی بیع میں شفعہ کا سوال و جواب۔
 ۱۱۹۔ مسئلہ کا جزئیہ تنویر اور درمختار ہے۔
 ۱۲۰۔ شفیعی خلیط اور شفیعی ہار کا سوال۔
 ۱۲۱۔ جس کے حصے میں حبسہ کو ٹھہری ہے شفیعی خلیط ہے جو اس کو ٹھہری کی قیمت کا ایک یا جس کے مکان کو ٹھہری کے دائیں بائیں ہیں وہ شفیعی ہار ہے۔
 ۱۲۲۔ غلطی کو ہی حق ہے۔
 ۱۲۳۔ کو چہ غیر نافذ میں مشتری کو راہ رکھنے والوں کے حق شفعہ سے سوال و جواب۔
 ۱۲۴۔ شریکین کے حق شفعہ اور طریقہ تصفیہ کا سوال و جواب۔

- شرکاء کے حق شفیع سے سوال“
 ذہن خرد اور غیر محکم کی تفریق۔
 ہر فرقہ دشربیک برابر کا حق شفیع رکھتا ہے، حصہ
 شرکت کی کئی بیشی کا اس حق پر اثر نہیں۔
 شرکار میں سے ایک نے دعویٰ شفیع کیا اور دوسرے
 نے مزاحمت نہ کی تو پوری جائیداد اسی شربیک کو
 دلا دی جائے گی، اور مزاحمت کی صورت میں
 جائیداد کی سب میں تقسیم ہوگی۔
 شرکت خواہ کتنی ہی ہو کل بیعہ کے حق شفیع کا دعویٰ
 ضرور ہے اور نہ دعویٰ ساقط ہو جائیگا۔
 مسائل کے تجزیات، تزییر، درمختار اور شامی سے۔
 صاحب فقہ اور قاضی خاں کے اقوال میں تطبیق۔
 پانی کے چشمہ میں حق شفیع کا سوال“
 تکمیل بیع کے بعد شفیع شرائط شفیع بجا لائے
 تو شفیع ثابت ہو جاتا ہے۔
 بیع کے بعد بیع بائع کے ملک سے نکل کر مشتری
 کی ملک میں داخل ہو جاتی ہے۔
 جائیداد بیع کے بجائے جار بیعہ کے ہاتھ بیع
 اور تبادلہ کا سوال“
 جار ملاصق کو حق شفیع پہنچتا ہے جار بیعہ کے ساتھ
 بیع کرے یا تبادلہ کہ اعتبار معافی کا ہے۔
 مال کا مال سے بدلہ معنی بیع ہے۔
 گواہ نہ ہونے کی صورت میں طلب مواثبت پر
 شفیع سے قسم کھانے کا سوال“
 مصنف کے رسالہ ”افقہ المجاہدہ عن حلف“
 ۱۲۰ الطالب علی المواثبہ کا حوالہ جس میں کثیر تفصیل
 ۱۲۰ علماء میں بظاہر معارضہ کا حل، اور اکابر علماء کے
 ظنون مختلفہ کے مناشی کا اظہار ہے۔
 ۱۲۶ سوال گول ہے جن پر قطعی حکم ممکن نہیں۔
 ۱۲۶ شفیع طلب اشہاد بھی گواہی سے ثابت ذکر کے
 تو طلب مواثبہ پر اس کی قسم ہرگز مسلم نہیں۔
 ۱۲۶ شفیع میں شفیع مدعی اور مشتری منکر ہے، اور
 شرعاً حلف منکر پر ہے، حدیث مشہور اور تکرار
 طوری سے مسئلہ کا جزئیہ۔
 ۱۲۶ طلب اشہاد دینہ عادلہ سے ہو چکی ہو تو طلب مواثبہ
 کی تین صورتیں ہیں۔
 ۱۲۶ اگر شفیع طلب مواثبت کا وقت طلب اشہاد
 سے پہلے جاسے تو اس کا ثبوت بے قیہ
 نہ ہوگا۔
 ۱۲۶ اس صورت میں مشتری منکر ہے۔
 ۱۲۶ جو اصل کے خلاف دعویٰ کرے دلیل سے
 دعویٰ ثابت کرنا اس کی فہماری ہے۔
 ۱۲۴ جس چیز کے استیفاء کافی الحال مالک
 نہ ہو گزرے زمانہ میں اس کا دعویٰ کرے تو
 بے قیہ مقبول نہیں۔
 ۱۲۴ تجارت علماء میں جہاں جہاں یہ تصریحات
 ہیں کہ طلب مواثبت بے قیہ کے ثابت نہیں
 اس کا مطلب یہی صورت ہے۔
 ۱۲۴ طلب اشہاد دینہ سے ثابت نہ ہو، یا ثابت
 ہو اور شفیع طلب مواثبت کا زمانہ مقدم میں

بتایا گیا اور بعد میں حقیقت ظاہر ہوئی اور اس نے طلب شفعہ کیا تو حق باطل نہ ہوگا۔

خلیط فی نفس المبیع، شریک فی حق المبیع اور جار ملاحظہ کے شفعہ کے حقوق سے سوال

کل مکان بیع کیا یا بعض بہر حال میں خلیط فی نفس المبیع اور شریک فی حق المبیع کو حق شفعہ حاصل جار ملاحظہ سے جو حصہ میں متصل ہو اس میں اس کا بھی حق شفعہ ہے۔

انام سائنائی نے اس مسئلہ کو مشکل قرار دیا کیونکہ "عین مسائل" میں جار کے حق شفعہ کے لئے اتصال کو ضروری نہیں قرار دیا۔

مصنف کی تحقیق کہ مشکل خود عین المسائل کا مسئلہ ہے کہ وہ تمام متون و شروحات کے خلاف ہے۔

کسی خاص جز سے متصل کو پورے سے متصل نہیں قرار دیا جاتا، جیسے عامہ سے متصل ہے لیکن پاؤں سے متصل نہیں۔

خلاصہ مسئلہ کہ بیع پورا مکان ہو تو جار ملاحظہ کا اس کے جز سے اتصال کافی ہے۔

شریک فی حق المبیع کے لئے اتصال ضروری نہیں چند شرائط میں اگر جار ملاحظہ بھی ہے تو اسے ان باتوں پر کوئی فضیلت نہیں۔

صورت مسئلہ کا حکم۔

خلیط فی نفس المبیع، شریک فی حق المبیع اور جار ملاحظہ کے شفعہ سے سوال

عبد العزیز اور نور احمد دونوں خلیط فی حق

المبیع ہیں اور احسان کریم جار ملاحظہ کو اس کا راستہ اس کو چر غیر نافذہ میں ہے۔

۱۴۹ چونکہ نور احمد کی دونوں حصوں کی خریداری پر

عبد العزیز نے بجائے شفعہ کے اس قطعہ کی

خریداری کی بات کی، اس نے اس کا حق شفعہ

بجائے دیا اور بیع تمام و کمال نور احمد کا ہو گیا

اور احسان کریم کے ہاتھ زوجہ اور پسر خالد نے پورا

مکان بچا جس میں رشیدہ حمیدہ کے دو حصے

جنہیں نور احمد نے خرید لیا تھا، بیع سے نکل گئے

اس لئے یہ پوری بیع معرض زوالی میں آگئی۔

۱۴۶ احسان کریم پاسے قریہ پوری بیع ذکر کرے چاہے

ان دوسروں کے علاوہ مجھے قیمت ملے۔

۱۴۷ عالمگیری سے مسئلہ کا جزیئہ۔

۱۴۸ احسان کریم بیع کو دے گا تو شفعہ کی بنیاد ہی

ختم ہو جائے گی اور جائز کر دے گا تو نور احمد

کو اس میں شفعہ کا حق ہوگا۔

۱۴۹ اتفاقاً شفعہ کی صحت و عدم صحت کا سوال

۱۴۷ شفعہ میں ضرور پیر لے جانا ضروری نہ مشتری سے

اس کا ذکر ضروری، خبر سننے ہی طلب مواثبت

فی الحال ضروری ہے۔

۱۴۸ شفعہ نے طلب مواثبت میں یہ لفظ کہا کہ

۱۴۷ خریدوں گا، اس کا مطلب اگر یہ ہو کہ مشتری

۱۴۸ سے خریدوں گا تو شفعہ باطل ہو گیا۔

۱۴۷ اور اگر یہ مطلب ہے کہ باقی سے خریدوں گا،

۱۴۸ قریہ طلب شفعہ نہیں کہ شفعہ تملک بالجبر ہے

- اور بیع تک بالرضا۔ ۱۴۸
- ۱۵۲ اور خریدوں کا، کے معنی مجازی مراد لیں کہ بذریعہ
شفعہ لے لوں گا، تو لے لوں گا کے الفاظ
طلب فی المال پر دلالت کرتے ہیں لہذا
شفعہ باطل۔
- ۱۵۳ مقررہ اور مشفوع بہا کی منکر ملکیت، اور تسلیم شفعہ
کی مدعی ہے۔ دونوں نے گواہ پیش کئے،
شرعی حکم کیا ہوگا۔
- ۱۵۴ دار مشفوع بہا کی ملکیت کے گواہوں نے اگر
گواہی اس طرح نہ دی ہو کہ دار مشفوع بہا پر
ملکیت بیع سے پہلے اور مسترالی الاثن ہے،
تو یہ گواہی نامقبول اور شفعہ ساقط ہے۔
- ۱۵۵ تسلیم شفعہ کے گواہوں کے الفاظ صحیح ہیں، اگر
عادل ہوں تو تسلیم شفعہ ثابت اور شفعہ ساقط،
اس کے مقابلہ میں عدم تسلیم شفعہ کے گواہ نامقبول
کہ وہ عدم کے گواہ ہیں۔
- ۱۵۶ تسلیم شفعہ کے بعد غلیظ فی نفس المبیع کا حق
بھی ساقط ہو جاتا ہے۔
- ۱۵۷ مسئلہ مذکورہ بالا دوبارہ پکھری کی پوری کارروائی
کے ساتھ، "سوال"
- ۱۵۸ چند الفاظ میں کارروائی کا خلاصہ کہ مقدمہ مذکور
میں مدعی علیہا کے گواہوں کی ضرورت نہیں تو
ان پر تنقید بھی بیجا ہے۔
- ۱۵۹ شفعہ کے گواہوں کی ضرورت ہے جو یہ ثابت
کریں کہ بیع کے قبل سے اب تک دار مشفوع بہا
- ۱۴۸ شفعہ کی ملک میں، یہ نہ ہو تو مدعی علیہا کی قسم
وہ قسم سے انکار کرے تو شفعہ ثابت۔
- ۱۵۲ ریلٹی، محیط، ہندو سے مسئلہ کی تائید۔
صورت مسئلہ میں شفعہ کی گواہیاں نا کافی
ہیں، اور شفعہ نے مدعی علیہا سے حلف کا مطالبہ
- ۱۵۳ نہیں کیا اس لئے شفعہ ساقط۔
- ۱۵۴ شفعہ کے گواہوں پر تنقید۔
- ۱۵۵ حاکم کے فیصلہ کی تائید۔
- ۱۵۶ اسی زمین سے متعلق دوسرے مقدمہ محمد شاہ
بنام شہنشاہی بیگم مشتری کی مسل عدالت
پر حکم شرح کا "سوال"۔
- ۱۵۷ اسی مقدمہ میں بھی شفعہ کے گواہوں پر حرج
اور ان کے ناقابل قبول ہونے کا حکم، اور
مدعیہ سے قسم نہ لینے کی تصریح۔
- ۱۵۸ مدعی علیہا کے گواہوں کے رد پر جو مطلب ہے
کی تصدیق اور شفعہ کے ساقط ہونے کا حکم۔
- ۱۵۹ مکان بیع کر کے ثمن معاف کر دینے، ایسی
بیع میں شفعہ جاری ہونے کا سوال اور بیعینہ
کی نقل۔
- ۱۵۷ ایسی بیع جائز ہے، اور معافی ایجاب و
قبول کے بعد ہوتی ہو تو معافی بھی جائز ہے۔
- ۱۵۸ شفعہ بہر حال جاری ہوگا اور شفعہ کل زر ثمن
دے کر مکان لے سکے گا۔
- ۱۵۸ عالمگیری، شامی، قاضی خاں سے مسئلہ
کا جزیہ۔

- حقیقی دہائی سے شفعہ کر سکتا ہے، اس پر دوشنبہ
اور ان کا جواب۔
- ۱۵۹ شفعہ مکمل کافر کی جائداد میں بھی ہو سکتا ہے۔
تقسیم مسئلہ کی ایک دلکش تقریر۔
- ۱۶۰ طلبہ مواثبت کے بعد طلبہ اشہاد میں تاخیر
کا سوال۔
- ۱۶۱ ضرورت مستور میں طلبہ مواثبت ہی طلبہ اشہاد
کا کام بھی دے گئی۔
- ۱۶۲ شفعہ میں طلبہ خصوصیت سے پہلے دو طلبہ لازم
طلبہ مواثبت اور طلبہ اشہاد۔
- ۱۶۳ اگر دارمیہ یا احد المتعاقبین میں سے کوئی بھی
پیش نظر ہے تو ایک ہی دونوں کے قائم مقام
ہوگی۔
- ۱۶۴ دونوں طلبوں میں سے کسی کے لئے گواہی ضروری
نہیں، البتہ ثبوت کے لئے گواہی ضروری ہے۔
- ۱۶۵ جتنے تاخیروں کا سوال میں ذکر ہے سب فضول
اور بلا ضرورت تھیں جی سے شفعہ کو ضرر نہیں۔
- ۱۶۶ اسی معاملہ سے متعلق مقدمہ کی مسئلہ کے ساتھ
دوسرا تفصیلی سوال۔
- ۱۶۷ ضرورت مستور میں وہی طلبہ
دونوں کے لئے کافی ہے۔
- ۱۶۸ گواہوں کا گھیرے کے پاس
لے جانا پروردہ اگر اندر لے جانے کی ضرورت
نہ تھی۔
- ۱۶۹ طلبہ اشہاد میں گواہ برجاؤ
- ۱۷۰ کتنا کچھ ضروری نہیں۔
- ۱۷۱ آیات قرآنی سے اشہاد کے معنی کی تائید۔
- ۱۷۲ بدائع، غایہ، محیط، ہدایہ کا حوالہ۔
- ۱۷۳ اگر طلبہ اول بر وجہ کفایت نہ ہو تو مکان تک
جانا اور پردہ کرانا وغیرہ ضروری تاخیر و مسقط شفعہ
- ۱۷۴ طلبہ اشہاد کے لئے اقرب کو چھوڑ کر البعد
کی طرف جانے پر اس کو قیاس نہیں کیا جاسکتا
- ۱۷۵ کہ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اقرب البعد کے
راستہ میں نہ پڑے۔
- ۱۷۶ طلبہ اول کے جوائز بیان کئے گئے ہیں
البتہ تخریب میں نا کافی ہیں۔
- ۱۷۷ حاضر کی تعیین اشارہ سے ہوتی ہے اور غائب
کی تسمیہ سے، جو گھر و مکان میں ذکر مرد و ارتجاء
- ۱۷۸ وجہ، محیط، مخری، عالمگیری، ہدایہ، غایہ البیان
ضروری سے مسئلہ کی تائید اور مسئلہ کا آخری
حکم۔
- ۱۷۹ تحریر ہو کر طلبہ مواثبت کرنا اور طلبہ اشہاد
کو جانے کے لئے پھڑی کے بغیر حل نہ سکتا ہو
- ۱۸۰ تو پھڑی کے لئے گھر میں جانا تاخیر نہیں ورنہ
ضرور تاخیر ہے۔
- ۱۸۱ جیسا صحابہ کی خبریں کر اٹھ کھڑا ہوا، اور
طلبہ مواثبت کی قریب ہی بدل گئی، اور
- ۱۸۲ طلبہ مواثبت کا وقت ختم ہو گیا۔
- ۱۸۳ جائزہ منقولہ میں حق شفعہ کا سوال و جواب
- ۱۸۴ اس سال کا آدمی طلبہ شفعہ کر سکتا ہے اور

اگر اس انتظار میں کہ مجھے حق ہے یا نہیں، کچھ تاخیر کر دی تو شفیع کا حق جاتا رہا۔

شفیع کے ہاتھ مکان نہ بیچ کر غیر شفیع کو دینا جبکہ شفیع کو مکان کی سخت ضرورت ہے اور اس وعدہ پر کہ اس کو مکان دیا جائے گا، بیع سے قبل بطور کرایہ دار شفیع کا قبضہ بھی کر دیا۔

مکان خریدنے والے اپنی نے مکان مسجد کے لئے خریدا ہے کیونکہ ایک تیسرے آدمی نے ایڈلے شفیع کے لئے کہا کہ وہ مکان مسجد پر لے لیا جائے تو میں اپنا مکان مسجد کو دے دوں گا، اب ارادہ ہے کہ مکان بہت زیادہ قیمت پر شفیع کے ہاتھ بیچا جائے، حالانکہ مسجد کو ضرورت مکان کی نہیں، مسجد مفروض ہے اور اس کے دیگر ضروری امور کا انتظام نہیں "سوال"۔

قبل بیع شفیع کا کوئی حق نہیں، مکان کا اس کے پاس کرایہ ہونا، اس کا اس کے خریدنے کا علاقہ کرنا، اس کا ضرور تندر ہونا، یا اس کا کسی حصہ دار سے معاہدہ ہو جانا کہ تجھے دوں گا، اسے کوئی نتیجہ نہیں دے سکتا۔

بیع کی خبر پاتے ہی طلب مواثبت اور طلب اشہاد بجالایا تو اسی دام پر جس پر بیکا شفیعہ حاصل کر سکتا ہے۔

اس سے زیادہ قیمت مانگتے ہیں، اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ طلب بجائے بغیر اس مکان کی خریداری پر تیار ہو گیا تو اس کا شفیعہ باطل ہو گیا، ایسی

صورت میں اس کو مکان نہ دینا ظلم نہیں۔ ۱۴۳

۱۴۲ بقیہ باتیں جو سوال میں ذکر ہوئیں زائد ہیں اس کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں، مسجد نے مکان کی قیمت زائد دی اس کی وہ صورت ہے لوگوں نے چندہ سے مکان کا دام ادا کر کے مسجد کو دے دیا، جب تو کوئی گناہ نہ ہو اگر اصل سے زیادہ قیمت دینا گناہ نہیں۔ ۱۴۳

۱۴۳ اور چندہ کر کے متولی کو دیا اور اس نے بلا ضرورت زیادہ قیمت دی تو زیادت فاحش پر متولی گنہگار ہو گا اور مسجد کے نقصان کا متولی کو تاوان دینا پڑے گا۔ ۱۴۳

۱۴۳ بیع کے پہلے خریداری سے انکار سے حق شفیعہ باطل نہیں ہوتا۔ ۱۴۴

۱۴۲ بقیہ بیع طلب مواثبت اور طلب اشہاد میں تاخیر سے حق شفیعہ باطل ہو جاتا ہے۔ ۱۴۴

کتاب القسمة

کل جائداد صرف چند ورثہ میں تقسیم کرنے کا "سوال"۔ ۱۴۵

۱۴۳ ایسی تقسیم باطل ہے، بیچ کا فیصلہ صرف انھیں لوگوں کے حق میں نافذ ہو گا جنہوں نے انھیں بنایا، دوسروں کے حق میں انھیں تقسیم کا اختیار نہیں۔ ۱۴۵

۱۴۵ قاضی نے اگر ایسا فیصلہ اس گواہی کے بعد کیا کہ مزید کوئی وارث نہیں، تو وارث ظاہر ہونے

- ۱۸۳ کاٹ لے اور طبع لے جائے۔
- ۱۸۴ درخت کٹنے اور مکان اکھاڑنے میں زمین کا زیادہ نقصان ہو تو کٹے ہوئے درخت اور جڑے ہوئے طبع کی قیمت کٹائی اور گھر کھدوائی کی مزدوری جیا کرنے کے بعد ادا کر کے وہ درخت اور طبع زمیندار خود لے لے۔
- ۱۸۵ سال بسال کا پٹھہ ہوتا ہو تو ہر سال کے ختم پر زمیندار کو طعہ کرنے کا حق ہے۔
- ۱۸۶ خیرہ اور شامی سے مسئلہ کا جزئیہ۔
- ۱۸۷ آتش امر کی تفصیل کہ ارض ملک میں غرس و بنا پر کب مالک قیمت دے گا اور کب اجیر زمین کی قیمت دے گا، اور مصنف کی ترجیح۔
- ۱۸۸ عادی زاپہ کی عبارت کا محل اور اس کے بارے میں مصنف کی رائے۔
- ۱۸۹ کردار میں حق استقار کی بنیاد نظر المجاہدین سے غلام حکم دیہات ملک کی زمین میں کاشتکار کو کوئی حق موردی نہیں اور اس پر جبراً قاضی دینا ضرور ظلم ہے۔
- ۱۹۰ مدنی کو خرچہ دلانا حکم شرع کے خلاف ہے۔
- ۱۹۱ اپنے حق کی وصولی کی تدبیر۔
- ۱۹۲ اضافہ لگان پر کاشتکار غرض ہے اور زمین نہ چھوڑے تو شرعاً وہی لگان اس پر لازم ہے۔
- ۱۹۳ خود ہی لگان کی شرح بڑھ گئی ہو اور انکار کے باوجود کاشتکار کاشت کرتا رہا تو بڑھی ہوئی لگان اس پر لازم ہے۔
- ۱۹۴ کے بعد تقسیم توڑ دی جائے گی۔
- ۱۹۵ قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے۔
- ۱۹۶ چند گھروں کی شرکار میں کب اجتماعی تقسیم ہوا۔
- ۱۹۷ کب ہر گھر کی علیحدہ علیحدہ۔

کتاب المزارعة

کاشتکار کے حق استقار اور مقدمہ بے دخل کے تاوان سے سوال۔

مردمیت سے کاشتکار کو استقار کا حق حاصل نہیں ہوتا، من کیسی ہی ہو اور چاہے کتنی ہی مذت کاشت کرے۔

زمین کو کاشت کے قابل بنایا ہو، اس میں چوگری وغیرہ کھودی، دوسری زمین سے مٹی لا کر پانی، درخت بویا مکان بنایا تو سطلانی زمین میں اس حق استقار مل جاتا ہے، اور اس کے بعد اس کے ورثہ کو بھی بلا وجہ شرعی بے دخل نہ کیا جائے گا۔

جامع الفضلین اور عقود الدریہ سے مسئلہ کا جزئیہ۔

عقودگی کے احتذار۔

زمیندار کی ملک کی زمین میں کاشتکار کو کبھی کسی طرح حق استقار نہیں۔

اجارہ کی مدت تمام ہونے کے بعد زمیندار زمین خالی کر سکتا ہے، اور اس میں مکان بنایا یا درخت لگایا ہو تو زمین خالی کرے، درخت

- اس اضافہ شدہ لنگان کے بدلے مقدمہ کے خرچہ کے نام سے جو ملے لے سکتا ہے۔
- ۱۹۱ اگر شرکار کے دو یا اذن کے بغیر از خود کاشت کر لی تو اگر زمین کو نقصان پہنچا نا صواب ہے اس صورت میں نہ زمین کے نقصان کا تادان نہ لنگان، کچھ نہیں۔ ۱۹۸
- ۱۹۲ اگر زمین سے زمین کو فائدہ ہو تو یہ صورت اجازت میں داخل ہے، اس صورت میں بھی نہ لنگان نہ تادان، البتہ شرکار بھی اپنے اپنے حصوں کی مقدار زراعت کر سکتے ہیں۔ ۱۹۶
- ۱۹۳ متصف کی تحقیق اور مسئلہ کی تفصیل۔ ۱۹۶
- ۱۹۴ جس صورت میں زراعت سے زمین کا نفع نقصان کچھ معلوم نہ ہو فقہاء اس کا صریح حکم نہیں لکھتے۔ ۱۹۶
- ۱۹۵ متصف کی تحقیق کر یہ حکم مضرت میں داخل ہے جامع الفضولین اور شامی سے مسئلہ کا حکم اور اس حکم کے دائرہ معرفت ہونے کی تصریح۔ ۱۹۹
- ۱۹۶ ہمارے زمانہ کے عرف کے اعتبار سے مسئلہ کا حکم خالصہ حکم۔ ۲۰۱
- ۱۹۷ منتقلی زمین کے وقت زمیندار کے نذرانہ لینے کا "سوال"۔ ۲۰۲
- ۱۹۸ ایک کاشتکار کا دوسرے کاشتکار کے ساتھ زمین بیچنا ناجائز ہے اور زمیندار کا نذرانہ اگر دوسرے کاشتکار سے سال رواں کی اجرت میں اضافہ کے طور پر لیا جاتا تو جائز ہوگا۔ ۲۰۲
- ۱۹۹ دوسرے کو پھل کی جگہ قائم کرنے کی رشوت کے
- اس اضافہ شدہ لنگان کے بدلے مقدمہ کے خرچہ کے نام سے جو ملے لے سکتا ہے۔
- اس کا قاعدہ کلیہ کہ کب خرچہ کے نام سے لے سکتا ہے اور کب نہیں۔
- ایسے نام سے جس میں بنامی ہو نہ لے کر شریعت میں بُرے کام اور بُرے نام دونوں سے بچنے کا حکم ہے۔
- ایسی ہی زمین کے بارے میں دوسرا "سوال" اور اس میں اپنے حق کی وصولی کی سبب بقہ تدبیروں کی تفصیل کا "جواب"۔
- تجربہ بولنا حرام ہے۔
- اپنا حق وصول کرنے اور اپنے سے ظلم دفع کرنے کے لئے پولو دار بات کہہ سکتے ہیں جبکہ صدق میں نہ ہو۔
- صدق کا مفہوم کذب سے بڑھ جانے پر مجبوری کہ نہ کہ بھی اجازت ہے۔
- مشترکہ گاؤں میں بے اذن شرکار کسی ایک شریک کے کاشت کرنے کا "سوال"۔
- باجازت دیگر شرکار کاشت جائز ہے، اور جب تک یہ تصریح نہ ہو کہ لنگان نہ لیا جائیگا شرکار کے حصہ کا لنگان دینا بھی واجب ہوگا۔
- اگر اور شرکار کی مرضی کے خلاف کاشت کی تو ظالم اور غاصب ہے، اور زمین کو کاشت سے نقصان پہنچا ہو تو تادان دے اور نقصان نہ پہنچا ہو تو لنگان عائد نہیں۔

- ۲۰۳ طور پر لیا جاتا ہے، اس لئے ناجائز ہے۔
 صورت: یا میں جب کاشتکار اول دوسرے کیلئے
 دستبردار ہو چکا اور زمیندار نے دوسرے کو
 قبول کر لیا، تو اب یہی مستاجر ہو گیا، اور خراج
 جو زمیندار آئندہ لے گا اس کو ادا کرنا ہوگا۔
 ۲۰۴ اور اگر کاشتکار دوم زمین کا مستقل مالک سمجھا جائے
 تو زمین کی یہ بیع فضولی ہوگی اور نذرانہ زمین کی
 قیمت پر اضافہ، اور زمیندار کی اجازت سے
 قیمت کاشتکار اول کی اور نذرانہ زمیندار
 کے لئے جائز ہوگا مگر زمیندار کا آئندہ اس سے
 خراج وصول کرنا ناجائز ہوگا۔
- ۲۰۵ مالک کو دے یا قفل ہے یا فخر کو دے۔
 مالگزار ہی نہ دینے، کاشت کار کے زمین میں
 درخت لگانے، اس کی قیمت میں سے زمیندار
 کے چوتھائی وصول کرنے زمیندار کی غیر آباد زمین
 کے آباد کرنے اور فطناپ کی وجہ سے دوسرے
 کی جو زمین اس کے حصہ میں آگئی اس سے غارت
 اٹھانے کا سوال۔
- ۲۰۶ مقرر مالگزاری کا ادا نہ کرنا ظلم و گناہ ہے۔
 مالک زمین کا اس درخت میں کوئی حق نہیں اس کا
 مالگنا ظلم ہے۔
- ۲۰۷ اپنی رعایا کو سال بھر کا بلا سودی قرض اس
 طور پر دینا کہ سال بھر کے لگان میں تم کو اتنا
 زائد دینا ہوگا، یا قرضدار سے پھل بقیہ وصول
 کر کے یہ کہنا کہ مزید اتنا سلم کے دے اور زائد
 رقم حساب فہمی کے وقت حساب میں دکھائی
 جاسکتی ہے یا نہیں۔
- ۲۰۸ مطالبہ وصول کر کے بیع سلم کے نام پر اس
 روپیہ کو وصول کرنا اور اسے سیر ہر گبیروں میں
 کہ چار سے پہلے یہاں بھیجا دے، جائز ہے
 یا نہیں۔
- ۲۰۹ یہاں کے غیر مسلموں کو اس شرط پر قرض دینا
 جائز ہے اور مسلمانوں کو ناجائز۔
- ۲۱۰ یہاں کے غیر مسلموں سے اگر معاہدہ کاشتکاری
 کے وقت ہی اس طرح معاملہ کیا جائے کہ
 سال بسال اتنی دکان، اور اگر کسی سال
- ۲۱۱ دوامی پٹہ، ششگی کاشتکار اور ۱۲ سال کے
 بعد حق استقرار سے "سوال"
 دوامی پٹہ کوئی عقد لازم نہیں، سال تمام پر
 عقد ختم ہو جاتا ہے۔
- ۲۱۲ قانونی حق استقرار شریعت کے نزدیک کچھ نہیں
 ششگی کاشتکار بنا سکتا ہے، مگر مقررہ دکان
 سے زائد لینا جائز نہیں۔
- ۲۱۳ زائد لینے کی ترکیبیں۔
 مورد وثیت کے دباؤ سے جو زمین نہ چھوڑے
 پیداوار اس کے لئے ناجائز ہے یا تو زمین کے

کتاب الذبائح

- باقی پڑ گئی تو اس سال کی اتنی زائد تو جائز ہے اور معاہدہ کے بعد اضافہ کیا تو حرام۔
- ۲۰۸ یاں باقی وصول کرنے کے بعد تاخیر کے وجہ سے طوری پر غیر مسلموں سے کچھ وصول کر کے قربان کر کے چاہے نام اس کا یہاں مسلم ہی رکھے۔
- ۲۰۹ اس امر کی تفصیل کہ زائد رقم کب حساب میں لکھی جاسکتی ہے اور کب نہیں۔
- ۲۱۰ بیع مسلم کی جو صورت سوالی میں مذکور ہے کہ بیع بصری غلہ کے بدلہ دس روپیہ لیں، غیر مسلم سے جائز اور مسلمان سے چھ ماہ تاخیر اور اس کو دینا کہ غلہ ہے کہ یہ دباؤ کی رضا ہے۔
- ۲۱۱ ایسے مال کو حلال کرنے کی ایک تدبیر عدم ادائیگی کی صورت میں لگان میں سال بسال اضافہ کی شرط ناجائز اور اس کی وجہ سے اجارہ فاسد ہے۔
- ۲۱۲ پندرہ بیگہ اراضی ہزار روپیہ پر پانچ سال تک اجارہ دینے اور زبرد اجارہ پیشگی وصول کرنے کا سوال و جواب۔
- ۲۱۳ سرکاری لگان سے کم و بیش شرح پر کمیست کاشت کار کو دینے کا سوال و جواب۔
- ۲۱۴ اصل کاشت کار کی کاشت کار کو بیشش پر دے سکتا ہے یا نہیں۔
- ۲۱۵ صورت مذکورہ کے جواز کی تدبیر۔
- ۲۱۶ حق استغفار سے متعلق سوال و جواب۔
- ۲۱۷ رات کے ذبیحہ اور ذبیحہ کے خون دینے نہ دینے سے متعلق سوال۔
- ۲۱۸ رات کا ذبیحہ مکروہ تنزیہی ہے، اور ضرورت کے وقت کوئی کراہت نہیں۔
- ۲۱۹ کراہت بھی اس فعل میں ہے، صحیح ذبح ہو جائے تو ذبیحہ میں کوئی کراہت نہیں۔
- ۲۲۰ زندگی ثابت ہو اور ذبح کے بعد خون دے حلال ہے، اور موت ثابت ہے اور خون دے تب بھی حرام ہے۔
- ۲۲۱ علامات حیات۔
- ۲۲۲ ذبح کے وقت بغیر واؤ کے بسم اللہ اللہ اکبر کہنا مستحب اور واؤ کے ساتھ کہنا مکروہ ہے۔
- ۲۲۳ بسم اللہ اللہ اکبر کہنا ذابح پر ضروری ہے۔
- ۲۲۴ ہاتھ پاؤں کپڑے والے پر نہیں۔
- ۲۲۵ وقت ذبح جانور کو کس رخ ہونا چاہئے۔
- ۲۲۶ ذبح کرنا والے اور ذبیحہ دونوں کو قبلہ رو ہونا سنت ہے۔
- ۲۲۷ ہمارے ملک میں ذبیحہ کا شر جنوب کی طرف ہو اور جانور بائیں پسٹ پر سویا ہو اور چپٹے مشرق کی طرف ہو تو اس کا رخ قبلہ کی طرف ہوگا۔
- ۲۲۸ ذبح کرنے والا اپنا دایہا قدم مذبح کی گردن کے کنارے رکھ کر ذبح کرے۔
- ۲۲۹ قورہ قبلہ ترک کرنا مکروہ ہے، اور بعض ائمہ کا کہنا

- ۲۱۷ کے نزدیک وجہ حرمت ذبیحہ ہے۔
 ۲۱۷ اختلاف علماء سے بچنا موقوف ہے۔
 ۲۲۱ بخاری، مسلم، دارمی، ابن ماجہ سے طریقہ ذبح کی حدیث۔
 ۲۱۷ تسمیہ بشرط ذبیحہ ہے اور اس کے ساتھ تکبیر سنت ہے۔
 ۲۱۸ علیٰ اور تنویر سے ذبیحہ کے لٹانے کا طریقہ۔
 ۲۱۸ معین ذابغ اور اس کے تسمیہ پڑھنے سے نہ سوالی۔
 ۲۱۸ معین ذابغ وہ ہے کہ ذبیحہ کرنے والے کے ساتھ چھری پر ہاتھ رکھ کر چھری پھیرنے میں مدد دے، ان دونوں پر تسمیہ واجب ہے۔
 ۲۱۸ دیوبندی مسئلہ کی تعلیل، پاؤں پکڑنے والا معین ذبیحہ نہیں۔
 ۲۱۸ درختار اور شرح نغایہ سے جوئیہ۔
 ۲۱۸ ذبیحہ میں گھنڈی کا کوئی حصہ سر میں نہ لگا جو تو کیا حکم ہے۔
 ۲۱۹ ذبیحہ کا مدار رگ کٹنے پر ہے، ذبیحہ فوق العقدہ اور تحت العقدہ کا لیا نہیں۔
 ۲۱۹ ذبیحہ فوق العقدہ اور تحت العقدہ میں قول فیصل کیا ہے۔
 ۲۲۰ ذبیحہ کا مدار رحم سے کم تین رگوں کے کٹنے پر ہے فوق العقدہ اور تحت العقدہ پر نہیں، شامی سے قول فیصل کا بیان۔
 ۲۲۰ بدائع کی ایک عبارت کی توضیح اور مصنف کی تحقیق کو صرف دو رگیں قلب سے دماغ تک متصل ہیں، مطلق اور مری نہیں۔
 ۲۲۱ پکڑنے والے کے تسمیہ نہ کٹنے سے سوالی۔
 ۲۱۷ ذابغ، معین اور پکڑنے والے کے فسق کا بیان۔
 ۲۱۸ جب بیچ اور محرم جیج ہوں تو غلبہ حرام کو ہوگا۔
 ۲۱۸ درختار اور شامی سے اس امر کا جزئیہ کہ تسمیہ کسی پر واجب ہے۔
 ۲۱۸ ذبیحہ فوق العقدہ سے تین رگ کٹ جاتی ہے یا نہیں۔
 ۲۲۲ یہ بات مشاہدہ ہی سے معلوم ہو سکتی ہے۔
 ۲۲۲ ذبیحہ فوق العقدہ کا سوال و جواب۔
 ۲۲۴ درانتی کے ذبیحہ کا حکم۔
 ۲۲۴ درانتی آلات ذبیحہ سے ہے۔
 ۲۲۴ درانتی سے ذبیحہ ایسا ہی کر دے جیسا گندہ چھری سے۔
 ۲۲۵ ضرورت کے وقت اس سے بھی ذبیحہ ہاڑا ہے۔
 ۲۲۵ شہداء ہونے سے پہلے سر علیحدہ کرنا اور کھال اتارنا تعذیب بلافائدہ ہے۔
 ۲۲۵ کھانا ایسے ذبیحہ کا بہر حال حلال ہے۔
 ۲۲۵ ذبیحہ کی موت اور زندگی کی تفصیل، اور ذبیحہ پر اس کے اثرات کا بیان۔
 ۲۲۶ ضرورت کدہ پتیار سے ذبیحہ میں تین رگ کٹنے سے پہلے جان نکال گئی تو علت و حرمت میں علماء کا اختلاف ہے رجحان جانب حرمت ہے۔

- ۲۲۱ براۓ کمال برے دل سے نکلتا ہے۔
- ۲۲۰ تفسیر کبیر، ذخیر، شرح و ہبانیہ، درمختار سے اس بدگمانی کی ممانعت کہ مسلمان اپنے
- ۲۲۲ ذبح سے غیر خدا کا تقرب کرتا ہے۔
- ۲۲۲ مسئلہ کا خلاصہ حکم۔
- ۲۲۸ مسلمان کو ایسے جانور کا بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنا
- ۲۲۸ بھی مکروہ ہے۔
- ۲۲۲ ذبح کی کھال کی حلت و حرمت کا سوال
- ۲۲۸ ایسی کھال حلال ہے اگرچہ بھینس اور بکری کی
- ۲۲۳ کھال کھانے کے لائق نہیں ہوتی۔
- ذبح کے ان سات اعضاء کا ذکر جن کا کھانا
- ۲۲۲ حرام ہے۔
- ۲۲۸ ذبح کے اجزاء سے منوع سے سوال
- سات چیزوں کی تصریح حدیث شریف میں
- ۲۲۳ ہے۔
- ۲۲۸ قرآنی کی حدیث
- انعام اعظم نے ان میں خون کو حرام اور باقی کو
- ۲۲۳ مکروہ فرمایا۔
- کراہت سے مراد کراہت تحریم ہے۔ صاحب
- ۲۲۸ بدائع نے اسی کو حرام سے تعبیر کیا اور صاحب
- ۲۲۵ تہذیب نے کراہت سے۔
- صاحب درمختار نے کراہت تحریمی کو رائج
- ۲۲۵ بتایا۔
- متون میں جب کراہت کا لفظ مطلق وارد
- ۲۲۵ ہو تو مراد کراہت تحریم ہوتی ہے۔
- ۲۲۱ بے دستہ کی پھری سے ذبح اور گرم مقامات پر
- گرمی میں روزہ سے سوال۔
- مقیم غیر مسافر کو ایسا کام کرنا حرام ہے جس سے
- روزہ رکھنے میں بیمار پڑ جائے۔
- اگر ایسے کام کے ترک پر قدرت نہ ہو روزہ رکھنا
- ممکن نہ ہو تو قصار رکھے۔
- ذبح اضطراری کا سوال و جواب
- ظاہر کے نام کا بکر مسلمان نے تسمیہ پڑھ کر ذبح
- کیا اس کا کھانا کیا ہے۔
- ذبح کے وقت خیر اللہ کا نام لے تو ذبح مردار ہے
- یونہی مسلمان نے تسمیہ پڑھ کر ذبح کیا اور اس سے
- غیر خدا کی عبادت کا قصد کیا تو ذبحیہ
- حرام ہے۔
- وقت ذبح نہ غیر خدا کا نام لیا نہ اس کی عبادت
- چاہی تو ذبحیہ حلال ہے چاہے وہ کسی کے
- نام کا ہو۔
- مشرک کا ذبحیہ مطلقاً حلال نہیں اگرچہ بسم اللہ
- پڑھ کر ذبح کیا ہو، اور کتبی کا ذبحیہ بسم اللہ پڑھ کر
- ہو تو حلال ہے اگرچہ اس سے حضرت مسیح
- مراد لیا ہو۔ (حاشیہ)
- نیشاپوری اور بدائع سے وجہ فرق کا بیان۔
- مسلمان پر بدگمانی حرام ہونے کا ثبوت
- قرآن و حدیث سے۔
- دل کے ارادے پر حکم لگانے کی ممانعت
- قرآن و حدیث سے۔

مسئلہ منقولہ مولوی سید محمد جان صاحب

۲۳ ربیع الثانی شریف ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک قطعہ اراضی خریدی اور واسطے ثبوت اپنے قبضہ کے ایک شاخ درخت واقع اراضی مشریہ کو قطع شروع کیا، اُس وقت بکر کو اطلاع بیع لینے اراضی کی ہوئی، بکر اسی وقت موقع پر زید کے پاس گیا اور کہا میں اس اراضی کا شفیع ہوں مجھ کو دے دو، زید نے کہا تمہارا شفعہ دوسرے سے جائز نہیں، ایک نظراً دوسرے میں خود شفیع ہوں۔ پھر کچھ گفتگو نہ ہوئی، بعد ایک عرصے بارہ روز کے بکر نے زید سے کہا کہ روپیہ لے لو، جس قیمت کو یہ اراضی خریدی ہے اور اراضی مجھ کو دے دو، زید نے غصہ و پید نہ لیا اور کہا کہ حق مراثیت جاتا رہا اور بعد چند عرصہ کے زید نے وہ اراضی بذریعہ ہر مطلق منتقل کر دی اور دستاویز مصدق پر رجسٹری کر دی، وقت اطلاع ہر شفیع مدعی ہوا کہ مجھ کو اطلاع ہے کہ نہ تھی، اب جو مجھے اطلاع ہوئی تو میں اس انتقال کا بھی شفیع ہوں، ان صورتوں میں شفعہ بکر جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ انتقال ہر قبل تصفیہ باہمی زید و بکر کے درست ہے یا نہیں؟ بیٹنوا تو جبروا۔

الجواب

شفیع اگر بغور استماع خبر طلب شفعہ کر کے مشتری یا مکان کے پاس جا کر طلب تقریر کرے، اور اگر بیع ہنوز قبضہ بائع میں ہو تو اس کے پاس طلب بھی کافی ہے، اور اس طلب دوم میں بھی بشرط قدرت دیر نہ لگائے تو ان امور سے اس کا شفعہ مستقر ہو جاتا ہے کہ بے حد و مطلق باطل نہ ہوگا۔ در مختار میں ہے:

یطلبها الشفیع طلب المواتیة ثم یشہد علی
البائع لو انعقار فی یدہ او علی مشتری وان
لم یکن ذالک، او عند انعقار، وهذا لا یبد
منہ، حتی لو تمکن ولو بکتاب او رسول،
ولم یشہد بطلت شفعتہ، وان لم یتمکن منہ
لا تبطل لحد ملخصاً۔

شفیع مستقر حق طلب کو کے پھر بائع کے پاس گواہ بنائے، اگر پارٹی اس کے قبضہ میں بری مشتری کے گواہ بنائے اگرچہ زمین اس کے قبضہ میں نہ ہو، یا فروخت شدہ زمین پر ایسا کرے، اور یہ ضروری ہے حتیٰ کہ اگر اس کو یہ بذریعہ خط یا بذریعہ قاصد بھی ممکن ہو اور ایسا نہ کرے تو اس کا شفعہ باطل

ہو جائے گا اور اگر اس کو یہ قدرت نہ ہوئی تو باطل نہ ہوگا اور ملخصاً۔ (دست)

ہا یہ میں ہے،

الحق حق ثابت واستقر لا یسقط اور حق جب ثابت ہو جائے اور استقرار ہو جائے

ردالمحتار میں ہے :

تستقر بالاشهاد ای بالطلب الثانی، وهو طلب
التقریر، والمعنی اذا شهد علیها لا تبطل بعد
ذلك بالسکوت لان یسقطها بلسانہ او یعجز
عن ایفاء الثمن فیتطل القاضی شفعة الخ۔
شفعہ کا گواہ بنانے یعنی دوسری طلب پر استقرار ہو جاتا
ہے یہ دوسری طلب پر اس کے پشتگی ہے اور معنی یہ ہوا
کہ جب شفعہ پر گواہ بنائے تو اس کے بعد سکوت سے
باطل نہ ہوگا۔ ہاں اگر خود اپنی زبان سے ساقط کرے یا

ثمن کی ادائیگی سے عاجز رہے تو قاضی اس کے شفعہ کو باطل قرار دے گا الخ۔ (ت)

پس اگر تمام درج طلب ابتدائی و طلب ثانی کے بجائے تو بیشک اس کا حق ترک ہو گیا، اور مشتری کا
خود شفیع ہونا اس کے حق کا مانع نہیں، غایت یہ ہے کہ اگر دونوں مساوی درج کے شفیع ہیں اور مشتری مزاحمت
کرے تو بیع دونوں میں نصف نصف ہو جائے،

فی الدار المختار لو کان المشتري شریکاً و لصدار
شریکاً آخر فلهما الشفعة یکہ
در مختار میں ہے اگر مشتری شریک ہو اور بیع مکان میں
کوئی اور شریک بھی ہو تو دونوں شریکوں کو شفعہ کا حق

ہوگا۔ (ت)

اور روپیہ بطور طلب شفیع پیش کرنا کہ میں شفیع ہوں اپنا روپیہ لے، اور سنی مشفوع مجھے دے کہ مضر نہیں،
لانہ لا یدل علی الرغبة عنها بل فیها، فی الدار المختار
الاصل ان الشفعة تبطل بانظار الرغبة عنها
لا فیہا۔
کیونکہ یہ اس سے اعراض پر دل نہیں ہے بلکہ اس میں
دلچسپی کا اظہار ہے، در مختار میں ہے قاعدہ یہ ہے
کہ اعراض کرنے سے شفوع ساقط ہوتا اس میں دلچسپی

سے ساقط نہیں ہوتا۔ (ت)

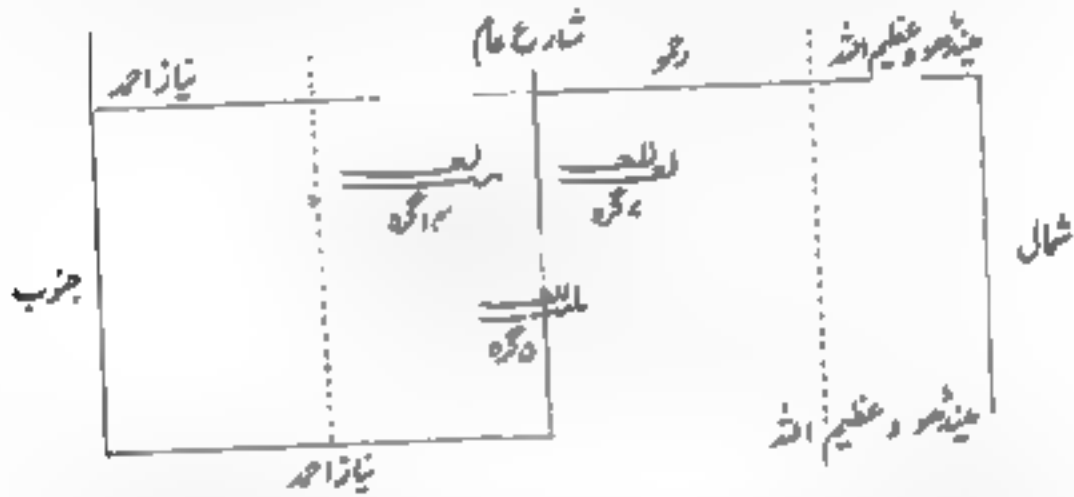
ہاں یوں روپیہ پیش کرنا کہ قیمت لے اور مکان میرے ہاتھ بیچ ڈال، البتہ مسقط شفوع ہے،
فی الدار المختار یطلبها ان طلب منه امن
یولیہ عقد الشراء بھی
در مختار میں ہے کہ شفیع اگر یہ مطالبہ کرے کہ مجھ سے شرار کر
تو اس مطالبہ سے شفوع باطل ہو جائے گا۔ (ت)

۳۹۲/۴	مطبع دوسنی مکتون	باب طلب الشفوع	کتاب الشفوع	۳۹۲/۴
۱۳۹/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب ما یطلبها	۱۳۹/۵	۱۳۹/۵
۲۱۵/۲	مطبع مجتبائی دہلی	باب ما یطلبها	۲۱۵/۲	۲۱۵/۲
۲۱۵/۲	"	"	"	۲۱۵/۲
۲۱۵/۲	"	"	"	۲۱۵/۲

اور یہ مجرور میں اگرچہ شفعہ نہیں، مگر مشتری بوجہ یہ خواہ کسی طریقہ انتقال کے، حق شفعہ کو ساقط نہیں کر سکتا کہ اس کا دعویٰ شفعہ بر بنائے بیع ہے، جو ملک اول نے اس مشتری کے ہاتھ کی، نہ بر بنائے اس پر کے جو یہ مشتری دوسرے کے لئے کرتا ہے، ایسی حالت میں شفعہ کو اختیار جوتا ہے کہ مشتری کے تمام تصرفات کو رد کر دے اور بیع بذریعہ شفعہ لے لے۔

فی الدر المختار ینقض الشفعہ جمیع تصرفاتہ
ای مشتری حتی الوقف و المسجد و المقبرة
و الهبة نزیلی و زاہدی۔ (جواب نامکمل)
در مختار میں ہے کہ شفعہ حاصل کر لینے کے بعد شفعہ مشتری کے تمام تصرفات ختم کر دے گا حتیٰ کہ وقف، مسجد، مقبرہ اور بیہ شک کو توڑ دے گا، نزیلی و زاہدی (ت)

مسئلہ ۱۹ رجب ۱۳۰۴ھ از بدایین جردی قولہ شیخ حامد حسن صاحب مختار



کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان تعدادی مایعہ جانب شمال میںدھو و عظیم اللہ کا تھا، اس کے جانب جنوب و حرقا مکان تعدادی مایعہ کا، اس سے جنوب کو نیاز احمد کا مکان تھا، و حرقا مکان میںدھو و نیاز احمد نے خرید کیا، اور باہم تقسیم ہو گئی مایعہ اراضی شمالی میںدھو کو ملی، اُس نے اپنے مکان شمالی میں شامل کر لیا، اب میںدھو و عظیم اللہ کا مکان مایعہ علاوہ آپک کے ہو گیا، اور مایعہ جنوبی نیاز احمد کو ملی، اُس نے اپنے مکان جنوبی میں شامل کیا، نیاز احمد اپنا مکان جس میں اراضی مشتریہ بھی شامل تھی پرست وزیر الدین بیع کر دیا، تھینا دس برس ہوئے کہ وزیر الدین مشتری نے ہر چار پرست سے بطور خرد اپنا پختہ مکان تعمیر کر لیا فرمایا کہ جب تقسیم ہو کر تین مکان کے دو مکان ہو گئے، اور درمیان میں دیوار موجود ہے اور کوئی شرکت دیوار میں

بھی نہیں، اور راستے دکانوں مکانوں کے جانب قرب شارع عام میں ہیں، اور دونوں کی ایک جگہ جانب شرق اپنی اپنی جہاں گار زمین میں، تو وزیر الدین مشتری مکان نیاز احمد کو نسبت ^{العلیہ} اراضی مشتریہ یندھو کی، حق خلیط کا حاصل ہے یا شفیع جار کا، وزیر الدین گمان کرتا ہے کہ ترکو کا مکان میرے بائع نیاز احمد اور یندھو نے مشتری کا خرید لیا تھا، لہذا مجھے حق خلیط حاصل ہے، یہ گمان اس کا شرعاً صحیح یا باطل ہے؟ بینوا تو جہودا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں جبکہ نہ ایک مکان کی راہ دوسرے میں، نہ دونوں کی کسی کوچہ مشترکہ غیر نافذہ میں، نہ ایک کو دوسرے سے آپکے کا تعلق، تو بالاتفاق ان میں کسی کے مالک کو دوسرے سے علاقہ خلیط نہیں، بلکہ ہر ایک دوسرے کا جار محض ہے۔ درختدار میں ہے:

للخلیط فی حق البیہ والذی قاسم و بقیت
لہ شرکتہ فی حق العقار کالشرب والطریق خاصین
فلو عامین فلا شفعۃ بہما اذ ملخصاً۔
تقسیم شیعہ مبیع کے حقوق میں شرکت شدہ پانی اور
راستہ تاسس ہوں یا عام، باقی ہر دو بھی خلیط
کو اس شرکت کی وجہ سے مستفید نہیں
ملخصاً۔ (د ت)

شرح تعاریظ برہندی میں ہے:

جار ملاصق بابہ فی سکتہ اخری۔۔ دیکھو
بابہ و باب ذلک الجار معاً المذکور
العادی
پڑوسی جس کا دروازہ دوسری گلی میں ہو یا
دونوں کا شارع عام کی طرف سے
ملا ہو۔ (د ت)

وزیر الدین کا خیال ہے کہ میرا بائع اور یندھو ایک زمین مشترک کے خلیط تھے جس کا ایک حصہ میرے بائع
اور ایک یندھو کے مکان میں پڑا، لہذا میں اس کا خلیط ہوں، محض باطل ہے، کہ جب تقسیم ہو گئیں، بعد میں
پڑ گئیں، دیواریں کھینچ گئیں، راہیں پڑ گئیں، پھر خط کھان، حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فرماتے ہیں:

اذا دعت الحدود و صرفت الطرق
فلا شفعۃ اخرجه الامام البخاری
جب حد بندی ہو جائے اور راستہ تبدیل ہو جائے
تو آپ شریک کو شفعہ کا حق نہیں، اس کو بخاری

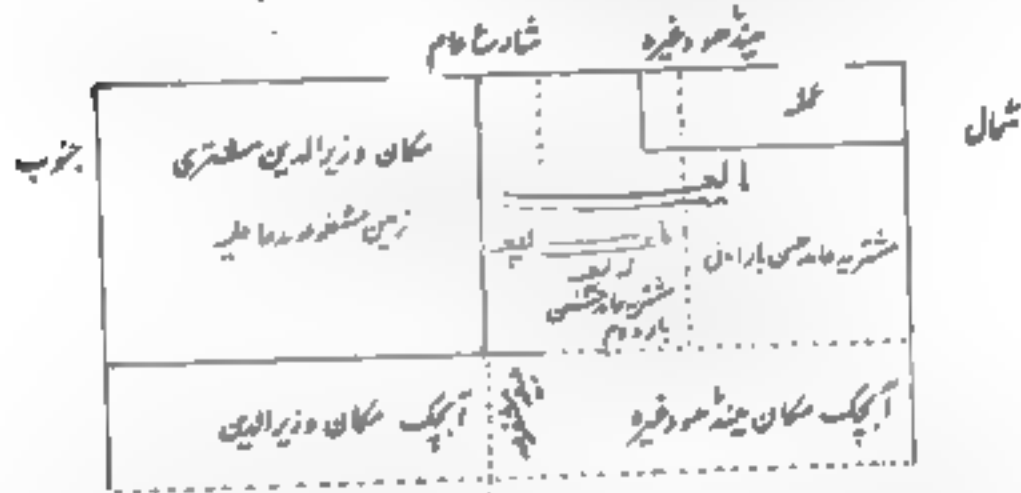
۲/۲۱۱	مطبع مجتہدانی دہلی	کتاب الشفعۃ	جلد دوم
۴/۲۸	نوکلشور کھنڈ	"	۲ شرح النقایۃ برہندی
۱/۳۳۹	فتوحی کتب خانہ کراچی	باب شرکتہ فی الارضین	۳ صحیح البخاری کتاب شرکتہ

و غیرہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
اور دیگر نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے
روایت کیا ہے۔ (ت)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

اذا اقتسم الارض و خطا خطا فی وسطها، ثم
اعطی کل منہما شیئاً حتی بنیا حائطاً، فحصل
منہما جاد نصفہ فی الارض ینت
معرض الگے وقتوں کی شرکت پر اب دعویٰ حق خلیط کرنا عجیب دعویٰ ہے جس کا بطلان ہر ذی عقل پر ظاہر،
فمنعنا عن ذی فضل . واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از بدایین مردہ ٹولہ شیخ محمد حسن صاحب دیکل ۱۶ ربیع ۱۳۰۵ھ



کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میدانہ مرغیرہ و عظیم اللہ کا مکان مانتے گز کا ہے جس میں جانب
شمال مانتے ان کی مردوثی، اور لعلیہ جزئی خاص مشعرہ میدانہ ہے جو اسے بذریعہ شرار بعد تقسیم نیسا احمد
علی قس، میدانہ مرغیرہ عظیم اللہ نے منجملہ مکان تہادی مانتے گز کے گز زمین جانب شمال میں باسٹن سائے
آجک مشرقی و عملہ بدیں تعیین کہ مشرقاً غریباً عتے گز اور جنوباً شمالاً ہے گز بدست حامد حسن بیگ کی مانتے گز
منجملہ مکان باقی رہی، اسس بقیہ مانتے گز سے لعلیہ گز اراضی شمالی تنہا میدانہ مرغیرہ نے بایں الفاظ بدست
حامد حسن مذکور بیگ لک کہ (منجملہ مانتے گز کے لعلیہ گز میری اراضی پر سے تقسیم خاکی باہمی اراضی عظیم اللہ

سے جانب شمال ہے، لہذا بائیں آگے ایک بیج کی، اس لیے بیج میں چوبہ گز منہ اس لیے گز کے بھی شمال ہے جو خاص مشرق میں تھوڑی اور یہ کل مکانی تعدادی مائیں گز اس وقت تک یا کسی حد حاصل نہیں، نقشے میں جہاں جہاں قطعہ دئے گئے ہیں وہاں کوئی دیوار یا حد کا نشان نہیں، صوت تعیین سمت و مقدار گز کے اُسے ایک ذہنی امتیاز ہے، یہ قطعہ زمین جسے آج تک کہا جاتا ہے یہ بھی یا کسی حد فصل کے مجرور مکان کا ایک غیر متمیز ٹکڑا ہے جسے بے پائش کے تعیین نہیں کر سکتا، غرض کل مکان قطعہ واحد ہے، اس میں سے بقیہ لے لیں گز جنوبی وکل آج تک عملہ واقعہ مشرقیہ حامد حسن کو مینہ حمود عظیم اللہ نے بدست وزیر الدین حسینیہ جنوبی بیج کیا، اس مکان اور مکان وزیر الدین مشرقی کے بیج میں ایک دیوار خاص ملک وزیر الدین حاصل ہے، دونوں مکانوں کی راہیں جانب غرب شارح عام میں ہیں، اور دونوں کی آجکیں اپنی خاص زمین میں جانب مشرق ہیں، دونوں کا پانی اپنی خاص زمین میں ہوتا ہوا مشرقی مکانات مختلفہ میں گزر جاتا ہے، فرمایے کہ ایسی صورت میں اراضی مبیعہ حامد حسن کو حق شفعہ خلیط کا ہے یا نہیں؟ اور شرعاً اس استحقاق سے وہ کل زمین حامد حسن کو ملنا چاہئے یا نہیں؟ بیتوا تو جودا۔

الجواب

صورت مستفسر میں وزیر الدین اس مکان مینہ حمود غیرہ کا جارحان ہے کہ نہ اُسے کوئی شرکت نفس مبیع میں، نہ حق بیع میں، اور تقریر نقشہ سوال سے ظاہر کہ آجکے کی زمین بھی باجم مشرک نہیں بلکہ دونوں آجکیں ایسے مختلف مکانوں کے جدا گانہ ٹکڑے ہیں جن میں ایک کا کوئی حق دوسرے سے متعلق نہیں، صرف اتصال ہی اتصال ہے، تو جوار سے زیادہ اُسے کوئی استحقاق نہیں، نفی خلیط کے لئے بیج میں دیوار ہی ہونا ضروری نہیں کہ اراضی آجکے میں جہاں دیوار نہیں، شرکت و خلیط نہیں، بلکہ مجرد تعیین و امتیاز کافی ہے۔ عالمگیری میں ہے:

الاکان نهر اعلاه لجبل واسفله لجبل فاشترى
 رجل نصيب صاحب اعلى النهر فطلب اسفل
 النهر الشفعة فالشفعة له بالجوار وكذا لو
 لو اشترى من جبل نصيب اسفل النهر فالشفعة
 لصاحب الاعلى بالجوار، كذا في العيسوي
 ۱۰ ملخصاً۔

اگر ایسی نہ ہو کہ اس کا اوپر والا حصہ ایک شخص کا اور نیچے والا دوسرے کا ہو، تو کسی آدمی نے اوپر والے کا حصہ خرید لیا تو نیچے والے کو شفعہ کے مطالبہ کا حق ہے اس کا یہ شفعہ پڑوسی والا ہوگا، اور یونہی اگر کسی نے نیچے والے کا حصہ خرید لیا تو اوپر والے کا شفعہ ہو تو وہ شفعہ پڑوسی والا ہوگا۔ مبسوط میں یوں ہے احکامات۔

اور عام حسن خلیط فی حق المبیع ہے، کہ مکان واحد کا ایک عقدہ مشاع خریدنے سے مشتری شریک فی العین ہو جاتا ہے
یوں ہی اس میں سے ایک حصہ میں حصہ و متعین سکتا و مقدار خریدنے سے خلیط فی الحق ہو جاتا ہے، جب تک
حقیقی حاصل ہو کر انقطاع خلق نہ ہو جائے، زیر قول در مختار،

ان باع رجل عقارا الا ذراعا مثلاً فی جانب حد
الشفع فلا شفعة لعدم الاتصال، وکذا
لا شفعة لو وهب هذا القدر للمشتري و
قبضه به

دے دیا۔ (ت)

رد المحتار میں فرمایا،

الظاهر ان المراد و هب بعد بيع ماعدا هذا
القدر بقية بقية قوله للمشتري، و مثله ما لو
باع له لانه صار شريكاً في الحقوق،
فلا شفعة للجاء اذ يعني مثل الهبة في عدم
الشفعة ما لو باع الباقي هذا المزارع الباقی
في البیم الاول لمشتري القطعة الاولى، لانه
بشرائه القطعة الاولى صار شريكاً في حقوق
القطعة الثانية، و هو المزارع البیم ثانياً،
فصار الدار و ان كان له حق الجوار في هذا
المزارع، لوجود الاتصال لكن لا شفعة له لان
المشتري خلیط فی الحقوق فلا شفعة معه
للجار المحض۔

ظاہر یہ ہے کہ اس کی مراد بیع کے بعد مشتری کو ہبہ
کرنا ہے اس پر قرینہ مشتری کا لفظ ہے اور دوسری اگر
وہ اتنا حصہ اس نے بعد میں مشتری کو فروخت کر لیا ہو،
کیونکہ وہ مشتری اب حقوق میں شریک ہو چکا ہے اس لئے
ہبہ خریدی کو شفعہ کا حق نہ ہوگا اور، یعنی شفعہ نہ ہونے
میں وہ صورت کہ بائع نے پہلی بیع میں سے باقیماندہ
گز کو پہلے مشتری کے پاس فروخت کیا تو ہبہ کی طرح
پڑوسی کا شفعہ نہ ہوگا کیونکہ وہ مشتری پہلے قطعہ کو خریدنے
کی بنا پر دوسرے باقیماندہ حصہ کے حق میں شریک
ہو گیا تو اگرچہ جگہ کے پڑوسی کو پڑوس کی وجہ سے اس
باقیمانہ میں اتصال ہے لیکن اس کا شفعہ نہیں کیونکہ
مشتری حقوق میں شریک بن گیا لہذا اس کے مقابلہ میں
محض پڑوسی کو حق شفعہ نہ رہا۔ (ت)

اسی میں ہے ۱

مشتوی الذراع صار شریکاً فی الحقوق
فیقدم علی الجوار، کما قد مناهلہ
باقیمانہ گز میں مشتری حقوق کا شریک ہو گیا لہذا وہ
پڑوسی پر مقدم ہو گا، جیسا کہ پہلے گزرا (ت)

پس مادہ حسن نے جس وقت پہلا قطعہ گز بتعین سمت و مقدار غریبہ باقی تمام زمین ملو کہ عظیم الشان
میں غلیط فی الحق ہو گیا، اسی طرح دوسرے بار کی غریبہ اری نے اس کا بھی استحقاق قائم رکھا، اور جبکہ وہ مکان مع
آبجک وغیرہ تمام قطعہ واحد ہے، تو اس کے مجموعہ سے حق مادہ حسن متعلق ہوا، جس سے کسی جز کو مستثنیٰ ماننے
کی کوئی وجہ نہیں، کما لا یخفی علی احد (جیسا کہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔ ت) اور غلیط فی الحق بار بعض پشترما
مقدم کہ بار غریبہ سے تو یہ بذریعہ شفعہ اس سے سب واپس لے سکتا ہے کما فی الکتب قاطبہ (جیسا کہ معتبر
کتب میں ہے۔ ت) عالمگیری میں ہے ۱

یراعی فیہا الترتیب فیقدم الشریک علی
الغلیط، والغلیط علی الجوار
اس میں ترتیب کی رعایت ہو گی تو شریک
مقدم ہو گا غلیط پر ۱ اور غلیط مقدم ہے
پڑوسی پر ۱۰ (ت)

پس ثابت ہوا کہ جس قدر زمین آبجک وغیرہ آبجک بدست وزیر الدین جوار بعض بیع کی گئی تمام وکمال
عاجز شفعہ غلیط فی حق البیع کو بذریعہ شفعہ طنی چاہئے، اگر وہ شرائط طلب کاغذی بجالایا ہو، اور ملد اگر سہ
جب اپنی زمین سے بیچا جائے محل شفعہ نہیں، شرح الجمع علامہ ابن ملک میں ہے ۱

وبیم النخل وحده اذ البناء وحده فلا شفعة
لانہما لا قرار لہما بدون العرصۃ
کچھ درخت کی عینہ یا عمارت کی عینہ بیع میں
شفعہ نہیں کیونکہ زمین کے بغیر ان کو قرار حاصل
نہیں ہے۔ (ت)

مگر اس کا بیع میں داخل ہونا زمین میں مستحقاق شفعہ کا مانع نہیں۔ رد المحتار میں ہے ۱
الصنفۃ وان اتحدت فقد اشغلت علی
ما فیہ الشفعۃ، وعلی ما لیست فیہ
مرد ایک ہر ملکہ وہ ایسے حصوں پر مشتمل ہو کہ بعض میں شفعہ
ہو سکتا ہے اور دوسرے بعض میں نہیں ہو سکتا تو شفعہ

۱۵۵/۵	دارایار الترات العربی بیروت	باب ما یطلبہا	کتاب الشفعۃ	رد المحتار
۱۶۵-۶۶/۵	فرائی کتب خانہ پشاور	الباب الثانی	-	فتاویٰ ہندیہ
۱۳۸/۵	دارایار الترات العربی بیروت	کتاب الشفعۃ	شرح الجمع	رد المحتار بحوالہ شرح الجمع

فی حکمہا بما فیما ثبت فیہ اداۃ الحق العبد کذا
فی درر البحار و شرح المجمع ۱۰۰ - واللہ سبحانہ
و تعالیٰ اعلم۔

میں نہیں کا حق ہونے کی وجہ سے پورے سوئے پر شفعہ کا
حکم ہوگا تا کہ بندے کا حق ادا ہو سکے، جیسا کہ درر البحار
اور شرح المجمع میں ہے ۱۰۰۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ

اعلم (ت)

مسئلہ از ہدایوں شیخ حامد حسن صاحب وکیل ۹ رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ

ہدایوں سے دوبارہ یہ سوال بعبارت طرال یا جس کا خلاصہ یہ کہ کل مکان ۲۰۲ گز کا ظاہر کیا گیا ہے اور بیع
اول بدست حامد حسن میں سے گز نکل کر مائے گز باقی تھا، اس میں سے منجملہ مائے گز کے لئے بیع گز شمالی
کہ بروئے تقسیم خانگی حق مندرجہ مندرجہ، پندرہ گز نے باقی حصہ دو حصہ بدست حامد حسن بیع کی، اراضی آبپاشی
زمین جیدہ ملک کو مقروضہ و مقروضہ مکانیہ و غیرہ۔

غربی راستہ
جنوبی اراضی عظیمہ
شمال اراضی مشرقیہ حامد حسن

پھر باقی بدست وزیر الدین بیع ہوئی، اس مکان اور مکان وزیر الدین کا پانی اپنی اپنی خاص آبپاشیوں میں ہو کر
شرقی مکانوں کے بھی ملک محمد اللہ و غیرہ میں ملتا ہے، اور وہاں یہ دونوں پانی اور ان مکانوں کے پانی سب
ایک ہو کر اسی ملک کے دروازے سے نکل کر ماہ میں گزر جاتے ہیں، اس صورت میں وزیر الدین کو دہی شرکت
فی حقوق المبیع ہے، اور حامد حسن شفعہ کو یہیں دہی کہ کوئی تیز خارجی نہیں، دہی شرکت فی نفس المبیع ہے، پس شرعا
کیا حکم ہے؟ اور ملکہ کہ اس بیع بادعوم پر قائم اور بیع میں داخل ہے شفعہ میں داخل رہے گا یا نہیں؟ یقیناً التوجہ و

الجواب

صورت مستفہرہ میں حامد حسن کو حق شفعہ حاصل ہے، اور وزیر الدین کو اس کے مقابل کوئی استحقاق
مزاحمت نہیں کہ اگرچہ زمین کا محدود حصہ ہونا اپنی ملک کے امتیاز و ابطال شیوعہ کے لئے ہے، جس قطعہ کا
آغاز و انجام جہاں سب سے وہ مشاع کب ہوا، اگر انہما کہ ہنوز مکان میں حدیں حاصل نہ پڑیں، دیواریں نہ کھینچیں،
وہیں نہ پھریں، صرف ذہنی امتیازات ہیں، تو حامد حسن کو بیع میں ایک اعلیٰ درجہ کا حق غلط فی حقوق المبیع حاصل
ہے، اور یہ استحقاق اُس کے لئے اُسی وقت سے ثابت و مسلم تھا جب سے اُس نے سے گز کا پہلا قطعہ
خریدا۔ رد المحتار میں ہے،

مشتري الذراع صار شريكاً في الحقوق فيقتسم
 باقيا نذر كز کو خریدنے والا مشتری حقوق میں شریک
 بن گیا ہے تو وہ پڑوسی پر مقدم ہوگا جیسا کہ پہلے ہم نے
 ذکر کیا۔ (دست)

اور مکان وزیر الدین کو اس بیع کے سبیل آب سے جو علاقہ ہے اگر روایت تانا رخانیہ پر نظر کیجئے تو اصلاً قابل القیاس
 نہیں، اس میں صاف تصریح ہے کہ ایک مکان کا پانی خود اس دار عبید میں بہتا ہو جب بھی یہ شرکت فی الحقوق نہ ٹھہری
 اور صرف جو شخص قرار پائے گا۔ مالگیری میں ہے،

لرجل صیل ماء فی دار بیعت کانت له الشفعة بالجوار
 قرونت ہونے والی حویلی میں سے دوسرے شخص کا
 لاہا شرکتہ ولیس الصیل كالشرب، کسذا فی
 پانی بہتا ہے تو اس پانی والے کو حویلی میں پڑوسی ہونے
 التنازعانیہ کے
 کی وجہ سے شفعہ کا حق شریک والا شفعہ نہ ہوگا اور

پانی کا بہنا، سیرابی کا حکم نہیں رکھتا، یوں تانا رخانیہ میں ہے۔ (دست)

اور اگر روایت حمیدہ ذخیروہ پر عمل کیجئے تو حامد حسن کو شریک فی الطریق ہے، وزیر الدین سے جو صرف مسیل
 آب میں ایک علاقہ رکھتا ہے قطعاً مقدم ہے کہ اس کے ہوتے اسے کوئی استمحاق مزاحمت نہیں۔ مالگیری
 میں ہے،

صاحب الطریق ادنی بالشفعة من صاحب
 راستہ والا شفعہ میں پانی کے بہاؤ والے سے ادنیٰ
 صیل الماء کذا فی المحيط
 ہے، یوں محیط میں ہے۔ (دست)
 رد المحتار ماضیہ در مختار میں ہے،

قال فی الدر المنثور وقل المبرجندی است
 الحد المنفق میں فرمایا جس کو برجندی نے فعل کیا کہ راستہ
 الطریق اقوی من الصیل فراجعہ انتھت
 کا حق پانی کے بہاؤ سے اقویٰ ہے، تو اس کی طرف
 قلت نقله عن الذخیرۃ کما رأیت فیہ۔
 مراجعت چاہئے۔ میں کہتا ہوں کہ انھوں نے اس
 کو ذخیرہ سے نقل کیا ہے جیسا کہ میں نے اس میں دیکھا ہے۔ (دست)

۱۵۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب ما یبطلها	کتاب الشفعة	سُرد المحتار
۱۶۰	نورانی کتب خانہ پشاور	ابواب الثانی	"	سُرد فتاویٰ ہندیہ
۱۶۴	"	"	"	سُرد
۱۶۰/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	"	سُرد رد المحتار

بہر حال عامہ حسن اس تمام زمین بیع کو مع اس عہد کے جو اس بیع پر قائم اور اس بیع میں داخل ہے بذریعہ شفعہ لے سکتا ہے کہ اگر جب اپنی زمین کے ساتھ بیع میں آئے تو یا لقیع وہ بھی محل شفعہ ہو جاتا ہے۔ رد المحتار میں ہے :

خروج البناء والأشجار فلا شفعة فيها إلا بقبضته العقار وان بيع بحق القرار، ودعنتي لله تعالى اعلمه۔

عمارت اور درخت خارج ہو گئے تو ان میں شفعہ نہ ہو گا بغیر زمین کے تابع بنے، اگرچہ قرار و بقار کی شرط پر فروخت کئے ہوں، ودعنتي۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اعلم (ت)

مسئلہ ۳، شوال ۱۳۱۰ھ

علامے دیوبند نے وضو شرعیات میں کیا فرماتے ہیں اس صورت میں کہ محمد خاں نے ایک قطعہ حویلی معہ اراضی جس کے شمال میں محلی حویلی محمد خاں، جنوب میں محلی حویلی رفیع الدین کی ہے، کلن خاں اور علی حسن خاں شخص غیر کے ہاتھ بیع کر دی، اور اس کی خبر پا کر محمد خاں و رفیع الدین ہمسایہ بائع مستدعی شفعہ ہوئے، چنانچہ کلن خاں و علی حسن خاں مشتری حال نے حسب دعوی شفعہ محمد خاں کے نام بیع نامہ لکھ دیا، رفیع الدین نے نالش شفعہ کی ہے، پس رفیع الدین یہی بائع شفعہ بمقابلہ محمد خاں مشتری شفعہ کے کامیابی شرعاً حاصل ہو سکتا ہے یا دونوں شفیعوں کو قطعہ مشفوعہ تقسیم ہو سکتا ہے تو کس مقدار سے یعنی مساوی یا کم و بیش؟ بیئنا تو نجرہ۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں رفیع الدین کل مکان مشفوعہ بذریعہ شفعہ محمد خاں سے پائے گا کہ محمد خاں کا اس کو مشتری اول سے خریدنا اس کے ملک کو تسلیم کرنا ہے، اور اس کی ملک تسلیم کرنا بیع اول کے تسلیم شفعہ سے اعراض، اور شفعہ سے اعراض حق شفعہ کا مسقط، تو محمد خاں اس مکان کا شفیع نہ رہا، اور رفیع الدین کا استحقاق باقی، لہذا وہ کل مکان محمد خاں سے لے سکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے :

لو كان الشفيع الحاضر اشترى الدار من المشتري ثم حضر الغائب فان شاء اخذ كل الدار بالبيع الاول

ایک حاضر شفیع نے مشتری سے مکان خرید لیا، پھر دوسرا شفیع جو غائب تھا حاضر ہو گیا تو اس کو اختیار ہے چاہے تو پورا مکان پہلے سودے پر

وإن شاء أخذ كلها بالبيع الشافعي لئلا
 اور چاہے دوسرے سودے پر پورا مکان شفعہ کے
 ذریعہ حاصل کر لے۔ (ت)

اسی میں ہے :

قد بطل حق الشفيع المعاصر بالشراء، فكيف
 الشراء دليل الاعراض لئلا والله سبحانه وتعالى
 اعلم وعلمه جل مجدده احكم۔
 حاضر شفعہ نہ پانا حتی شفعہ خریداری کی وجہ سے
 باطل کر دیا کیونکہ خریدنا شفعہ سے اعراض کی دلیل ہے
 واللہ بخیر و تعلمہ جل مجدہ اعلم وعلمہ جل مجدہ (ت)

مسئلہ ۱۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں۔ بیعتوان توجروا۔

(۱) بعد علم بیع قبل قبضہ کرنے مشتری کے شئی بیع پر دعویٰ شفعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟
 (۲) ایک شخص کے احاطہ عرصہ میں چند منازل ہیں جن کا دروازہ ایک ہی ہے، اور عرصہ دار بعد اس کی
 ایک ہی ہیں، اس احاطہ کے ایک طرف زمین کا مکان طاق ہے، اب یہ محل مکان بیع کیا جائے، تو آیا
 اس صورت میں زمین اس قدر کو بذریعہ شفعہ لے سکتا ہے، جو اس کے مکان سے متصل ہے یا کل
 مکان کو۔

(۳) جس محلہ میں رواج شفعہ نہ ہو وہاں شرعاً دعویٰ شفعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟
 (۴) اگر قبل بیع ہمسایہ خریداری سے انکار کرے، پھر بعد بیع دعویٰ شفعہ کرے تو مسموع ہو گا یا
 نہیں؟

(۵) اگر شفعہ مشتری کی طرف سے دیکل خریدنے کا ہو تو اس کا شفعہ قائم رہے گا یا نہیں؟

الجواب

(۱) شفعہ بجز بیع ثابت ہوتا ہے، قبضہ مشتری کی حاجت نہیں۔ ہدایہ میں ہے،
 يشهد على البائع ان كان المبيع فـ بيده، اگر بیع زیر قبضہ بائع ہو تو وہاں گواہی قائم کرے،
 معناه لم يسلم الى المشتري بـ اس کا معنی یہ ہے کہ ابھی مشتری کو نہ سونپا ہو۔ (ت)

۱۴۸/۵	فراتی کتب خانہ پٹنہ	باب الشفعۃ	السادس	لے قادی ہندیہ
۱۴۸/۵	" "	" "	" "	لے " "
۲۹۱/۴	مطبع یوسفی مکتبہ	باب طلب الشفعۃ	الخ	لے البدایہ

در مختار میں ہے،

ثم يشهد على الياثم لو العاقرة في يده او على
المشتري وان لم يكن ذائلاً، باختصار. والله
سبحانه وتعالى اعلم وعلمه جل مجدده اقد
واحكم.

اگر زمین باقی کے قبضہ میں ہو تو وہاں اگر ایسی قائم کرے
یا مشتری کے پاس گواہ بنائے اگرچہ زمین اس کے
قبضہ میں نہ ہو، باختصار حاشہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و
عز وجل مجید اتم و احکم۔ (ت)

(۲) کل کو کر جب اساطط واحد، دروازہ واحد ہے تو وہ دار واحد ہے۔ چارہ میں ہے،
الدار اسم لما دیر علیہ الحبس و دیر
جس دائرہ پر حدود قائم کی گئی ہیں اس کو دار کہتے ہیں (ت)
اور دار واحد کے کسی ٹکڑے سے جسے اتصال بروہ کل دار کا شفیع ہے، حتیٰ کہ اگر ایک شخص صرت ایک
جانب بقدر ایک بالشت کے اتصال رکھتا ہو اور دوسرا تینوں جانب بروہ کمال تو دونوں شفیع میں برابر ہیں۔
رو المختار میں ہے،

الملاصق من جانب واحد ولو بشبر
كالملصق من ثلثة جوانب، فھما سواء،
اقتضانی بھ

ایک جانب سے اتصال اگرچہ ایک بالشت ہو تو وہ
باقی تین اطراف سے اتصال کے برابر ہے،
اقتضانی بھ۔ (ت)

یہاں تک کہ اگر دار واحد اپنے بیچ منازل کے ساتھ شخص واحد کے ہاتھ نیچے، اور شفیع چاہے کہ بذریعہ شفیع
ان میں سے صرت وہ منزل کے جس سے اُس کا مکان متصل ہے، تو ہرگز اجازت نہ دیں گے اگرچہ بیچنے والے جدا جدا
ہوں، بلکہ کل کے یا کل ترک کرے، عالمگیری میں ہے،

اذا اصاب الشفیع ان یاخذ بعض المشتري
دون البعض، وان یاخذ الجانب الی
یمن الدار دون الباقی، لیس له
ذلك بلا خلاف جئت اصحابنا، ولكن
یاخذ النکل او سیدع،

ایک غیر متنازع بیچ میں سے شفیع بعض حصہ کو لینا چاہے
اور کچھ چھوڑنا چاہے اور اپنے دار سے متصل حصہ کو
شفیع میں لینا اور باقی کو چھوڑنا چاہے تو اس کو
یہ اختیار نہیں، اس میں ہمارے اصحاب کا کوئی
اختلاف نہیں، لیکن وہ سب کو لے یا سب کو

۲۱۲/۴	مطبع مجتہبی دہلی	باب ما یطہا	کتاب الشفعة	سے در مختار
۸۸/۳	مطبع روسنی مکتبہ	باب المحقوق	کتاب البیوع	سلف الہدایہ
۱۴۰/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الشفعة		سلف رد المختار

لأنه لو أخذ البعض دون البعض ثمن وقت
الصفقة على المشتري، سواء اشترى واحد
من واحد أو واحد من اثنين أو أكثر
حتى لو اشترى الشقيق من واحد فليس
أحد البائعين ليس له ذلك الخ. والله
تعالى اعلم.

چھوڑے کیونکہ اگر بعض کو ملے اور بعض کو نہ ملے تو اس سے
مشتري پر سودا متفرق ہو جائے گا خواہ ایک مشتري
نے ایک بائع سے یا ایک نے متعدد حصہ داروں سے
خرید ہو حتیٰ کہ اگر دو فروخت کرنے والوں میں سے
ایک کے حصہ کو لینا چاہے تو شفیق کو یہ اختیار نہیں
ہے الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (د)

(۳) بیشک ہو سکتا ہے اگرچہ شہر بحر میں رواج نہ ہو کہ شفعہ حکم شرعی ہے، رواج وغیرہ پر مبنی نہیں،
وہذا ظاہر جدا (یہ بالکل ظاہر ہے۔ ت) واللہ اعلم۔

(۴) فرد مسوع ہو گا، حق شفعہ بعد بیع ثابت ہوتا ہے، تو قبل از بیع انکار کوئی حسیبہ نہیں۔
در مختار میں ہے،

يُطْلَمَا تَسْلِيْمَهَا بَعْدَ الْبَيْعِ لَا قَبْلَهُ
بیع کے بعد شفعہ کو چھوڑنا اس کو باطل کرتا ہے بیع
سے پہلے باطل نہیں کرتا۔ (د)

عالمگیری میں ہے،

تسليم الشفعة قبل البيع لا يصح وبعده
صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) نعم، فی الدر المختار ثبت لمعت
شرعی اصالۃ او وكالة
ہو آری میں ہے،

وكيل المشتري اذا ابتاع فله الشفعة، والله
تعالى اعلم۔

مشتري كذا قيل اگر خریدہ تو اس کو حق شفعہ ہو گا۔ واللہ
تعالیٰ اعلم (د)

۱۴۵/۵	نورانی کتب خانہ پشاور	كتاب الشفعة	باب الرابع	۱۴۵/۵
۲۱۵/۲	مطبع مجتہبی دہلی	باب ما یصلحها	~	۲۱۵/۲
۱۸۲/۵	نورانی کتب خانہ پشاور	باب التامس	~	۱۸۲/۵
۳۱۵/۲	مطبع مجتہبی دہلی	ما ثبت من غیر اول	~	۳۱۵/۲
۴۰۵/۴	مطبع دیوبند	باب ما یبطل به الشفعة	~	۴۰۵/۴

مسئلہ از اوہین محلہ مرزا باڑی مرسلہ میاں آفتاب حسین ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عسرواپنا مکان فروخت کرتا ہے، زید ہمسایہ عسرو
خریداری پر مستعد ہے مگر مالک مکان غیر ہمسایہ کو مکان دیتا ہے، پس حق شفیع خرید مکان میں اول درجہ ہمسایہ
کو پہنچتا ہے یا غیر کو؟

الجواب

شفیع کے لئے حق شفیع بعد بیع ثابت ہوتا ہے، مکان جب تک بیع نہ ہو شفیع مزاحمت نہیں کر سکتا،
ہاں جب مالک غیر ہمسایہ کے ہاتھ بیچ ڈالے اس کے بعد ہمسایہ کے لئے بذیل شفیع حق مطالبہ ہے، اگر شرائط
طلبہ بجا لا کر دعویٰ کرے گا مکان خریدار سے ملے گا سے دلا دیا جائے گا۔ تنویر الابصار میں ہے، تعجب
بعد البیع (شفیع بیع کے بعد لازم ہوتا ہے۔ ت)، درمختار میں ہے،

اسقط الشفیع الشفیعۃ قبل الشراء لم یصح خریداری سے قبل اگر شفیع نے شفیع ساقط کیا تو صحیح
لفظ شرطہ، و هو البیع انتھ۔ واللہ تعالیٰ نہیں کیونکہ شفیع کی شرط جو کہ بیع ہے نہ پائی گئی انتھی
اعلہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ سیگرام پور تحصیل بسملہ ضلع بہاول مرسلہ شیخ بدست احمد زیندار ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۱۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کاشتکار ہے، اُس کو زمیندار نے زمین اپنی سکونت
کے واسطے دی جس میں اُس نے چوپال اور مکان بنایا، اور اس کاشتکار نے کھیت میں باغ لگایا، اب یہ
مکان چوپال اُس نے فروخت بدست زمیندار کیا، ایسی حالت میں اُس باغ کے شرکاء شفیع ہو سکتے ہیں یا
نہیں؟ بیٹنوا تو مجرور۔

الجواب

جبکہ کاشتکار صرف محلہ مکان و درختان کا مالک ہے، زمین اُس کی ملک نہیں تو مجرور محلہ و درخت
میں کسی کے لئے شفیع نہیں،

فی رد المحتار فی البزازیۃ، لا شفیعۃ فی رد المحتار میں بزازیر سے منقول ہے، چوپال میں
انکودار لانہ نقل کا لبسنا والا شجار شفیع نہیں کیونکہ وہ منقول چیز ہے جس طرح عمارت

سہ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الشفیعہ مطبع مجتہائی دہلی ۲/۲۱۱
سہ " " " " " " ۲/۲۱۱

و نحوه ، فی النہایۃ والذخیرۃ والتأخرانیۃ
عن السراجیۃ المملکتیۃ . واللہ تعالیٰ اعلم .
اور ذخیرۃ وغیرہ میں نہیں ہے ۔ نہایۃ ، تا تاخرانیۃ
اور ذخیرۃ میں سراجیہ سے منقول ہے اھ ملخصاً . واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علما دین اس مسئلہ میں کہ زید نے جو سے مالک روپیہ قرض لئے اور عین
مکان دہن کر دئے جبکہ مدت گزری اور وہ پیرا داغ ہوا ، بکرنے مالش کر کے مع سود و خرچہ مالک کے ڈگری پائی ،
اُس میں عینوں مکان جن کی حیثیت قریب پانسو روپیہ کے تھی چھپا سٹھ روپیہ میں نیلیم ہو گئے ، نیلیم کارندہ بکر
نے خرید اور بعد اپنے آقا کے لئے خرید نا ظاہر کر کے بنام بکر لکھ دیا ، بکر نے اُن مکانات پر قبضہ نہ کیا ، زید چھ سات
برس تک بدستور قابض رہا ، اس سے قبل از نیلیم خواہ اس کے بعد بھی کوئی بات ایسی وارد نہ ہوئی جو اس
نیلیم کے اجازت یا رضا مندی پر دلیل ہو ، یہاں تک کہ دونوں انتقال کر گئے ، اور بعد زید وارثان زید قابض
ہوئے ، اب وارثانے بکر نے مالش کر کے ڈگری و خلیابی حاصل کی ، اور ہنوز دخل نہ ہوا تھا کہ ڈگری بدست خالہ
بیع کر دی ، اس خالہ کو بھی دخل نہیں ملا ہے ، اس صورت میں بکر و بیل مذکور کا شفعیہ مدت دخل یا بی خالہ شفعہ
طلب کر سکتا ہے یا نہیں ، اور اگر خالہ اپنی ڈگری ضائع کر دے اور حق دخل یا بی سے جورض یا بلا عوض دستبردار
ہو تو شفعیہ کے حق شفعہ کی کیا حالت ہوگی ، یتقنوا تواجدوا .

الجواب

صورت مستفسرہ میں اُن مکانات پر ہرگز کسی طرح دعویٰ شفعہ نہیں پہنچتا ، کہ شفعہ کے لئے مکان کا مالک
مالک سے خارج ہونا ضروری ہے ،

فی رد المحتار فی الفتاویٰ الصغریٰ الشفعۃ
تفتقد زوال المملکۃ عن البائع الخ .
رد المحتار میں فتاویٰ صغریٰ سے منقول ہے ، شفعہ
کا طر بائع کی ملکیت کا زوال ہے الخ (ت)

اور یہاں وہ مکانات شرعاً ملک زید سے خارج نہ ہوئے ، یہ بیع نیلیم جو بلا اجازت واقع ہوئی غیر مالک کی
بیع تھی جسے شرع میں بیع فضولی کہتے ہیں ، اور وہ اجازت مالک پر موقوف رہتی ہے ،

فی فتاویٰ الامام قاضی خاں اذا باع الرجل
امام قاضی خاں کے فتاویٰ میں ہے جب بائع نے

۱۴۸/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتب الشفعۃ	رد المحتار
۱۳۸/۵	"	"	"

مال الغیر عند تاتوقفت البیم علی اجازتہ غیر کا مال فروخت کیا تو ہمارے نزدیک یہ بیع مالک المالك لیہ کی اجازت پر موقوف ہوگی۔ (ت)

اب کر تید خود ہی ان مکانات پر قابض رہا، پھر وہ بلا اجازت انتقال کر گیا بیع باطل ہوگی، یہاں تک کہ وارثان تید کو بھی اجازت کا اختیار نہیں،

فی الہندیۃ اذا مات المالك لا ینفـن ہندیہ میں ہے کہ جب مالک فوت ہو جائے تو باجائزۃ الوارث لیہ وارث کی اجازت سے بیع نافذ نہ ہوگی۔ (ت)

و حقیقت نہ تو ان مکانوں کا مالک ہے نہ اس کے ورثہ نہ خالدہ خریدار ڈگری، بلکہ وہ سب مرزہ کہ تید ہیں، اور ورثائے مرزہ کو صرف اپنی مقدار قرض کے مطابق پہنچتا ہے ولس، اور دعویٰ شفعہ فقط عقد مبارک میں ہے نہ انتقال وراثت میں،

فی النعلکیۃ لا تجب الشفعۃ مالیس مالگیری میں ہے، جب تک بیع یا معنی بیع نہ پایا جائے شفعہ لازم نہ ہوگا، حتیٰ کہ میرہ، عسلہ، میراث اور وصیت میں لازم نہ ہوگا۔ (ت)

پس مرزہ کو زہار استحقاق شفعہ حاصل نہیں، شرع سطر کا تو یہ حکم ہے، اور حکم نہیں مگر شرع سطر کے لئے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ

تید ہندو ہے، اُس نے ایک مکان بنایا، ایسی زمین دہ میں کہ آبادی اور اراضی اس دہ کی ملکیت مشترکہ ہے دس بارہ اشخاص کی، اب اُس تید نے صرف اُس مکان و بنا ر سکنی اپنی کو بدین متعدد ہاتھ ایک شخص کے کہ مکان خاص رہنے اس کے کا تخمیناً پچاس قدم کے فاصلے سے ہے فروخت کیا، مگر اراضی داخل بیع نہیں ہے، صرف عمارت و بنا کو فروخت کیا ہے، اب بعد القضاے عرصہ دو ماہ کے بعد اور شرکار کے ایک شریک کہ وہ بھی پچاس قدم اس مکان میرہ سے رہتا ہے، بنگاں شفیع ہونے کے شفعہ شرعی پر بنائے دعویٰ قائم کرتا ہے، ایسی صورت میں حد الشرع شریف اُس عمارت میرہ تید ہندو پر شفعہ جائز ہے یا نہیں؟ یتواذہبوا۔

۳۵۱/۶	نو کثیر مکتوب	فصل فی البیع الموقوف	کتاب البیوع	فتاویٰ قاضی خاں
۱۵۲/۳	ذرائع کتب خانہ پشاور	الباب الثانی عشر	"	فتاویٰ ہندیہ
۱۶۰/۵	"	الباب الاول	کتاب الشفعۃ	"

اُس کو ٹھری کو بکرو سے لے سکتا ہے کہ جب طریق اس مکان کا زمین عزم میں ہے تو عزم خلیط فی حق المبیع ہوا، اور بکرو اسی وجہ سے کہ مالک علو ہے اور اس کے مکانات کو ٹھری کے دونوں جانب میں محض جوار ہے اور خلیط جوار پر شرعاً مقدم مکانات بکرو دونوں جانب ہونے سے وہ صرف جوار ہو سکتا ہے، اسی طرح قابض علو ہونا بھی اگر بوجہ ملک ہو تو فقط مثبت جوار ہے، ورنہ لغو بحث۔

فی الفتاویٰ العالمگیریۃ سفل بین رجلین و لاحدهما علیہ علو بیتہ و بیت آخر فباع الذی لہ نصیب فی السفل والعلو نصیبہ فشریکہ فی السفل الشفعة فی السفل ولشریکہ فی العلو الشفعة فی العلو ولا شفعة لشریکہ فی السفل فی العلو ولا لشریکہ فی العلو فی السفل لان شریکہ فی السفل جوار للعلو و شریک فی حقوق العلوان کان طریق العلو فیہ و شریکہ فی العلو جوار للسفل و شریک فی الحقوق اذا کان طریق العلو فی تلك الدار فكان الشریک فی عین البقعة اولیٰ بہ و فی الفتاویٰ قاضی خاں باح صاحب السفل سفلہ کان لصاحب العلوان یاخذ السفل بالشفعة لان السفل متصل بالعلو فكان جاورین بہ

شریک کا حق متعم اور اولیٰ ہے، اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ پچلی منزل والے نے اپنا حصہ فروخت کیا تو اوپر والے کو شفعہ کا حق ہے کیونکہ پچلی اور اوپر منزل میں اتصال ہے تو دونوں پڑوسی قرار پائیں گے، غرض بہر حال بکرو جوار محض سے زائد نہیں، اور عزم خلیط فی حق المبیع ہے کہ راستہ مکان بیع کا اُسکی

زمین ملوک ہے، اور شرکا غلیظ جاہ پر مقدم، کساہو فی عامۃ الکتاب (جیسا کہ یہ عام کتب میں ہے۔ ت) پس صورت مسئلہ یہاں بر تقدیر نہ مدعی ہونے کسی شریک فی نفس المبیع کے عمرو ہے، نہ بکر اور عمرو شرائط شفیعہ بجا لایا تو در صورت عدم مزاحم کل مکان بیع کو بکر سے لے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ اتم واعلم۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان واقع کوچہ غیر نافذہ ایک شخص اجنبی کے ہاتھ کہ اُس مکان سے کوئی علاقہ شفیعہ نہیں رکھتا فروخت ہوا، راستہ اس مکان کا اراضی پیش دروازہ زید ہے اور راہ دونوں کی شارع عام تک مشترک، پس زید بعد بجا آوری شرائط شفیعہ بحسب شفیعہ دعویٰ کرتا ہے اس صورت میں وہ مکان زید کو مل سکتا ہے یا نہیں، بینوا تو جہودا۔

الجواب

صورت مسئلہ میں زید غلیظ فی حق المبیع ہے، اور حق شفیعہ اس کے لئے ثابت، پس جس صورت میں کہ وہ سب شرائط بجا لایا اگر کوئی غلیظ فی نفس المبیع مدعی شفیعہ نہ ہو، تو مکان اُسے قطعاً مل سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ اتم واعلم۔

الجواب صحیح محمد تقی علی میاں

مسئلہ ۲۷ صفر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان کی اراضی میں زید کے چند ورثہ شریک ہیں اُن میں سے بعض نے اپنے حقے عمرو شخص اجنبی کے ہاتھ بیع کر دیئے، پھر اُن اشخاص میں سے جنہوں نے اپنے حصے بیع نہیں کئے تھے ایک سے اُسی عمرو کے ہاتھ اپنا حصہ بیع کر دیا، اب اُن اشخاص مذکورین میں ایک شخص شفیع ہے، تو یہ شخص عمرو اجنبی پر ترجیح رکھتا ہے یا نہیں؟ اور اس اراضی جیدہ کو عمرو سے شفیعہ میں لے سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جہودا۔

الجواب

عمرو جبکہ ایک حصہ اسی زمین کا خرید چکا ہے، اور ہنوز حدود جہدانہ ہوں تو وہ بھی شریک ہے اور یہ شفیع بھی شریک ہے تو کسی دوسری پر ترجیح نہیں، اگر اس شریک نے بیع ثانی کی کل بیع کا مطالبہ بذریعہ شفیعہ کیا اور عمرو دینے پر راضی نہ ہوا، تو نصف شفیعہ کو دلا دیں گے، اور عمرو راضی ہو گیا تو کل دلا دیں گے،

فی رد المحتار باع احد شریکین فی دار حصته
منها الاخر فباء ثالث وطلب الشفعة فان كانت
شریکاً قسمت بینہ وبعیت المشتري لانهما
شفیعان ای اذا طلب ولم یسلم للشفیع
الاخر احد مختصراً - والله تعالی اعلم۔

نقدار ہیں یعنی جب تیسرے نے اپنا حق شفعہ نہ چھوڑا اور مطالبہ پر قائم رہا اور مختصراً - (اللہ تعالیٰ اعلم)۔

مسئلہ از دیورنیا تحصیل بہری ۱۴ صفر مظفر ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اسی مسئلہ میں کہ موضع دیورنیا میں تخمیناً دو بسود زمیں سنداری ہے ،
منہج اس کے تخمیناً ۵ کچا نسی خلیل الدین کے پاس ، اور ۱۰ کچا نسی خواجہ بخش کے پاس ، اور نمبر داری دوزل
بسود پر خواجہ بخش کی ہے ، دیگر شرکار نے انہی دو بسود سے ۱۶ بسوا نسی خلیل الدین کے ہاتھ بیع کی تو شفعہ
خواجہ بخش اور خلیل الدین کس کو کتنا پہنچتا ہے ؟ بیتوا تو تجردا ۔

الجواب

اگر وہ دوسرے ملوک ہے کہ زمیں سنداری میں اپنے اپنے حصوں کے مالک ہیں ، تو بلا شبہ اس میں حق شفعہ
جاری ہے اور خلیل الدین مشتری اور خواجہ بخش دونوں شفیع ہیں ، خواجہ بخش اگر طلب مراشتہ وغیرہ مشرانہ
بجایا اور کل بیع ۱۶ بسوا نسی پوری پر بذریعہ شفعہ دعویٰ کیا تو اگر خلیل الدین مزاحمت کرے تو آٹھ بسوا نسی
خلیل الدین کے پاس رہیں گے اور آٹھ بسوا نسی بذریعہ شفعہ خواجہ بخش کو ولادی جائیگی اس بات پر کچھ
لحاظ نہ ہوگا کہ ان میں ایک وہ کچا نسی کا مالک ہے اور دوسرا دس کا ، اور اگر خلیل الدین مزاحمت نہ کرے
بلکہ کل دے دے تو کل خواجہ بخش کو ملے گی ، اور اگر خواجہ بخش نے کل بیع پر دعویٰ نہ کیا بلکہ یہ سمجھ کر کہ مجھے
آدھی ملیں گی ، ابتداءً آٹھ ہی بسوا نسی پر شفعہ چاہا ، تو اس کا حق شفعہ ساقط ہوا ، اب کچھ نہ پاسے گا۔
رد المحتار میں ہے ۔

ذكر في الخيرية ان كون الامراض عشرية
او خراجية لا ينافي الملك ، ففي كثير من
الكتب امراض الخسراج او العشور
خبرہ میں ذکر ہے کہ زمین کا عشری یا فراہی ہونا ملکیت
ہونے کے منافی نہیں ہے تو بہت سی کتب میں ہے
کہ ملوک عشری یا فراہی زمین کا فروخت کرنا ، وقف

مملوكة يجزئ بيعها و ايقظها و تورث فتثبت
فيها الشفعة بخلاف السلطانية التي تدفع
مزارعة لا تباع فلا شفعة فيها الخ

در مختار میں ہے،

لو كان المشتري شريكاً وللدار شريكاً آخر
فلهما الشفعة

رد المحتار میں ہے،

في القنية اشترى الجار داراً ولها جار آخر
فطلب الشفعة وكذا المشتري فمى بينهما
نصفين ، لانهما شفعان قال ابن التحنة
ف قوله ولذا المشتري اي اذا طلب و لم
يسلم للشفيع الاخر ، وقى كلام ابن التحنة
اشارة الى ان قول القنية فطلب الشفعة
المراد به انه لم يسلم الكل لاخر لا حقيقة
الطلب . فلا ينافي ما قد مره عن الحائفة
ان الاصيل لا يحتاج الى الطلب

کرنے، میراث ہونا جائز ہے، تو ان میں شفعہ ثابت ہوگا
بکلاف مکاری زمین جو مزارعت میں دی جائے اور
قابل فروخت نہ ہو اس میں شفعہ نہیں ہے الخ (ت)

اگر خریدار خود شریک تھا جبکہ اس میں کوئی اور بھی
شریک ہو تو دونوں کو شفعہ کا حق ہے (ت)

قنیہ میں ہے ایک نے پڑوس والا مکان خریدا جبکہ اس
مکان کا پڑوسی ایک شخص بھی ہے تو اس نے شفعہ
کا مطالبہ کیا تو وہ اور مشتری دونوں اس مکان میں
شریک ہونگے کیونکہ وہ دونوں برابر کے شفعہ میں
ابن تحنہ نے کہا تو اس کا قول یوں مشتری بھی یعنی
بیب وہ شفعہ کا مطالبہ کرے اور دوسرے کو اپنا
حق نہ چھوڑے، اور ابن تحنہ کے کلام میں یہ اشارہ ہے
کہ قنیہ کے قول تو شفعہ طلب کیا اس سے مزید ہے
کہ دوسرے کو کل نہ سونپا، یہ مراد نہیں کہ حقیقت طلب
کیا تو یوں قانیہ سے ہمارے ذکر کردہ کے منافی نہ ہو کہ اصل شخص طلب کرنے کا محتاج نہیں ہے۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے،

تطلب بالاختیار التراضي او بقتضاء القاضي بقدر
سوق الشفعة لا الملك

رضا مندی یا قاضی کی قضاء سے شفعہ کرنے والوں کی
تعداد کے مطابق ذکر حکایت کے مطابق حاصل کرنے
پر ملک ہو جائیں گے۔ (ت)

۲۵۶/۳	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب العشر والخارج	کتاب الجہاد	رد المحتار
۲۱۵/۲	مطبع مجتبائی دہلی	باب ما ثبتت صحی غیر ادلا	کتاب الشفعة	رد المحتار
۱۵۲/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	”	”	رد المحتار
۲۱۱/۲	مطبع مجتبائی دہلی	کتاب الشفعة	”	رد المحتار شرح تنویر الابصار

در مختار میں ہے ۱

لو طلب احد الشريكين النصف بناء على انه
يستحقه فقط بطلت شفعتہ ، اذ شرط
صحتهما ان يطلب الكل كما بسطه الزيلعي
فليحفظ - والله تعالى اعلم۔

انگرددنوں شریک حضرات میں سے ایک نے نصف کا
مطالبہ صرف اپنے استحقاق کے مطابق کیا تو شفوعہ
باطل ہو گیا کیونکہ شفوعہ کی صحت کے لئے شرط ہے کہ
وہ کل کا مطالبہ کرے، جیسا کہ زیلعی نے اسس کو
بسوط طور پر بیان کیا، اسے محفوظ کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ
اعلم (د ت)

مسئلہ ۲۱ از اربعین علاقہ گوانیار مکان میر غلام علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خان صاحب
۲ جمادی الاول ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان پابند شرع برحق اس مسئلہ میں، ایک چشمہ گنگا بائی و متھرا بائی کے
مکان کا شرق و غرب ملحق مکان حکیم رحمت علی صاحب اور طرف جنوب شارع عام اور مغرب رویہ اس مکان کے
صرف مکان رحمت علی صاحب ہے، اُس چشمہ کو ایک برہمن غیر ملکہ کو سات سو روپیہ میں فروخت کیا ازاں جب ملکہ
دس روپیہ بیٹا مراد اُس برہمن کے لئے، جب حکیم صاحب کو خبر پہنچی تو بوقت دستاویز دہوی حق شفوعہ کیا تو اُس صورت
نے بعد دہوی حق شفوعہ حکیم صاحب اس چشمہ کو جو منضم مکان حکیم صاحب ہے اُس برہمن کو خیرات کر دیا اس خیال سے
کہ دہوی حکیم صاحب نہ ہو جاسے۔ اس صورت میں بحق شفوعہ دہوی حکیم صاحب درست ہے یا نہیں، بیان
فرمائیں بعبارت کتب علماء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

الجواب

اگر شفیع شرائط طلب بجاہ یا تو اس کا حق شفوعہ ثابت ہے، اور اس خیرات کو دینے سے شفوعہ باطل
نہ ہو ۱۔ جب بیع تمام ہو چکی مشتری بیع کا مالک ہو گیا۔ بالتمہ کی اُس میں ملک نہ رہی، اب یہ اسی کا مال اس
پر خیرات کرنے والی کوں، اور اگر خیرات یہی وقت ہوئی کہ بعد دہوی شفوعہ بالتمہ مشتری نے باہم بیع کو ختم کر لیا
پھر بالتمہ نے بیع مشتری پر خیرات کر دی، تو یہ مشتری کا ایک تصدق تھا جسے شفیع توڑ سکتا ہے، بالتمہ مشتری
کا باہم بیع ختم کر لینا تیسرے شخص کے حق میں بیع جدید نہ رہتا ہے، یعنی مشتری نے اب وہ چیز بالتمہ کے ہاتھ بیع
ڈالی اور مشتری کی بیع و رکناہ وقعت تک کو شفیع نہ کر سکتا ہے، ان تصریحات سے اس کے حق شفوعہ میں کوئی غفل

نہیں آتا۔ درمختار میں ہے ،

ينقض الشفيع جميع تصرفات المشتري حتى
الوقف والمسجد والعقيرة والهبة ، زيلعي
و نراهدى ۔

عائلیگی میں ہے ،

لو تصرف المشتري في ائدار المشتراة قبل اخذ
الشفيع بان وهبها وسلمها او تصدق بها
او اجرها او جعلها مسجداً وصلى فيها ■
وقفها وقفاً او جعلها عقيرة ودفنت فيها ،
فللشفيع ائتم ياخذ ويشقن تصرف المشتري
كذا في شرح الجامع الصغير لقاضي خاں ۔

اُسی میں ذخیرہ سے ہے ،

المشتري له ان يبيع ويطيّب له الثمن غير
ان للشفيع ان ينقض آم مختصراً ۔

تذریع میں ہے ،

الاقالة فسخ في حق المتعاقدين ، بيع في
حق ثالث أو ملقطاً ۔ والله تعالى اعلم ۔

مشتري کے کئے ہوئے تصرفات حتیٰ کہ وقف ، مسجد ،
مقبورہ ، ہبہ جیسے کو بھی شفیع کا لہدم کر دے ۔ زیلعی و
نراہدی ۔ (ت)

اگر مشتری نے خرید کردہ پر اپنی میں شفیع کے قبضہ
سے قبل تصرفات کئے یوں کہ ہبہ کر کے قبضہ دے دیا ،
اس کو صدقہ کر دیا ، اجرت پر دے دیا ، اسی کو مسجد
قرار دے کر اس میں نماز پڑھی گئی ، مکمل وقف کر دیا ،
یا قبرستان بنا کر اس میں دفن کا عمل کیا تو شفیع کو
قبضہ کر کے ان تمام تصرفات کو ختم کرنے کا حق ہے ،
قاضی خاں کی شرح جامع الصغیر میں یوں ہے (ت)

مشتري کو فروخت کرنے کا جواز ہے اور وہ ثمن اسس
کے لئے طیب ہے مگر شفیع کو اختیار ہو گا کہ وہ ان
تصرفات کو توڑ دے اور مختصراً ۔ (ت)

اقالہ فریقین کے حق میں فسخ ہے اور تیسرے شخص
کے حق میں وہ جہیرینہ ہے اور ملقطاً ۔ واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

۲۱۳/۴	مطبع مجتہائی دہلی	باب طلب الشفعة	کتاب الشفعة	لہ درمختار
۱۸۱/۵	نورانی مکتب خانہ پشاور	ابواب الثامن	~	لہ فتاویٰ ہندیہ
۱۸۱/۵	~	~	~	لہ ~
۲۳ - ۲۴/۲	مطبع مجتہائی دہلی	باب الاقالة	کتاب الیروع	لہ درمختار

مسئلہ ۲۶ از شہر گنڈاپلی مرسلہ مولوی سید کرامت علی

۴ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت عظام تحریر اس صورت میں کہ زید کا ہمسایہ عمرو ہے اور دونوں کے مکان ایک ہی قطع میں واقع ہیں، صرف دیوار درمیان میں ہے، اور دروازہ دونوں کا متصل ہر ایک جانب کو بغاصلہ تین چار گز کے، اور کوئی دوسرا شخص ایسا قریب نہیں رہتا ہے جس کا دروازہ ملحق بدروازہ زید ہو سوائے عمرو نہ کر کے، اب زید سے بظن تکلیف وہی عمرو کی اپنی زمین مذکورہ کا تبادلہ بکر کے زمین سے جو بغاصلہ تقریباً دو صد گز ہے کر کے اقرار نامہ تحریر کر دیا یعنی اپنی زمین کو بعض زمین بکر کے بیع کر دیا، اب اس حالت میں عمرو کو حق شفعہ زمین پہنچتا ہے یا نہیں؟ بیٹنوا تو جہود۱۔

الجواب

مذکور حق شفعہ پہنچتا ہے، اگرچہ بجائے لفظ بیع مبادلہ زمین زمین کہا، اگرچہ بجائے بیعنا مر اس مبادلہ کا اقرار نامہ لکھا، اس لئے کہ ای عقود میں معنی ہی معتبر ہیں، خاص لفظ کی حاجت نہیں۔ ہدایہ میں ہے، اعطيتك بكذا اوخذك بكذا فی معنی قولہ بیعت و اشتريت لانہ یؤدی معنایا والمعنی هو المعترف بهذا العقود ہے۔ ان کے ہم معنی ہیں اور ان عقود میں معنی ہی معتبر ہے۔ (ت)

اور مال کا مال سے بدلہ بھی مستحب ہے۔ عالمگیری میں ہے، اما تعریفہ فبإزالة المال بالمال بالتراضي هكذا فی الکافی ہے، اسی میں ہے، لو قال لاخر هو ضمت فربح بضر منك فقال دانا فعلت ایضا فهذا بیع ہے، اگر ایک نے دوسرے کو کہا، میں نے اپنا گھوڑا تیرے گھوڑے کے بدلے میں دیا، دوسرے نے کہا میں نے بھی کر لیا، تو یہ بیع ہے۔ (ت)

۲۴/۴	مطبع یوسفی لکھنؤ	کتاب البیوع	۱۱	۲۴/۴	۱۱
۲/۴	فرانی کتب خانہ پشاور	ابواب الاول	۱۱	۲/۴	۱۱
۵/۴	۱۱ ۱۱ ۱۱	ابواب ثانی	۱۱	۵/۴	۱۱

اسی کی کتاب شفعہ میں ہے،

اما شرطها فانواع منها عقد المعاوضة و هو
البیع او ما هو بعتا (الى قوله) و منها
معاوضة المال بالمال
ہدایہ میں ہے،

اذا حلتك العقد يعوض هو مال وجبت فيه
الشفعة
جب پراپٹی کا کسی مال کے عوض مالک بن گیا تو اس
میں شفعہ لازم ہوتا ہے۔ (ت)

یہ خاص جزئیہ اس مسئلہ کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳ از ریاست رامپور محلہ بنگلہ آزاد خان
مطبع دبدبہ سکندری مرسلہ فاروق حسن خاں
مرحادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

زید نے دعویٰ دلا پانے ایک قطعہ سرکا جس کا منفرد آخر مشتری ہے، اور دوسرے قطعہ سرکا جس کے
تقریر مذکور و جگر و خالد و قسیم و قسیم باغ اشخاص مشتری کا خریداری ہیں، باظهار حق شفعہ بنمبر ۱۵ کے ہوا گانہ بنام مشتری بن
مذکور عدالت میں رجوع کیا، مشتری بن مذکور بعد علم بالبیع ادا کے طلب مراثیت و اس شہاد زید کے منکر ہیں،
زید نے جو شہادتیں دربارہ طلب مراثیت عدالت میں پیش کیں ان سے طلب مذکور ثابت نہ ہوئی، پس
زید باعتراف محرم ثبوت طلب اپنے طلب ثابت پر خود خواستگار بجا آوری حلف کا ہے، علماء ماہرین علم فقہ
سے دریافت طلب یہ امر ہے کہ بصورت مسئلہ نسبت ادا کے طلب مراثیت قول زید کا مع الیمن مقبول ہوگا
یا باقتضائے روایات مفتی بہا و اقوال مستندہ فقہیہ بسبب ہونے تکلیف علی فعل الغیر مشتری بن سے علم طلب
مراثیت زید پر قسم لی جائے گی، اور فریق ثانی نے جو استغفار عدالت میں پیش کیا ہے اس کی نقل مجنبہ ہر شے
سوال ہذا ہے، نظر بمضمون سوال ہذا و توجہ بروایات و عبارات سوال و جواب مندرجہ استغفار گزرانیدہ
فریق ثانی بحوالہ روایات مفتی بہا یا استدلال اقوال مستندہ کتب فقہ جواب مرحمت ہو۔ یتنوا توجروا۔

الجواب

یہ مسئلہ معرکہ الارار و مزلة الاقدام ہے، فقیر غفرلہ الہولی القدر نے اس سوال کے ورود پر

پہلے بیان کیا اور مدعی جو اسے کہ اسی وقت بجز علم بالبیع میں طلب مراثیت بجالایا تھا، تو ہرگز بے جہت مسموع نہیں،
 و شفیع کا حلف، اصلاً قابلِ سماعت کہ وہ باقرار خود سبقتِ علم مان چکا اور اس کی معیت کا ایک ایسی طلب کے لئے
 مدعی ہے جو ہنوز مجہول و غیر ثابت ہے،

فکیف یصدق فیما ہو غیر بین و لامبین مع توقفت ثبوت حقه علیہ۔
 تو غیر واضح چیز میں وہ کیسے تصدیق کرے جبکہ اپنے حق کو ثابت کرنا خود اس پر موقوف ہے تو اور کون واضح کرے گا۔ (ت)

وہ اصول طلب فی الماضی کا مدعی ہے اور مشتری منکر،
 والاصل العدم ومن ادعی خلاف الأصل فعلیہ تنویر دعواه بالیقینہ۔
 عدم اصل ہے اور جو شخص اصل کے خلاف کا دعویٰ کرے اس پر اپنے دعویٰ کو روشن کرنا گرا ہی کے ساتھ ضروری ہے (ت)

وہ ایک ایسی چیز کی حکایت کر رہا ہے جس وقت اس کے اختیار سے باہر ہے کہ وہ سبقتِ علم کا مقرر ہوا،
 اور طلب مراثیت کا وقت اسی فور میں تھا، اس وقت احداث طلب پر قدرت نہیں رکھتا، اور جو ایسی شئی کا
 حاکم ہوا اس کا قول بے جہت مسموع نہیں۔ دورہ ترمذ میں ہے،

من حکى ما لا یبطلک استخفافه لفعال، لا یصدق فیما حکى بلا یقینہ۔
 جو کوئی الحال نافذ کرنے کا مانگ نہیں تو اس کی حکایت بغیر گواہی قابل تصدیق نہ ہوگی (ت)

یہی معنی ہیں تصریحات کے کہ طلب مراثیت بے یقینہ کے ثابت نہیں ہو سکتی،

ای اذا کانت طلب المواتیة وحده بخلاف ما یاق فانہ لم یثبت فیہ الفساده عن طلب الاشهاد، کما متعلہ و طلب واحد ربما یقوم مقام الطلبین فیثبت اثبات طلب الاشهاد بالشهود او بثبوتہ باقرار المشتري لا یتحتاج الی اثبات طلب المواتیة یعنی جب طلب مراثیت الگ ہو یہ آئندہ انہوال موت کے برکت ہے جہاں طلب مراثیت میں اس بات کا ثبوت نہیں کہ وہ طلب اشہاد سے خالی ہے جیسا کہ عنقریب تجھے معلوم ہو گا جبکہ ایک ہی طلب دو مطالبوں کے قائم مقام ہو سکتی ہے تو گواہوں کے ذریعہ طلب اشہاد کے اثبات یا خود مشتری کے اقرار سے ثبوت کے بعد شفیع کو اب طلب مراثیت کے اثبات

منفرد زاعنه ، فان ادعى المشتري الانفسر ان
 بتقدم العلم على الاشهاد فعليه البينة
 لا على الشفيع۔

کی ایک طور پر ضرورت نہیں ، تو اگر مشتری یہ دعویٰ کرے
 کہ شفیع کو طلب اشہاد سے قبل ینک کا علم تھا اور اس نے
 مواثبت نہ کی تو اس صورت میں مشتری پر لازم ہے
 کہ وہ اس پر گواہ پیش کرے نہ کہ شفیع پر۔ (ت)

غایۃ البیان شرح الہدایۃ للامارات الاتفاقی میں ہے ،

س اد من السطالبة طلب المواثبت والاشہاد
 فیہ فی المجلس لیس بشرط والشرط هو
 نفس الطلب ، وانما یشهد فیہ لانه لا یصدق
 علی الطلب الابیحۃ لہ

مطالبہ سے مراد طلب مواثبت ہے ، رہا اشہاد
 (گواہ بنانا) تو اس کا اس مجلس میں پایا جانا شرط
 نہیں ہے ، شرط صرف نفس طلب ہے ، اس میں گواہ
 بنانا صرف اس لئے ضروری ہے کہ اس کے بغیر طلب
 کی تصدیق نہ ہو سکے گی۔ (ت)

نہایہ امام صفائی و معراج الدرایہ پھر نتائج الافکار شروع ہدایہ میں ہے ،

طلب المواثبة لا یفک عن الاشہاد فی
 حق علم القاضی بہ

طلب مواثبت قاضی کے علم کے اعتبار سے اشہاد
 سے جدا نہیں ہو سکتی۔ (ت)

ان دونوں صورتوں میں سبیل یہی ہے کہ شفیع چاہے تو مشتری سے حلف لے ، اور یہاں حلف فعل غیر
 پہلے ، مشتری کا حلف محض علم پر ہوگا ، کہ دائرہ مجھے معلوم نہیں کہ اس زید مدعی نے یہ طلب مواثبت جس کا یہ مدعی ہے
 ادا کی ہو ، تو یہ الابصار و درمختار میں ہے ،

لو انکر المشتري طلب المواثبة فانه یعلف علی
 العلم بہ

اگر مشتری طلب مواثبت کا انکار کرے تو وہ اپنے علم
 کی قسم کھائے گا (کہ یہ مجھے معلوم نہیں)۔ (ت)

وجہ امام کردری میں ہے ،

انکر طلب الشفیع مواثبة حلفہ علی
 العلم ، وامت طلبہ عند

مشتری نے شفیع کی طلب مواثبت کا انکار کیا تو اپنے
 علم کی قسم کھائے گا ، اور اگر شفیع نے مشتری سے

لے غایۃ البیان

لے نتائج الافکار فی کشف الرمز والاسرار تکرار بفتح القدر کتاب الشفۃ باب یا سئل بکشفۃ مکتبہ فوریہ پکھر ۳۳۶

لے درمختار کتاب الشفۃ باب یا سئل مطبع مجتہدی دہلی ۲/۲۱۶

لَقَائِهِ فَعَلَى الْبَيِّنَاتِ ۚ
 قطعی قسم کھائے گا (کر شفیع نے قبل ازیں مواثبت ہمیں کی رہا تھی)
 اشتباہ میں ہے،

انکر المشتري طلب الشفعة حين علم فانقول
 له مع يمينه على نفي العلو ۚ
 مشتری نے طلب کا انکار کیا کر شفیع نے بیع کی خبر سننے
 پر مواثبت نہیں کی تو مشتری اپنے علم کی قسم کھا گیا
 اور اس کی بات مان لی جائے گی۔ (دست)

فرازة المفتين میں فتاویٰ کبریٰ سے ہے،

المشتري اذا انكر طلب الشفعة عند سماع البيمع
 فانقول له مع اليمين على العلم بالله ما
 يعلمه ان الشفيع حين علم بالبيع طلب ۚ
 مشتری نے طلب شفیع کا انکار کیا کر شفیع نے بیع کی
 خبر سننے پر مواثبت نہیں کی تو اپنے علم کی قسم پر اس
 کی بات قبول کر لی جائے گی اور یوں کہے گا کہ اللہ کی
 قسم مجھے علم نہیں کہ شفیع نے سن کر مرقعہ پر طلب کی ہو۔ (دست)

ہندیہ میں غلط سے ہے،

المشتري اذا انكر طلب الشفيع الشفعة عند
 سماع البيمع يحلف على العلم، وان انكر
 طلبه عند لقائه حلف على البينات ۚ
 شفیع کا بیع کی خبر سننے پر طلب کا اگر مشتری انکار کرے
 تو اپنے علم کی قسم دے گا، اور اگر اس کی طاعات
 کے مرقعہ پر طلب کا مشتری انکار کرے تو قطعی
 قسم دے۔ (دست)

اسی طرح کتب کثیرہ میں ہے، اسی میں محیط امام سرخسی سے ہے،

اذا انكر المشتري طلب الشفعة فيقول له
 لم تطلب الشفعة حين علمت
 بل تركت الطلب وقت عن المجلس والشفيع
 مشتری طلب شفیع کا انکار کرتے ہوئے شفیع کو کہے کہ
 تو نے بیع کی خبر سنیں کہ شفیع طلب نہ کیا بلکہ تو مجلس
 سے اٹھ گیا اور طلب کو ترک کیا، اور شفیع کہے کہ میں

۱۹۶/۶	فرازی کتب خانہ پشاور	الفصل الثالث	کتاب الشفعة	لے فتاویٰ ہندیہ
۸۶/۲	ادارۃ القرآن کراچی			لے الاشباہ والنظائر الفی ثانی
۱۹۲/۶	قلی نسوہ			لے فرازة المفتين
۱۹۳/۵	فرازی کتب خانہ پشاور	ایاب ثالث		لے فتاویٰ ہندیہ

يقول طلبت فالقول قول المشتري فلا بد من
 الاشهاد وقت الطلب، توضيحا
 اس وقت طلب کیا ہے تو مشتری کی بات مافی جاسیگی
 اس لئے طلب کے وقت اشہاد ضروری ہے تاکہ
 معاملہ بخیر ہو (ت)

اور اگر شفیع نے طلب مراثیت کے لئے کوئی وقت اس طلب اشہاد و مشہود سے پہلے بیان کیا، بلکہ مراد
 تصریح کر دی کہ جس وقت میں نے طلب اشہاد کی اسی وقت مجھے علم ہوا تھا اس سے پہلے علم با بیع نہ تھا، تو
 شفیع ہی کا قول علت کے ساتھ مقبول ہے، اسے طلب مراثیت پر جدا گزارا جیسا کہ ہم نے کی حاجت نہیں مشتری
 اگر دعویٰ کرے کہ طلب اشہاد سے پہلے شفیع کو علم با بیع ہو گیا تھا، اور اس نے اس وقت طلب مراثیت نہ کی
 تو اب مشتری مدعی ہے، یہ گراہی ہے، اس لئے کہ اب یہ حصول علم فی الماضی کا ادعا کرتا اور شفیع منکر ہے،
 والحادث یضاف ال اقرب الاوقات، والاصل
 البیئة فمن خالف هذا بین الاصلین فعليه
 نیا معاملہ اقرب وقت کی طرف منسوب ہو گا، اور
 یہ کہ عدم اصل ہے، جو شخص ان دونوں قاعدوں کے
 خلاف کرے تو اس پر گواہ لازم ہونگے۔ (ت)

فتاویٰ امام قاضی خان میں ہے :

لو قال الشفيع لم اعلم بالشراء الا الساعة
 كان القول قوله، وعلى المشتري البينة
 انه علم قبل ذلك ولم يطلب
 اگر شفیع کہے کہ مجھے خریداری کا علم نہ تھا اب ہوا ہے
 تو اس کا قول معتبر ہو گا، اور مشتری کو اسی پیش کرے
 کہ اس کو پہلے علم ہو چکا اور اس نے طلب نہ کیا۔
 سراجیہ میں ہے :

الشفيع اذا طلب الشفعة فقال المشتري علت
 بالبيع قبل هذا ولم تطلب و قال الشفيع
 علمت به الساعة فالقول للشفيع
 شفیع نے شفعہ طلب کیا تو مشتری نے کہا تجھے
 قبل ازیں بیع کا علم ہو گیا تھا تو نے مطالبہ نہ کیا جبکہ شفیع کے
 کہ مجھے ابھی علم ہوا ہے تو شفیع کی بات مقبول
 ہوگی۔ (ت)

فراہم المفتين میں فتاویٰ ظہیر اور عالمگیری میں محیط سے ہے،

۱۶۲/۵	نورانی کتب خانہ پشاور	کتاب الشفعة	الباب الثالث	سہ فتاویٰ ہندو
۸۹۶/۴	ذکشنر لکھنؤ	فصل فی ترتیب الشفعاء	-	سہ فتاویٰ قاضی خان
ص ۱۱۰	-	باب طلب الشفعة	-	سہ فتاویٰ سراجیہ

قوله الشفيع علمت الساعة وانظريهما وقال
المشترى علمت قبل ذلك ولما تطلب والقول
قول الشفيع

یہ ہیں اگر شفیع نے طلبِ شہادت ثابت کر دی اور طلبِ مراثیت کیلئے کوئی وقت مستخدم اصلاً معین نہ کیا بلکہ گول جمل کہا کہ میں علم ہوتے ہی میں نے شفعہ طلب کیا تو اس صورت میں بھی شفیع کا حلف معتبر ہے اگر واقعہ میں کسی وقت طلبِ شہاد سے پہلے علم نہ ہوا تھا جب قہراً اور ہر چکا تھا اور فوراً طلبِ اثبات کر لی تھی اگرچہ اس وقت کوئی دوسرا موثر نہ تھا تو وہ اپنے اس زمانہ میں خدا تبارک تعالیٰ سے ہے اور قاضی اس گول لفظ کو اسی طلبِ معلوم مشہور پر حمل کرے گا اور اس سے زیادہ تفصیل وقت کی شفیع کو تکلیف نہ دے گا یہی غنا ہے اسی ارشادات علماء کا کہ شفیع کو اگرچہ تنہائی میں علم بالبعید ہر معاذ بان سے طلبِ شفعہ کر لے کہ خدا تبارک تعالیٰ اس کا شفعہ ساقط نہ ہو اور وقت حاجت حلف کر سکے۔

فتاویٰ ہزاریہ میں ہے ،
یصدق علی انہ طلب کما علم مع الحلف
دریں ہے ،
اذا سمع بالبیع فی مکان خال عن الشهود
فکت تبطل شفعته ، و اذا قال طلبت
الشفعة ولم یسمع احد لا تبطل ، حتی
اذا حضر عند القاضی ، و قال الشفیع طلبت
الشفعة ولم اتركها وحلف علی ذلك کانت
بائناً فی یمینہ ، و یثبت طلب المواثبة بک
قسم کھاتی تو اپنی قسم میں سچا ہوگا ، اور طلب برائیت ثابت ہو جائے گی۔ (ت)

کتاب میں ہے،

ذکر فی المبسوط ولو لم یکن بعضہ منہ احد
حین سمع ینبغی ان یطلب الشفعة، والطلب
صحیح من غیر شہاد، والاشہاد لمخالفة
البحرود فینبغی لہ است یطلب حقیق اذا
احلفہ المشتري امکنہ ان یعنف انہ طلبہا
کما سمعہ

مبسوط میں ذکر فرمایا کہ اگر کوئی بھی اس کے پاس موجود
نہ ہو تو بیع کی خبر سننے ہی شفیع طلب کرنا مناسب ہے
جبکہ بغیر گواہ بنائے طلب صحیح ہے گواہ تو انکار کے
مقابلہ کے لئے ہے تو اس کو طلب کرنا مناسب ہے
بلکہ جب اس سے مشتری قسم لے تو اس کو یہ قسم دینا
ممکن ہو کہ میں نے سننے ہی طلب کیا ہے۔ (ت)

متن کلمات ملتا بہت جگہ تصریح پائے گا کہ جب دوبارہ طلب شفیع مشتری میں اختلاف ہے
قول قول مشتری ہے، اور بہت جگہ یہ کہ قول قول شفیع ہے، اس ظاہری اضطراب میں ترقین و تطبیق بتانے
والی وہی عبارات کثیرہ ہیں جن میں تفصیل فرمادی کہ شفیع نے طلب کیا ثابت کو وقت سابق کی طرف مسند کیا تو قول
قول مشتری ہے، اور قول چھوڑا کوئی وقت اس کا بیان نہ کیا صرف اتنا کہا کہ مجھ و علم میں نے طلب کیا تو قول قول
شفیع ہے۔ خانہ و بزازیر و در و در و جامع الفصولین و سراجید و واقعات المفتین و فتاویٰ صفری و محیط و
مبسوط و فتاویٰ طبریہ و وہبانیہ و خزائن الفقہین و مکملہ طورى و تراشى ربی و شامی و شرح وہبانیہ وغیرہ
کتب کثیرہ میں یہ ترقین و تفصیل ارشاد ہوئی، امام اجل قاضی الشرق والغرب شیخ المذہب سیدنا امام
ابن یوسف نوادر میں فرماتے ہیں،

اذا قال الشفيع طلبت الشفعة حين علمت
فالقول قوله، ولو قال علمت أمس و
طلبت او كان البیم أمس و طلبتها في
ذلك الوقت لم یصدق الا ببینه أو نقله
العلامة الطوری فی تکملة البحر.

جب شفیع کہے میں نے علم ہونے ہونے پر شفیع طلب
کیا تو اس کا قول معتبر ہوگا، اور اس نے کہا مجھے
گزشتہ روز علم ہوا اور میں نے طلب کیا یا یوں
کہا کہ بیچ گزشتہ روز ہوئی اور میں نے طلب کیا
اسی وقت، تو بغیر گواہی اس کی تصدیق نہ کیا جائیگا
اس کو علامہ طورى نے بحر کے مکمل میں نقل کیا ہے،

امام جلیل خصائص شرح ادب القاضی میں فرماتے ہیں،

لے الکفایۃ مع فتح القدر کتاب الشفیع باب طلب الشفعة مکتبہ نور محمدیہ سکسہ ۳۰۴/۸
لے تکملہ من البحر الرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۲۹/۸

مشتري نے کہا میں نے یہ دار ایک سال سے خرید رکھا ہے اور شفیع کو میری خریداری کا علم ہوا اور طلب نہ کی، تو اس سے سوال کریں تو اگر قاضی مدعی شفیع سے سوال کرے کہ اس دار کی خریداری کب ہوئی، تو شفیع نے اگر کہا میں نے علم ہوتے ہی طلب کی تو قاضی اس کی اس قدر بات کو کافی قرار دے گا کیونکہ شفیع کو یہ ممکن نہیں کہ وہ یوں کہے کہ مشتری نے سال سے خرید رکھا ہے کہ وہ طلب کے اثبات کا محتاج ہے، لہذا اس نے اس بیان سے احتراز کرتے ہوئے طلب شفیع کو ذکر کیا ہے تو اگر مشتری اس کو کہے کہ تو نے علم کے وقت طلب کیا تھا تو شفیع کی بات معتبر ہوگی کیونکہ اس حالت میں طلب اور علم اکٹھے قاضی پر ظاہر ہوتے، اس کے برخلاف اگر شفیع یوں کہے کہ میں نے اتنی مدت سے جانا اور طلب کی اور مشتری طلب کا انکار کر دے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا کیونکہ قاضی پر اس وقت کی طلب ظاہر نہ ہوئی تو اثبات کا محتاج ہوگا، اور اس کی نفیر بابرہ لڑائی کا نکاح ہے، اس کو علامہ شرنبلالی نے تیسیر المقاصد شرح نظم الفرائد میں نقل فرمایا ہے (ست)

اگر مشتری کہے کہ میں نے یہ دار سال سے خرید رکھا ہے جس کو وہ شفیع کی بنا پر حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس مدعی شفیع کو میری خریداری کا علم ہوا تو

قال المشتري اشتريت هذه الدار منذ سنة وقد علم الشفيع شرائي ولم يطلب ، فأساله عن ذلك ، فان القاضي يسأل المدعي عن اشتريته هذه الدار فان قال الشفيع طلبت الشفعة حين علمت فان القاضي يكتفي منه بهذا المقدار لانه لا يمكنه ان يقول اشتراها منذ سنة لاحتياج الدال اثباته فاحتقر عنه بذك طلب الشفعة ، فان قال له المشتري طلبت حين علمت فانقول للشفيع ، لانه في هذه الحالة يظهر عليه للقاضي مقارنة للطلب ، بخلاف ما اذا قال الشفيع علمت منذ كنت اذ لم يكن له وقال المشتري ما طلبت ، كما ان القول للمشتري ، اذا لم يظهر للقاضي بالاسناد لذلك الوقت فيحتاج الى الاثبات ، ونظيره البكر اذا سار وجهت له ، نقله العلامة الشرنبلالی فی تیسیر المقاصد شرح نظم الفرائد ۔

امام فقہ النفس خانیہ میں فرماتے ہیں ،

ان قال المشتري اني قد اشتريت هذه الدار القب يريد ان ياخذها بالشفعة منذ سنة وقد علم هذا المدعي بشرائي

ولم يطلب الشفعة ، يقول القاضي للمدعي متى
اشترى هذه الدار فان قال المدعي طلبت الشفعة
حين علمت كان صحيحا كفاء ذلك ، فان قال
المشتري ما طلبت حين علمت كان القول قول
الشفيع ، واما قال الشفيع علمت منذ سنة
و طلبت وقال المشتري لم تطلب كامت القول
قول المشتري ، وهو كالبكر اذا تزوجت بملفها
الخبر فدرت فانحصا الى القاضي فقال الزوج
حين ملفها الخبر سكنت ، وقالت سددت
حين علمت ، كان القول قولها ، واما
قالت علمت يوم كذا ورددت لا يقبل
قولها > الى ان قال : و لو قيل للشفيع متى
علمت ، فقال امس ادفي يومي قبل هذه
الساعة لا يقبل قوله الا بينة^١ .

اس نے طلب نہ کی تو اس صورت میں قاضی مدعی سے
کہے گا کہ یہ دار کب سے خریدا گیا تو مدعی نے اگر جواب
میں کہا کہ میں نے علم کے وقت ہی طلب کی تھی تو مدعی
کا یہ بیان صحیح ہوگا اور قاضی اس کو کافی قرار دے گا تو
مشتري آخر کے کہ تو نے علم کے وقت طلب نہ کی تو شفيع
کی بات معتبر ہوگی۔ اور اگر شفيع نے یوں کہا کہ میں نے
سال سے جا نا دور طلب کی اور مشتري کے تو نے اس
وقت طلب نہ کی تو مشتري کا قول معتبر ہوگا ، یہ معاملہ
بکرہ لڑکی کے نکاح کی طرح ہے کہ اس کو نکاح کی خبر
پہنچی تو اس نے نکاح کو رد کیا تو خاوندی بیوی کا یہ
اختلاف قاضی کے سامنے پیش ہو تو قاعدہ کے اس کو
جب نکاح کی خبر پہنچی تو یہ خاموش رہی اور عورت کے
میں نے علم ہوتے ہی رد کر دیا تھا تو عورت کی بات
معتبر ہوگی اور اگر عورت کے کہ مجھے فلاں روز علم ہوا اور
میں نے رد کر دیا تھا تو عورت کی بات معتبر ہوگی (یہاں تک فرمایا) اور اگر شفيع کو کہا گیا تو نے کب معلوم کیا ، تو اس
نے کہا گزشتہ روز یا آج ایک گھنٹہ قبل ، تو شفيع کی بات بغیر گواہی قبول نہ ہوگی۔ (ت)

علامہ بول خسرو غریب فرماتے ہیں :

قال الشفيع طلبت حين علمت فالقول له
ببينة ، و لو قال علمت امس و طلبته كلفت
اقامة البينة^٢ .

شفيع کے جس وقت مجھے علم ہوا اس وقت طلب کی
تو اس کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی ، اور اگر کہے
مجھے گزشتہ روز علم ہوا اور میں نے طلب کی تو اسے
گواہی کا پابند کیا جائے گا۔ (ت)

درر میں فرماتے ہیں :

كلت اقامة البينة ولا يقبل قوله لانه اضافت
الطلب الى وقت ماض ، فقد حكى ما لا يملك
استثناؤه للحال . ومن حكى ما لا يملك
استثناؤه للحال لا يصدق فيما حكى بلبينة ،
واذا لم يضعف الطلب الى وقت ماض بل
اطلق الكلام اطلاقا تاما فقد حكى ما يملك
استثناؤه للحال لا نأمن جعله لانه علم
بالشراء الآن ، وطلب الشفعة الآن فلذا
جعل القول قوله كذا في العمادية وغيرها .
في الحال مالک ہے کیونکہ ہم اس کو یوں سمجھیں گے کہ ابھی اس کو خریداری کا علم ہوا ہے اور ابھی شفعہ طلب کیا ،
اس نے شفیخ کی بات معتبر ہوگی ، عادیہ وغیرہ میں یوں ہے ۔ (ت)

اقول وبالله التوفيق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے ۔ ت) ان عبارات توفیق
کا جس طرح یہ مطلب نہیں کہ مجرد انماقت طلب بزمان ماضی شفیخ کو مدعی کو دے گی کہ اُسے قاضی کے حضور
اضافت الی الماضی سے کیا چارہ کہ دونوں مواثبت و اشہاد کا طلب عند القاضی سے پہلے ہونا لازم ، یہاں تک
کہ اگر بغور علم طلب مالک سے آفاذ کیا اور دو طلبیں پہنچنے کر لیں شفعہ باطل ہو جائے گا ۔ فتاویٰ شیرازی ہے ۔
صرح علماؤنا قاطبة انه متى تمكن من
طلب الاشهاد لم يشهد بطلت شفعته
فلو اضرب عنه ومضى الى
المحكمة ابتداء وطلب عند
القاضی بطلت و الطلب عند
القاضی متأخر عن الطلبین
ای طلب المواثبة والاشهاد فاذا
قدمه علیهما اوجب احدهما

ہمارے تمام علما نے تصریح فرمائی ہے کہ جب بھی
طلب اشہاد پر قدرت ہوئی اور گواہ نہ بنا سکے تو
اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا اور اگر اس نے اول
وقت میں طلب نہ کی اور محکمہ قضا کی طرف چل پڑا تو
قاضی کے پاس جا کر طلب کی شفعہ باطل ہوگا جبکہ
قاضی کے ہاں طلب پہلی دو طلب کے بعد ہوتی ہے
پہلی طلب مواثبت ہے دوسری طلب اشہاد ہے
اور جب قاضی کے ہاں طلب کو پہلی دونوں یا ایک

بطلت شفعته، وليس في هذا اختلاف بين
اشتنا فيما علمت^۱۔

طلب سے مقدم کر دیا تو اس کا شفعہ باطل ہوگا، اور
میرے علم کے مطابق اس میں ہمارے امر کا کوئی اثر
نہیں ہے۔ (ت)

ناچار عند العاضی نسبت الی العاضی ہی کرے گا، ولہذا فتح المبین میں فرمایا،
انه لا یتحلف الا اذا اسند الطلب الی الزم من
العاضی^۲۔

اسی طرح یہ معنی بھی نہ مراد نہیں ہو سکتے کہ شفعی کا اتنا کہ دینا کہ میں نے بجز علم طلب کی "مطلقاً"
کافی و کافی ہے اگرچہ اس طلب کا زمانہ طلب اشہاد سے مقدم بتا چکا ہو، ایسا ہوتا ہو تو جس صورت میں
اہل توفیق نے قول شفعی معتبر نہ رکھا، یعنی علمت اس و طلبت (مجھے گزشتہ روز علم ہوا اور میں نے طلب
کی۔ ت) واجب تھا کہ اس میں بھی قبول ہوتا، اور فرق محض ضائع رہتا کہ شفعی یہاں طلب ہوا ثبت سے غیر
و سے رہا ہے، اور وہ نہیں ہوتی مگر بغیر علم، تو اس طلبت کے معنی قلنا یہی ہیں کہ طلبت کما علمت
(میں نے طلب کیا جب مجھے معلوم ہوا۔ ت) ولہذا اس صورت ہم قبول قول شفعی کو سراجہ میں بلغظ فائے تعقیب
بیان کیا کہ :

الشفیع لو قال طلبت الشفعة حين علمت كان
القول له، و لو قال علمت منذ كذا
فطلبت و قال المشتري ما طلبت فالقول
للمشتري^۳۔

شفعی نے اگر کہا میں نے اسی وقت طلب کی جب
مجھے معلوم ہوا تو اس کا قول معتبر ہوگا، اور اگر کہیں
مجھے فلاں دن سے معلوم ہے تو میں نے طلب کی تھی
اور مشتری کہے تو نے طلب نہ کی تو مشتری کی بات
معتبر ہوگی۔ (ت)

شرح بسوط میں خاص انہیں الفاظ اتصال پر حکم عدم قبول دیا :

حيث قال كما نقل عنه في جامع الفصولين
برمز "شمس" بلغيت بكرا فقالت
بما انتمون نے فرمایا جیسا ان سے جامع التفسیر میں
میں منقول ہے برمز "شمس" بارہ لڑکی بالغ ہوئی

۱۵۴/۶	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الشفعة	لہ فتاویٰ خیر
۲۲۹	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب طلب الشفعة	لہ فتح المبین
ص ۱۱۰	فرکشتور کشتور	"	لہ فتاویٰ سراجہ

مددت كما بلغت ، والنزوح يقول مسكت
فالقول للنزوح ، فكذا لو قال طلبت الشفعة
كما سمعت ، فقال المشتري مسكت
فالقول للمشتري^۱

تو اس نے کہا میں نے اپنا نکاح زد کیا جب یہ خبر
پہنچی ، اور خاوند کہتا ہے تو خاموش رہی تو خاوند
کی بات معتبر ہوگی تو یوں ہی اگر شفیع کے جب مجھے
معلوم ہوا میں نے شفعہ طلب کیا تو مشتری کے
تو خاموش رہا ، تو مشتری کی بات معتبر ہوگی ۔ (ت)

اُسی میں ہے ،

لو لم يكن عندنا شاهد فاذا وجدتهم فلو
بلغت بحضن تقول حضنت الأمت و
نقضته ، فاشهدوا عليه ولو بلغته
باحلام أو ليس تقول كما بلغت نقضته ،
فاشهدوا أو تقول اشهدوا ، الخ بلغته
نقضته ، فان قالوا متي بلغت تقول كما
بلغت نقضته ولا تزيد على هذا لأننا
لو قالت بلغت قبل هذا ونقضته حين بلغت
لا تصدق^۲

اگر بالغ ہونے کے وقت گواہ موجود نہ تھے اور اس
نے گواہ پا کر گواہی بنائی تو اگر وہ (ماکی حیض) کھاتا
بالغ ہوئی ہو تو یوں کہے کہ مجھے ابھی حیض آیا ہے اور
میں نکاح کو توڑتی ہوں تم اس پر گواہ ہو جاؤ ، اور
اگر وہ احتلام یا عرک بنا رہا بالغ ہوئی ہو تو یوں
کہے جو نبی میں بالغ ہوئی میں نے نکاح توڑ دیا تو تم
گواہ ہو جاؤ ، یا کہ تم گواہ بن جاؤ میں بالغ ہوئی
اور میں نے نکاح توڑ دیا ، اگر وہ پوچھیں تو کہ بالغ
ہوئی ، جواب میں کہ جیسے ہی میں بالغ ہوئی میں نے
نکاح توڑ دیا ، اس پر مزید کچھ نہ کہے ، کیونکہ اگر اس نے
کہا میں قبل از نبی بالغ ہوئی اور میں نے توڑ دیا جبکہ
بالغ ہوئی تو اس کی بات قابل تصدیق نہ ہوگی ۔ (ت)

دیکھو ، زمانہ متقدم بنانے کی حالت میں ادعائے خرافات کو بھی رد فرمادیا ۔ غرض نہ مار قبول مجدد
ادعائے اتصال پر ہے نہ منقطع قبول محض اضافت بامضی ، بلکہ طلب مشہود محمود سے اتصال کا صراحتاً بیان
یا طلب مواہبت کے لئے کوئی وقت متقدم علی وقت الاشہاد نہ بیان کرنا ، اور صرف بیان اتصال پر
قانع ہونا درکار ہے کہ عیناً یا اختافاً یہی طلب مشہود مراد ہو سکے ، اور طلب مشہود سے مقدم علم کا اقرار موجب
عدم قبول قول ہے ، اگرچہ لاکھ مدعی اتصال ہو ، اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ جس طرح طلبت کما علمت

(علم جو تحقیق میں نہ طلب کی۔ ت) سے طلب عند اتقاضی مراد نہیں ہو سکتی،

لما علمت انت اتصالہ بالعلم مبطل
لشفقة لعدم تقدم الطلبين۔

اس وجہ کی بنا پر جو تجھے معلوم ہوتی کہ قاضی کے ہاں
علم سے متصل گواہی شفعہ کو باطل کرتی ہے یہ کہ اس

سے قبل دو طلب نہ پائی گئیں (ت)

یوہیں کوئی طلب مجہول جس کا بیان محض مدعی کی زبان سے ہو، مقصود ماننا بھی بدیہی البطلان ہے۔

لما تقدم انه مدعى فيه فكيف يقبل قوله
ولما علمت انه يضيح على هذا الفرق المطبق
عليه من اهل التوفيق، ولما من نصوص
المراجعية وشرح المبسوط على بطلانه۔

اور گزشتہ کی بنا پر کہ وہ مدعی ہے تو اس کا قول
کیسے معتبر ہو اور اس بنا پر جو تم معلوم کر چکے کہ
وہ تمام اہل توفیق کے متفقہ علیہ فرق کو نظر انداز کر رہا
ہے، اور سراجیہ، شرح المبسوط کی اس کے بطلان

پر نصوص کی بنا پر۔ (ت)

۱۱ جرم اُس سے مراد وہی طلب اشہاد ہے جبکہ مشہود و معہود اور بنیہ عادلہ یا اقرار مشتری سے ثابت
معدوث ہو، تو حاصل تنقیح و تحقیق و عطر تنقیہ و تفتیق بحوالہ تعالیٰ وہی نکلا کہ طلب اشہاد ہرگز سبے گواہان یا
اعتراف مشتری ثابت نہیں ہو سکتی نہ بے اُس کے ثبوت کے طلب مواثبت پر ہرگز حلف شفیعی لیا جاسکتا ہے
ہاں جب وہ ثابت ہو اور طلب مواثبت کے لئے کوئی نہ مانہ طلب شہاد سے پہلے اگرچہ ایک ہی ساعت خفیہ
ہو، بیان نہ کیا، بلکہ صراحت اسی طلب اشہاد کو طلب مواثبت بنایا، بایں معنی کہ اسی وقت علم ہوا تھا معاً طلب
اشہاد کی کہ دونوں طلبوں کے قائم مقام ہوتی یا طلب مواثبت کے لئے اصلاً کوئی وقت نہ بنایا، صرف اتنے
کچھ پر قانع ہو کر میں نے معلوم ہوتے ہی طلب کی، تو اس صورت میں قول شفیعی بجلت معتبر ہوگا، ورنہ قول
قول مشتری ہے،

هكذا ينبغي التحقيق، والله ولي التوفيق،
اتقن هذا فانك لا تجد في غير هذا العبد
الضعيف، والله بعباده لطيف، والحمد لله
نواب الخليلين، والله تعالى اعلم وعلمه جل
مجده اتم واحكم۔

تحقیق یوں مناسب ہے، اور اللہ تعالیٰ توفیق کا
مالک ہے، اس کو مضبوط کر لو کیونکہ اس عبد ضعیف
کے بغیر اس کو نہ پاؤ گے، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں
پر مہربان ہے۔ الحمد للہ رب العالمین، واللہ تعالیٰ
اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم (ت)

۱۶ ذی القعدہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع میں اس مسئلہ میں کہ اگر شفعہ کی اطلاع دے دی گئی ہو وہ گواہوں

کے روبرو اور اس شخص نے لینے سے انکار کیا، تو اب وہ شفعہ مانگتا ہے، استحقاق اس کا باقی ہے یا نہیں؟
بیٹو! تو مجھ دو۔

الجواب

اگر بیع ہو جانے کے بعد شفیع نے شفعہ سے انکار کیا، اگرچہ ہنوز اسے خبر بیع بھی نہ پہنچی ہو، یا خبر
میں کہ شفعہ لینے سے منکر ہوا، یا سکوت ہی کیا، تو شفعہ ساقط ہو گیا، اب اسے دعویٰ شفعہ کا استحقاق نہیں
جبکہ اس خبر میں کوئی ایسی بات نہ بیان کی گئی ہو جس سے شفعہ لینے میں شفیع کی غرض بدلتی ہو، ورنہ اگر پیش
از بیع اس سے کہا گیا کہ یہ مکان بچنے والا ہے، تو شفعہ چاہے گا، اُس نے انکار کر دیا، اور جب بکا تو فوراً طالب
شفعہ ہوا، یا بعد بیع خبر بیع اُسی غلط طور پر پہنچی جس سے رغبت و عدم رغبت مختلف ہو، مثلاً زرِ ثمن زیادہ
بتایا گیا، یا مشتری کسی اور شخص کو ظاہر کیا گیا، پانسو کو بکا تھا، اس سے کہا گیا چھ سو کو بکا ہے تو شفعہ
لے گا، اُس نے انکار کیا، اور بعد کو معلوم ہوا کہ پانسو کو بیع ہوئی ہے، تو فوراً شفعہ طلب کیا، یا مکان زید
کے ہاتھ بکا تھا، شفیع کو خبر دی گئی تو دسے خریدا ہے، اس نے شفعہ سے انکار کیا، پھر افسوس ہوئی کہ
زید نے خریدا تو فوراً خواستگار شفعہ ہوا، تو ان سب صورتوں میں انکار سے شفعہ ساقط نہ ہوگا، وہ پاسکتا
ہے۔ فتاویٰ مالکیہ ہی میں ہے،

تسلیم الشفعة قبل البیع لا يصح و بعده
صحیح علم الشفیع بوجوب الشفعة اولم يعلم
و علم من اسقط اليه هذا الحق اولم يعلم
كذا في المحيط.

اسی میں ہے:

ما يبطل به حق الشفعة بعد ثبوته
اختياري و ضروري، والاختياري صريح
ودلالة، اما الاول نحو امتن - يقدر
الشفيع ابطلت الشفعة او اسقطها،
او ابرأتك عنها او سلمتها، او

ثبوت کے بعد شفعہ کو باطل کرنے والا علل اختیاری
ہے اور ایک ضروری ہے، اختیاری صریح ہے
اور بطور دلالۃ بھی، لیکن اختیاری صریح مثلاً شفیع
یوں کہ میں نے شفعہ باطل کیا یا میں نے ساقط کیا
میں نے تجھ کو اس سے بڑی کیا یا میں نے سونپ دیا

اس کی شکل نور الفاظیہ الفاظیہ کے بعد کے خواہ بیح
کا علم ہو یا نہ ہو۔ بدائع میں یوں ہے۔ (ت)

نحو ذلك سواء علمه بالبيع او لم يعلمه
ان كان بعد البيع ، هكذا في البدائع
اسی میں ہے ،

جب اسے بتایا گیا مشتری فلان شخص ، تو اس نے
شفعہ چھوڑ دیا ، پھر اسے معلوم ہوا کہ کوئی اور ہے
تو اسے شفیعہ کا حق باقی ہے ، جب اسے بتایا گیا
کہ مشتری زید ہے تو اس نے شفیعہ چھوڑ دیا ، پھر
بعد میں معلوم ہوا کہ زید کے ساتھ کوئی دوسرا بھی مثلاً
عمرو شریک ہے تو زید کے حق میں چھوڑنا صحیح ہو گا
اور عمرو کے حصہ میں اسے شفیعہ کا حق ہے —
پھر دیر نہ اس کی یوں تفسیر کی ہے ، جب
معلوم ہوا کہ بیع کی قیمت ہزار ہے تو اس نے
شفعہ چھوڑ دیا ، بعد میں معلوم ہوا کہ اس سے کم ہے تو اس کا شفیعہ قائم رہے گا ، ہاں اگر ثمن ہزار یا زائد
ہو تو پھر شفیعہ نہ ہو گا ، ذخیرہ میں یوں ہے۔ (ت)

اذا قيل له انت المشتري فلان فسلم
الشفعة ثم علم انه غيره فله الشفعة و اذا
قيل له ان المشتري زيد فسلم ثم علم
انه عمرو وزيد صح تسليمه لزيد وكانت
له ان ياخذ نصيب عمرو ، كذا في مسرور
الجوهرة النيرة ، ولو اخبر ان الثمن الف الف
فسلم فاذا الثمن اقل من ذلك فهو على
شفعته ، فلو كانت الثمن الف او اكثر
فلا شفعة ، كذا في الذخيرة
شفعہ چھوڑ دیا ، بعد میں معلوم ہوا کہ ثمن اس سے کم ہے تو اس کا شفیعہ قائم رہے گا ، ہاں اگر ثمن ہزار یا زائد
ہو تو پھر شفیعہ نہ ہو گا ، ذخیرہ میں یوں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے ،

اس قسم کے مسائل میں ضابطہ یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ
شفعہ چھوڑنے کی ترض بعد میں تبدیل نہیں ہوئی تو چھوڑنا
برقرار رہے گا اور شفیعہ باطل ہو گا اور غرض تبدیل ہو جائے
تو شفیعہ باقی رہے گا اور س قطع نہ ہو گا بدائع
میں یوں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

فالاصل في جنس هذه المسائل ان ينظر
ان كان لا يختلف غرض الشفع في التسليم او التسلیم و
بطلت الشفعة وان كان يختلف غرضه لم يفسد وهو
شفعته كذا في البدائع ، والله تعالى اعلم

مسئلہ ۲۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں کہ ایک کو چغیر نافذہ میں ایک

۱۸۲/۵	نورانی کتب خانہ پشاور	ابواب الناسخ	کتب الشفعہ	۱	۱۸۲/۵
۱۸۲/۵	"	"	"	"	۱۸۲/۵
۱۸۲/۵	"	"	"	"	۱۸۲/۵

مکان زید کا ایسا واقع ہے جس پر حق شفعہ غلیظ فی الطریق چند اشخاص باشند گان کوچہ مذکور پنہا ہے ، اور ان میں سے بعض کو علاوہ حق شفعہ غلیظ فی الطریق کے حق شفعہ جارحاً متی بھی حاصل ہے ، مکان مذکور کی پچیت کی طرف عرو کا مکان واقع ہے ، اور جس کا دروازہ دوسرے کوچہ میں ہے ، اور اس کو حق شفعہ جارحاً متی ہے ، زید مالک مکان مشغوعہ نے اپنے مکان کی کچھ اراضی جو پچیت کی طرف اور مکان عرو سے متصل متی ، وہ بدست عرو فروخت کی ، چونکہ اراضی مذکور مکان مشغوعہ باشند گان کوچہ غیر نافذہ کا جز ہے ، اس لئے استغفار اس امر کا مطلوب کہ شفیعان غلیظ فی الطریق اور شفیعان جارحاً متی کو حق شفعہ مکان مشغوعہ کے ایک جز پر شرفا پنہا ہے یا نہیں ؟ بیتواتو جبردا ۔

واسطہ سہولت کے نقشہ پشت ذرا پر تکریر کیا جاتا ہے

شارع عام

مکان محلہ دار	کونٹھی محلہ دار	مکان محلہ دار	مکان محلہ دار
دروازہ	دروازہ	دروازہ	دروازہ

کوچہ غیر نافذہ

مکان محلہ دار	مکان محلہ دار	مکان محلہ دار	مکان محلہ دار	مکان محلہ دار	مکان محلہ دار
مکان محلہ دار	مکان محلہ دار	مکان محلہ دار	مکان محلہ دار	مکان محلہ دار	مکان محلہ دار
دروازہ	دروازہ	دروازہ	دروازہ	دروازہ	دروازہ

شارع عام

کوچہ غیر نافذہ

الجواب

کل مکان بیع کیا جائے خواہ بعض، ہر صورت میں غلیط فی نفس المبیع و شریک فی حق المبیع کا شفعہ ہے اور جار ملاصق کا بھی، اگر خاص اس مجز، بیع سے اتصال رکھتا ہو، **إِلَّا فَا، إِلَّا عَلَى رِوَايَةِ مُشْكِلَةٍ**۔ درخت ارد غیر عام کتب میں ہے :

کسی نے شفعہ سے متصل ایک گز چھوڑ کر باقی زمین فروخت کی تو عدم اتصال کی وجہ سے شفعہ نہیں لگے گا۔ **وَالْمَخَارِجُ** اس جیل پر سنا محاکمات نے اشکال پیش کیا جس کو علامہ شرنبلالی نے عیون المسائل سے نقل کیا کسی نے بڑی حویلی کو کہی چھوٹے کو مٹی پرل میں سے ایک چھوٹا مکان فروخت کیا تو اس حویلی کے پڑوسی کو شفعہ کا حق ہے کیونکہ وہ بیع مکان حویلی کا حصہ ہے تو پوری حویلی کا پڑوسی اس بیع کا پڑوسی ہے اگرچہ یہ بیع مکان پڑوسی سے متصل نہیں ہے۔ **۱۱** میں کہتا ہوں کہ عیون المسائل کا ذکر کردہ غلطی ہے نہ کہ جریہاں مذکور ہے، غور کرو، علامہ شامی نے جریہاں کیا وہ ختم ہوا۔ میں نے شامی پر حاشیہ میں لکھا ہے کہ حاشی یعنی علامہ شامی نے کتاب کی ابتداء میں قسمستانی سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا کہ بیع سے متصل اگر ملکی طور بھی ہو تو وہ متصل حصہ اور حویلی فروخت شدہ کا انتہائی حصہ شفعہ میں برابر میں ملتا کسی نے حویلی میں سے ایک کمرہ فروخت کیا تو اس کمرہ سے متصل حصہ سمیت تمام دار شفعہ میں برابر ہے۔ **۱۲**

باع عقار الا ذرعا مثلاً فی جانب حد الشفعہ فلا شفعۃ لعدم الاتصال، فی رد المحتار استشكل السائح فی هذه الحیلة بما نقله الشوئبلائی عن عیون المسائل، دار کبیرۃ ذات مقاصد یرباع منها مقصودۃ فلجاس الدار الشفعۃ لانت المبیع من جملة الدار وجار الدار جار المبیع، وان لم یکن متصلاً به **۱۱**، اقول المشکل ما فی العیون لا ما هنا۔ تأمل ثم ما قال العلامة الشامی وکتبت علیہ انت المحشی قدم صدر الكتاب عن القسمستانی انت الملاصق المتصل بالمبیع ولو حتما کما اذا بیع بیت من دار فانت الملاصق له ولا قصص الدار فی الشفعہ سواء **۱۲** وهو

۲۱۹/۲	مطبع مجتبائی دہلی	باب مایطہا	کتاب الشفعہ	یاب مایطہا	لہ در مختار
۱۵۴/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	"	"	لہ رد المحتار
۱۲۰/۵	"	"	"	"	لہ

مثل ما فی الصیون ومثله ایضا فی
 الهندیة عن المحيط عن شرح
 ادب القاضی للخصاف ، ووجه
 اشکالہ ان ما هنا مصرح بہ
 فی عامة کتب المذهب المعتمدة
 متونا وشروحا وفتاوی ، فما خالفه
 فهو المشکل لا هذا ، اقول و یؤید
 ما هنا ما نصہ علیہ المتن ، ان
 سبب الشفحة اتصال ملک الشفیع بالمشترک
 وظاہرات المفتی اذا کانت مفسرنا
 مفصولا عن ملک الشفیع لم یکن
 بینہما اتصال ، ولا ینفی الاتصال بالوجه
 والا لکان الجہار الغیر الملائق الصحادی
 ایضا شفیعاً ولا قائل بہ ، ولا ینکر علیہ
 بما مصرحوا بہ ان الملائق بشرک الملائق
 بجمیع حدودہ ، وذلك لان الاتصال بجزء الشئ
 اتصال بالشئ ، ولا فسلما ان الاتصال بجزء من
 شئ ینکون اتصالاً بجزءہ الآخر ، الا ترى
 ان العمامة الملائقة لرأس ترید
 ملائقة لترید لالرجلہ والنحل المتصل
 بجعل ترید متصلة بترید لا برأسہ ، فاتفق
 ان سرایة الصیون مشکلة
 والحاصل ان المبیہ اذا
 کانت کل کفی الاتصال بجزءہ
 واذا کانت جزء معین من شئ

یعیون المسائل میں مذکور کی مثل ہے اور اسی دسل
 ہندیہ میں محیط سے انہوں نے خصاف کی شرح
 ادب القاضی سے نقل کیا ہے ، اس کے اشکال کی
 وجہ یہ ہے کہ یہاں جو مذکور ہے وہی تمام معتد کتب
 مذہب متون و شروح اور فتاویٰ میں تصریح شدہ ہے تو
 جہاں کی تصریحات کے خلاف ہے وہ مشکل ہے نہ کہ
 یہ ۔ میں کتا ہوں یہاں پر ذکر کردہ کی تائید میں
 تمام متون کی نصوص میں کہ شفہ کا سبب نزدیکہ چیز
 شفیع کی ملکیت کا اتصال ہے اور ظاہرات یہ ہے
 کہ جب غریہ کردہ چیز شفیع کی ملکیت سے علیحدہ فاصلہ
 پر ہو تو اتصال نہ ہوگا جبکہ بالواسطہ اتصال کافی نہیں
 ہے ورنہ پڑوسی کا پڑوسی غیر اتصال والا بھی شفیع
 بن جائے گا حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے
 اس پر یہ بیان وارد نہیں ہو سکتا جس کی تصریح یہ
 ہے کہ ایک بالشت کا اتصال جمیع حدود کا اتصال
 ہے اور یہ اس لئے کہ چمبہ کے جڑ سے اتصال
 چیز سے اتصال ہے لیکن ہمیں یہ تسلیم نہیں کہ ایک
 جڑ سے اتصال اس کی دوسری جڑ سے اتصال ہے
 آپ دیکھ رہے ہیں کہ حمام کا اتصال سر سے ہونے
 کی وجہ سے ترید کے پاؤں سے اتصال نہیں اور
 ترید کے پاؤں کو اس کے جڑ سے اتصال ہے
 اسی کے سر سے اتصال نہیں ہے ، تو واضح ہو گیا کہ
 عیون المسائل والی روایت مشکل ہے اور حاصل
 یہ کہ جب کل جمیع ہو تو اس کی کسی جڑ کا اتصال شفیعہ
 کے لئے کافی ہے اور جب کوئی معین جڑ جمیع ہو تو

لم یکتف الاتصال بجزء الاخر، فان الاتصال
بالجزء اتصال بالکل مجعلا ، لا یکل جسز
منه فی ذاتی ذاتا فافترقا۔
اس میں بیچ کی دوسری جزر کا اتصال کافی نہیں کیونکہ جزر
کے اتصال سے کل کا اتصال مجمل ہوتا ہے نہ کہ ہر
جزر سے فرد آخر آہوتا ہے ، تو یوں دونوں صورتیں
مختلف ہیں۔ (ت)

شریک فی حق المبیع کے لئے بیع سے اتصال ضرور نہیں ، صرف شرکت حق مثل طریق خاص وغیرہ کافی
ہے۔ در مختار میں ہے ،

فی شرح المجموع وكذا الجار المقابل في السكة
الغير النافذة الشفعة۔
رد المحتار میں ہے ،
شرح بیع میں ہے یہ بھی بندگی کا سامنے والا پڑوسی
بھی شفعہ کا مقدار ہے۔ (ت)

وجہ ابو السعود بان استحقاقها فیہ
للشركة فی حق المبیع فلا تعتبر الملاءمة۔
اس کی وجہ ابو سعود نے یہ بیان کی کہ بندگی کا
استحقاق شفعہ بیع کے حقوق میں شرکت پر مبنی ہے
اس میں اتصال کا اعتبار نہیں ہے۔ (ت)

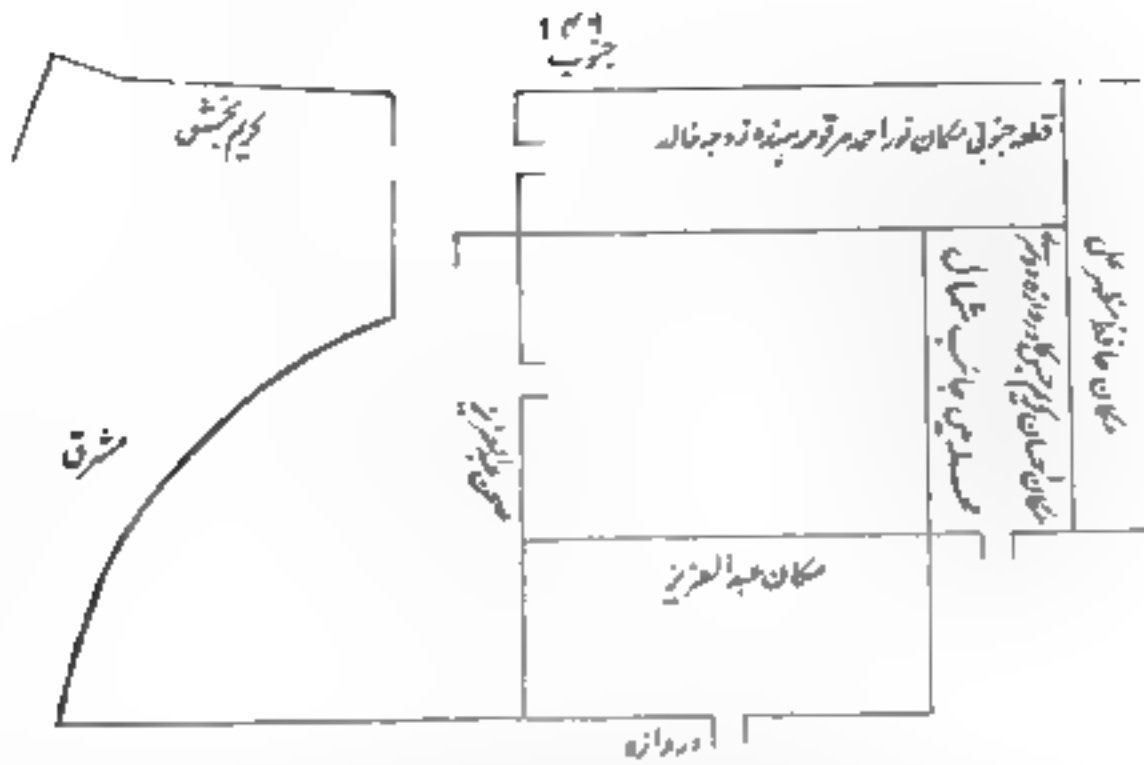
اور چند شرکار حق میں اگر ایک بار ملاصق بھی ہے باقی نہیں تو اسے اُن باتیں پر کوئی ترجیح نہ ہوگی ، وہ
سب یکساں ہیں ، عالمگیری میں برائے سے ہے ،

الشفعة لاهل السكة كلهم یستوی فیہا
الملاصق وغير الملاصق لانهم كلهم خلفاء
فی الطريق۔
بندگی والوں کو شفعہ کا حق مساوی ہے خواہ اتصال
والے ہوں یا نہ ہوں کیونکہ وہ تمام گلی کے راستہ
میں شریک ہیں۔ (ت)

پس صورت مستفسرہ میں خالد ، بکر ، یحییٰ ، یوسف ، یعقوب اور سامنے کو چاروں مکان اور
کوٹھی والے سب اس جزر بیع کے یکساں شفیع ہیں ، ان کے ہوتے عمر و اور اس کے برابر کے چپاروں
محلہ دار جن کے دروازے دوسرے گود میں ہیں شفیع نہیں ہو سکتے جبکہ اور کوئی استحقاق نہ رکھتے ہوں ،
واللہ تعالیٰ اعلم۔

لے ہد المختار علی رد المختار

۲/۲۱۱	مطبع مجتبیٰ دہلی	کتاب الشفعة	سکھ در مختار
۵/۱۳۱	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	سکھ رد المختار
۵/۱۶۶	ابواب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور	"	سکھ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ البدائع



الجواب

بیان مکان سے واضح ہوا کہ عبد العزیز نے سرف گفتگو میں ہوں تھی اور بیعت کر دیا گیا عقد بیع تمام نہ ہوا تھا، نور احمد کلکتہ میں ہے، اُس نے اپنے ایک بھائی کو اس قلمچہ کی خریداری کے لئے لکھا، اُس نے دکانہ نور احمد کے لئے اس میں سے رشیدہ حمیدہ کے حصے خرید لئے، عبد العزیز و نور احمد دونوں غلیظ فی حق المبیع ہیں اور احسان کریم محض جار ملاصق کہ اس کا راستہ اس کو پتہ غیر نافذہ میں نہیں، جب عبد العزیز کو معلوم ہوا خود اس کا بیان ہے کہ اس نے مشتری نہ کر یعنی وکیل نور احمد سے جا کر کہا کہ میری گفتگو بیع سابق سے ہے یہ جسے جتنے کو تم نے خریدے ہیں انھیں دامن کر مجھے دے دو ورنہ میں شفیق ہوں شفعہ سے لے لوں گا، اس کہنے سے عبد العزیز کا ان دونوں حصوں میں شفعہ جاتا رہا کہ اس نے طلب شفعہ نہ کیا بلکہ ابتداءً انھیں دامن کر خریدنا چاہا، اور نہ دینے کی حالت میں بذریعہ شفعہ لے لینے کا دھکی دی، یہ امر بطل شفعہ ہے۔ در مختار میں ہے:

یطلبہ ان سادہ ما بیعاً و اجارۃ او طلب منہ
ان یولیہ عقد الشراؤ لہ
اگر شفیق نے مشتری سے بیع یا اجارہ یا اس کی
شرا کا ولی (وکیل) بننے کا مطالبہ کرے تو اس
شفعہ کا حق باطل ہو جائے گا۔ (نت)

پس فوراً احمد ان دو حصوں کا مالک مستقل ہو گیا جس سے کوئی نہیں لے سکتا، اگر وہاں اور کوئی شفیعیہ
مثل کریم بخش وغیرہ بادائے شرائط طالب شفعہ نہ ہو اور یہی احسان کریم کے ہاتھ بیع جس میں کل مکان صرفت
زوجہ و پسر خالد نے اس کے ہاتھ بیچا، اور دختر ان خالد کو ناستحق قرار دیا۔ شفیعیہ، ذکر کہ تو جو بوجہ تصدیق و
واقرار ناستحق ٹھہری، مگر رشیدہ و حمیدہ نے اقرار نہ کیا بلکہ اپنی بیع کی کہ بنام نور احمد کے تکمیل کرادی
تو بعض بیع احسان کریم کے ہاتھ سے نکل گیا، اور بقیہ کی بیع معرض زوال میں آگئی یعنی احسان کریم کا اختیار
ہوگا، چاہے دو حصہ رشیدہ و حمیدہ علاوہ بقیہ مکان بجز قیمت لینا قبول کرے، خواہ کل بیع کرے، فستوی
مالگیری میں ہے:

اذا كانت المشتري شيئاً واحداً واستحق
بعضه قبل القبض او بعده فلهما شترى
الخيار في الباقي، ان شاء اخذ به بالحصه
وامن شاء تركه
اگر خرید شدہ چیز ایک ہو اور اس کے بعض حصہ کا
استحقاق ثابت ہو جائے خواہ قبضہ سے قبل یا
بعد ثابت ہو تو مشتری کو باقی حصہ میں اختیار ہوگا
اگر چاہے تو باقی کو اس کی قیمت کے حصہ پر لے یا
چاہے تو چھوڑ دے۔ (دست)

پس اگر احسان کریم نے بیع رو کر دی تو سب سے جنائے شفعہ ہی کی بیع تھی جاتا رہے گا، اور وہ
بقیہ قطع ایسا ہو جائے گا گویا بکا ہی نہیں، کسی کو اس میں حق شفعہ نہ ہوگا، اور اگر بقیہ بجز قیمت لینا قبول کیا
اور نور احمد شرائط شفعہ بجالایا، تو اب وہی عبد العزیز وغیرہ سب پر مرجع رہے گا کہ اب بوجہ حسرتیاری
حصہ رشیدہ و حمیدہ نور احمد خلیط فی نفس المبیع ہو چکا ہے، اور عبد العزیز صرف خلیط فی حق المبیع ہے، واللہ
تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰ شبان المعظم ۱۲۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و عمر و ایک مکان اور دوکان کے مالک تھے، زید
عمر و کی ملکیت کا شفیعیہ تھا، عمرو نے اپنا حصہ دوکان و مکان مذکور کا بکر کے ہاتھ فروخت کیا، تو زید بغور سُنتے
اس خبر کے مع چند آدمیوں کے جو کہ گواہ طلب شفیعیہ کے ہیں، اور جن کے سامنے کہ زید نے شرائط شفیعیہ بغور
سُنتے خبر بیع کے ادا کی ہیں، جن میں سے کہ ایک زید کا قریبی رشتہ دار و نیز عمر و بکر کا بھی رشتہ دار ہے
و دیگر لوگ زید کے ملنے والے و دست ہیں، بکر کے پاس بغرض طلب شفیعیہ گیا، دو پیر و مال میں باندھ کر

اپنے ہاتھ میں لے گیا اور بکر سے جا کر اس نے کہا کہ میں اس حصہ دکان و مکان کا شفیع ہوں، تم نے اس حصہ کو
 کیسے خرید کیا میں خریدوں گا، زید نے ذیلوں سے یہ نہیں کہا کہ میں روپیہ لایا، قیمت کو اور یہ جائیداد میرے نام کر دے،
 بکر نے زید کی گفتگو کے جواب میں جائیداد کو روکنے سے انکار کر دیا، زید کے اس امر کے انکار نہ کرنے سے کہ میں
 روپیہ لایا ہوں قیمت کو اور یہ جائیداد میرے نام کر دو حالانکہ روپیہ اسی قیمت سے زید لے گیا تھا اور وہ اس کے ہاتھ
 میں موجود تھا، صرف زبان سے اس کا ذکر نہیں کیا، تو ایسی حالت میں مراتب شفیع بموجب شرع شریفین پارے طور
 سے ادا ہوئے یا نہیں؟ بیعتنوا تو جسروا۔

الجواب

نہ روپیہ لے جانا ضرور نہ مشتری سے روپیہ لانے کا ذکر ضرور، یہ سب بیکار و مہمل باتیں ہیں، مگر طلب
 موثبات ایسے لفظ سے جس سے فی الحال طلب ثابت ہو، ضرور ہے۔ سائل نے بعد دریافت بیان کیا کہ میں نے
 خبر بیع سننے ہی یہ لفظ کہے تھے کہ میں اس کا شفیع ہوں، یا حسن الدین نے کسی خریدی میں خریدوں گا، اس سے
 طلب فی الحال ثابت نہیں ہوتی۔ خریدوں گا سے اگر مراد ہے کہ مشتری سے خریدوں گا، جب تو ظاہر ہے
 کہ مشتری سے خریداری کا ذکر شفیع کو باطل کر دیتا ہے، درمختار میں ہے،

یطلبها شراء الشفيع من المشتري وكذا أنت ۱۱۱ شفیع کا مشتری سے خریدنا اور یہ بھی بیع یا احبارہ کا
 ماومها بیعاً واجازة او طلب منه ان یولیہ سرور کرنا یا عقد شرا کا اولیٰ بننے کا مطالبہ کرنا
 عقد الشراء ۱۱۲ (مخلصاً) اس کے حق شفیع کو باطل کر دیتا ہے مخلصاً (ت)
 اور اگر مراد ہو کہ بائع سے خریدوں گا تو یہ بھی طلب شفیع نہیں، خریداری تملک بالرضا ہے اور شفیع تملک بالجبر،
 درمختار میں ہے،

تلیك البقعة جبواصل - المشتري بما قام شفیع کسی کو زبردستی مشتری سے اس پر لازم قیمت کے ساتھ
 علیہ ۱۱۳ جبراً تملک بننے کا نام ہے (ت)

اور اگر مجازاً یہی معنی مراد لئے جائیں کہ بذریعہ شفیع لے لوں گا، تو یہ بھی وعدہ و اذار ہے، طلب
 فی الحال نہیں، عالمگیری میں ہے،

لو قال الشفعة لب اطلبها بطلت اگر کہا میرا شفیع ہے میں اس کی طلب کروں گا، تو

نہیں کہ مدعا علیہا فار مشفوع بہا میں ملک مدعیان کی منکر ہے، اور یہ اس طریقہ پر جو شرعاً درکار ہے یعنی ملک مقدم علی البیع و مستقر الی الآن پر اقامت بیتہ نہ کر سکے۔ تویر الابصار و در مختار و رد المحتار میں ہے،

اذا طلب الشفیع سأل القاضي الخصم عن مالکیت الشفیع لما یشفع به فان اقر بهما او نکل عن العطف علی العلم، او برہت الشفیع انہما ملکہ (ہاں یقولوا انہما ملک ہذا الشفیع قبل ان یشترک ہذا المشتري ہذا العقار۔ وہی لہ الی ساعۃ ولم نعلم انہما خرجت عن منکہ : خلوقاً لا انہما لہذا انہما لا یکون کما فی المحيط) ساند من الشراء، ہذا شریک ام لا اور پڑوسی کی سہ تو کافی نہ ہوگا، جیسا کہ محیط میں ہے۔ قاضی مشتری سے سوال کرے کہ کیا تو نے اسے خریدنا ہے یا نہیں (ت)

جبکہ شہادت گواہان مدعیان اس طریقہ مطلوبہ شرع پر نہ تھی، حاکم پر لازم تھا کہ فقط اسی مقدم پر مقدم ختم کر دیتا اور دعویٰ خارج کرنا، مقدمہ کا آگے بڑھانا بعض تطویل ہوتی۔

ثانیاً گواہان مدعا علیہا جنہوں نے دوبارہ تسلیم مدعیان شہادت دی ہے کہ روز بیع بعد بیع معین الدین خاں نے مدعیوں کو اطلاع بیع اراضی مشفوعہ دی اور ان سے کہا اگر تمہیں لینا منظور ہوئے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم کو ضرورت نہیں بحیث ادا نہایت کافی و دافی شہادت ہے اُس کے الفاظ پر جو اعتراض کئے جاتے ہیں سب معنی ہیں، اس میں فقط اتنا دیکھنا چاہیے کہ گواہوں کی حالت کیسی ہے، اگر ان میں دو گواہ بھی قابل قبولی شرح ہوں تو فیصلہ کن مدعا علیہا لازم ہے، ملاحظہ تحریر سے ظاہر ہوا کہ حاکم مجوز نے گواہان مشتری پر اعتماد کیا اور ان کے بیان پر فیصلہ دیا، اور جانب مدعیان سے ان پر کوئی جرح قابل لحاظ شرح نہ کی گئی، تو اس صورت واقعہ میں حکم یہی ہونا چاہیے کہ دعویٰ شفوعہ ساقط اور مشتری مطالبہ سے بری ہے،

شفعتہ ، ولو قال للمشتري انا شفيعك واخذ
الدار منك بالشفعة بطلت بینه
۱۴۹ اس کا شفعہ باطل ہوگا ، اور اگر مشتری کو کہا میں
تیرا شفیع ہوں اور شفعہ کی بنا پر تجھ سے دار
روں جو تو شفعہ باطل ہو گیا۔ (تعا)

لہذا صورت مسترد میں زید کا شفعہ باطل ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۲۸ ریاست رامپور کٹرہ جلال الدین خاں مرحوم مرسلہ پیرزادہ غلام حسین الدین صاحب
پنج صفر ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے دعویٰ کیا کہ مسماۃ غلاں نے اراضی غلاں اتنی قیمت
کو غلاں شخص سے میری غیبت میں خریدی ، اور میں غلیط فی الطریق ہوں ، مشتریہ جار ملاحظہ ہے ، میرا حق
مقدم ہے اور میں مسماۃ غلاں شفعہ بھی ادا کر چکا ہوں ، مسماۃ عجیب ہوئی کہ زید نے ہرگز شرائط شفعہ ادا نہ کئے ،
نہ مکان مشغوع بہا زید کا ملک کہ ہے ، اور دعویٰ پر تمادی ہے ، بلکہ زید تسلیم شفعہ کر چکا ہے ، زید اور
مسماۃ سے ثبوت طلب ہوا ، زید نے جو شہادت پیش کی حذال العدالت نا کافی قرار دے کر نامقبول فرمائی گئی ،
ایک وجہ عدالت نے یہ تحریر فرمائی ہے کہ شہادت مدعی کو نقص سے مبرا مان لیا جائے تب بھی شہادت جو
مدعی علیہا کی جانب سے گزری ، اس سے تسلیم شفعہ بعد از بیع ثابت ہے ، لہذا دعویٰ خارج اور منجانب
مدعی کئی استغفار پیش ہوئے ہیں ، اس بار میں غلیط فی الطریق جار ملاحظہ پر مقدم ہے ، کیا یہ استغفار مفید
ہو سکے ہیں ، مدعی نے تمادی سے بچنے کی غرض سے دو گواہوں سے یہ ثابت کرایا ہے کہ میں وقت بیع مقام
رچھائیں موجود تھا یعنی رامپور میں نہ تھا ، مدعی علیہا کی جانب سے جو شہادت تسلیم شفعہ کی پیش ہوئی ہیں اس سے
کما حقہ ثابت ہے کہ بعد تصدیق جینا مری روز مدعی کو علم بیع ہوا اور مدعی نے تسلیم شفعہ کیا ، تو کیا شہادت
ذکورہ منجانب مدعی واسطے ثبوت کے کافی ہے ، اور تمادی مرتفع ہو سکتی ہے یا نہیں ؟ بیعتوا تو جہروا۔

الجواب

اس مسئلہ میں زوائد سے قطع نظر کر کے صرف دو باتوں پر نظر کافی ہے ،
اولاً گواہان مدعیان کا اُن کی جگہ دار مشغوع بہا میں ہونے کی نسبت صرف اتنا بیان کر دو مکان
مدعیوں کی جگہ یا اُن کا سر دہی ہے ، اظہار ثبوت شہود مدعیان دیکھے جائیں ، اگر اُن کے بیان میں صرف اُسی قدر
ہو اور یہ ظاہر نہ کیا ہو کہ خرائے مشتریہ سے پہلے یہ مکان یا جو مکان جگہ مدعیان تھا اور اب تک ہے ،
ہمارے علم میں جگہ مدعیان سے خارج نہ تھا ، تو ایسی شہادت ثبوت دعویٰ شفعہ کے لئے ہرگز بیکار آمد

اس کے مقابل مدعیوں کی یہ گواہیاں کہ ہم یہاں نہ تھے شہادت علی التقریٰ ہیں قابل لحاظ نہیں، نہ وہ فتویٰ کہ خلیط جبار پر مقدم ہے، کچھ مفید مدعی ہو سکتے ہیں کہ اول تو خلیط ہوتا ہی پایہ ثبوت کو نہ پہنچا، پھر بعد تسلیم شفعہ خلیط فی نفس المبیع کا بھی کچھ حق نہیں رہتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۹ از ریاست رامپور کٹرہ خاں خاں مرحوم مرسلہ غلام معین الدین خاں

۱۱ ربیع الاول ۱۲۶۶ھ

(۱) حاکمان بشریت مفتیان قمت کے حضور تمام کاغذات مقدمہ اصغر علی خاں عرف جتنے خاں مدعی بنام شہنشاہی بیگم مشترکہ و قصور شاہ پانچ مدعا علیہا، نمبری ۱۹۳، دعویٰ شفعہ بر اراضی واقعہ کٹرہ بٹال الدین خاں، فیصلہ مفتی عدالت ریاست رامپور واقع ۲۲ دسمبر ۱۹۰۸ء کی نقول با ضابطہ پیش کر کے درخواست ہے کہ شرع مطہر کے حکم سے اس مقدمہ میں فیصلہ جتنے مدعا علیہا ہونا چاہیے یا نہیں؟ بیتوا تو لوجروا

الجواب

مقدمہ مذکورہ کے متعلق عرضی دعویٰ و جواب دعویٰ و عرضی مدعی، مورخہ ۱۹ مارچ ۱۹۰۸ء جواب استفسار حاکم و اظہارات قبل التعلیف خاں و ڈاکٹر بن خاں و علی بسا در خاں و صفہ علی خاں و ولد عباس خاں و بشیر الدین خاں و ضیاء الدین خاں و آیت اللہ خاں و صفہ علی خاں و ولد شام علی خاں و علیہ النبی خاں و کھن گواہان اصغر علی خاں مدعی و فیصلہ مفتی صاحب حاکم مجوز کی نقول با ضابطہ فقیر کے سامنے پیش ہوئیں، اور سائل نے بیان کیا کہ شہنشاہی بیگم مدعا علیہا کی طرف سے اس مقدمہ میں صرف دو گواہ تیار حسین خاں و عزیز محمد خاں پیش ہوئے، اور ان کا بیان اس مقدمہ میں بھی بعینہ وہی ہے جو انھوں نے مقدمہ سید محمد شاہ میں بنام شہنشاہی بیگم مذکورہ میں کیا ہے، اور جس کی نقول با ضابطہ اس وقت یہاں دارالافتا میں حاضر ہیں، نیز حاکم نے فیصلہ میں ان کے بیانوں کا خلاصہ ذکر کیا، اور تحقیقات مرقع پر شہادت سید الدین خاں کا بھی بیان لکھا ہے جس میں اصغر علی خاں و سید محمد شاہ دونوں مدعیوں کا بعد بیع تسلیم شفعہ مذکور ہے، اور مجوز نے دونوں فیصلوں میں بعد اس بیان کے کہ شہادات شہود مدعیوں میں نقص ہیں، یہ تقدیر نقص ان تین گواہوں مدعی کے بیان پر مبنی فیصلہ رکھا ہے کہ ان سے دونوں مدعیوں کا بعد بیع طلب شفعہ سے انکار کر دینا ثابت ہے، تو ان کو کسی طرح استحقاق دعویٰ نہ رہا اور گواہان اصغر علی خاں جو وقت بیع اس کا رام پور میں نہ ہوتا بیان کرتے ہیں گواہان نفعی ہیں کہ مسرور نہیں، مگر ہماری رائے میں گواہان مدعا علیہا اس مقدمہ میں حاجت سے محض زیادہ ہیں جن کی شہادت پر بحث کی اصلاً ضرورت نہیں، ولہذا ان کے اظہارات کی نقل پیش نہ ہونا اس مقدمہ میں بیان حکم سے مانع نہیں، نہ اسی پر نظر کہ عزیز محمد خاں نے اصغر علی خاں کی نسبت کہا، ولایت نامعلوم، شکل جانتا ہوں، نہ اظہار سے ثابت کہ

گواہ نے مدعی کو اشارہ سے بتایا، نہ اس پر لیا فاک حاکمیت کہ سعید الدین خاں دوسرے مقدمہ کا گواہ ہے جس کا مدعی شخص آخر ہے، گو مدعا علیہ وہی ہے، اس کا بیان اس مقدمہ کا شاید بنا کر کہاں تک قابل استناد ہے، یہ سب امور زوائد ہیں، دعویٰ شفعہ میں لازم ہے کہ یا تو مدعا علیہ مقرر ہو کہ دار مشغوع بہا شفعہ کی ملک ہے، یا شفعہ اسے بیٹہ سے ثابت کرے، اور یہ بھی نہ ہو تو شفعہ مدعا علیہ کا حلیت چاہئے اور وہ قسم کھانے سے انکار کر دے، بے ان صورتوں کے دعویٰ شفعہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا، ذیل میں ہے:

شفیع نے قاضی کے ہاں آگے بڑھ کر حسیہ یاری کا دعویٰ کیا اور شفعہ طلب کیا اور دعویٰ کی سہرا ان میں کوتاہی نہ ہو، پھر قاضی مدعا علیہ کی طرف متوجہ ہو کر اس سے اس دار کے تعلق سوال کرے گا جس کی بنا پر شفعہ شفعہ کا دعویٰ کرتا ہے کہ کیا یہ شفعہ کی ملکیت ہے یا نہیں اگرچہ وہ دار شفعہ کے قبضہ میں ہو، قبضہ کے باوجود سوال حالانکہ قبضہ ملکیت پر ظاہر ادالات کرتا ہے یہ اس لئے کہ ظاہر چیز استحقاق ثابت نہیں کرتی تو اس کی ملکیت کے ثبوت کے لئے کوئی دلیل ضروری ہے لہذا قاضی مدعا علیہ سے مدعی کی ملکیت کا سوال کرے گا، اگر مدعی علیہ اس کی ملکیت کا انکار کرے تو قاضی مدعی کو کہے گا کہ اپنی ملکیت پر گواہ پیش کر، تو اگر وہ گواہ لائے سے عاجز ہے اور مدعی علیہ سے اس پر قسم لینے کا مطالبہ کرے تو قاضی مدعی علیہ سے یوں قسم لے کہ مدعی جس بنا پر شفعہ کر رہا ہے تو اس ذکر کردہ پر اس کی ملکیت کو جانتا ہے، تو مدعی علیہ اگر قسم سے انکار کرے یا شفعہ کے گواہ شہادت دے دیں یا خود مشتری اس کی ملکیت کا اقرار کر دے تو جس دار کی بنا پر شفعہ طلب کرتا ہے اس کی ملکیت شفعہ کے لئے ثابت

اذا تقدم الشفع ، و ادعى الشراء و طلب
الشفعة عند القاضی ، و لم یقبل
یشع من شروطه ، اقبل علی
المدعی علیہ فساله عن الدار التي
یشفع بها هل هي ملك الشفع ام لا ، و
امت کانتھی فی يد الشفع وھی تبدل
علی الملك ظاهراً ، لان الظاهر لا یصلح
للاستحقاق فلا بد من ثبوت ملك بحجة
فیسأله عنه فامت انكر امت یکون
ملكاً یقول للمدعی اقم البیتة
انها ملكك ، فامت عجز عن
البیتة و طلب یمینہ استحلقت
المشتری بالله ما یعلم
انه مالک للذاعب ذکره
ما یشفع به ، فامت
نکل او قامت للشفع بیمنہ ،
ادقر المشتري بذلك ثبت
ملك الشفع فی الدار التي
یشفع بها و ثبت السبب
و بعد ذلك یسأل القاضی

المدعی علیہ هل اشتريت
امر لا الم ملخصاً۔

جو جائیگی یوں شفعہ کا سبب ثابت ہو جائیگا، اس کے
بعد قاضی مدعی علیہ (مشتری) سے سوال کرے کیا تو نے
یہ دار خرید ہے یا نہیں انظر ملخصاً (د ت)

اس مقدمہ میں ظاہر ہے کہ مدعا علیہا ملک شفیع کی منکر ہے، نہ شفیع نے حلف چاہا نہ اس نے حلف
سے انکار کیا، تو صرف صورت شہادت رہی، اور وہ محض ناکافی گزری، یہاں شہادت اس مضمون کی درکار
ہے کہ دار مشغوعہ کی بیع سے پہلے دار مشغوعہ بہا شفیع کی ملک تھی، اور اب ملک اس کی ملک ہے ہائے
علم میں جب سے اب تک اس کی ملک سے خارج نہ ہوئی۔ بحیث و ہندیہ میں ہے،

ان یقر المدعی علیہ بشراء الدار ویسکر
کون المدعی شفیعہا بالدار التی حدھا
وینکر کوست الدار التی حدھا ملک المدعی
احضر المدعی الشہود و شہد کل منہم
(ملخصاً)

مدعی علیہ دار کی خریداری کا اقرار کرے اور شفیع جس
مکان کی بنا پر مدعی ہے اس کے شفیع ہونے کا
انکار کرے اور مدعی کے بیان کردہ دار پر مدعی کی
حکیت کا انکار کرے تو مدعی گواہ پیش کرے اور ہر گواہ
شہادت دے (ملخصاً)۔ (د ت)

مگر اسی میدان میں کہ خانہ مکہ بطلوں موضع ست حد ہائے
دے کہ اذکذا ملک اس مدعی ہو پیش اندانکہ
اس مدعی علیہ ہر اس خانہ را خرید و بر ملک دے
ماند تا امروز و امروز اس خانہ ملک اس مدعی ست۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ جو مکان فلاں موضع میں ہے
اس کی حد و دیوٹی یوں ہیں وہ اس مدعی کی
حکیت میں مدعی علیہ کے اس خاص مکان کو خریدنے
سے قبل تھی اور آج یہ مکان اس مدعی کا
ہے۔ (د ت)

اور یہ اس لئے کہ اگر وقت بیع دار مشغوعہ بہا ملک شفیع میں نہ تھا، تو اس کے سبب سے اس میں
استحقاق شفیع نہیں ہو سکتا اگرچہ بعد بیع یہ دار مشغوعہ بہا وراثت یا بیع یا ہبہ یا وصیت وغیراً سے
ملک مدعی میں آجائے۔ عالمگیریہ میں ہے،

الشفعة شرطها ملك الشفيع وقت
الشراء قبل الدار التی یاخذ بها

شفعہ کی صحت کے لئے یہ شرط ہے کہ جس دار کی
بنا پر شفوعہ کا دعویٰ ہے اس پر مشتری کی خریداری

تک شفیع کی ملکیت قائم ہو۔ (ت)

اسی میں ہے ۱

ساجل او صولہ بدار، ولم یعلم حتی بیعت دار یجنہا، ثم قبل الوصیۃ فلا شفۃ لہ
ایک شخص نے اس کے لئے ایک مکان کی وصیت کی حالانکہ اس کو ابھی تک وصیت کا علم نہ ہوا حتی کہ اس مکان کے پڑوس میں کوئی مکان فروخت کیا اس کے بعد اس کو علم ہوا تو وصیت قبول کی، قراب شفۃ نہ ہوگا۔ (ت)

اور اگر شفیع بعد بیع و طلب شفۃ قبل قصائے قاضی دار مشغوع بہا کو بیع کر دے، تو شفۃ ساقط ہو جاتا ہے۔ در مختار میں ہے،

یطلبہا بیع ما یشفع بہ قبل القضاء بالشفۃ مطلقاً
جس کے سبب شفۃ کا حق ہو اس کو قاضی کے فیصلہ سے قبل فروخت کر دینا شفۃ کو مطلقاً باطل کر دیتا ہے (ت)

تو لازم ہے کہ قبل بیع دار مشغوع سے اس وقت تک مشغوع بہا میں شفیع کی بلک ستر پر شہود شہادت دیں، اس کی طرف کچھ میلان اس مقدمہ میں بطا بہ حرف لیا دالین خاں کے بیان میں ہے کہ اس مکان مشغوع کے پورب کی جانب مکان اصغر علی خاں موروثی واقع ہے، اور روز قبل بیع مشغوع سے اس وقت تک وہ اس پر مالک و قابض ہیں، اور حقیقتہً دیکھتے تو اصلاً اسے بھی اس مطلوب سے مس نہیں، مکان مشغوع سے پورب کی جانب ہزاروں میل تک ہے، نہیں معلوم کہ گواہ جس مکان کو اصغر علی خاں کا موروثی و ملوک بلک ستر بتا رہا ہے، کس محلے بلک کس شہر میں واقع ہے، جبکہ دار مشغوع بہا کی طرف نہ اشارہ نہ اس کے حدود کا بیان تو صرف اتنی تقریب کہ وہاں پورب کو سب کیا کام دے سکتی ہے، باقی آٹھ گواہوں سے چار نے تو شفیع کا اصرار ذکر ہی نہ کیا، صفدر علی خاں ولد نثار علی خاں نے اتنا کہا کہ یہ بات کہہ کر اصغر علی خاں اپنے مکان موروثی میں گئے، اصغر علی خاں کو چہ غیر نافذہ میں اپنے مکان موروثی کے دروازہ پر بیٹھے تھے، میں نے آٹھ روز سے نماز نہیں پڑھی، وارثی منظر کی جو برابر ہے اس کا بھی وہی حال ہے، اس سے یہ بھی

۱۶۱/۵	فرانی کتب خانہ پشاور	الباب الاول	کتاب الشفۃ	لہ ناوی ہندیۃ
۱۶۲/۵	"	"	"	"
۲۱۵/۶	مطبع مجتہائی دہلی	باب ما یطلبہا	"	لہ در مختار

نہ کھلا کہ اصغر علی خاں کا مکان موروثی دار مشغوعہ کے عمل میں واقع ہے یا شہر کے دوسرے کنارے پر، تو مشغوعہ بہا کی ملک سے اس میں بھی اصل بحث نہیں۔ علی بہادر خاں نے کہا "سید تصور شاہ کے مکان سے پورب کو مکان موروثی مدعی کا ملا ہوا ہے" معلوم نہیں تصور شاہ کے کس مکان سے؛ ہاں دو گواہیاں ملک مشغوعہ بہا کا پتا دے رہی ہیں۔ صفدر علی خاں و دل عباس خاں نے کہا "مکان موروثی مدعی سے کھر علی مکان متنازعہ کے وکھن کو دیوار درمیان میں ہے" اس سے جارحانہ ہونا معلوم ہوا، اگرچہ مدعی خلیط فی البیعیہ ہونے کا مدعی ہے بشیر الدین خاں نے کہا جس مکان کی کوٹھی کی اراضی فروخت ہوئی ہے اس مکان سے پورب کی جانب کو مکان اصغر علی خاں کا ہے، اور وہ مکان اصغر علی خاں کا موروثی ہے ان دونوں مکانوں کا راستہ بھی ایک ہی کوچہ میں ہے "اور یہی گواہ بلقدر سید محمد شاہ بنام شہنشاہی گچم مذکورہ بیان کر چکا ہے کہ اسس کی ڈارحی چٹکی میں آجاتی ہے، اولی ڈارحی کتروانا تھا اب تو یہ کر لی اب نہیں منڈا سنے گا، ان سب گواہوں میں یہی گواہی چست ہے کہ اسس نے ان غفلوں سے کہ جس مکان کی کوٹھی کی اراضی فروخت ہوئی ہے" اپنے تنگ خیال کے مطابق تقسیم مکان بھی کی اور دونوں کا راستہ ایک ہی کوچہ میں جو سنے سے خلیط فی حق البیعیہ بھی بنایا، مگر تمام نقائص سے قطع نظر کہ ان میں سے کسی نے مورث کا نام نہ لیا، اس کی تاریخ موت بتانا تو بڑی بات ہے، تو بڑی موروثی ہونے سے کیا کھلا کہ یہ مکان کب سے اصغر علی خاں کی ملک ہے، لیکن کہ وہ مورث جس کے ترکہ سے یہ مکان مدعی کو وراثتہ بعد بیع دار مشغوعہ مراد ہو، تو اس مکان کے ذریعہ سے مدعی کو کیا استحقاق شفعہ ہو سکتا ہے، شہادت اس لئے ہوتی ہے کہ حق حاکم پر ظاہر ہو، ان شہادتوں کا اجمال و اہمال یہ ہے کہ مجوز نے فیصلہ میں کہا کہ گواہان مدعی نے یہ نہ بیان کیا کہ مدعی مورث کا بیٹا ہے یا بھائی ہے یا کون ہے "جب خاصی کو مورث کا ہی پتا نہ چلا تو تاریخ موت کیونکر معلوم ہو سکتی ہے جس سے جانا جائے کہ دار مشغوعہ بہا عند البیعیہ ملک شفیع تھی یا نہیں، و جرم شہادتیں محض عمل ہیں اور دعویٰ اصل پایہ ثبوت کو نہ پہنچا۔ رد المحتار میں ہے،

لو قالوا انہما لہذا الجار لایکن کما فی
المحیط^۱

اگر دونوں گواہ یہ کہیں کہ مکان اس پڑوسی کا ہے تو کافی نہیں، جیسا کہ محیط میں ہے۔ (۱) ت

لہذا واجب تھا کہ دعویٰ خارج ہو، جیسا کہ مغنی ریاست نے کیا، اور لازم ہے کہ اپیل نام منظور ہو۔ (۱) ت
تعالے اعلم۔

(۲) حکام شریعت علامہ ملت کے حضور تمام کاغذات مقدمہ سید محمد شاہ مدعی بنام شہنشاہی بیگم مشترکہ و قصورہ بائع مدعا علیہا نمبری ۲۵ دعویٰ شفیعہ برارضی واقعہ کٹرہ جلال الدین خاں، فیصلہ مفتی ریاست رامپور واقع ۲۲ دسمبر ۱۹۰۷ء کی نقول باضابطہ حاضر کر کے معروض کہ شرع شریعت کے حکم سے اس مقدمہ میں فیصلہ بحق مدعا علیہا ہونا صحیح ہے یا کیا؟ بیتوا تو جبروا۔

الجواب

اس مقدمہ کے متعلق عرضی دعویٰ وجواب دعویٰ از جانب شہنشاہی بیگم، اور جواب از جانب مدعی و انظاراً عثمان خاں و عبد الرزاق خاں و سید دلاور علی و نھو خاں و بشیر الدین خاں و عبد الغفار خاں گواہان مدعی و نیاز حسین خاں و عزیز محمد خاں و امین الدین خاں و سعید الدین خاں گواہان مدعا علیہا و روبکار مفتی صاحب حاکم مجوزہ کے نقول باضابطہ فقیر کے سامنے پیش ہوئیں، اس دعویٰ کی حالت دعویٰ اصغر علی خاں مدعی بنام شہنشاہی بیگم مذکورہ سے بھی بدتر ہے شہود مدعی میں صرف تین گواہوں نے مکان مدعی ملک مدعی ہونے کی طرف توجہ کی، انہیں جملہ عبد الغفار خاں کا بیان ہے مکان جانب مشرق ملک بائع کا ہے، اور جانب غرب شفیع کا ہے، کچھا دوڑل مکان کا مشترکہ ہے۔ یہ گواہ ایک ایسے دو مکانوں کا قصبہ بیان کرتا ہے جس کا کچھا مشترک اور ان میں ایک ملک بائع، دوسرا شفیع کا ہے، مگر اس کی شہادت کچھ پناہیں دیتی کہ وہ مکان کس شہر یا شہر کے کس گوشہ میں واقع ہیں، شہادت میں نہ مکانوں کی تعیین، نہ ان کی طرف اشارہ، یہ شہادت اس پایہ کی ہے کہ مقدمہ اصغر علی خاں بنام شہنشاہی بیگم میں شہادت علی بہادر خاں تھی، نھو خاں نے کہا: یہ مکان سید محمد شاہ کا جس کی وجہ سے دعویٰ شفیعہ کیا ہے، موردی ہے، سید دلاور علی نے کہا: مکان شفیع کا ملک موردی ہے۔ لفظ اگر حسب مطلق تھا مگر انظار میں لکھا ہے کہ نشان دہی کر دی، تو انھیں دو گواہوں سے ملک مشغوع بہا کا پتا چلا شہنشاہی بیگم یہاں بھی مشغوع بہا میں ملک مدعی سے منکر ہے، اور مدعی نے نہ اُس سے حلف لیا نہ اس نے حلف سے انکار کیا، بلکہ مدعی نے شہادت پر اپنے کام کا طرہ رکھا، اور وہ حسب قاعدہ شرع لازم ہوئی کہ کسی شہادت میں یہ سب مشغوعہ سے پہلے مشغوع بہا کا ملک مدعی ہونا اور اب تک باق استمرار اُس کی ملک میں رہنا اصلاً ذکر نہیں، مقدمہ اصغر علی خاں میں اگرچہ عرضی دعویٰ ضمنی جمل تھا، مگر اب استفسار حاکم اور تفصیل نہ کر سکا، تو نام مرثہ تو بتا دیا، یہاں اس قدر بھی نہیں، یہاں مدعی یا بیان شہدائی کسی سے پتا نہیں چلتا کہ یہ مکان محمد شاہ کو بیع مشغوعہ کے کتنے عرصے بعد میراث میں ملا، بیع مشغوعہ ۱۶ دسمبر ۱۹۰۷ء کو ہوئی، اور شہادتیں ۱۳۹۹ جو فی ۱۹۰۷ء کی ہیں کیا اگر وہ جو فی ۱۹۰۷ء تک سید محمد شاہ کا کوئی مرثہ باپ یا بھائی یا چچا وغیرہ اس مکان مشغوع بہا کا مالک رہا، اور اس تاریخ اس کی وفات ہوئی، اور مکان ملک سید محمد شاہ میں آیا تو ۹ جون

کو گواہوں کا کہنا کہ یہ مکان شفیع کا موردی ہے، غلط ہوگا، ہرگز نہیں، فردر صحیح و حق ہوگا، مگر مدعی کے کسی معرفت کا نہیں، اُنہیں کی ملک تو وقت بیع مشغوعہ سے پہلے ہو اور اب تک مستمر رہے، اس کا ثبوت درکار تھا، جس کا نام تک کسی شاہد نے نہ لیا، تو ایسی شہادتیں محض ناکافی و بے مستی ہیں، اور دعویٰ اصلاً پایہ ثبوت کو نہ پہنچا اجناس و ذخیرہ و محیط وغیرہ میں ہے۔

یَنْبَغِي أَنْ يَشْهَدَ أَنَّ هَذِهِ الدَّارَ الَّتِي بِجَوَارِ الدَّارِ الْمَبِيعَةِ مَلَكَ هَذَا الشَّفِيعَ قَبْلَ أَنْ يَشْتَرِيَ هَذَا الشَّرِي هَذَا الدَّارَ وَهِيَ لَهُ فِي هَذِهِ السَّاعَةِ لِأَنَّهُ لَمْ يَخْرُجْ عَنْ مِلْكِهِ، فَلَوْ قَالَا إِنَّ هَذِهِ الدَّارَ لِهَذَا الْحَبَّاسِ لَا يَكْفِي لَهُ

گواہ یوں شہادت دیں کہ بیع مکان کے پڑوس میں یہ مکان اس مشتری کے اس مکان کو خریدنے سے قبل شفیع کی ملکیت میں اس وقت تک ہے اور اس کی ملکیت سے خارج ہونا ہمیں معلوم نہیں، تو اگر صرف یہ کہیں کہ یہ مکان اس پڑوسی کا ہے تو اتنا کافی نہیں ہے۔ (ت)

معہذا شہنشاہی بیگم کی طرف سے جو شہادتیں نیاز حسین خاں و عزیز محمد خاں و سید الدین خاں نے دیں، وہ اُنہیں بیانے پر جو آج کل تمام ہمسد میں رائج اور جملہ مقدمات اور خود اس مقدمہ میں مدعی و مدعی علیہ سب کے شہود اسی رنگ پر چلے اور چلتے ہیں، اس امر کا ثبوت دے رہے ہیں کہ سید محمد شاہ نے بعد بیع خبر بیع سن کر تسلیم شفیع کر دی، اور طلب سے انکار کیا، اگر یہ پایہ مقبول نہیں تو خود شہادت شہود مدعی ایک اور وجہ سے مردود ہوئی، اور مقبول ہو تو بطلان شفیع ثابت ہو گیا، جیسا کہ فیصلہ میں مذکور ہے، ہر حال دعویٰ شفیع محض نا ثابت ہے، اور اپیل اصلاً قابل منظوری نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۱

کیا فرماتے ہیں علما نے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک بیعنامہ مکان کا قبل نکاح بنام زبیدہ جس کا نکاح اس کے پسر کے ساتھ ہونے والا ہے، بدین مضمون لکھ کر زبیدہ کی وصولیابی کا اقرار لکھ کر معاف کر دیا، اس قسم کا بیعنامہ معافی کا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ اگر بعد نکاح زید یا اس کے ورثہ انکار وصولیابی زبیدہ کا کر کے کہیں کہ بیعنامہ بطور قرض مکا گیا تھا، شرعاً قرض قرار پائے گا یا نہیں؟ اور کبھی شفیع کی شفیع اس قسم کے بیعنامہ میں ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینو اتوجروا۔

میں کہ فلاں ابن فلاں ساکن داسپورہوں جو کہ ایک منزل مکان چنیں و چناں واقع داسپورہ محمدودہ ذیل

ملوک و مقروض میرا ہے، وہ اب میں نے بحالت صحت نفس و ثبات عقل و اجارہ و رغبت اپنے مع جمیع حقوق و مراعاتی بوجہ مبلغ پانچ سو روپیہ چہرہ دار چہرست مسماۃ زبیدہ، جس کا نکاح حسب خواہش میری بکریس نطفے میرے سے بتاریخ امروز ہوگا، بیچا اور بیع کیا میں نے اور مکان بطریق مشترکہ مذکورہ کو مکمل ذات اپنی کے مالک و قابض کر دیا، میں نے ذرثین تمام و کمال مشترکہ سے وصول پایا، میں نے یعنی ذرثین اس کا بوجہ جیت خطری بکریس مذکور کے ذریعہ مشترکہ کو معاف کیا میں نے، پس بخشش و معافی مجھ کو اور قائم مقامان میرے کو دعویٰ ذرثین کا نہیں ہے اور نہ بوجہ تقابلین البیہین واقع ہوا اب مجھ بائع کو مکان بیسے کچھ سروکار نہ رہا، اگر کوئی سہیم یا شریک پیدا ہو تو جواب وہ میں بائع ہوں۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں بیع مطلقاً صحیح ہے، اور اگر ایجاب و قبول بیع قبل معافی ثمن واقع ہوئے تھے تو معافی ثمن بھی صحیح ہے، اب زبیدہ وارثان زبیدہ کو اس جائیداد خواہ اس کے ذرثین میں اصلاً دعویٰ نہیں پہنچتا، ہاں اگر قبل قبول مشترکہ یا وکیل مشترکہ معافی ثمن بائع نے مکمل اور اس کے بعد مشترکہ کی طرف سے قبول واقع ہوا تو معافی صحیح نہ ہوگی، بیع صحیح ہوگی، اور ثمن دینا آئے گا جب تک بائع بعد قبول مشترکہ ثمن معاف نہ کرے، رہا شفعہ وہ ہر حال میں ثابت ہے، اگر ذرثین معاف ہو جائے، کل ثمن کے عوض شفعہ اگر ٹھہرا بجالائے گا، لے لے سکے گا کہ ثمن کی معافی سے شفعہ کا فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ عالمگیری میں ہے،

اذا حط كل الثمن او ذهبه او ابراء عنه ، فان كان ذلك قبل قبض الثمن صحح البطلان
جب مشتری کو بائع تمام ثمن ساقط کر دے یا ہبہ کر دے یا ثمن سے اس کو بڑی کر دے تو اگر ثمن پر بائع کے قبضہ سے قبل جو توبہ سب جاتا ہے اگر توبہ

رد التماس میں ہے،

قال في الذخيرة اذا حط كل الثمن او ذهب او ابراء عنه ، فان كانت قبل قبضه صحح البطلان ولا يلحق باصل العقد ، في البدائع من الشفعة ولو حط جميع الثمن ولا يسقط عنه شيء لان
ذخیرہ میں فرمایا، اگر تمام ثمن ساقط کر دے یا ہبہ کر دے یا اس کو بڑی کر دے اگر ثمن پر اپنے قبضہ سے قبل کرے تو سب صحیح ہے اور یہ ثمن چھوڑنا اصل عقد سے ملحق نہ ہوگا۔ بائع کے شفعہ میں ہے اگر بائع نے مشتری سے کل ثمن ساقط کئے تو وہ شفعہ سے

حاصل الثمن لا يلتحق باصل العقد،
لأنه لو التحق لبطل البیع لانه یكون بیعا
بلا ثمن فلم یصح المحط فی حق التشفیع و
صح فی حق المشتري، وكان ابراء له عن الثمن
ساقطاً نهی ہو گئے کیونکہ کل ثمن کا اسقاط اصل عقد سے
ملحق نہیں ہوتا کیونکہ اگر اصل بیع سے ملحق ہو تو بیع
باطل ہو جائے، اس لئے کہ وہ بیع بلا ثمن قرار پائے گی،
تو وہ تشفیع کے حق میں اسقاط نہ ہوگا، مشتری کے حق
میں صحیح ہوگا اور مشتری کو ثمن سے برأت ہوگی (۱۵۵ دت)

فتاویٰ قاضی خان میں ہے،

قال بعتك هذا الشيء بعشرة دراهم وذهب
لك العشرة ثم قبل المشتري البیع حیوان
البیع، ولا یبرأ المشتري عن الثمن
لا یجب الا بعد قبول البیع، فاذا ابراء
الثن قبل القبول كانت ابراء قبل السبب
فلا یصح آء۔ والله تعالیٰ اعلم۔
ہائے نے کہا میں نے تجھ پر چیز دس درہم کے بدلے
خودخت کی اور میں نے تجھے وہ دس اہ کے پھر مشتری
نے بیع قبول کر لی تو بیع صحیح ہو گیا اور مشتری ثمن سے
بری نہ ہوگا جبکہ ثمن کا وہ بیع کو قبول کرنے کے بعد
ہوتا ہے اگر قبول کرنے سے قبل مشتری کو بری کر دے
تو یہ سبب سے قبل بری کرنا ہوگا جو صحیح نہیں ہے (۱۵۵
۱۵۵ دت)

مسئلہ از بدایہ سوانح مرسلہ نواب عبداللہ خان ۳ ربیع الاول شریف ۱۲۲۵ھ
عنہی الذہب چار کوہانی غیر مقلد پر حق شفعہ حاصل ہے یا نہیں؟ بیتوا تو جہد ۱۔
الجواب

جیشک حاصل ہے، تمام کتب فقہ میں حکم شفعہ عام مطلق ہے، ہاں یہ میں ہے،
الشفعة واجبة للخیط فی نفس البیع، ثم
للخیط فی حق البیع کشر و الطریق، ثم
للجارینۃ
میں بیع میں شریک کو شفعہ کا حق لازم ہے پھر بیع
کے حقوق میں شریک کو جیسے زمین کو سیراب کرنے والے
پانی اور اس کے راستے میں شرکت ہو، اس کے
بعد پڑوسی کو حق ہوگا۔ (۱۵۵ دت)

سہ رد المحتار کتاب البیع فصل فی التعرف فی البیع و الثمن دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۶۷/۴
سہ فتاویٰ قاضی خان کتاب البیع فصل فی احکام البیع الفاسد (لوکشر مکتبہ ۳۲۹/۴
سہ البدایہ کتاب الشفعہ مطبع یوسفی مکتبہ ۳۸۶/۴

درختار میں ہے۔

سببھا اتصال ملاك الشفيع بالمشقوى بشوكة
ادجوارہ

شفعہ کا سبب خرید کردہ کے ساتھ شفیع کی ملک کا اتصال
بطور شرکت یا بطور پڑوسی ہو۔ (ت)

اسی میں ہے۔

الشفعة للجار الملاصق

شفعہ کا حق متصل پڑوسی کو ہے (ت)

عالمگیری میں ہے۔

اذا سلم الخلیط وجبت للجار

جب شریک شفعہ چھوڑ دے تو پھر پڑوسی کا حق
ہے۔ (ت)

اسی میں ہے۔

للجار حق الشفعة اذا كان الجار قد طلب الشفعة

پڑوسی کو شفعہ کا حق تب ہے کہ اس نے بیع کو سنے
ہی طلب کی ہو۔ (ت)

حین سمع البیع

قاضی خاں میں ہے۔

الشفعة حق شرع فطر لمن كان شریکاً ادجواراً

حق شفعہ شریک یا پڑوسی کی رعایت کے لئے مشروع ہے
بوقت بیع۔ (ت)

عند البیع

اصلہ کہیں یہ قید نہیں کہ بائع یا مشتری کا مقصد ہونا ضرور ہے ورنہ حق شفعہ نہ ہوگا جو اس کا ادعا کرے کسی
کتاب معتبر میں دکھائے بلکہ ہرگز نہ دکھائے گا، اور جب تمام کتب میں حکم بلا شبہ عام ہے، تو اپنی طرف سے
تخصیص کب قابل ممانعت ہے، تا واقعہ جاہل کو یہاں ڈھری شیعہ عارض ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ غیر مقصد
شفعہ جار کا قائل نہیں، قزوٰی اپنے زعم میں اس مطالبہ سے بری ہے، دوسرے یہ کہ غیر مقصد بہت مسائل
اصول دین میں جہل حق کا مخالف ہے، وہ ایک دین ہی پیدا کرتا ہے، تو ہمارے دین کے احکام اُسے
شامل نہ ہونگے، اور دونوں شبہ محض باطل و بے معنی ہیں، کتابوں میں صاف تصریح ہے کہ اگر کھلے کافر نے

۲۱۰-۱۱/۲	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب الشفعة	سکھ درختار
۱۶۶/۵	فردانی کتب خانہ پشاور	کتاب الشفعة	سکھ فتاویٰ ہندیہ
۱۶۶/۵	"	"	سکھ " "
۸۹۰/۴	فرکشر دکن	"	سکھ فتاویٰ قاضیخان

دوسرے کے ہاتھ مکان چھا اور مسلمان اس کا شفیع ہے، مسلمان کو شفعہ ملے گا، تو کھٹے کفار جن کے یہاں شفعہ سرے سے کوئی چیز ہی نہیں، اور وہ صراحتہ نفس اسلام سے منکر ہیں، جبکہ اپنے خیال میں عدم شفعہ یا مخالفت دین کے سبب شفعہ سے بڑی نہ ہوئے، تو غیر مقلد کو اصل شفعہ کا قائل ہے، اگرچہ شفعہ جو امر میں کلام کرے، اور دین اسلام کا دعویٰ رکھتا ہے اگرچہ اپنے دعوے میں غلط کار ہو، کیونکہ اپنے خیال یا مخالفت مذہب کے باعث شفعہ سے بڑی ہو سکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

لو اشتری ذمی من ذمی دارا بخمر او خنزیر
و شفیعها ذمی او مسلمہ وجب الشفعة عند
اصحابنا۔
اگر کسی ذمی نے ذمی سے مکان بعوض شراب یا
خنزیر خریدا اور اس پر شفعہ کر لیا ذمی ہو یا مسلمان
ہو اس کو ہمارے اصحاب کے نزدیک شفعہ کا
حق ہے۔ (ت)

فتاویٰ قاضی خانی میں ہے،

المسلم والكافر والكبير والصغير والذكر
والانثی فی الشفعة لهم وعليهم سواء۔
مسلمان، کافر، بڑا، چھوٹا، مرد اور عورت
شفعہ ان کے حق میں ہو یا خلافت ہو سب
برابر ہیں۔ (ت)

آیہ میں ہے،

اذا اشتری ذمی بخمر او خنزیر امن کانت
شفیعها مسلما اخذ بقيمة الخمر والخنزیر
وبا لاسلام یناکد حقہ لان یتطل۔
منقطعاً۔
جب شراب یا خنزیر کے عوض کسی ذمی نے مکان خریدا
اگر مسلمان شفعہ کا حقدار ہو تو شراب اور خنزیر کی
قیمت کے عوض شفعہ حاصل کرے گا، اسلام اس کے
حق کو مضبوط بناتا ہے نہ کہ باطل کرتا ہے اور منقطعاً

بالجملہ ما علیہ اپنے کسی خیال و مذہب کے باعث اس حق کو مدعی کے لئے باطل نہیں کر سکتا، اور
وہ اس کی ظاہر ہے کہ شرع مطہر نے حق شفعہ شفیع دفع ضرر کے لئے مشروع فرمایا ہے، مدعی کہ اپنا ضرر دفع کرنا
چاہتا ہے، ما علیہ یہ جواب کہ ضرر دے سکتا ہے کہ میرے خیال و مذہب میں تو اپنے ضرر کے دفع کا استحقاق نہیں

۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب الخامس عشر نوافی کتب خانہ پشاور ۱۹۲/۵
۲۔ فتاویٰ قاضی خان کتاب الشفعة مطبع نوکسور کھنہ ۸۹۰/۴
۳۔ البدایہ کتاب الشفعة باب طلب الشفعة مطبع روسفی نوکسور کھنہ ۲۹۰ - ۹۸/۴

رکھتا، ایسا جواب کب قابل التفات ہو سکتا ہے۔ ہدایہ میں ہے،

الاتصال علی هذه الصفة انما انتصب بسبب
فيه لدفع ضرر الجوار اذ هو مادة المضار
علی ما عرفت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
اس طریقت کا اتصال پڑوس کے ضرر کو
دفع کرنے کے لئے سبب ہے کیونکہ پڑوس
محل ضرر ہے جیسا کہ معروف ہے۔ واللہ تعالیٰ
اعلم (د ت)

مسئلہ ۳۳ مسئلہ محمد حیدر حسن خاں دہلوی ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان کا حصہ فروخت ہوا، شفیع جو خلیفہ فی نفس المبیع ہے اس نے خبر بیع سن کر فوراً طلب مواثبت کی، ادا کے وقت چند اشخاص شفیع کے پاس موجود تھے اور اس جگہ سے مکان جمید بھی نظر آتا ہے، شفیع طلب مواثبت کر کے خود اشخاص مذکورہ کو ساتھ لے کر مکان جمید کے پاس آیا، سب آدمی مکان کے دروازے کے پاس کھڑے رہے، شفیع مکان کے اندر چلا گیا اور وہاں پر وہ کرایا اور پھر اہر اگر سب آدمیوں کو مکان کے اندر لے گیا، تب شفیع نے طلب اشہاد ادا کی، شفیع اگر چاہتا تو جس جگہ اُس نے طلب اول ادا کی تھی اور وہاں سے مکان جمید بھی نظر آتا تھا اس جگہ طلب ثانی بھی ادا کر سکتا تھا۔ یہ امر دریافت طلب ہے کہ شفیع نے جو دو تاخیریں ادا کے طلب اشہاد میں کیں، یہ دونوں تاخیریں یا ان میں سے کوئی مبطل شفعہ ہے یا نہیں؟ بیئتو اتوجروا

الجواب

صورت مستضرة میں نہ شفعہ باطل ہوا نہ طلب اشہاد میں تاخیر ہوئی، ذیہاں طلب مکرر کی حاجت تھی، بلکہ وہی طلب مواثبت جو اس نے دار جمید کے منظر میں کی جہاں وہ مکان کے سامنے، اور حسب بیان زبانی سائل صرف پچاس قدم کے فاصلہ پر تھا، وہی وہ دونوں طلبوں کا کام دے گئی، اصل یہ ہے کہ یہاں طلب خصوصت سے پہلے دو طلبیں لازم کی ہیں، ایک بغور علم اگرچہ اس وقت وہاں اور کوئی نہ ہو، دوم احد العاقدین یا بیع کے سامنے، اور اگر وقت علم احد ابائین حاضر یا جمیع پیش نظر ہے، تو یہی طلب اول دوم دونوں ہو جائیں گی۔ پھر طلب اشہاد میں حاضرین سے یہ کہنا کچھ ضرور نہیں کہ تم گواہ ہو جاؤ، بلکہ فی الواقع دونوں میں سے کسی طلب میں گواہوں کا موجود ہونا ہی شرط نہیں، وہ صرف ثبوت دینے کے لئے درکار ہوتے ہیں جبکہ مشتری انکار کرے تو گواہوں کے سامنے طلب مواثبت منظر جمید میں کرنا بدرجہ اولیٰ طلب اشہاد

بھی ہے اگر گواہوں سے نہ کہا ہو کہ گواہ رجو، اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ اس کے بعد شفیع کا شہود کو دروازہ پر پھر اندر لے جانا اور طلب کرنا سب فضول و زوائد حاجت تھا، جس کی تاخیر کچھ عدم سے بھی شفیع کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا، درمختار میں ہے،

لو اشہد فی طلب المواثیۃ عند احد هؤلاء ای
البائین والبیع کفایہ وقام مقام
الطلبین۔
اگر شفیع طلب پر ان میں سے کسی کے پاس گواہ بنائے
یعنی خرید و فروخت کرنے والوں اور بیع کے پاس تو
اس کو کافی ہے اور یہ عمل دونوں طلب کے قائم مقام
ہو گا۔ (ت)

عالمگیری میں ہے،

انما یحتاج الی طلب المواثیۃ ثم الی طلب
الاشہاد بعدہ اذا لم یکنہ الاشہاد عند
طلب المواثیۃ بان سمع الشراء حال غیبة
عن المشتري والبايع والبار، اما اذا سمع عند
حضرۃ هؤلاء الثلاث ای احدہم کما
لا یخفی، واشہد علی ذلک فتدلیک یکنیہ،
ویقوم مقام الطلبین، کذا فی خزائن
المفتیین۔
طلب مواثیث کے بعد طلب اشہاد کی ضرورت تب
ہو گی جب طلب مواثیث پر وہ گواہ بنائے، مثلاً بیوں
کو شفیع نے خریداری کی خبر مشتری، بائع اور بیع مکان
سے غائب ہوئے پر کسی لیکن جب ان کی موجودگی میں
نہیں ہو اور اس وقت گواہ بھی اس طلب پر قائم کرنے
ہوں تو اسے کافی ہے اور یہ عمل دو طلب کے قائم مقام
ہو گا۔ خزائن المفتیین میں اسی طرح ہے۔
(ت)

تافیینان و عقود الدریہ وغیرہا میں ہے،
انما سمی الثانی طلب الاشہاد لان الشہادۃ
شروط بل لتکنہ اثبات الطلب عند جحد
الخصم۔
تافیینان و عقود الدریہ وغیرہا میں ہے،
انما سمی الثانی طلب الاشہاد لان الشہادۃ
شروط بل لتکنہ اثبات الطلب عند جحد
الخصم۔

نتائج الافکار میں ہاتھ سے ہے،

۲۱۲/۲	مطبع مجتہبی دہلی	باب طلب الشفیعۃ	۱۰۳/۵
۱۰۳/۵	نورانی کتب خانہ پشاور	فصل فی الطلب	۸۶۱/۲
۸۶۱/۲	فولکشور لکھنؤ		

بطان شفعہ پر گئی یا نہیں؟

(۳) گواہوں کے سامنے اگر طلب بروجر شرعی کر لی اور یہ نہ کہا کہ گواہ ہو جاؤ، تو طلب اشہاد میں کوئی خلل ہے یا نہیں؟

(۴) اگر طلب اول بروجر کافی ایسے طور پر نہ کی کہ طلب اشہاد کے بھی قائم مقام ہوتی، اور محسوس کارہ والی مذکورہ سوال دوم غلط میں لایا، تو یہ دلیل اعراض و مسقط شفعہ ہے یا اس قیاس پر کہ مصر واحد میں اقرب کو چھوڑ کر البعد کے پاس جانے سے حرج نہیں ہوتا شفعہ باطل نہ ہوگا؟

(۵) طلب اول کے مبالغہ مدعی و مشاہد ان نے بیان کئے ہیں، کیا وہ کافی دوائی ہیں جن سے وہی طلب قائم مقام طلبیں ہو جائیں گی یا نہیں؟ بالآخر حکم اخیر مطلوب ہے کہ اس روئے دوسل کی رو سے شفعہ ثابت ہے یا ساقط؟ یتنوا تو جہودا۔

الجواب

کافذات ملاحظہ ہوئے، پہلے تین سوالوں کا وہی جواب ہے جو قبل ملاحظہ مسل لکھا گیا تھا۔ شرح مطہر نے دو باتیں لازم فرمائی ہیں، ایک طلب بنور علم دوم اس طلب کا تعیین مطلوب بالکے یا مشتری یا مشغوع کے سامنے ہونا طلب دوم کی اتنی ہی حقیقت ہے خاص اس لفظ کی گواہ ہو جاؤ، کچھ حاجت نہیں، نہ یہ کہنا و جنس حقیقت اشہاد ہے، اشہاد اعطائے ماخذ ہے یعنی دوسرے کے لئے اپنے تصرف پر تحصیل شہادت اور یہی ہے کہ حصول شہادت کے لئے شاہد کے سامنے صحت وقوع درکار ہے، نہ یہ کہ متصرف اُسے اشہاد باللسان بھی کرے، یہاں تک کہ اگر متصرف بعد تصرف شاہد کو شہادت سے منع بھی کر دے، اصل مؤثر نہیں۔ فتح القدر میں ہے :

الاتفاق حل ان من سمع اقرار رجل، له ان يشهد عليه بما سمع منه، وان لو يشهد بل ولو صنع من الشهادة بما سمع منه۔
اس پر اتفاق ہے کہ جس نے کسی شخص کا اقرار سنا تو اس کو یہ حق ہے کہ اس کی سنی بات پر گواہی دے اگرچہ اقرار کرنے والا اس کو گواہ نہ بنائے، بلکہ وہ گواہی سے منع کرے تو بھی گواہی دے سکتا ہے (ت)

اور جب حصول شہادت بے اس قول کے گواہ ہو جاؤ ثابت ہے، تو جو تصرف متصرف بمشہد شہود اس لئے کرے کہ وہ شاہد ہو جائیں، قطعاً وہ شاہد ہو جائیں گے، اور قطعاً ان کے لئے اس وصف شہادت کا حصول اس لئے

چاہا، اور اسی کے فعل مذکور سے یہ وصفت اُن کو حاصل ہوا، تو یہ مشبہ اس نے دونوں کے لئے تحصیل شہادت کی، اور اسی قدر حقیقت اشہاد ہے، قال اللہ تعالیٰ واشہدوا ان تبايعتم خريد وفروخت کرتے وقت اشہاد کرو۔ وقال اللہ تعالیٰ واشہدوا ردی عدل منتہ جب طلاق دو بار رجعت کرو اپنے میں سے رد ثلث کو گواہ کرو، عالم میں کوئی اس کا قاضی نہیں کہ عقد و فسخ میں گواہ کرتے وقت مقصد کا زبان سے یہ کہنا ضرور ہے کہ گواہ ہو جاؤ، بلکہ طلب دوم غراء اول کسی میں نفس وجود شہود میں ضرور نہیں، لکن نص علیہ فی البدایہ والخانیۃ والمحیط والایۃ وغیرہا (بسیا کہ اس پر بدائع، خانیۃ اور محیط کی نصوص میں اور بدایہ وغیرہ میں اس کی طرف اشارہ ہے۔) بلکہ مقصد شرع وہی دو باتیں ہیں، ایک طلب فوری، دوسرے محضر، اور اثنائے میں طلب بقیہیں۔ اکثر یہ ہوتا ہے کہ شفیخ کو خبر ریح دہاں پہنچتی ہے کہ عاقدین وہیں سے کچھ حاضر نہیں، ناچار دو طلبوں کی حاجت ہوتی کہ محضر کا انتظار کرے تو فوری جاتا ہے، اور فقط فوری پر قانع ہوتا محضر نہیں، اور جب خبر عینی محضر میں پہنچی تو تعدد طلب کی مصلحت حاجت نہیں، طلب واحد ہی دونوں کا کام دے گی،

لا اجتماع الفوری والمحضر معا، والمسئلة دوارة	فوریۃ اور عاقری دونوں کے اجتماع کی وجہ سے،
فی الکتب، وقد ذکرنا بعض نصوصہا، ولا	جبکہ مسئلہ کتب میں مآثر سے اور ہم نے بعض
تنس ما قدمنا من معنی الاشہاد و من	کتب کی نصوص ذکر کر دی ہیں اور ہمارا بیان معنی اشہاد
حقیقة طلب الاشہاد، کیلا تنزل من ظاہر	اور طلب کی حقیقت کو نہ بھولنا تاکہ تربست ہی کتب کی
کثیر من العیارات.	ظاہر عبارات سے نہ پھیلے (ت)

جواب سوال چہارم صرحت مستفسرہ میں ضرر شفع باطل ہو جائے گا، اور قریب کو چھڑا کر بعید کی طرف جانے سے استثناء محض باطل و غرر القیاد، معروضہ میں اس کا جواز اس صورت میں ہے کہ بعید تک جانے میں قریب پر گزر نہ ہو، اور اگر راہ میں قریب پر گزرا اور اسے چھڑا کر بعید کی طرف گیا، قطعاً شفع باطل ہو جائے گا، اور یہ ضرور دلیل اعراضی ہے۔ محیط، شرحی، یزازیہ، خانیۃ، ہندیہ وغیرہ عامہ کتب میں ہے،

لو کان الكل فی مکان حقیقة و طلب مت

اگر یہ تمام امور بر محل پائے جائیں اور بعید جگہ والے کو

ابعدھا وتوکل الاقرب جاز۔ فکذا ھذا الا
ان یصل الی الاقرب ویذهب الی الا بعد
فینفذ تبطل یت

طلب کرے اور قریب ملنے کو چھوڑ دے تو جائز ہے تو
تویر بھی ایسے ہے، ہاں اگر قرب پر پہنچ کر ابعد کی
نظر پڑے تو اس وقت شفعہ باطل ہو جائیگا۔ (ت)

اور یہاں بھی چو، بیرون، ربی غلبہ شہادہ رکھتا تھا، اور اسے چھوڑ کر اندر گیا، اور پردہ کر لیا، اور شہادہ
کو لے گیا، اس وقت غلبہ کی تویر اگر قرب پر نہ رہا، اس کی نفرت جانا پڑا، اور نہ وہ بطل شفعہ ہے۔

جواب سوال پنجم بیان مدی وراہان مدی کے ملاحظہ سے جو کچھ نظر آتی ہے واضح ہوتا ہے
ہی الفاظ کا کافی ہونا ہے، حاکم کی تعیین اشارہ سے ہوتی ہے اور مناسب کی تسمیہ سے، کہ وہاں ذکر مدد و شہادہ
مکتب علی راہیں اور وہیں سے مال ہیں، اور تعریض سے کہ بھول کی طلب یہ نہیں، علامہ و حسیہ
امام کروری میں ہے،

یتحق بطلب، و ہونوعان موثباتہ وقد ذکرہ
اشہاد و ہوان یشہد قائلًا اطلبہا او عبارة
یفہم منها طلب الدار وینکر الحد و یت
شفعہ طلب کر دیا ہوں، یا کوئی اور عبارت جس سے جس مکان کی طلب بھی جائز ہے، کہ اگر گواہ بنائے، اور مکان
کے حدود بھی ذکر کرے۔ (ت)

محیط سرخسی و فتاویٰ عالمگیری میں ہے،
انما یصلح طلب الاشہاد بحصرۃ المشترک او
ابائہ او البیوع، فیقول عند حضرة واحد
منہم، ان فلانا اشتري هذه الدار و دارا
وینکر حدودھا الاربعۃ الخ۔

مشتري یا بایع یا بیع کے پاس یوں کہ فلاں نے
یہ مکان خریدا اور اس کی حدود اور بعدہ کو ذکر کرے تو
طلب درست ہوگی الخ۔ (ت)

فتاویٰ ذخیرہ و نتائج الافکار میں ہے،
صورة هذه الطلب ان يحضر الشفيع عند
اس طلب اشہاد کی صورت یہ ہے کہ شفیع اس مکان

- ۱۴۲/۵ نورانی کتب خانہ پشاور باب الثانی
۱۶۳/۶ " " کتاب الشفعہ باب الشفعہ
۱۴۲/۵ " " " " باب الثانی

الدار ویقول ان فلانا اشتري هذه الدار او
يحضر المشتري ویقول هذا اشتري من
فلان دار التي حدودها كذا الخ او البائع
ویقول هذا باع من فلان دار التي
حدودها كذا الخ۔

فتاویٰ تافیناں میں ہے ،

صورة طلب الاشهاد ان یقول الشفیع
للمشتري حين لقيه اطلب منك الشفعة في
دار اشتريتها من فلان التي احدث حدودها
كذا او الثاني كذا الثالث كذا او الرابع كذا
(الی قولہ) ولا بد ان یبین انه شفیع بالشرکة
او بالعبارة او فی الحقوق ، ویبیّن الحدود
لتعین الدار معلومة۔

میں شرکت کی بنا پر شفیع ہوں اور حدود کو بیان کرے تاکہ مکان متعین ہو جائے۔ (ت)
چاہیہ میں ہے ،

صورة هذا الطلب ان یقول انت فلانا
اشتری هذه الدار الخ۔
یہ محض دار میں ہے ، پھر فرمایا ،

وعت ان یوسف ، یشترط
قسمة السبب و تحدید
لانت المطالبة لا تصح الا

کے پاس حاضر ہو کر کہے کہ تحقیق فلاں نے یہ مکان
خریدا ہے یا مشترک کے پاس حاضر ہو کر کہے کہ اس نے
فلاں حدود دار بعد والا مکان خریدا ہے یا بائع کے
پاس حاضر ہو کر کہے اس نے فلاں حدود والا مکان
فروخت کیا ہے الخ (ت)

طلب اشہاد کی صورت یہ ہے کہ شفیع جب مشتری کے
پاس آئے تو کہے میں تجھ سے اس مکان کا شفعہ
طلب کرتا ہوں جو فلاں شخص سے خریدا ہے اور
جس کی حدود میں سے ایک یہ ہے ، دوسری یہ اور
تیسری یہ ، اور چوتھی یہ ہے (اس کے قول) اور
ضروری ہے کہ وہ بیان کرے کہ میں شرکت کی بنا
پر شفیع ہوں یا پڑا پس کی بنا پر شفیع ہوں یا حقوق
میں شرکت کی بنا پر شفیع ہوں اور حدود کو بیان کرے تاکہ مکان متعین ہو جائے۔ (ت)

اس طلب اشہاد کی صورت یہ ہے کہ فلاں نے یہ مکان
خریدا ہے الخ (ت)

اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے
کہ بیع کا نام اور اس کی حدود کا ذکر شرط قرار
دیا گیا ہے کیونکہ مطالبہ صرف معلوم چیز میں

۱۔ نتائج الافکار فی کشف الرموز والاسرار مکملہ فتح القدیر کتاب الشفعة والخصومة فیہا مکتبہ نوریہ رضویہ سیکر ۸/۳۱۱
۲۔ فتاویٰ تافیناں کتاب الشفعة فصل فی الطلب نوکثر مکشور ۸۶۲/۴
۳۔ الہدایۃ باب طلب الشفعة مطبع یوسفی مکشور ۳۹۱/۴

فی معلوم ہے

صحیح ہوتا ہے۔ (ت)

یہ غیبت دار و محضر احد العاقرین میں ہے، غایۃ البیان علامہ الثعالیٰ میں مختصر امام کرتی رحمہ اللہ تعالیٰ ہے،
یسمن الدار والارض والموضع و یحدد
حق یتوثق لنفسه بئہ
دار، زمین اور موضع کو نام لے کر ذکر کرے اور
اس کی حدود کو بیان کرے تاکہ اپنے لئے معاملہ کو
پختہ کرے۔ (ت)

اسی میں ہے :

قال القدوری فی شرحہ ، واغنیما شروط
ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ تسمیۃ المبیع
والتحدید ، لان المطالبة لا تصح الا فی
معلوم ، فاذا الشہد علی الطلب ولم یبین
المطلوب لم ینک للمطالبة اختصاص
بمبیع دون مبیع ، ولا یتعلق بها
حکم یتہ

تھوڑی نے اپنی شرح میں ذکر کیا کہ امام ابو یوسف
رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیع کا نام اور اس کی حدود
کو ذکر کرنا شرط قرار دیا ہے کیونکہ مطالبہ معلوم چیز
میں ہی صحیح ہوتا ہے تو جب اس نے طلب الشہاد
کیا اور مطلوب کو نہ بیان کیا تو پھر مطالبہ کا اختصاص
کسی ایک بیع سے نہ ہو سکے گا اور نہ ہی حکم کا
تعلق اس سے ہوگا۔ (ت)

یہاں جبکہ وارث شغوم سامنے حاضر تھی، اشارہ ضرورتاً، اس کا ذکر مسل بھر میں کیس نہیں، لہذا
حکم وہی چاہئے جو امام قدوری نے فرمایا، لا یتعلق بها حکم (نہ ہی حکم کا تعلق اس سے ہوگا۔ ت)
ایسی جہل طلب پر کوئی حکم نہیں ہو سکتا، دوسرا فتویٰ مدخلہ مدعی طحظ ہوا، وہ صحیح نہیں اور اس پر کلام اسی
فتویٰ فقیر سے واضح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از ریاست رامپور محلہ مستولہ جناب غلام حبیب خاں صاحب عرف بدھن میاں صاحب
۲۹۔ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں، کہ زید و جگر ایک باغ میں
نصف نصف کے شریک تھے، زید نے اپنا حصہ نصفی بدست خالد بیع کیا، جگر بھی شغفہ و عویذار ہوا، اور

فتاویٰ امام اجل قاضی خاں میں ہے،

طلب المواتیۃ فوقہ فور علم الشفیع بالبیع و
روی ہشام عن محمد بن ابی یوسف عن محمد بن
فوزان عن احمد مختصراً واللہ تعالیٰ اعلم۔
طلب مواتیۃ کا وقت شفع کو بیع کے علم کے فوراً بعد
ہے، اور ہشام نے امام محمد سے روایت کی ہے کہ
علم کے فوراً بعد طلب کو شرط قرار دیا گیا ہے اور مختصراً
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳ از موضع شوہری تحصیل آفرضہ بریلی مسئلہ واحد علی خاں، (جمادی الاولیٰ ۱۲۳۶ھ)
ایک بڑے قطعہ اراضی میں جو صرف ایک زمیندار کی ملکیت ہے اور بہت سے اشخاص بطور رعایا اس
ارضی میں اپنے اپنے صرف ملک سے مکان تیار کر کے رہتے ہیں، جب تک وہ آباد رہتے ہیں، ان سے زمیندار
کچھ مزاحمت نہیں کرتا، اور بروقت بھاگ جانے یا اٹھ جانے کے اس بلکہ وغیرہ کا زمیندار ملک ہو جاتا ہے، یا
بروقت فروخت کر ڈی، تختہ، اینٹ وغیرہ زمیندار اس قیمت سے چھارم لیتا ہے، لیکن کسی باشندہ کو زمین فروخت
کرنے کا اختیار نہیں ہے، ایسی حالت میں جب ایک باشندہ اپنا بلکہ وغیرہ کسی دوسرے باشندے کے ہاتھ
فروخت کرے، تو قیصر اشخاص جو جیسے کے ملحق رہتا ہے، دعویٰ حق شفیع کرتا ہے، تو یہ دعویٰ اس کا صحیح ہے یا
باطل ہے، اور اگر ملک زمین زمیندار مذکورہ دعویٰ اپنے حق شفیع کرے تو وہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

جبکہ وہ زمین کا مالک نہیں، اور تنہا عملی مجتہد ہے، تو اس میں ہرگز حق شفیع نہ چار کو ہے نہ مالک زمین
زمیندار کو، درمختار میں ہے،

لا تطلب فی بناء ونخل بیعاً قصداً ولو صح
حق القرار بالاختصار واللہ تعالیٰ اعلم۔
عمارت اور درخت کی قصداً بیع میں شفیع ثابت
نہ چار کا خواہ برقرار رکھنے کی شرط بھی رکھی ہو، بالاختصار۔
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۴ از شہر بریلی فراشی محلہ مسئلہ مقصود علی خاں ۶ محرم ۱۳۲۹ھ

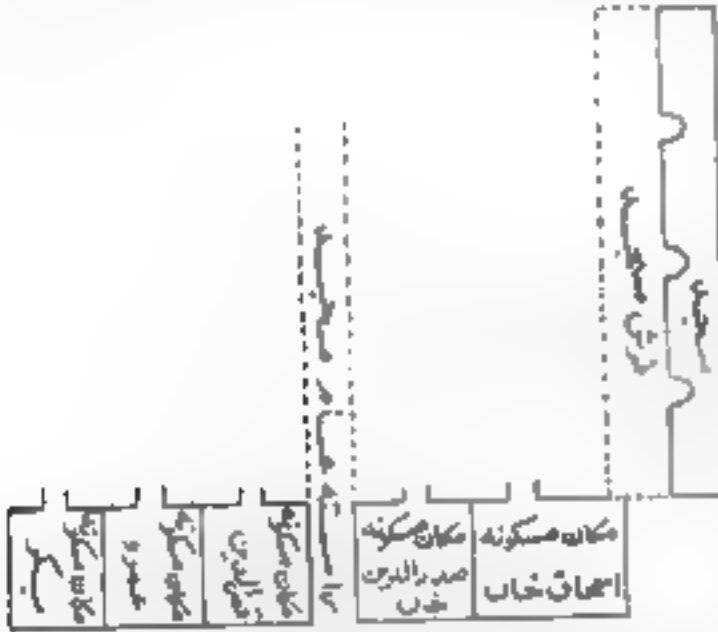
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تریہ لغیر، اس سال ہے، وہ شرائط شفیع طلب کر سکتا ہے
یا نہیں؟ اور اس کو اختیار طلب شفیع کا شرعاً حاصل ہے یا نہیں؟ بیعتوا تو اذہروا۔

الجواب

شفعہ طلب کر سکتا ہے، اور اگر اس انتظار میں کہ مجھے طلب کا اختیار ہے یا نہیں طلب نہ کیا تو اب نہیں کر سکتا نفوات السواشیہ (مراثیت کے فوت ہونے کی وجہ سے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۲ از موضع ریونڈ، ڈاک خانہ مرنڈہ ضلع مراد آباد، مسئلہ محمد اسماعیل خاں کارندہ ۱۳ شعبان ۱۳۲۴ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عہدہ نے اپنا مکان زید کے ہاتھ فروخت کیا زید اس مکان میں خریداری کا نہ تو شفعہ رکھتا ہے اور نہ اس مکان پر قابض ہے، اور نہ اس کے پاس کرایہ پر ہے بخلاف زید کے جو کہ اس مکان مکرور کے اس

مکان فروخت شدہ کے درمیان دیوار کے نیچے واقع ہے، ایک درمیانی دیوار عہدہ کے مکان اور حجر کے مکان کو قطع کرتی ہے، حجر اس مکان کا شفیع ہے اور کچھ ماہ پیشتر سے یہ مکان کبر نے کرایہ پر لے کر اپنا قبضہ کر رکھا ہے، اور اس نے جامع مسجد کے پیشی امام صاحب اور اکثر مسلمانوں کے رو برو اس زید والے مکان کے خرید لینے کا



اعلان کیا ہے، زید والے مکان میں کئی عہدہ دار ہیں، بخلاف عہدہ داروں کے کہ جو آپس میں بھائی بہن کا رشتہ رکھتے، ایک عہدہ دار کا معاہدہ ہو چکا ہے کہ مکان کبر کو دیا جائے گا، اور اطمینان کے لئے پیشتر ہذریہ کرایہ نامہ قبضہ کرایا گیا ہے، زید نے یہ مکان جامع مسجد کے لئے چندہ فراہم کر کے خرید کیا ہے، جامع مسجد اس مکان سے چار مکان درمیان میں دسے کو واقع ہے، مسجد نہ تو حجر کے مقابلہ میں شفعہ رکھتی ہے، نہ مسجد کے کسی طرف کا یہ مکان ہے، ششما جاتا ہے کہ ایک صاحب نے کہ اپنا مکان جامع مسجد کو باقیمت دیتے ہیں، یہ شرط کی ہے کہ اگر وہ مکان حجر کے پاس بطور کرایہ کے ہے، اور جس میں وہ شفیع ہے بطور قیمت مسجد کے نام خرید لیا جائے گا تو میں بھی باقیمت مکان دسے دوں گا، غالباً حجر کی ایذا رسانی اور تکلیف بد نظر رکھتے ہوئے یہ شرط لگائی گئی ہے، حجر کو اولیٰ تو مکان دیا بھی نہیں جاتا، اور اگر براہستہ دینا گوارا کیا جاتا ہے تو قیمت بے حد اضافہ کر کے دینا بیان کیا جاتا ہے، حجر اضافہ قیمت کو بالکل گوارا نہیں کرتا اور وہ ہرگز اس بات پر رضامند نہیں کہ کچھ بھی اضافہ دسے

ایسی صورت میں کیا مسجد کو ایسی خریداری جائز ہے، اور زید کا اصلی قیمت سے اضافہ لینا کس حد تک داخل حنات ہوگا اور زید کو ایسا کرنے میں کچھ ثواب مل سکتا ہے جبکہ بکر مکان کے شفیع کا حق باطل کیا جا کر مکان خریداجائے، اور پھر مسجد کی منفعت کے لئے قیمت اصلی سے زائد بڑھا کر دینا گوارا کیا جائے، باہم مسئلوں میں اس بارے میں اتفاق نہیں، اکثر اس مکان کی خریداری کے خلاف ہیں کیونکہ مسجد ایک سوکڑی روپیہ کی مقررہ چیز ہے وہ ادا ہونا چاہئے، پھر شامیانہ اودھر میں پڑے ہیں جس کے نہ بھرنے سے غازیوں کو تکلیف ہے، ایک مکان میں مسجد کے فرش پر واقع ہے اس کو خرید نہیں کیا جاتا ہے، اس عمرو دالے مکان سے پہلے کچھ دن ایک مکان اور مسجد کے ساتھ کا فروخت ہو گیا وہ نہیں خرید کیا گیا، مسجد کے بعض ممبران کی رائے اس مکان کی خریداری کی نہیں، مسجد کے پیش امام کو معلوم تھا کہ یہ مکان بکر نے خریداری کی نیت سے کرایہ پر لیا ہے، اور بکر کو تنگی مکان کی سخت تکلیف ہے، جواب براہ کرم پشت عربیہ پر مہر و غیو سے مرتب فرما کر مہمت فرمایا جائے، جواب کے لئے پتہ یہ ہو گا، بمقام موضع دیوندرہ ڈاکخانہ موٹہ، ضلع مراد آباد، ڈیرہ زمیندار میں پہنچ کر محمد اسماعیل خاں کا رہندہ کو ملے۔

الجواب

قبل بیع شفیع کا کوئی حق نہیں، نہ پہلے سے اس کے پاس کرایہ پر ہونا، یا اس کا اعلان کرنا کہ میں اس مکان کو خریدوں گا، یا پیشتر کسی حد زارت معاہدہ ہو جانا، اس کوئی نتیجہ دے سکتا ہے، بعد بیع خبر پاتے ہی اگر طلبہ مواثبت و طلبہ اشہاد بجا لائے تو اس وقت ان کا حق ثابت ہوتا ہے، اور اس حالت میں اسے اضافہ کی کیا ضرورت، جتنے کو بیع ہوا اتنے ہی میں لے گا، یہاں سوال میں یہ ہے کہ بکر سے اضافہ مانگتے ہیں اور وہ اضافہ پر راضی نہیں، یہ اگر کوئی ہے کہ وہ طلبہ مذکور بجا نہ دیا، یا اس کے بعد خریدنا چاہا، اور اضافہ پر راضی نہ ہوا تو اس کا کوئی حق نہ رہا، اور اسے نہ دینا اصل ظلم نہیں، اور دوسرے کا شفیع نہ ہونا اسے کچھ فائدہ نہ دے گا جبکہ خود اس کا شفعہ نہ رہا، باقی جواب میں سوال میں لکھی ہیں کہ دوسرے نے اس مکان کی خریداری پر اپنا مکان مفت دینے کو کہا، یا مسجد پر قرض ہے، یا شامیانہ اودھوری ہیں، یا قریب کا مکان پہلے بکا، نہ خرید، اب موجود ہے، اسے نہیں لیا جاتا، بعض ممبروں کی رائے اس کی خریداری کی نہ تھی، امام کو بکر کا ارادہ معلوم تھا، بکر کو مکان کی تکلیف ہے، سب بے علاقہ باتیں ہیں، چندہ چندہ دہندوں کی جگہ رہتا ہے، اگر انہوں نے سپرد ترقی مسجد نہ کر دیا تھا، اس سے پہلے یہ مکان مولیٰ لے کر نہ مسجد کیا، جب تو یہ سوال ہی متعلق نہیں کہ اصل قیمت سے زیادہ لینے میں کوئی گناہ برا، خریدار کو اختیار ہے جتنے پر چاہے رضادے۔

قال اللہ تعالیٰ الا ان تكون تجارة عن ترخص

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، مگر یہ کہ کوئی سود اتھاری باہمی

رضامندی کا ہو۔ (ت)

منکھ لے

سبحان القرآن المکرم ۲۹/۴

اور اگر سپرد متولی مسجد کر دیا، متولی نے اصل قیمت سے زائد کو فروغ دیا، تو اگر زیادت فاحش ہے اور اس میں کوئی مصلحت راجعہ مسجد کی نہیں، تو بیشک وہ گنہگار ہوا اور تاوان مسجد کو دے گا، یا بیع فسخ کی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از خلیع شاہجہان پور ڈاکخانہ جگام پور نور داسے پور مسئول علی حسن خاں صاحب
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زمین بیچنے کا ارادہ کیا تو عمرو کو کہلا بھیجا، عمرو نے کل تین ہزار روپیہ اس زمین کا لٹکایا، زیادہ سے انکار کیا، پھر بکر کے ہاتھ زید نے اپنی زمین مذکورہ فروخت کر دی پانچ ہزار پر، اب عمرو بذریعہ حق شفعہ اس زمین کو لینا چاہتا ہے، دونوں کا یعنی عمرو و بکر کا زید کی زمین سے دہرا ملا ہے، اور عمرو نے بیع زمین مذکورہ کے وقت سے بہت روز کے بعد اپنی ناخوشی ظاہر کی، ایسی صورت میں عمرو کو حق شفعہ اس زمین میں بیع کا حاصل ہے، اور بیع ادل باطل ہو جائے گی یا اس کے برعکس؟ بینوا تو جبر واد۔

الجواب

بیع سے پہلے عمرو کا فروغ داری سے انکار کر دینا اس کے حق شفعہ کو ساقط نہیں کرتا، اگر بکر کے ہاتھ بیع کی خبر سننے ہی عمرو طالب شفعہ ہوا اور اپنی طلب پر گواہ حسب قاعدہ کرے تو اسے دعویٰ شفعہ پہنچتا ہے، اور اگر دیر کے بعد ناراضی ظاہر کی اور طالب شفعہ ہوا تو اس کا حق ساقط ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب القسمة

(تقسیم کا بیان)

مسئلہ از پہلی بحیثیت یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کئی اکابر نے انتقال کیا، چار پسر و دست محمد، حفیظ اللہ، کریم اللہ، رحمت اللہ، دو دختر جواں، عتیقہ بیگم جو نے، کریم اللہ نے وفات پائی، اس کا بیٹا ننو ہے۔ رحمت اللہ فوت ہوا، اس کے بیٹیاں اعجازہ و محمدی ہیں۔ دست محمد، حفیظ اللہ، ننو نے جائیداد مشترکہ مشترکہ کی تقسیم کے لئے نزدیک پنج مقرر کیا مگر جواں عتیقہ بیگم، محمدی اس پنجائیت میں اسلاف شامل نہ تھیں، پنج نے تمام جائیداد مشترکہ جس میں ان سب کے حصص شریعہ تھے، صرف انھیں تین وارثوں پر جنہوں نے اسے پنج کیا تھا تقسیم کر دی، اور پنجائیت نام میں لکھ دیا کہ حصہ شریعی دختران اکبر اور دختران رحمت اللہ کے ہر سہ فریق بقدر ہر سہ ذی وار و ویندار رہیں گے، ۵۰ چاروں حوزہ میں اس تقسیم پر راضی نہیں، اس صورت میں یہ پنجائیت صحیح و نافذ ہے یا نہیں؟ اور پنج نے جو تقسیم کی وہ بحال رہے گی یا توڑ دی جائے گی؟ بیعتوا تو جسدوا۔

الجواب

یہ پنجائیت محض مہمل اور تقسیم بیہودہ و مجمل ہے، پنج کو باقی وارثوں کے حصص میں تصرف کا کس نے اختیار دیا تھا، حکم پنج کا صرف انھیں تک جوتا ہے جو اسے پنج کریں، باقی کسی پر کچھ ولایت نہیں رکھتا، ہدایہ میں ہے: حکمہ لا یلزمہ لعدم التحکیم منہ۔ اس کا حکم لازم نہ ہوگا کیونکہ اس کی طرف سے تحکیم نہیں ہے۔

تقسیم کے معنی یہ ہیں کہ جسے جدا جدا ہو جائیں، یہاں جدائی نہ ہوتی کہ چاروں عورتوں کے حصے سب میں منسلک ہیں، تو یہ تقسیم شرعاً نہیں۔ ہدایہ میں ہے :

باستحقاق بعض شائع ظہر شریک ثالث
لہما والقسمۃ بدون رضا باطلہ
چیز کے کچھ شائع حصہ میں استحقاق پائے جانے سے ایک
تیسرا شریک بھی پہلے دونوں کے ساتھ ظاہر ہوا جبکہ
شریک کی رضا کے بغیر تقسیم باطل ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

باستحقاق جزء شائع بعد منہی القسمۃ
وہو الاخر ازیلہ
شائع چیز میں استحقاق کی وجہ سے تقسیم کا معنی فوت
ہو جاتا ہے اور تقسیم یہ جدا کرنا ہوتا ہے۔ (ت)

علماء فرماتے ہیں، اگر چند ورثہ قاضی کے یہاں رجوع ہائیں کہ وراثت سے انتقال کیا اور یہ ترک چھوڑا، ہم میں
تقسیم ہو جائے، اور اگر ایسی کہ جائے سوا کوئی وارث نہیں، قاضی تقسیم کر دے، پھر وارث ظاہر ہو جو کل متروک
میں سے کسی حصہ شائع مثل سہس یا ثمن وغیرہ کا مستحق ہو، تو بالاجماع وہ تقسیم توڑ دی جائیگی۔ ہدایہ میں ہے :
لو استحق نصیب شائع فی النکل فصح بالاتفاق۔ اگر نکل میں سے کسی شائع حصہ کا کوئی مستحق ظاہر
ہو تو بالاتفاق تقسیم منسوخ ہو جائے گی۔ (ت)

اسی میں ہے :

لأنه لو بقیت القسمۃ لتصور الثالث بتفرق نصیبہ
فی النصیبین
کیونکہ اگر تقسیم کو باقی رکھا جائے تو تیسرے کو نقصان ہو گا جو
اس کو اس کا حصہ باقی دو حصوں میں متفرق ہو گیا۔ (ت)

جبکہ قاضی کی تقسیم جس کی ولایت عزم رکھتی ہے، اور وہ بھی ایس طرح کہ اُس نے دانستہ کسی وارث کو
خرد نہ پہنچایا تھا، بعد ظہور وارث دیگر کے یقیناً منسوخ کی جاتی ہے تو پٹیا کی تقسیم جس کی ولایت فقط اس کے پٹیا کرنے
والوں پر ہے، اور وہ بھی یوں کہ اس نے دیدہ و دانستہ اور وارثوں کے ہوتے ہوئے ترک صرفتین پر بانٹ دیا،
اور باقیوں کو حصہ رسد ہر ایک کے حصہ میں سے ٹکڑا ٹکڑا لینے کا مستحق ٹھہرایا، کیونکہ قابل تقسیم ہو سکتی ہے، پس
ضرورت مستفسرہ میں واجب ہے کہ وہ پٹیا پت زو کی جائے اور عداوت اور تقسیم توڑ دی جائے، اور از سر نو سب وارثوں
پر تقسیم شرعی عمل میں آئے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم

۴۱۹/م	مطبوعہ یوسفی کھنہ	باب دعوی الغلط فی القسمۃ	کتاب القسمۃ	۴۱۹/م
۴۱۸/م	"	"	"	۴۱۸/م
۴۱۹/م	"	"	"	۴۱۹/م

مسئلہ ۴۵ از ریاست رامپور، محلہ کندہ، مستور جناب محمد سعادت علی خاں صاحب ۲۶ شوال ۱۳۳۰ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص چند گھروں کے جو ایک شہر
 میں ہیں بالاشتراك مالک ہیں، ایک حصہ دار ان گھروں میں سے اپنے حصہ کی تقسیم چاہتا ہے، اور وہ اپنے حصہ
 سے بعد عیوہ ہونے کے بھی نفع اٹھا سکتا ہے، اور وہ چاہتا ہے کہ ہر گھر میں سے بھر کو عیوہ حصہ ملے، ایسی حالت
 میں از روئے شرع شریعت سب گھروں کی یکجائی تقسیم کی جائیگی یا ہر گھر کی جدا گانہ تقسیم ہوگی؟ بینوا التوجہ۔

الجواب

اگر ہر مکان میں اس کا حصہ قابل انتفاع ہے تو ہر مکان سے جدا جدا اسے حصہ دیا جائے گا، ہر گھر میں
 عیوہ تقسیم ہوگا۔ درمختار میں ہے،

دوره مشتركة قسم لكل واحد ما منفردة مطلقا ولو متلازمة اوقف محلتين او
 مصرین لی واللہ تعالیٰ اعلم۔
 چند مشترکہ مکانات میں ہر ایک مکان کو جدا جدا تقسیم
 کیا جائے گا اگرچہ وہ آپس میں ملے ہوئے ہوں یا
 دو محلوں میں یا دو شہروں میں ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

کتاب المزارعة

(مزارعت کا بیان)

- مسئلہ مستول محمد مبارک اللہ از علیہ السلام ضلع مراد آباد ۲۶ رجب ۱۳۲۹ھ
- (۱) شرع شریف کے نزدیک کاشتکار کو کئی حق موروثیت جیسے قانون انگریزی کے اندر ہے کہ ہر شخص بارہ سال سے ذات ایک زمین کو کاشت کرے تو زمیندار کو پھر کوئی مجاز بید غلی وغیرہ کا نہیں رہتا، حاصل ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو خیر اور حق۔
- (۲) نہیں یہ کاشتکار حلف تلفت اور ظالم ہے یا نہیں؟
- (۳) اور اس وقت یہ کاشت کار جو زمین کو نہیں چھوڑتا ہے اور مکان حیثیت زمین سے کم دیتا ہے، اور زمیندار بحیثیت قانون انگریزی دعویٰ سے مجبور ہے، تو یہ کاشتکار قبیح قانون انگریزی کا، اور مقدم و مزاح قانون کا حکم شریعت پر ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور یہ ظالم اور زمیندار مظلوم ہوا یا نہیں؟
- (۴) اور اگر کوئی زمیندار بے نیکار کاشتکار کے دعویٰ سے دخلی مجبور زادار کرے تو صرف اس کا جو کچھ پکڑی میں ہوا، اس کے لینے کا مستحق ہے یا نہیں؟

الجواب

مجرد مردودت سے کچھ نہیں ہوتا اگرچہ میں برس کاشت کرے، جب مدت اجمارہ ختم ہو گئی شرعاً

اُس سے نکال کر دوسرے کو دینا مطلقاً جائز ہے، خواہ زمین ملوک ہو، یا موقوف، یا سلطانی۔ رد المحتار میں
اوائل بیوع میں ہے،

اما مجرد وضع اليد على الدكان ونحوها و
كونه يستاجرها عدة سنين بدوئت شئ
مما ذكر (او ياتي) فهو غير معتبر، فلموجب
اخراجها من يده اذا مضت مدة اجارته،
وايجارها لغيره كما اوضحناه في رسالتنا
تحرير العباسية

ہاں اگر زمین قابلِ زراعت تھی اُس نے اُسے بنایا، کمایا، اس میں چرگزی وغیرہ کھودے یا اس میں اپنی دوسری
زمین سے لاکر مٹی کھپائی یا پٹر لگائے یا کوئی عمارت بنائی،

ويقال للدولى الكرايب، والاخر دھوما، اذا
اضاف فيها شئ من ملكه كتراب و غرس
وبناء الكورار، والقبعة، واذا فعل هذا فلا
المعوانيت يسمي جدكا، وكذا فان كان مما
لا ينقل ويركب للمقار كالبنار والافلاق يسمي
سكنى، والكل يقال له مسكة، ومشد مسكة، وهناك
اطلاقات اخر كما يعلم من مسألة العقود وغيره ابن عابدین

بھی یہاں میں جیسا کہ عقود الدریۃ کے باب ساقاۃ اور ابن عابدین کے بیوع سے معلوم کیے جاسکتے ہیں (ت)
تراگر وہ زمین ملوک نہیں بلکہ سلطانی ہے یعنی بیت المال کی جسے یہاں سرکاری کہتے ہیں، یا وقف ہے
تو اجارہ ای کارہ ایوں سے اس کے لئے حق قرار ثابت ہوگا کہ بلاوجہ شرعی وہ زمین کبھی اُس کے قبضہ سے نہ نکال
جائے گی، اور وہ مر جائے تو اس کا بیٹا اس کے قائم مقام ہوگا، مع تفصیل مذکورہ فی الفقہ، جامع الفصولین
وغیرہ میں ہے،

بني المستاجر او غرس في ارض الوقف — اجارہ پر لینے والے نے وقف زمین میں تعمیر کیا یا

فی اوقات الخصاص حانوت اصلہ وقف و
عمارتہ لرجل، وھو لایرضی ان یتاجرا رضہ
باجر المثل، قالوا ان کانت العمارة بحیث لو
رفع یتاجرا لاصل باكثر مما یتاجر
صاحب البناء، کلف رفعہ، ویؤجر من
غیرہ، والا یتروک فی یدہ بذلک الاجراء
یفید انه احق من غیرہ حیث کان ما یدفعہ
اجر المثل۔

اسی کے وقف میں ہے،

حیث کان یدفع اجرة مثلہا لم یوجد ضرر
على الوقف فتروک فی یدہ فلومات کانت
لورثتہ الاستبقاء، ۱۶۱۰ ذی الحجة فیہ ضرر
على الوقف بوجه ما، بان کان هو اوارثہ
مفلسا، او سنی المعاملة، او متغلبا
یخشی علی الوقف منه او غیر ذلک من
انواع الضرر

حقوالدریم میں ہے،

مثل فی ذی مسکة فی ارضہ توکھا
ثلث سنوات اختیارا منه بطلت
عذر شرعی، فھل سقطت مسکة،
الجواب سقط حقہ بالترک

خصاص کے باب اوقات میں ہے کہ دکان کی زمین
وقف ہے اور اس کی عمارت کسی شخص کی ہے اور
وہ اس زمین کی مثلی اجرت پر راضی نہیں ہوتا تو علماء
نے فرمایا کہ متولی کو چاہئے کہ اگر عمارت اٹھائی جاسکتی
ہو تو زمین کسی دوسرے کو پہلے کی نسبت زیادہ اجرت
پر دے دے اور پہلے کی عمارت اکھاڑنے پر مجبور
کرسے اور دوسرے کو اجرت پر دے دے، اور اگر
عمارت اکھاڑنا ممکن نہ ہو تو پہلے کے پاس اسی اجرت
پر رہنے دے۔ (ت)

اگر مستاجر مثلی اجرت دیتا ہے اور وقف کو ضرر نہ ہو
تو اسی کے پاس رہنے دی جائے اور اگر وہ فوت
ہو جائے تو اس کے ورثاء کو باقی رکھنے کا حق ہو گا
ہاں اگر وقف کو کسی طرح اس میں ضرر ہو مثلاً دکان
بوسیدہ ہو اور ورثاء مفلس ہوں یا وہ ظروفاہ ہوں
یا وہ غلبہ پانے کی کوشش میں ہوں، اس سے
وقف کو خطرہ ہو یا کوئی کسی قسم کا ضرر ہو تو واپس لے لیتے

ان سے کرایہ دار کی بنائی عمارت کے متعلق سوال
ہوا کہ وہ کرایہ دار تین سال سے اپنی مرضی پر دکان
کو چھوڑ رکھے بغیر عذر شرعی کے، تو کیا اس سے
عمارت پر اس کا حق ختم ہو جائے گا؟ جواب

کو باقی رکھنے کا حق ہو گا اگرچہ وقف کا نگران انکار کرے
تاکہ دونوں جانب کی رعایت ہو سکے، مگر تیسرے
بیان پر بنا کر کہتے ہوئے اور اس پر مولف نے
غیر الدین دہلی کی اتباع میں فتویٰ دیا ہے، اس پر
ہم نے کتاب اجماعات میں کلام کر دیا ہے اور یہ
بیان تجنیس میں مذکور کے منافی نہیں کہ وکانوں کے
مالک کو حق ہے کہ وہ تجاویزات کو اکھاڑنے پر مجبور
کرے کیونکہ تجنیس کا یہ بیان نجی ملکیت کے متعلق
ہے، جو فرق ہے کہ نجی مالک کسی اپنی اتی رہائش
یا فروخت یا فارغ رکھنے کے لئے گراہ پر نہیں
دینا چاہتا بخلاف وقف شدہ زمین کہ جس کو گراہ
پر دینے کے لئے ہی تیار کیا گیا ہے تو نگران کو
گراہ کے بغیر چارہ نہیں ہے تو کسی اجنبی کو دینے
کی رعایت ہے۔ (ت)

حيث لا ضرر على الوقف وان ادى الناظر
نظرا للجانين على ما مشى عليه في متن
التنوير، وافق به المؤلف تبعا للخير الرضائي
وقد منا الكلام عليه في كتاب الاجارات،
ولا يناقيه ما في التجنيس من ان لصاحب
الحانوت ان يكلفه دفعه، لاسيما ذلك
في الحانوت الملك، والفرق ان الملك
قد يستتم صاحبه عن ايجاره، ويؤيد ان
يسكنه بنفسه، او يبيعه، او يعطيه بغير
الموقوف المهد للايجار، فانه ليس للناظر
الا ان يدبره، فاي جاره من ذي اليد باجرة
مثله اولى من ايجاره من اجنبي، لما
فيه من النظر للوقف ولذی ایدى
کی نسبت قابض کو مثلی اجرت دینا اس کے لئے بہتر ہو گا لہذا اس میں وقف اور قابض دونوں کی
رعایت ہے۔ (ت)

فتاویٰ خیرہ کتاب المزارعہ میں ہے،

ليس لصاحب التيسار دفع ايدى بهم عنها، و
لا قلع اشجارهم، اذا المفوض اليه من
السلطان تناول الخراج، وليس له
ملك فيها، حتى يملك نزع يد مزارعيها
الذيت صار لهم فيها كس دار بغرس الاشجار،
والصوف ان كانوا منهم في سائر الاعصار، باختصار

مگر زمین نگران کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ گراہ داروں
کو ان درختوں سے بے دخل کرے اور نہ ہی وہ
درختوں کو کاٹ سکتا ہے کیونکہ سلطان کی طرف سے
اس نگران کو صرف خراج وصول کرنے کا اختیار ہے
نہ کہ اس کو مالکانہ اختیارات ہیں تاکہ مزارعین کا
جن کا وہاں درخت لگانے میں دخل ہے انکو وہاں
سے بے دخل کرے جبکہ ایسی زمینوں میں مزارعین کو درخت لگانے کا عام شہروں میں رواج ہے باختصار (ت)

لہ العقود الدیۃ کتاب المساقات باب مشد المسکتہ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۲۱۹
سہ فتاویٰ خیرہ کتاب المزارعہ دار المعرفۃ بیروت ۲/۱۶۷

رد المحتار کتاب الاجارہ میں قول مصنف ،

لو استاجر اس من وقف ، وغیرہ فیہذا
ثم مضت مذاة الاجارة ، فلم يستاجر استبقاها
باجر المثل ، اذ الم یکن فی ذلك ضرر
ولو ابنى الموقوف علیہم الا القلم ، لیس
لہم ذلك بل
کے تحت فرمایا ،

قید بالوقت لما فی الخیرية عن حاوی
الزاهدی عن الاسرار من قوله
بخلاف ما اذا استاجر اس من مملک
لیس للمستاجر ان یتبقیها
کذلك انت ابنى المالك الا القلم ،
بل یکلفه علی ذلك : الا اذا كانت
قيمة الغراس اکثر من قيمة
الارض ، فیضمن المستاجر قيمة
الارض من المالك ، فیکون الاغراس
والارض من للغراس ، وف
العکس یضمن المالك قيمة الاغراس
فتكون الارض والاشجار له ، وكذا
الحکم فی العاریة اعم مافی
الشامی ۔

اقول واستثناء ما اذا كانت قيمة

اگر کسی نے وقف زمین کو کرایہ پر لے کر وہاں پودے
لگائے پھر کچھ مدت اجارہ جاری رہا تو اس کو
مثلی اجرت پر اس اجارہ کو باقی رکھنے کا حق ہے
بشرطیکہ اس سے ضرر نہ ہو اور اگر نگران ان کو ہٹانے پر
بغض ہو تو اس کو یہ حق نہیں ۔ (ت)

مصنف نے وقف کے ساتھ مقید اس سبب سے
جس کو خیر نے حاوی الزاہدی سے اس نے
الاسرار سے نقل کیا یہ قول کہ بخلاف جب فہ نجی ملکیت
کو اجارہ پر لے تو مستاجر کو اس دخل کی بنا پر
اس زمین کو باقی رکھنے کا حق نہیں ہے جبکہ
مالک ان درختوں کو اکھاڑ دینے پر مجبور کہے بلکہ
مالک اس کو اس پر مجبور کر سکتا ہے ہاں اگر درختوں
کی قیمت زمین کی قیمت سے زائد ہو تو پھر مستاجر
زمین کی قیمت کا ضمان مالک کو دے کر درختوں اور
زمین کا خود مالک بن جائے گا ، اور اگر معاملہ
بالعکس ہو تو پھر مالک درخت اکھاڑ دینے کا
ضامن بنے گا اور درختوں اور زمین کا مالک
ہو جائے گا ، اور عاریتاً ہوئی زمین کا حکم بھی
یہی ہے اھ ، شامی کا بیان ختم ہوا ۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں) اس کا درختوں کی قیمت کا

الغراس اکثر مبنی علی مسألة غصب
الساحة بالمهملة ، وفيها معترك عظيم
والا لارجح عندنا انه لا يملك الارض
كرها وان كانت قيمة بناد و غرسه
اکثر ، لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم
ليس لعرق ظالم حق

در مختار میں ہے ،

فان مضت المدة قلعتها وسلمها فارقة
الا ان يغرم له السو جرقية البناء و
الغرس مقلوعا و يتركه ، قال في
البحر ، افاد انه لا يلزمه القلع و لو
رضى السو جريد فم القيمة ، لكن ان كانت
تنقص يملكها جبراً على المستاجر
والا فبرضا

زمین کی قیمت سے زائد ہونے کو مالک کے اختیار
سے مستثنیٰ کرنا یہ خالی زمین کو غصب کرنے پر
یعنی ہے اس میں عظیم معرکہ آرائی ہے جبکہ ہمارے
ہاں ارنج یہ ہے کہ مستاجر زمین کا جبراً مالک نہیں
ہی سکتا اگر پرمات اور پودوں کی قیمت زمین سے
زائد ہو کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد
ہے کہ ظالمانہ دخل کا کوئی حق نہیں ہے ۔ (ت)

اگہت اجارہ ختم ہو گئی ہو تو مستاجر اپنے دخل کو
ختم کر کے ہوئے درختوں کو اکھاڑ کر خالی زمین مالک
کو واپس کر کے مگر یہ کہ اگر مالک اکھڑے درختوں
اور تعمیر کی قیمت کو برداشت کر کے خود ان کا مالک
بن جائے ۔ تجر میں فرمایا کہ اس سے یہ فائدہ ہوا
کہ مستاجر کو درخت اکھاڑنا لازم نہیں اگر مالک
قیمت دینے کو تیار ہو ، لیکن اگر درخت اکھاڑنے
سے زمین کو نقصان ہو تو پھر مالک جبراً درخت لے سکے گا ورنہ مستاجر کی رضا سے درختوں کا مالک
بن سکے گا ۔ (ت)

در المختار میں ہے ،

قوله مقلوعا ، في الشربلاية ،
اعب ما مورما لكهما بقلعهما و

ما تن کا قول " اکھڑے درختوں کی قیمت " شربلائی
سے فرمایا ، یعنی درختوں اور تعمیر کے مالک اکھاڑنے

۱۶۶/۱	امین کمپنی دہلی	باب احیاء ارض الموت	لہ جامع الترمذی ابواب الاحکام
۹۹/۶	دار صادر بیروت	کتاب الغصب	سنن الکبریٰ للبیہقی
۸۱/۵	آفتاب عالم پریس لاہور	باب احیاء الموت	سنن ابی داؤد
۱۶۳/۲	مطبع مجتہدی دہلی	باب ما یجوز من الاجارة	سکھ در مختار کتاب الاجارة

وانت علی علم انت الشیخ یا ابی الفصور
 خصوصاً والناس علی هذا ، وفي
 القلم ضرر علیهم ، وفي الحديث الشريف
 عن النبي المختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام ۱۱
 وفي وقف الدار فی العتية ، حافوت
 لرجل فی الرض وقف ، فابی صاحبہ
 انت یتاجر الارض باجر المثل
 انت العمارۃ لو رفعت تستاجر
 بالحد ثمر ما استاجرہ ، امر برفع العمارۃ
 و توجر بغیرہ ، والا تترك فی یدہ
 یدلک الاجبر و مثله فی
 البحر ۱۲ قال الشافعی کانت
 فیہ ضرورة ، بحر عن المحيط ، و
 ظاہر التعلیل ترکہا بیدہ ۱۳ ولو بعد فراغ
 مدة الاجارة لانه لو امر برفعها لتوَجَّر
 من غیرہ یلزم ضرر ۱۴ ، و
 حیث کانت یرفع اجرة مثلها
 لم یوجد ضرر علی الوقف ،
 فتترك فی یدہ لعدم
 الضرر علی الجانبین ۱۵ ، الخ ، و

میں حرج بھی نہ ہو، اور آپ کو معلوم ہے کہ شریعت
 ضرر کو برداشت نہیں کرتی خصوصاً جب عوام مبتلا ہیں
 جبکہ درخت اکھاڑنے میں ضرر ہے، حدیث شریف میں
 حضور نبی مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
 "اسلام میں ضرر دینا اور ضرر میں مبتکارہ انہیں
 ہے" ۱۱، اور درختوں میں غید سے منقول ہے کہ کسی
 شخص کی وقف زمین میں ٹوکان ہو اور وہ دکان والا
 مثلی اجرت پر آئندہ اجرت پر انکار کرے جبکہ عمارت
 اٹھا دی جائے تو وہ زمین اس کی اجرت سے زیادہ
 اجارہ پر دی جاسکتی ہے تو اس مستاجر کو اپنی عمارت
 اٹھا لینے کا پابند کیا جائے اور وہ زمین غیر کو اجارہ پر
 دی جائے، ورنہ اسی اجرت میں اسی کے قبضہ میں
 رہنے دی جائے، اس کی مثل بحر میں ہے، ۱۲،
 علامہ شامی نے فرمایا کہ اگر اس میں ضرر ہے، محیط
 سے بحر میں ہے اور علت کا ظاہر بتاتا ہے کہ اس کے
 قبضہ میں رہنے دی جائے اگرچہ مدت اجارہ ختم
 ہو چکی ہو کیونکہ اگر اس کو عمارت اٹھانے کا پابند
 کیا اور غیر کو دی جائے تو اس سے مستاجر کو ضرر ہوگا
 جبکہ اٹھا دینے کے باوجود مثلی اجرت نہ ملے تو وقف
 کو نقصان ہے لہذا اسی کے قبضہ میں رہنے دی جائے
 اس میں دونوں فریقوں کی رعایت ہے الخ، اور

۱۳۱/۲	دار العرفۃ بیروت	کتاب الاجارة	۱۵ فتاویٰ خیر
۳۸۴-۸۵/۱	مطبع مجتہبی دہلی	کتاب الوقف	۱۶ رد المحتار
۳۹۱/۳	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۱۷ رد المحتار

عقل کل ، فلفظة الملك لامحل له هنا كما
قد منا عن نفس حاوی الزاهد عن
الاسرار فضلا عن سائر معتقدات الاستقام
بمصرحت حاوی الزاهدی کا وہاں ملک کو ذکر کرتا ہے محل
ہے جیسا کہ خود حاوی الزاہدی کی الاسرار سے نقل ہم
پہلے ذکر کر چکے ہیں چہ جائیکہ باقی معتد کتب کو ذکر
کیا جائے۔ (ت)

بالجملہ دیہات مملوکہ میں کاشتکار کے لئے کسی حال کسی مدت میں حق قرار جسے آج کل حق موروثی کہتے
ہیں شرعاً ہرگز حاصل نہیں ہوتا، وہ صرف قانونی بات ہے، تو اگر بے رضا سے زمیندار بدعویٰ موروثی جہزاً قابض
ہے، یا لگان اس کی مرضی سے کم دے تو عند اللہ وہ کاشتکار ضرور ظالم و غاصب و گنہگار اور حق العبد
میں گرفتار ہے، یہاں اگرچہ قانونی مجبوری زمیندار کو عاجز رکھے مگر روز قیامت اللہ عزوجل کے حضور کاشتکار
کو کوئی عذر نہ ہوگا۔ یا ای ہر اگر زمیندار بدعویٰ ہے دخل دار کو دے تو کاشتکار کے خرچہ پانے کا مستحق نہیں
کہ مدعی کو خرچہ دلانا بھی حکم شریعت کے باطل نکات ہے اگرچہ مدعی مظلوم ہی ہو۔ عقود الیہ میں ہے :

مثل فی رجل کفیل اخبر عند نرید بدینت
معلوم ثم طالبه نرید به والنمہ به لمدی
القاضی ، فطلب نرید ان یدفع له الرجیل
قد رما صوفه فی حلفة الالزام ، فدفعه
له ، ویبید الرجیل مطالبة نرید بما قبضه
من حلفة الالزام ، فهل له ذلك ، الجواب
نعم ثم اذ باختصار وکتب المولى المنقح رحمه
الله تعالیٰ هاشمہ لایلزم بحلفة الالزام .

ایک مقروض شخص نے دوسرے شخص کو قید کے
معلوم قرضہ کا کفیل بنایا پھر قید نے اس کفیل پر قرض
کا لازم بنانے کے لئے اس کفیل کو قاضی کے ہاں
طلب کرایا تو قاضی کے ہاں کفیل پر الزام ہو گیا تو اب
قید اپنے مقروض شخص سے قاضی کے ہاں الزام کے
خرچہ کا مطالبہ کرے اور وہ خرچہ قید کو دے دے
اور اب وہ مقروض شخص قید سے خرچہ کی دی ہوئی رقم
کا واپس لینے کے لئے مطالبہ کرے تو کیا اس کو

واپس لینے کے لئے مطالبہ کا حق ہے، الجواب ، ہاں حق ہے اور اس کے حاشیہ پر نتیجہ کو نیوالے حضرت
نے لکھا کہ الزام کی کاروائی کا خرچہ لازم نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)

ہاں اگر زمیندار اُس سے کہہ دے کہ آئندہ سے اس زمین پر اتنی لگان تجھے دینی ہوگی، اور کاشتکار
نے اضافہ کرے زمین چھوڑے بلکہ خاموش رہے اور زراعت کئے جائے، تو اس کا وہ سکوت ہی شرعاً
قبول ٹھہرے گا، اور اس دن سے وہی لگان اُس پر لازم ہوگی، مگر زمیندار اُس سے وصول نہیں کر سکتا

باجرة الشل، وهي الاذن وبیتان۔

اجلہ کے ختم ہونے میں غدر ہے تو اس پر شلی اجرت کا کرایہ لازم ہوگا جو کہ اب ڈیو پیہ (مثلاً) ہے (ت)

در مختار میں ہے،

منافع الغصب لا تمن عندنا، الا في ثلث،
فيجب اجرة الشل ان يكون المصوب وقفا
او مال یتیم، او معد الاستغلال، الا في
المعد للاستغلال اذا سکن، يتاويل ملك
او عقد فلا شئ عليه اعم مطلقا۔

غصب کے منافع ہمارے نزدیک قابل ضمان نہیں ہیں ماسوائے تین مواقع کے، ایک یہ کہ موصوب وقعت ہو تو اس کی شلی اجرت لازم ہوگی، دوسرا یہ کہ وہ موصوب چسپینہ تنیم کا مال ہو، تیسرا یہ کہ وہ چیز کرایہ حاصل کرنے کے لئے مختص ہو، ہاں اگر ملکیت کی تاویل سے اس کرایہ والی زمین میں رہائش پذیر ہو تو پھر اس پر کوئی ضمان لازم نہ ہوگا اعم مطلقا (ت) تو بنام خرچ جو کچھ ملے اس اضافہ میں جو شرعا اس پر لازم ہو چکا وصول کر لے لانا ظفر بجنس حقہ (کیونکہ وہ اپنے حق کی جنس پر قابض ہوا) رد المختار میں ہے،

او انحرى سکنه الرفعة للحاكم، فاذا ظفر بمال
مديونه، له الاخذ ديانة، ايل له الاخذ
من خلاف الجنس على ما نذكره قريباً۔
اپنے دیون کے مال پر کامیابی پالے تو قبضہ میں لے لے، یہ اس کو دیانۃ اجازت ہوگی، بلکہ اس کو اپنے حق کی جنس کے خلاف بھی اس کا مال ملے تو قبضہ کر لے جیسا کہ ہم عنقریب ذکر کریں گے۔ (ت)

اور اگر اجارہ کی کچھ مدت مقرر نہ کی یوں ہی سال بسال کاشت کرتا چلا آتا ہے، جب تو ختم ہر سال پر زمیندار کو اختیارات مذکورہ حاصل، اور احکام مذکورہ نافذ ہیں، کہ اس سے ہر سال پر نیا اجارہ منعقد ہوتا ہے گنا اشرنا الیہ (جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے) در مختار میں ہے :

اجرحا نوتاكمل شهر بكذا، صحت في
واحد فقط، واذا قسم الشهر، فكل
فسخها بشرط حضور الآخر
لا انتهاء العقد الصحيح، وفي
ایک مکان کسی معینہ معاوضہ پر ماہانہ اجرت پر دی تو صرف ایک ماہ کا یہ اجارہ صحیح ہوگا اور جب مہینہ ختم ہو جائے تو دونوں میں سے ہر ایک فریق کو اس کے فسخ کا اختیار ہوگا بشرطیکہ

کل شہر سکین فی اولہ صحہ العقد فیہ ایضاً
الخ باختصار۔

دوسرا فریق وہاں موجود ہو، کیونکہ صحیح عقد ختم ہو گیا
ہے اور جس مہینہ کی ابتداء میں وہاں رہائش پذیر
رہا اس مہینہ کے اجارہ کا عقد بھی صحیح قرار پایا گا الخ باختصار

باجملہ یہ قاعدہ کلیہ تغیرہ جلیہ حفظ کرنے کا ہے کہ جب کسی کا دوسرے پر کچھ آتا ہو، یا اس سے لینے
کا شرعاً حق رکھتا ہو، اور اپنے اس حق تک قانوناً نہ پہنچ سکتا ہو، تو اس کے وصول کے لئے کسی ایسے
امر کا ارتکاب جو قانوناً ناجائز ہو، اور مجرم کی حد تک پہنچے شرعاً بھی ناجائز ہو گا کہ ایسی بات کے لئے جس پر
قانونی کا مرتکب ہو کر اپنے آپ کو سزا اور ذلت کے لئے پیش کرنا شرعاً بھی روا نہیں۔

قال تعالیٰ لا تلتقوا بایدیکم والی التملکۃ،
وقد جاء الحدیث عنہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم ینہی المؤمن ان یتذل
نفسہ بہ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنے ہاتھوں ہلاکت میں
شر نہ ڈالو۔ اور حدیث شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کا ارشاد منقول ہے کہ آپ نے زمین
کو اپنا نفس ذلت میں ڈالنے سے منع فرمایا
ہے۔ (د ت)

مگر جب کوئی ایسا ذریعہ پائے کہ قانوناً کوئی رقم اس سے وصول کر سکے تو اجازت ہے کہ اس
نیت جائزہ سے اسے لے اگرچہ قانوناً کسی دوسرے نام سے لے،

فان الشی اذا وصل الی مستحقہ من المستحق
علیہ، جعل واصل من الجهة التق
یستحقہ، کما فی الدر المختار، وقد قال
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا الاعمال بالنیات
وانما لکل امرئ ما نوى
تو جب کسی چیز کو اپنے مدیون کی کوئی چیز پاتے
ہے تو اس کو استحقاق کے طریقہ پر پہنچا تصور کیا جائیگا
جیسا کہ در مختار میں مذکور ہے، حالانکہ حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، اعمال کا اعتبار
نیت پر ہے اور ہر شخص کو اسکی نیت کا ثمرہ ہے۔

۱۷۸/۲	مطبع مجتہبی دہلی	۱۹۵/۲	سہ در مختار کتاب الاجارۃ الاجارۃ الفاسدۃ
۳۰۵/۵	دار الفکر بیروت	۱۹۵/۲	سہ المستدرک ان اکرم
۲۸/۲	مطبع مجتہبی دہلی		سہ مسند امام احمد بن حنبل ترجمہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ
۲/۱	فتویٰ کتب خانہ کراچی		سہ در مختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد
			صحیح البخاری باب کیف کان جز الوعی الخ

اور یہ ضرور ہے کہ شرعی اجازت سے آگے نہ لے، مثلاً مورد پے آتے تھے تو سو یا سو سے کم لے سکتا ہے زیادہ جاتا نہیں، اور یہ بھی لحاظ رہے کہ شہا مطہر کسی طرح بڑے کام سے منع فرماتی ہے یونہی بڑے نام سے، تو ایسے ذریعہ سے بچے جس میں اگرچہ یہ اپنی نیت کے سبب لیتا آتا، یا ایک شئی مباح لیتا ہو جس میں اُس پر ہوا فائدہ نہیں، مگر وہ ظاہری ذریعہ ایسا ہو جس سے بدنامی ہو، لوگ اسے مرکب حرام سمجھیں، غیبت کریں، جیسے سود کا نام، تو اس سے بھی بچے اور صبر کرے۔ واقعہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از موضع سنگھ ہریہ، تحصیل موآنہ، ڈاک خانہ بہلا دود، ضلع میرٹھ، مرسلہ سید اکبر علی ۲ شعبان ۱۳۲۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قریب کاشتکار موردی ہے، اور لنگان بحساب دو روپیہ فی بیگہ زمیندار کو ادا کرتا ہے، اور وہ زمین جو زیر کاشت موردی زید ہے اصل میں للہ فی بیگہ کے لنگان کی ہے کیونکہ اس اراضی سے طمخہ اور ہم حیثیت اراضی مبلغ للہ فی بیگہ لنگان پر کاشت کرائی جا رہی ہے، اور دوسرے کاشت کار خوشی سے للہ فی بیگہ لنگان پر کاشت کرتے ہیں زمیندار کا بہت بڑا نقصان ہے اور کاشتکار مذکور زمیندار کے کہنے سے لنگان میں اضافہ نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ شرعاً مالش کر دو، بعد ہو جانے ڈگری کے لنگان زیادہ ڈوں گا، اور زمیندار خود تو اضافہ نہیں کر سکتا کیونکہ کاشت کار رضامند نہیں، اور پکھری سے بچنے وجہ ہو نہیں سکتا۔ اس معاملہ میں وکلاء سے بہت زیادہ تحقیق کر لی گئی ہے، اگر کاشت کار لنگان اس وقت جبکہ قانون نے اس پر واجب کیا ہے نہ ادا کرے، اور زمیندار محض اپنے نقصان کی تلافی کی غرض سے لنگان کے روپیہ پر سود لگا دے اور کہ دے کہیں اپنے لنگان میں لیتا ہوں تو کچھ گناہ تو نہیں ہے، اس طریقہ سے کچھ تلافی نقصان ہو جائے گی۔

دوم یہ کہ اگر زمیندار پکھری میں ایک سچی بات کو چھپائے اور جھوٹی بات کو ظاہر کرے تو اپنے نقصان کی معمولی سی تلافی کر سکتا ہے اور اراضی موردی کا اس کے قبضہ سے نکل جانا بھی ممکن ہے، اس جھوٹی بات کو ظاہر کرنے سے جو زمیندار محض اپنے نقصان کی تلافی کی غرض سے کرتا ہے کوئی گناہ ہو گا یا نہیں؟

سوم یہ کہ کاشتکار موردی کا کوئی حق ہے یا نہیں؟

چہارم یہ کہ شریعت مطہرہ کے نزدیک زمیندار کی مالی نقصان کی تلافی مال سے کیڑ کر ممکن ہے؟ فقط۔

الجواب

جواب سوال اول و سوم و چہارم، شرع مطہر کے نزدیک مملوک زمینوں میں جیسی عام دیہات کی زمینیں ہیں کہ زمیندار ان کے مالک ہیں اصلاً کبھی کسی طرح حق موردی حاصل نہیں، شرعاً

زمیندار کو اختیار ہے کہ جب پڑ کی میعاد ختم ہو، یا اگر کاشتکار سے کوئی میعاد معین نہ ٹھہری تو جس ختم سال پر چاہے کاشتکار سے کہ دسے کو اب سے کاشت چھوڑ دے مجھے زمین تجھ کو دینا منظور نہیں، اس کہنے سے وہ زمین سے شرعاً بے تعلقی ہو جائے گا اور اسے حرام ہوگا کہ قبضہ نہ چھوڑے، اگر نہ چھوڑے گا غاصب ہوگا اور اس کے بعد سے عند الشرع اس پر وہی چار روپے بیگمہ واجب ہوگا جو وہاں اس حیثیت کی زمینوں کی عام شرح ہے اگر نزد دسے گا اور وہی دو روپے بیگمہ اور اگر تار سے گا تو بلکہ شرح وہ فی بیگمہ دو روپے سال کا دیون ہونا رہے گا، مثلاً ایسی زمین پچاس بیگمہ اس کی کاشت میں ہے تو زمیندار کے سو روپے سال ہمیشہ اس پر چڑھتے رہیں گے جب تک زمین نہ چھوڑے، نیز زمیندار کو اختیار ہے کہ ختم میعاد یا صورت ثانیہ میں جس ختم سال پر چاہے اس سے زمین نکالنے کو نہ کہے، بلکہ یوں کہے کہ آج سے یہ زمین چار روپے یا دس روپے بیگمہ ہے جو وہاں اس زمین کی عام شرح ہو رہی ہے، خواہ اس قدر کہے یا اس سے کم یا جس قدر چاہے زیادہ، مثلاً سو روپے بیگمہ، ہزار روپے بیگمہ، اگر کاشت کار اپنے زعم پر کہ یہ بیگمہ چارہ جوتی قانونی کیا کر سکتا ہے، خاموش رہا اور کاشت کی، تو جتن اس نے کہہ دیا تھا اس پر وہی ہو رہے گا، اور اگر وہ سکوت نہ کرے بلکہ رد کر دے، مثلاً کہ میں تو وہی دو روپے دوں گا زیادہ نہ دوں گا، تو یہ پھر اپنے کلام کا اعادہ کر دے یہاں تک کہ وہ خاموش ہو جائے اور دیکھے کہ نہیں جیتا تو کہہ دے مجھے تجھ کو دینا منظور نہیں، اس کے بعد کاشت کرے گا، تو وہی عام شرح مثلاً چار روپے اس پر لازم آئیں گے، ان طریقوں سے یہ تو ہوگا نہیں کہ زمیندار قانوناً دو روپے بیگمہ سے زائد لے سکے، جب تک باضابطہ اضافہ نہ کر اسے جو ہزار قتیق رکھتا ہے، نہ یہی ممکن کہ زمیندار اس بنا پر کہ شرعاً اس کے اجارہ سے کل گئی اسے خود بے دخل کر دے اور نہ صرف قانوناً بلکہ عند الشرع بھی زمیندار کو جائز نہ ہوگا کہ شروع پہلی بات کے لئے اپنے آپ کو جلالت میں ڈالنے یا ذلت کے لئے پیش کرنے کی سخت مخالفت فرماتی ہے، ایسی صورت کا ہر جرم قانونی اس عارض کی وجہ سے خود جرم شرعی اور گناہ ہے۔ ان طریقوں سے یہ نفع ہوگا کہ جب کاشتکار عند الشرع اس کا دیون ہو گیا اور وہ دین قانوناً وصول ہر نہیں سکتا، تو کاشتکار سے جو رقم قانوناً وصول کر سکے، اور شرعاً وہ رقم نادا جب ہر اسے قانونی ذریعہ کے نام سے وصول کرے، اور اپنے لئے آتے ہوئے میں مجرا کرے جبکہ یہ رقم اس قدر دین سے زائد نہیں، مثلاً کاشتکار پر لگان یا اضافہ یا بیہ دخل یا کسی قسم کی کوئی نالش کرے جس کی حاجت زمینداروں کو اکثر پڑتی ہے، اور وہ نالش ڈگری ہو تو شرعاً مدعی کو اگرچہ حق پر ہو مدعا علیہ سے خرچ لینا جائز نہیں، یہ خرچہ لے اور اسے اپنے دین میں محسوس سمجھے یا زمینداروں میں اکثر معمول ہے کہ کاشتکاروں سے لکڑی، اچھا بھسا وغیرہ اگھائی لیتے ہیں، یا ایل بیل گاڑی سبیل وغیرہ میں اور یہ شرعاً جائز نہیں، ان کو وصول کرے اور اس میں مجرا لے، لکڑی وغیرہ قیمت کے اعتبار سے، اور بیل

وغیرہ اجرت کے لئے سے، یعنی اگر قسط چوکے سے یا مکان تعدادی وغیرہ پر سود کا نام کرے اور سود کی نیت نہ ہو بلکہ اسی
 دین میں وصولی کرے تو یہ رقم بھی شرعاً اس کے لئے مالِ حرام نہ ہوگی، مگر اس سے احتراز یوں لازم ہے کہ شرع نے
 جس طرح بڑے کام سے منع فرمایا بڑے نام سے بھی منع فرمایا، اور اپنے آپ کو بلا ضرورت شرعیہ مطعون کرنا مسلمانوں کو
 اپنی غیبت و بدگونی میں مبتلا کرنا شرعاً منع ہے، سود کے نام لگانے سے لوگ اصل حقیقت کو نہ جانیں گے، اور
 اُسے معاذ اللہ سود غور کہیں گے، بدنام کریں گے، یہ کس کس کو اپنی نیت اور معاملہ کی اصل حالت بتاتا پھرے گا
 ایسی بات سے احتراز چاہئے بخلاف خرچہ اگھائی، سہیل بیگار معمول و رائج اشیاء کے، کہ عوام ان پر مطعون
 و بدنام نہ کریں گے، غرض کاشتکار کہ شرعاً ناجائز قبضہ رکھے، دیون بنانے کے وہ طریقے ہیں اور اپنے مالی
 نقصان کی تلافی کی یہ صورتیں، بغیر ان طریقوں کے صرف اس وجہ سے کہ گرد و پیش کی زمینوں کی شرح بڑھ گئی ہے،
 کاشتکار پر دُور روپے بیگھ سے زیادہ کچھ واجب نہ ہوگا، اور یہ زیادہ لے گا تو نا واجب لے گا، اس محل بیان کو
 خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اس میں شرعی اطاعت بھی رہے اور قانونی رعایت بھی اور مالی حفاظت بھی، اور ان اصول
 مسائل سے آج کل کے بہت ذی علم بھی غافل ہیں عوام تو عوام، اب ہم بعض عبارات ذکر کریں کہ تفصیل
 موجب تطویل،

فی رد المحتار عن الخیرۃ عن الحاوی عن
 الاسرار اذا استاجر ارضا ملکاً لیس للمستاجر
 ان یستبقیھا کذلک ان ابی المالک الا المقدم
 بل یمکن حل ذلک

جبکہ مالک اس کو اپنے تہاہرات ختم کرنے پر مصر ہو بلکہ مالک اس کو پابند بنا سکتا ہے۔ (دست)
 در مختار میں ہے،

قال لساکن اسکن بکذا والا فاشقل، فسکت،
 لزم ما یسمی لے
 جب مالک نے کوایہ وار کو کہا اگر رہنا ہو تو اتنے معاوضہ
 پر رہو ورنہ منتقل ہو جاؤ تو اس پر کرارہ ارغائوش
 رہا تو مالک کا ذکر کہ وہ معاوضہ اس پر لازم ہو جائیگا۔

اسی میں ہے،

يجب اجر المثل في السعد للاستغلال به
کراہ حاصل کرنے کے لئے مخصوص شدہ زمین کی مثل
اجرت لازم ہوگی۔ (د ت)

اسی میں ہے ،

الاصل ان المستحق بجهة اذا وصل الى المستحق
بجهة اخرى اعتبر بوجاهة مستحقه
ان وصل اليه من المستحق عليه والا فلا ،
وتامره في جامع الفصولين

رد المحتار میں ہے ،

اذا لم يسكنه الرخم لمحاكم فاذا غفر بسمال
مديونه له الاخذ ديانته ، بل له الاخذ من
خلاف الجنس
بب اس کو عالم کے ہاں پیش کرنا ممکن نہ ہے تو جب
اپنے دیون کا مال ہاتھ لگے تو دینا نہ ہو لینا جائز ہے
بلکہ حق کی جنس کے خلاف بھی مال لے کر لینے کا حق
ہے۔ (د ت)

اسی میں ہے ،

الفتوى اليوم على جواز الاخذ عند القدرة
من اى مال كان لله والله تعالى اعلم
جواب سوال دومہ ، جھوٹ بونا حرام ہے ، ہاں اپنا حق وصول کرنے یا اپنے اوپر سے ظلم
دفع کرنے کے لئے پہلو دار بات کی اجازت ہے ، جس کا ظاہر کذب ہوا اور باطن میں صحیح معنی مراد ہوں ، وہ بھی
اسی حالت میں کہ صدق محض سے وہ حق نہ لے اور ظلم نہ لے ، ورنہ یہ بھی جائز نہیں ، رد مختار میں ہے ،
الکذب مباح لاحياء حقه ودفع الظلم عن
نفسه ، والصلح التعريض ، لان عين

۲۰۰-۸/۲	مطبع مجتہدانی دہلی	کتاب النصب	لے رد مختار
۲۸/۲	" "	باب البیع الفاسد	لے رد مختار
۲۰۰/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب السرقة	لے رد المختار
۹۵/۵	" "	کتاب الحجر	لے رد المختار

رد المحتار میں ہے :

حيث ابيح التعريض لحاجة لا يباح
لغيرها، لانه يؤهم الكذب به

یہاں کسی حاجت کی وجہ سے تعریض جائز ہے وہاں
بغیر حاجت جائز نہیں، کیونکہ تعریض جھوٹ کا وہم
پیدا کرتی ہے (ت)

ہاں اگر ظلم شدید ایسا ہو کہ قابل برداشت نہیں، ضرور ایسا سخت ہے جس کا مقصد کذب کے مقصد سے بڑھ کر
ہے، اور اس کا دفع بے کذب ناممکن ہو تو مجبوری اجازت پاسکتا ہے لان الضرورات تبیح المحظورات
(کیونکہ ضروریات منوع چیزوں کو مباح کرتی ہیں۔ ت)، رد المحتار میں منقول

ينبغي ان يقابل مفسدة الكذب بالمفسدة
المتربية على الصدق فان كانت مفسدة
الصدق اشد فله الكذب، وان بالعكس
او شك حرم، وقد نقلنا القول في
فتاؤنا. والله تعالى اعلم.

جھوٹ کے فساد اور صدق پر مرتب جو نیو اسلے فساد کا
قابل کیا جانا مناسب ہے اگر صدق پر مرتب فساد
شدید ہو تو جھوٹ مباح، اور اگر معاملہ بالعکس ہو
یا دونوں صورتوں میں شک ہو تو پھر کذب حرام ہے
اور فیصلہ کن قول ہم نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے
و اللہ تعالیٰ اعلم (ت)

جمادی الآخرۃ ۱۳۳۳ھ

مسئلہ از گزرتوی مرسلہ حکیم رضا حسین خاں سلاز

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مشترک گاؤں میں اگر ایک شریک بے اذن دیگر شرکار خود
کاشت کرے، تو جائز ہے یا نہیں؟ اور دیگر شرکار اس سے اپنے حق کی مکان لیں گے یا کیا؟ بیعتوا
توجبہروا۔

الجواب

زمین مشترک میں ایک شریک کا زراعت کرنا اگر باذن جمیع شرکار ہے، بلا شہر روا ہے، پھر جبکہ
وہ زمین گاؤں کی ہے، اور دیہات کی زمین اجارہ ہی کے لئے ہوتی ہے، تو جب تک تصریح نہ ہو جائے کہ
مکان نہ لیا جائے گا، شرکار کے حق کے مکان اس پر مکان آئے گا۔

۲۵۲/۶	مطبع مجتہدی دہلی	فصل فی البیع	لے در مختار کتاب المحظورات با حۃ
۲۵۵/۵	دار ایحاء التراث العربی بیروت	"	۲۵۵
۲۵۴/۵	"	"	۲۵۴

لان الاجارة من الشريك جائزة ، لعدم الشروع
في المنافع المأذنة اذا نكل تحدثت على مسئلة
امالمنكحة او للاجارة ، بخلاف الاجارة من
بعد شريكه ، او اجارة البعض من غير
الشريك حيث لا تجوز للشروع كما في الهداية
والدرة

تمام شرکار کی طرف سے اجارہ حاصل کرنا جائز ہے کیونکہ
اب منافع میں شیوع نہ ہوگا کیونکہ پیدا ہونے والے
تمام منافع اس کو اپنی ملکیت کی وجہ یا اجارہ کی وجہ سے
حاصل ہوں گے بخلاف جبکہ تمام شرکار میں سے ایک یا
بعض سے اجارہ کرے تو ناجائز ہوگا ، کیونکہ ان صورتوں
میں شیوع پایا جاسکے گا ، جیسا کہ درآیہ اور در مختار
میں ہے۔ (ت)

اور اگر شرکار کے خلاف مرضی زراعت کرے گا گنہگار و غاصب ہوگا ، پھر اگر اس کی زراعت سے زمین کو نقصان
پہنچا تو حصص شرکار کے لئے اس نقصان کا تاوان دے گا ، اور اگر کوئی نقصان نہ پہنچا تو کچھ نہ دے گا ، اس
صورت میں لگان عام نہیں ہو سکتا ،

لانماوان كانت معدة للاستغلال فالشريك
يتصرف فيها بتاويل السلك ، والتصرف مبہ
بتاويل العقد يمنع الجبر في المعد بخلاف
الوقف ومال اليتيم حيث يجب فيهما مطلقا
كما بينه في الدر المختار ورد المحتار ۔
کیونکہ اگرچہ وہ زمین کرایہ داری کے لئے تیار رکھی ہے تو
شریک کا اس میں تصرف ملکیت کی تاویل سے ہے
جبکہ عقد کی تاویل کرایہ داری والی چیز میں اجرت کے لئے
نافع ہے بخلاف وقف اور مالی یتیم کے ، کیونکہ ان میں
اجرت لازم ہے ، جیسا کہ در مختار اور رد المحتار نے
یہ بیان کیا ہے۔ (ت)

اور اگر شرکار کا صریح اذن غنائہ ممانعت ، بلکہ ان سے بے پوچھے بطور خود اس نے زراعت کی تو اس میں
حکم منقول و منصوص تو یہ ہے کہ اگر معلوم ہو کہ زراعت یا اس خاص زراعت سے زمین کو نقصان پہنچے گا ، یا
زراعت نہ کرنے سے زمین کی طاقت بڑھے گی ، تو اس صورت میں شرکار سے بے پوچھے اس کا زراعت کر لینا
صورتِ خصم میں داخل ہے ، اور حکم وہی ہے کہ نقصان کا تاوان ہے لگان کچھ نہیں ، اور اگر معلوم ہے کہ

۳۹/۳	مطبع ریاستی مکتبہ	باب الاجارة الفاسدة	کتاب الاجارة	لہ الہدایہ
۱۴۶/۲	مطبع مجتبائی دہلی	" "	" "	لہ در مختار
۲۰۸-۰۹/	"	کتاب الغصب	"	لہ در مختار
۱۳۲/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	"	لہ رد المحتار

زراعت سے زمین کو منفعت ہوگی، تو یہ صورت صورتِ اجازت میں داخل ہے کہ اگرچہ ہر اذن نہ ہو، مگر
 بوجہ منفعت و دلائلِ اذن ہے، اس صورت میں بھی حکم یہ نکلتے ہیں کہ مکان دینا نہ آئے گا، ہاں شرکار کو یہ اختیار
 ہوگا کہ اپنے اپنے حصوں کی قدر وہ بھی اتنی اتنی تنگ اس کی زراعت کر لیں، مثلاً دو شریک تھے، ایک ایک
 ٹلٹ کا دوسرا دو ٹلٹ کا ٹلٹ والے نے ایک سال زراعت کی، تو دو ٹلٹ والا دو سال زراعت کر سکتا ہے،
اقول مگر یہ حکم اس صورت کا ہے کہ زمین اجارہ کے لئے معدوم معروف نہ ہو کہ اس صورت میں اگرچہ بوجہ
 منفعت دلائلِ اذن ہے، مگر اذن عاریت و اجارہ دونوں کو محمل ہے، اور عاریت اقل ہے، تو وہی متعین ہے
 اور اجارہ بلا دلیل ثابت نہیں، لہذا اجارہ واجب نہ آیا، مگر جو زمین معدوم استغلا ل ہے، جیسے زمین دیہات، اس
 میں ثبوتِ اذن بحکم اعداد و جہد و ہر اجارہ ہی مانا جائے گا، جب تک صراحت لفظی اجازت یا تصریح عاریت
 نہ کر دیں لان المعروف كاللمشروط وهذا ظاهر جداً (کیونکہ معروف چیز مشروط کی طرح ہے اور یہ
 بالکل واضح بات ہے۔ ت) تو یہ صورت مثل صورتِ اولیٰ یعنی زراعت باذن صریح شرکار ہوگی، اور مکان لازم
 آئے گا، اسے نہ مانتے تو بحال منفعت اذن دلائل ثابت ہونا، اگر وہاں چل سکے جہاں کوئی مزارع موجود نہیں
 تو آباد دیہات میں اس کا ثبوت سخت دشوار ہے کہ غیر شخص زراعت کرتا تو شریک دیگر کو اپنے حصہ کی اجرت
 ملتی، اور شریک نے خود کاشت کی، اور مکان دلائل نہیں، صرف یہ اختیار دیں کہ اتنی مدت یہ بھی زراعت
 کر لے، اور مکان کی یہ زراعت کے لئے آمادہ نہ ہو، اس کے اسباب نہ رکھتا ہو، اس کے کاموں کا محمل نہ ہو، ان
 کی فرصت نہ پاتا ہو، تو اس کا حصہ بلا معاوضہ دوسرے کے تصرف میں رہا، اس پر رضا و اذن دلائل مانتا
 بہت مشکل ہے بخلاف اس صورت کے کہ مکان لازم کریں کہ صریح فسخ حاصل ہے، یہ دونوں صورتیں علم کی حقین
 اور اگر کچھ نہ معلوم ہو کہ زراعت سے زمین کو مضرت پہنچے گی یا منفعت، اس کا حکم نہیں نکلتے، اقول وہ صورت
 مضرت کے حکم میں ہے کہ دلائل ثبوتِ اذن بوجہ علم منفعت تھا، جب یہ نہیں وہ نہیں، تو نہ ہوا مگر مطلقاً بلا اذن
 تصرف، اور یہی غصب ہے،

وذلك لان الاصل في التصرف فيما فيه ملك
 لغيره الحظر الا باذنه ولودلالة، ولعدم وجود
 اس لئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ غیر کی ملک میں تصرف
 اس کی اجازت کے بغیر منع ہے اگرچہ وہ اجازت
 دلائل ہو، جبکہ یہاں کسی طرح اجازت نہیں (ت)
 ہو وکلاھی۔

جامع الفصولین فصل ۲۲ بحث "انتفاع بمشترک" میں ہے،

يغرم الزام مع لشریکه نقصان نصف
 الا منصف لو انتقصت لانه خاصب
 ایک شریک نے زمین کاشت کی تو وہ دوسرے
 شریک کے نصف حصہ کے نقصان کا ضمان دے گا

فی نصیب شریکہ (من) وعن مرمر حجة الله تعالى، لو غاب احدهما فله شریکہ ان یزوع نصف الارض، ولو اراد الزارع ان یزوع العام الثانی فله نصف النزع کان نزعہ، ویفتی بانه لو علم ان النزع ینفع الارض ولا ینقصها فله ان یزوع کلها، ولو حضر الغائب فله ان ینتفع بكل الارض مثل تلك المدة، لرضا الغائب فی مثله دلالة، ولو علم ان النزع ینقصها او التزک ینفعها ویزیدها قوة فلیس للحاضر ان یزوع فیها شیئا اذ الرضا لم یثبت هنالك کذا، (قفظ)۔

بشرطیکہ کاشت سے زمین کو نقصان ہو کر نہ کہ وہ اپنے شریک کے نصف کا غائب ہے (مز)، اور مزور و غائب تعالیٰ سے مروی ہے کہ اگر ایک شریک غائب ہو تو دوسرے شریک کو نصف زمین کاشت کرنے کا اختیار ہے، اور اگر دوسرے سال بھی زراعت کرنا چاہے تو اسی حد کو کاشت کرے، اور فتویٰ یہ ہے اگر معلوم ہو کہ زراعت زمین کے لئے مفید ہے فقضان وہ نہیں ہے تو تمام زمین کو کاشت کرے اور غائب شریک آجائے تو اس کو حق ہو گا کہ وہ بھی اتنی ہی مدت کل زمین کو اپنے لئے کاشت کرے، یہ اس لئے کہ مفید ہونے کی صورت میں غائب کی دلالت رضا ہے، اور اگر معلوم ہو کہ کاشت زمین کے لئے نقصان دہ ہے

یا ترک زراعت مفید ہے اور زمین کے لئے مزید وقت کا باعث ہے تو پھر حاضر شریک کو کوئی چیز کاشت کرنے کی اجازت نہیں ہوگی، کیونکہ نقصان کی صورت میں دوسرے شریک کی رضا ثابت نہیں ہے، یوں قفظ نہیں ہے۔ (ت)۔
روا المختار کتاب النصب میں ہے،

نقل (ای فی تنویر الابصار) اوکلاء عن العبدية عن محمد (قد کرم الله مناعه) المجامع قال، ثم نقل عن القنیة " ان الحاضر لا یلزمه فی المدة المشتركة اجرة، وليس للغائب استعماله بقدر تلك المدة، لامت المداواة بعد الغصومة، قال وینهما تدافع الامت یفرق بیت الارض و

تنویر الابصار میں اولاً عماد پر سے بحوالہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نقل کیا اور جامع الفصولین سے ہمارے نقل کردہ کے موافق ذکر کیا، پھر انھوں نے حنفیہ سے یہ نقل کیا کہ حاضر شریک پر مشترکہ ملکیت میں کوئی اجرت لازم نہیں ہوتی اور غائب کو اتنی مدت زمین کو استعمال کرنے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ بدلہ کا لین دین قاضی کے ہاں خصوصت کے بعد ہوتا ہے، اور کہا کہ ان دونوں منقولہ عبارتوں میں اختلاف ہے الآیہ کہ زمین اور

الدار، وهو بعيد، او انهما روايتان، ثم نقل
عن الخاتمة امت مسئلة الدار كمسئلة
الارض، وان للغائب ان يسكن مثل حاسك
شريك، وانت الشاخص استحسنوا ذلك و
هكذا روى عن محمد وعليه الفتوى
مشائخه لم يسنده فرما ہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اسی طرح منقول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (رت)

نیز جامع الفصولین میں بھی عبارت مذکورہ ہے،

(قص) سکن دار مشتركة بغیبة شریکة لا یلزمه
اجر حصته ولو معدة للاستغلال (الحق قوله)
علی فی (ذ) بانه سکن بتأویل الملك فلا اجر
(واقعة الفتوى) زرع ارضاً بینہ و بین غیرہ
هل لشریکه ان یطالبه بربع او ثلث بحصة
فرضه كما هو صرح ذلك الموضع اجیب
بانه لا یملك ذلك ولكن یقرمه نقصان غیبه
فی الارض لو انتقصت یت

اپنے حصہ کے طور پر مطالبہ کا حق ہے جیسا کہ وہاں معروف ہے، جواب دیا گیا کہ دوسرے شریک کو یہ حق نہیں
ہے، ہاں اگر زمین کو کاشت سے نقصان ہوا تو اس کو اپنے نصف کے نقصان کا ضمان لینا روا ہو گا۔ (د)

اقول یہ ہے وہ حکم کہ اس صورت زراعت سے اطلاع شرکاء پر کتب میں مذکور ہے، مگر یہ احکام
عرف کے ساتھ دائر ہیں، اور یہاں دیہات میں عرف و اسرار مجب ہے کہ زمین کا اجارہ پر اٹھنا ہی
منفعت جانتے ہیں اور اس کا پڑا رہنا ہی نقصان سمجھتے ہیں کہ وہ صرف معدوم اجارہ ہوتے ہیں، اس کے
بعد اس پر کوئی نظر نہیں ہوتی کہ زراعت اس کے لئے نفع ہے یا ترک، تو یہاں یہ صورت صورت اولیٰ یعنی
اذن دلائل میں منحصر ہے، اور بوجہ اعداد اجراء لازم، مگر کوئی خاص زراعت ایسی فرض کی جائے کہ زمیندار اس پر

راضی نہ ہوتے ہوں اور اُسے مضارض جانتے ہوں، تو وہ مستثنیٰ رہے گی، اس تقریر پر دوبارہ دیجات غلامیہ حکم یہ ہے کہ شریک کو زراعت کرنا مطلقاً جائز اور حقد شرکار کا لگان مطلقاً لازم ہے، مگر اُس صورت میں کہ دیگر شرکائے صراحتہ منع کر دیا ہو، یا کوئی ایسی زراعت ہو جس سے زمین بگڑتی ہو، اور زمیندار اس پر راضی نہ ہوتے ہوں، ان دونوں صورتوں میں نقصان زمین کا تاوان دے گا، اگر واقع ہو، اور لگان نہ آئے گا، اور شرکار نے صراحتہ بلا لگان اجازت دی، تو لگان نہیں، اور زراعت جائز ہے، **هَذَا مَا عِنْدِي وَالْعِلْمُ بِالْحَقِّ عِنْدَ رَبِّي** (یہ میری طرف سے ہے اور علم حق میرے رب کے پاس ہے۔ ت) **وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ** (مستقلہ مسئلہ مسئلہ مسئلہ علی صاحبہ السلام، از کانپور مسجد حاجی بدو، شطرنج محل، ۴ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ ملک بنگال میں علی بھرا ملک تین قسم پر تقسیم ہے،

اولی ملک شاہی،

دوم ملک زمینداری،

سوم ملک رعیتی۔

رعایا زمیندار کو فراخ دیتے ہیں، اور زمیندار بادشاہ کو، بادشاہ ہی اصل مالک زمین کا ہے، اور بالکل تعصبات کا اختیار رکھتا ہے، زمین بادشاہ کے تحت میں زمین کا مالک ہے، اور زمیندار کے تعصبات بادشاہ کے تعصبات کے تابع ہیں، اور رعیت زمیندار کے تابع ہے، زمیندار رعایا کو زمین و مکان میں جتنے تعصبات کے لئے حکم دیتا ہے، اُسی کا اس کو اختیار ہوتا ہے زیادہ نہیں، اس حالت میں کوئی رعیت دوسری رعیت کے پاس اگر اپنی رعیتی زمین کو بیچے تو قیمت کے فی تولہ چار آنہ حساب سے (یا تم و بیشش) زمیندار کی سرکار میں نذرانہ دینا ہوتا ہے مثلاً زید اگر اپنی رعیتی زمین کو غمخورو کے پاس قیمت دو تھو روپے بیچے، اور غمخورو دو تھو روپے دے کر قبضہ کر لے، اور زید غمخورو میں خرید و فروخت ہو گیا، تو اب غمخورو زمیندار کے سرکار میں فی تولہ چار آنہ کے حساب سے دوسرے کی نذر پچاس روپے علاوہ فراخ کے جب تک ادا نہ کرے گا تب تک غمخورو کی زمین کی بابت زید کے نام کو فراخ کر کے غمخورو کے نام کو اپنے دفتر میں ثابت نہ کرے گا، غمخورو اس زمین پر تصرف کرنے نہ دے گا، پس نذر مذکور علاوہ فراخ کے زمیندار کو لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بیتو اتوجرو ابالبد لائل (دلائل کے ساتھ بیان کر کے اجر حاصل کیجئے۔ ت)

الجواب

زمیندار یا باوجود کے وقت سے وراثتہ مالک زمین چلے آتے ہیں، یا جس نے ایسے مالکوں

عنه في الاصل كذلك لعله "زمیندار"

سے بیع و ہبہ وغیرہ کسی عقد صحیح شرعی سے ملک حاصل کی زمیندار اس زمین کا شرعاً ملک ہے اب یہ زمین جو ایک کاشتکار نے دوسرے کے ہاتھ بیع کی، اس بیع سے اگر وہ غریب نے دلا کاشتکار اس زمین کا ملک مستقل نہیں سمجھا جاتا بلکہ زمیندار کو نذرانہ دینے کے بعد بھی کاشت کار ہی سمجھا جاتا ہے تو یہ بیع محض باطل ہے۔

کاشت کار اولیٰ نے جو زمین کاشتکار دوم سے لیا وہ اس کے لئے ناجائز ہے، اس پر واجب ہے کہ کاشتکار دوم کو واپس دے، اور یہ نذرانہ کہ زمیندار کو دیا جائے گا کہ سال اولیٰ اجرت زمین میں اضافہ تصور کیا جاتا تو زمیندار کو جاتے ہوتا، مگر ظاہراً اضافہ نہیں سمجھا جاتا، بلکہ پہلے کاشتکار کی جگہ دوسرے کو قائم کرنے کی رشوت قرار زمیندار کو بھی جاتے نہیں، ہاں جبکہ کاشتکار اولیٰ اس اجارہ سے دوسرے کے لئے دست بردار ہو چکا، اور زمیندار نے دوسرے کو مستاجر قبول کر لیا تو یہ دوسرا شرعاً مستاجر ہو گیا، غرض کہ زمیندار اس سے لے گا زمیندار کو حلالی ہے، ظاہراً صورت یہی واقع ہوتی ہوگی، نیز کہ کاشتکار کی بیع بیع شرعی سمجھی جائے اور کاشتکار دوم زمین کا ملک مستقل قرار پائے، اور اگر بالفرض کہیں ایسا ہو لے کاشتکار اول کا دوسرے کے ہاتھ بیع بیع فضلی ہو، اور زمیندار کا اس نذرانہ پر قبول کرنا زمیندار میں اضافہ اور بیع کی اجازت ہے، تو وہ دوسرے کو کاشتکار اولیٰ کو ظاہراً زمیندار اس کے لئے حلال ہے، اور وہ نذرانہ کہ زمیندار نے لے لیا اس کے لئے ناجائز ہے مگر اب جو خراج زمیندار اس کاشت کار دوم سے لے گا یہ حرام و باطل ہے کہ اس تقدیر پر کاشتکار دوم زمین کا ملک مستقل ہو گیا، غیر ملک کا ملک سے خراج لینا کیا معنی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از شہر بلی محلہ فراشی کولہ مرسلہ مقصود علی خاں ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں، کہ اگر زمیندار بٹائی کے کھیت کو خواہ وہ کفار کی کاشت میں ہو یا مسلمان کاشتکار ہو، چارہ شخص اہل ہندو یا مسلمان کے بیج اس بٹائی کے کھیت کی کنگوت کوادے اور کاشتکار جو زمین کی کاشت کرتا ہو اس سے کہہ دے کہ اگر قبضہ کو یہ تخمینہ منظور ہو تو اس کو کاٹ لے، اور زمیندار کا حق جو ملے پایا ہو دے دینا، اور اگر منظور نہ کیے تو اس تخمینہ کو خسار کر دے ایسی صورت میں جبکہ کاشتکار بھی تخمینہ منظور کر لے تو یہ تخمینہ شرعاً جائز ہو گیا نہیں، اور اس کی کسی بیشی کا مواخذہ ہو گیا نہیں، جبکہ زمیندار کو اگر اس تخمینہ سے بیشی ہو تو اس کا کچھ خیال بیشی کا نہ ہو، اور اگر اس تخمینہ سے کم ہو تو زمیندار پر کاشتکار کا مواخذہ جبکہ وہ تخمینہ منظور کر چکا ہو، ہو گیا نہیں، ۱۰ بینوا اتوا بھوا۔

الجواب

کنگوت باطل ہے، شرعاً اس کا کچھ اعتبار نہیں، تو سے من تخمینہ ہوا اور زمیندار کاشتکار دونوں نے منظور کر لیا، اور آدھے پر بٹائی ہے، تو اگر سو من پیدا ہوا زمیندار کے پانچ من کاشتکار پر اور رہے، اس سے

جائز نہیں کہ پچاس میں کی جگہ پچیس میں خود لے اور پچیس میں زمیندار کو دے، اور اگر اتنی میں پیدا ہو تو زمیندار کا حق صرف پچیس میں ہے پانچ میں زیادہ لینا اسے حرام ہے، ورنہ مسلمان کا شتکار کے حق میں مانور ہوگا اُس کی باطل منظوری کہ برخلاف مقتضائے عقد و بے اذن شرع ہے، کچھ معتبر نہیں۔ ہمارے میں ہے،

من اشتری نرینا علی ان یزنیہ بطرفہ ، فی طرح
عنه مکان حکل نظرات خمین مرطلا
فیہو فاسد ، وان اشتری علی ان یطرح یوزن
النظر جاز ، لان الشرط الاول لا یقتضیہ
العقد ، والثانی یقتضیہ
اگر کسی نے اس شرط پر زیتون خریدے کہ میں اپنے چنانسے
ناپ کروں گا اور اسے بر چنانس پر پچاس رطل کاٹوں گا،
تو یہ عقد باطل ہے، اور اگر اس شرط پر خریدے کہ
چنانس کے وزن برابر شمار ہوگا تو عقد جائز ہوگا کیونکہ
پہلی شرط عقد سے تعلق ہے جبکہ دوسری شرط عقد
کے موافق ہے (د)

ہاں ہندو کا شتکار سے اس کی مرضی و منظوری کی بنا پر اگر ایسے زیادہ مل جائے تو حرج نہیں،
لجوات ان یاخذ منهم بغیر غدر ، ولو
بعقد انا وقع بین مسلمین کان فاسدا کما
یبناء فی بیع قاتونا - والله تعالی اعلم .
کیونکہ ہندوؤں سے غدر کے بغیر ملے لینا جائز ہے
اگرچہ وہ ایسے عقد کے ذریعہ ملے جو مسلمانوں میں ہو
تو فاسد قرار پائے جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ کے
بیروغ میں بیان کیا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (د)

مسئلہ از بنارس گرانٹ بازار مسجد نوبہ جنگ مراد محمد شفیق صاحب م رجب المرجب ۱۳۳۹ھ
ایک زمیندار نے کاشتکار کو بخوشی و رضامندی اپنی زمین بیگمہ اراضی کا پٹہ دواچی لکھ دیا اس شرط پر کہ
فی بیگمہ اراضی روپے دس لاکھ جس کا جملہ پچاس روپیہ ہوتا ہے، اس قدر مالگزاری سال بمال ادا کیا کروں، اور
ان اراضی کو چاہے خود کاشت کر دیا دوسروں سے کاشت کرواؤ، مگر مالگزاری اس کی حسب تحریر مندرجہ رقم سے
ادا کریں گے، اگر قسط پر ادا نہ کر دے گے تو بنالاش حق ادا کرنے کا ہم زمیندار کو ہوگا، اب کاشتکار ان اراضی
کو خود ہی کاشت کرتا ہے اور دوسروں سے بھی کاشت کراتا ہے، اور جب دوسرے کاشتکار کے ساتھ
بندوبست کرتا ہے تو فی بیگمہ پانچ روپے لیتا ہے اور جب بارہ برس گزر گیا تو وہ اراضی انگریزی کاغذ
میں قانوناً موروثی کبھی تھی، یعنی اب ان اراضیوں کو زمیندار زبردستی بے دخل کرنے کا مستحق نہیں، اگر
بخوشی و رضامندی اپنی کاشتکار واپس کر دے تو زمیندار واپس کر سکتا ہے، یا اگر مالگزاری کا شتکار

نے ادا کیا تو بنائش گزشت زمیندار کو بذریعہ ڈگری کاشتکار سے وصول کرادے گا، اور اراضیوں کو بھی واپس کرادے گا، اگر کاشتکار بعد ڈگری زمیندار کے مال گزاری کچری میں داخل کر دیا، یا زمیندار کو دے کر رسید حاصل کیا تو پھر کاشت کار اُن اراضیوں سے بے دخل نہ ہوگا بدستور قائم رہے گا، ایسی حالت میں کاشتکار کو کاشتکارشکی سے نفع لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور کاشتکار جو خود کاشت کرتا ہے اس کی پیداوار سے کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر زمیندار کاشت کار کو زبردستی بے دخل کرے تو کچری میں استغاثہ کرنے کا حق شرعاً پہنچتا ہے یا نہیں؟

الجواب

پہلے دوا می شرع میں کوئی عقد لازم نہیں، ہر سال تمام پر وہ عقد ختم ہوتا اور طرفین کی رضا سے نیا شروع ہوتا ہے، ہر سال ختم ہونے پر شریعت مظہر کے نزدیک طرفین کو اختیار ہے کہ اس عقد سے باز رہیں، ملک زمین میں مدت گزرنے سے شریعت کے حکم میں عقد لازم نہیں ہوتا، یہ قانونی بات ہے شرعی حکم نہیں، اگر رضا سے زمیندار ہے تو جب تک بھی ہے کاشت کار اس میں کاشت کر سکتا ہے اور دوسروں کو ذیلی بھی بنا سکتا ہے، مگر زرنگان جتنا ادا کرتا ہے اُس سے زیادہ دوسرے سے نہیں لے سکتا، اگر لے گا مالی حبثیت ہوگا، مگر تین صورتوں میں ایک زرنگان کی جنس بدل دے مثلاً زمیندار سے روپے ٹھہرے ہیں یہ ذیلی سے سونایا نوٹ ٹھہرائے یا اس زمین میں کوئی مالیت کی چیز مثلاً کنویں کے اضافہ کرے یا اس میں کے ساتھ دوسری زمین ملا کر محروغ کو ذیلی کی کاشت میں دے، مثلاً ڈھائی روپے بیگمہ پر اُس سے لی ہے یہ ایک بیگمہ زمین اس میں اور شامل کر کے مجموعہ ۲۱ بیگمہ بلا تفصیل ذیلی کو ایک سو پانچ روپے پر دے۔ یہ صورتیں جائز ہیں، اور اگر زمیندار کی رضامندی نہ ہو اور وہ اس سے زمین چھوڑ دینے کو کہے اور بددست کے دباؤ سے جبراً نہ چھوڑے تو شریعت کے نزدیک گنہگار ہوگا، اور اُس میں جو تنا اس کو ناجائز، جو ناج پسیدہ ہوگا نہ خباثت سے خالی نہ ہوگا اور ذیلی کو دے گا تو وہ روپیہ بھی اس کے لئے ناجائز ہوگا، اور اسے حکم ہوگا کہ زمیندار کو دے دے یا فقیروں پر تصدق کرے، اور اول اولیٰ ہے، جو شخص ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے حکم شریعت پر عمل کرنا چاہے، تو حکم یہ ہے ورنہ وہ جانے اور اس کا کام، واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہم ارحمنا حسنا واسعاً بحق مولانا محمد
النسبی الا حق نبی الانبیاء والمرسلین صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین۔
اے اللہ! ہمیں وسیع نیکی عطا فرما حضور نبی اکرم
ہمارے آقا محمد انبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
وصحبہ اجمعین کے وسیلہ سے۔ (ت)

مسئلہ از پندول بزرگ ڈاکٹر اس کے پورے غلط منظر پر مرحوم حضرت علی صاحب ۱۳ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ

(۱) ملک کا فرہو یا مسلمان، رعایا اس کو بعض زمین کی مال گزاری دے اور بعض کی نہیں، اس کے لئے
کیا حکم ہے، آیا وہ رعایا خدا و خدا رسول ماخوذ ہو گا یا نہیں؟

(۲) جس زمین کی رعایا مال گزاری دیتی ہے اس میں درخت لگایا، اب اس درخت کے فروخت کر سکتے
وقت ملک اس کی قیمت کا پورا حق حاصل کرتا ہے، زید نے پورا خدا و رسول کے نزدیک ماخوذ تو نہیں؟

(۳) کسی ملکیت کے قریب ملک کی زمین غیر آباد ہے، رعایا نے اپنی زمین کے ساتھ اس غیر آباد زمین کو
آباد کر لیا، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۴) ایک شخص کی زمین مثلاً ۴۰ کھڑے سروں سے ناپ نے غیر کی زمین لے کر ۵۰ کھڑے دیا ہے، اب اس زمین کو
وہ شخص اپنے تصرف میں دے سکتا ہے یا نہیں، اگر تصرف میں دے تو خدا و خدا رسول ماخوذ ہو گا یا نہیں؟

الجواب

(۱) مال گزاری مقرر ہوئی اسی کا نذر اگر نہ ظلم و حرام ہے اگرچہ زمین والا کافر ہو۔

قال الله تعالى يا ايها الذين آمنوا ادخلوا
الله تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! حقود کو
بالحقود دے۔ (ت)

(۲) ملک زمین کا اس درخت میں کچھ حق نہیں، اس کا مالک ظلم ہے۔

(۳) جائز ہے جبکہ ملک کو مکان دے یا وہ صاف کر دے۔

(۴) اگر وہ کھڑے اس دوسرے کی ملک ہے تو بے اس کی اجازت کے نصب و حرام ہے، اور اگر وہ

بھی کا شکار ہے اور اس کے پٹے کی میعاد ابھی باقی ہے تو بے اس کی اجازت کے ناجائز ہے لہذا ان

حریس ملک رقبعتها فقد ملك منفعتهما (اگرچہ اس کے رقبے کا ملک نہیں تو وہ اس کے نفع کا ملک

ہے۔ ت) اور اگر یہ بھی نہیں تو سابق یا لاحقاً اجازت زمیندار و کار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ مستور مولوی محمد رضا خاں مسئلہ ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۴۲ھ

(۱) زید سے اس کی رعایا نے جس میں مسلم و مشرک دونوں ہیں، بیس روپے ایک سال کے واسطے قرض مانگے

اور مکان کاتے کا جو قرض چاہ رہا ہے بیس روپے ہے، اس نے کہا کہ بیس روپے تم کو بلا سودی

بغیر کسی نفع کے دئے جاسکتے ہیں، مگر تم کو اپنے کھاتے پر معر سال بھر کے اضافہ کرنے ہوں گے، یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جی اسایمیں سے کہ بقایا کچل دھول کرنا، خواہ وہ قسک ہے یا مسابہ زبانی، ان سے ۳۲ روپیہ یا چھ آنہ روپیہ اس صورت میں لینا، اول اپنا اصل مطالبہ لے لیا گیا تھا پھر زید نے مشرک کا شتکار سے کہا کہ مطالبہ تیرا ادا ہو گیا، اب تو بیع سلم کے اس قدر روپے اور ادا کر دے، یہ رقم لینا جائز ہوگی یا نہیں؟

(۳) اگر کاشت کار نے اپنا حساب کچا تو وہ رقم جو زائد ہے اُس کو حساب میں بتایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۴) جو قسکات کہ ۱۳۲۱ اف میں لکھے جا چکے اُن کا وصول بھی اسی طرح ہو سکتا ہے یا نہیں کہ تمہارا اصل مطالبہ ادا ہو گیا، اب اتنا بیع سلم کا دے دو، اگر دسترس روپے کسی مسلمان سے زائد لئے گئے اور اس کا مطالبہ صحیح اول لے لیا اور ان دسترس روپوں کے عوض مسلم یا مشرک کو سیرجہ گیوں یہ کہہ کر دے دے کہ ہم یہ گیہوں اتنے کو فروخت کرتے ہیں اور اس سے بخوشی لے لئے، تو یہ جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو کیا صورت ہے کہ مال مشرک سے خفیہ ہوں؟

الجواب

(۱) یہاں کے مشرکین کے ساتھ یہ صورت جائز ہے، مسلمان کے ساتھ حرام ہے کہ یہ قرض سے نفع

لینا ہے، اور حدیث میں ہے:

كل قرض جرم منفعة فهو ربا بالقرض کے ذریعہ جو نفع حاصل کیا جائے وہ سود ہے۔
خلافہ میں ہے،

القرض بالشرط حرام والشرط لغویات
یقرض علی ان یتب بہ الی بلد کذا الیوفی
دینہ اہ کذا فی الدر المختار واللہ تعالیٰ اعلم۔
قرض کے ساتھ شرط لگانا حرام ہے اور شرط لغوی قرار پائے گی، مثلاً یوں کہ اس شرط پر قرض دوں گا کہ مجھے لکھ دے کہ یہ قرض فلاں شہر سے وصول کر لوں۔
در مختار میں یوں ہے۔ والله تعالیٰ اعلم

عہ فی الاصل ودر مختار میں ہے والساد ان عیامہ الغلظة فی الدر المختار۔ واللہ اعلم

ملک کنز العمال حدیث ۱۵۱۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲۲۶/۶
ملک خلاصۃ الفتاوی کتاب البیوع الفصل الخامس
ملک در مختار بحوالہ خلاصۃ الفتاوی فصل فی القرض مطبع مجتہد فی دہلی ۵۳-۵۲/۴
۳/۲

(۲) یہاں کے مشرکین کے ساتھ اگر ابتداءً معاہدہ کاشت اس صورت پر کیا جائے کہ یہ زمین مشقہ اتنے سال کے لئے روپے بیسے پر تنصیف دی، اگر کسی فصل یا سال تمام پر (جربا ہم ٹھہر جائے) بقایا رہے گی تو سوائی یا ڈیڑھ سی یا دو ٹنی (جو قرار پائے) اُس زمین کی اجرت متصور ہوگی، تو حسبِ قرار داد لے سکتا ہے، اور اگر پہلے معاہدہ صرف روپے بیسے پر ہوا، اور باقی ٹٹنے کے بعد باقی میں اس سے زیادہ کیا چاہے تو یہ حرام ہے، کہ خلاف معاہدہ ہے۔

قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا اوفوا
بالعقود لی
اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ایمان والو! عقود کو پورا کرو۔ (د)

اور اگر باقی میں زیادہ نہ لے بلکہ اس سے صاف کہہ دے کہ باقی پوری ادا ہو گئی، اُس کا تم پر کچھ نہ رہا، مگر وقت پر ادا نہ کرنے کا اتنا حرج دے، تو یہاں کے مشرکین سے جائز ہے چاہے اس کا فرضی نام بیع سلم رکھے حالانکہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) پہلی صورت میں کہ وہ داخل معاہدہ حتیٰ حساب میں بتائی جاسکتی ہے، اور دوسری صورت میں اس کا حساب سے ادا کرنا لازم ہوگا، یعنی یوں کہے گا کہ بقایا لکھان تو تجھ پر اس قدر ہے، اور ہرج تاخیر اتنا بیع سلم کا دینا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) ہاں ہو سکتا ہے جبکہ مزارع یہاں کا مشرک ہے، واللہ تعالیٰ اعلم، مسلمان سے مطلقاً ناجائز اور فرض ہے کہ اُس کے وہ روپے اُسے واپس دے نہ رہا ہو، اس کے ورثہ کو دے، اُن کا پتہ نہ چلے تو اس کی طرف سے تصدق کرے بخوشی کا لفظ، لفظ بے معنی ہے، بغیر دباؤ کے ناہمکن ہے کہ کوئی دس روپے کے بدلے سیر بھر گیہوں پر راضی ہو، اور اگر یہاں کا مشرک ہے، اور اُس سے قید معاہدہ پر زیادہ لیا گیا تو وہ بھی حسبِ بیان جواب دوم ناجائز ہے، گیہوں کا یہ معاملہ اُس سے کرنا فضول ہے کہ یہ دس روپے بروہیہ نبیث آئے، اس مشرک کی ایسی رضا سے وہ نبیث نہ جائے گا کہ وہ دباؤ کی رضا ہے نہ کہ حقیقت، اور حقیقت بھی ہو تو اس پر مواخذہ حق اللہ کا ہے کہ خلاف حکم کیا، بلکہ سیر بھر گیہوں کسی مسلمان محتج کے ہاتھ جتنے کہ وہ بخوشی راضی ہو بیع کوئے پھر وہ روپیہ بنیت تصدق مال نبیث اس محتج کو دے، پھر اس سے گیہوں کے ذرٹن میں لے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۶ از مستعمل ضلع مراد آباد محلہ دہلی دروازہ مسئلہ محمد ظہیر الدین ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید زمیندار نے ایک کاشتکار کو اپنی اراضی بنا بر کاشت
 بدیں شرط و شل روپیہ لگان پر دی کہ پانچ روپیہ فصل غریب پر اور پانچ روپیہ فصل ربیع پر ادا کرتا رہے، بحالت
 عدم ادا سے زید بقایا سوا یا معنی بجائے ایک روپیہ کے سوا روپیہ لگان کا لیا جائے گا، وقت مقررہ پر لگان کے
 نہ ادا کرنے کی صورت میں فصل بہ فصل و سال و سال لگان میں زیادتی ہوتی رہے گی، یہ زیادتی لگان کے
 بمقابلہ اراضی کے کی گئی ہے، آیا یہ زیادتی لگان کی جائز ہے یا ناجائز داخل شود ہے؟

الجواب

یہ محض حرام و شہرہ ہے بلکہ اس شرط کی وجہ سے وہ اجارہ ہی فاسد و حرام ہو گیا، فان التجارۃ
 تفسد بالشروط الفاسد کالبیوع بانہا احد السبعین (کیونکہ فاسد شرط سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے
 جس طرح بیع فاسد ہو جاتی ہے کہ وہ شتر میں سے ایک ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ ۶۷ از سنگرام پور ڈاکا نہ خاص ضلع بدایوں مسئلہ شیخ ضیاء الدین
 جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب!

بعد سلام علیک کے گزارش ہے کہ میرے قریب میں ایک موضع دھنڑ پورہ ہے، وہاں پہ ٹھاکر
 دلاور سنگھ زمیندار موضع مذکور کے ہیں، اس پر ایک ہزار روپیہ ۱۳۱۳ آنے کے شود سے دیگر اشخاص کا قرض
 ہے، اب دلاور سنگھ ایک ہزار روپیہ سے بلا شود مانگتے ہیں، اور حسب پختہ اراضی سیر واسطے پانچ سال بالعرض
 ایک ہزار روپیہ کے دیتے ہیں، بعد پانچ سال کے ان کی اراضی چھوٹ جائے گی، اور ہمارا روپیہ بے باقی
 ہو جائیگا، شرعاً جائز ہے یا ناجائز، اور اگر ناجائز ہے تو کس طریقہ سے جائز ہو سکتی ہے؟ فقط زیادہ والسلام

الجواب

یہ صورت بلا شبہ جائز ہے، زمیندار اپنی ملک کو خالی زمین کے دوسرے کے دہن یا اجارے میں نہیں، ایک
 مدت معینہ پانچ برس کے لئے ایک اجرت معینہ پر ہزار روپیہ پر اجارہ دیتا ہے اور باہمی رضا سے زراعت پر مشغول ہونا
 قرار پاتا ہے، اس میں کچھ حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۸ از موضع دیورنیا ضلع بریلی مسئلہ عنایت حسین صاحب ۲۹ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین کہ ایک اراضی کا لگان بندہ بستی میں غیر مقرر ہوا،
 اب اسی اراضی کی حیثیت عیا کی ہے کسی شخص نے مبلغ ۵۰ روپیہ پانچ سال کا لگان اس وقت کی حیثیت سے
 ادا کر کے لی، اس طرح پر اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ یا کسی شخص نے بجائے پانچ روپیہ کی شیع کے عا سے بھی

وہ جائز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہوگی تو کن کن وجوہات سے جائز ہوگا؟

14

14

الجواب

بندوبست میں جو مقررہ جو اس کی پابندی عاقدین پر لازم نہیں، باہم زمینداروں کا اشتکار میں جس قدر پر رضامندی ہو جائے کم پر خواہ زائد پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۹ از موضع دیورنیا ضلع بریلی مسئلہ شریف الدین و مسیح الدین زمیندار ۳۰ رجب ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اشتکار کو اپنی موروثی اراضی مصدقہ بندوبست بشرح
عہدہ بیگمہ خاتم کسی دوسرے شخص یعنی اپنے ذیلی کا اشتکار کو مبلغ ۵۰ لے کر پانچ سال کو پٹہ پر دینا جائز ہے
یا نہیں؟ اور یہ مبلغ پچاس روپے اسی معاہدہ خیالہ میں ذیلی کا اشتکار کے وصول ہو جائیں گے اور عہدہ مکان
زمیندار کو یہی ذیلی کا اشتکار ادا کرے گا، مگر یہ کہ شرح مکان مصدقہ بندوبست عہدہ لحاظ نہ کیا جائے خواہ
بجائے عہدہ کے ۶ روپے کا اشتکار اصلی و ذیلی ملے ہو یا مبلغ بیس روپے کا و بیش یا بیش تو جبروا۔

الجواب

اشتکار کو جائز نہیں کہ جو زمین اس کے پاس جتنے مکان کو ہے اس سے ایک چمبہ زائد پر ذیلی کو
دے، جتنا زیادہ مقرر کرے گا اسے لینا جائز ہوگا۔ مگر تین صورتوں میں جائز ہے:

(۱) اس کے ساتھ اپنے پاس سے اور کوئی چیز ملے کہ دونوں کو مجموعہ زیادہ پر دے۔

(۲) اس زمین کو گناہاں کھود کر یا اور کام نفع کا بٹھا کر دے۔

(۳) کو ایک کی مجلس بدل دے، مثلاً اس کے پاس دس روپے سال پر ہے یہ ذیلی کو ایک اشرفی کر اسے پورے

یا جتنی اشرفیاں ملے گی یوں ہی نوٹ یا چمبہ یا اکتیاں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۰ از موضع سکھ سہہ ڈاک خانہ دھرم مقام بھرجنڈی شریف درگاہ عالیہ سلسلہ قادریہ

مسئلہ خدا بخش صاحب ۲۳ رمضان ۱۳۳۹ھ چہار شنبہ

بخدمت عظامی منزلت شمس الشریعت حضرت مولانا صاحب سکرہ، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس
مسئلہ میں کہ انگریزی قانون کے مطابق جو شخص پانچ برس متواتر اپنی غیر آباد زمین کا محصول (یعنی خراج) نہیں دیتا
وہ زمین اس کی ملک سے نکل کر گورنمنٹ کی ہو جاتی ہے کہ بعد دس برس گزرنے کے بغیر رضامندی شخص مذکور کے
دوسرے کو دے دیتے ہیں، آیا زمین مذکورہ بالا بموجب شرع شریف مالک کی ملک سے نکل کر گورنمنٹ بنی ہے
یا نہیں، اور اس زمین کا لینا درست ہے یا نہیں؟ اگر کسی نے خریدی ہو تو واپس دے یا نہیں؟ اگر ملے
تو جو خرچ اس زمین پر کیا ہے اس سے واپس لے یا نہیں؟ نیز یہ کہ اگر مشتری مالک کو دے جب بھی گورنمنٹ

اس کو نہیں کی بغیر درخواست کے اور درخواست بسبب غلطی کے وہ نہیں دیتا۔ یہ تو بیہودہ۔

الجواب

شرعیت میں اس وجہ سے زمین ملک مالک سے نہیں نکل سکتی ماس کا خریدنا ناجائز ہوگا، اور خرید لی تو مالک کو واپس دینا واجب ہوگا، اور جو قیمت وغیرہ دینے میں خرچ ہو وہ مالک سے واپس نہیں لے سکتا۔
لأنه هو المضمیع لماله (کیونکہ اس نے اپنا مالی ضائع کیا۔ ت) اس پر حکم شرعی یہ ہے یہ بچا لائے اگرچہ اس کے کہنے کو گورنمنٹ تسلیم نہ کرے، اس کا الزام اس پر نہ ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتاب الذبائح

(ذبح کا بیان)

مسئلہ شہر ربلی محلہ ابراہیم پورہ مسئلہ از عزیز الدین ۳ شوال ۱۳۳۲ء
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین میں مضائقہ شرح میں اس مسئلہ میں کہ ذبح بعد غروب آفتاب و قبل طلوع
 آفتاب مکروہ ہے یا نہیں؟ اور اگر مکروہ ہے تو کس طرح کا؟ اور اگر ایسے ہی وقت نہ ہو کہ میں بتلی کسی پرند یا مرغ
 کو ہلاک کرے اور ذبح کچھ تھوڑا خون ذبح فوراً کچھ دیر بعد دے، تو اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ آیا ذبح سے
 جائز ہو گیا یا نہیں؟ اور وہ ذبح اگر جائز ہو گیا تو وہ بھی مکروہ ہے یا نہیں؟ اور اگر مکروہ ہے تو کیسا؟ جینواتو جبردا

الجواب

رات کو ذبح کرنا انہی شبہ غلطی کے باعث مکروہ تنزیہی خلاف ادلی ہے، اور ضرورت واقع ہو مثلاً صبح کے
 انتظار میں جانور مر جائے گا تو کچھ کراہت نہیں لکنہ الآن ماصوبہ حذر امن اضاعة المال اہ (کیونکہ مالی
 کے ضائع ہونے کے خطرہ کی بنا پر وہ اب اس کا ماسور ہے۔ صحت) پھر کراہت اس فعل میں ہے ذبح اگر صحیح
 ہو جائے ذبح میں کچھ کراہت نہیں لکنہ ان الغلط لم یقع (واضح ہو جائے پر کہ غلطی نہ ہوئی۔ ت) دغٹار
 میں ہے،

مکروہ تنزیہی الذبائح لیسلا لاحتمال غلطی کے احتمال کی وجہ سے رات کو ذبح کرنا

مکروہ تنزیہی ہے۔ (ت)

حوت حلت کا دار خون نکلنے نہ نکلنے پر نہیں، بلکہ یہ ثابت ہونا چاہیے کہ وقت ذبح جانور زندہ تھا، اگر یہ معلوم ہو اور خون اصلانہ دسے حلال ہے، اور اگر نہ ثابت ہو اور خون زندہ کا سادے تو بعض دلوں کیسے رکھا ہوا خون کچھ دیر بعد دسے کے بھی نکلتا ہے، جانور حلال نہ ہوگا۔ حیات کی علامت یہ ہے کہ جانور ترپے یا منہ آنکھ بند کرے یا پاؤں سمیٹے یا اس کے بدن کے بال کھڑے ہو جائیں۔ درمختار میں ہے:

ذبح شاة مریضة فحوت وخروج الدم حلت
والا لان لم تدر حیاتہ عند الذبح و
ان علو حیاتہ حلت مطلقاً، وامن لم
تتحرك ولم يخرج الدم، ذبح شاة
لم تدر حیاتہا وقت الذبح، ان فتحت
فاها لا توکل، وان ضمتہ اكلت، وامن
فتحت حینہا لا توکل، وان ضمتہا
اكلت، وان مدت بجعلہا لا توکل، وان
قبضتہا اكلت، وان نامر شعرہا لا توکل،
وان قام اكلت، وهذا كله اذا لم تعلم
الحياة وان علست وان قلت اكلت مطلق
بكل حال، زیلعیؒ

یہ سب اس صورت میں ہے جب ذبح کے وقت زندہ ہو یا یقینی نہ ہو اور اگر زندہ ہونے کا یقین ہو تو مطلقاً
کھانا جائز ہے خواہ کسی حال میں ہو۔ زیلعی۔ (ت)
روا المختار میں ہے:

قوله اوخرج الدم ای کما یخرج من الحي
قال فی السبازية وفي شرح الطحاوی
اس کا قول کہ خون نکلے یعنی جس طرح زندہ سے
نکلتا ہے، برازیہ میں کہا اور شرح علوی میں ہے

۲۳۱/۲	مطبع مجتبیٰ دہلی	کتاب الاضحية	لے درمختار
۲۳۰/۲	" " "	کتاب الذبائح	لے

خروج الدہ لا یدل علی الحیاة الا اذا کانت : خون نکلتا زندہ ہونے کی دلیل صرف اس صورت میں ہے
 یخرج کما یخرج فی الحی عند الامام وهو : کہ اس طرح نکلتے جس طرح زندہ سے نکلتا ہے، امام
 ظاہر الروایۃ (باختصار) - واللہ تعالیٰ اعلم۔ اعظم رحمۃ تعالیٰ کے مذہب میں، اور وہی ظاہر ہوتا
 ہے (باختصار) - (ت)

مسئلہ از شہرکنہ بریلی ۹ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ

ایک مولوی صاحب آئے ہیں، وہ کہتے ہیں بسم اللہ واللہ اکبر لا الہ الا اللہ اللہم منك و لک
 کتنا چاہتے بسم اللہ اللہ اکبر بغیر او کے جو رائج ہو رہا ہے مکروہ ہے۔ اس میں کیا حکم ہے، جینواتوجہردا۔

الجواب

بغیر او کے مستحب ہے، اسے مکروہ کہنا صحیح نہیں، بلکہ تنزیل ابصار وغیرہ میں داؤ بڑھانے کو مکروہ
 فرمایا، بہر حال بلا داؤ کے خالی از کراہت و پسندیدہ و مستحب ہونے میں کلام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ذبح کرتا ہے، دوسرا پاؤں یا سر ڈھیسے کا
 پکڑے ہے، دونوں پر بسم اللہ ضرور ہے یا ذابح کی کافی ہے؟ اور اگر مدگار نے بسم اللہ ترک کی قصداً
 یا یہ مدگار کوئی کافر مشرک ہندو وغیرہ تھا، تو ذبح حلال رہا یا مردار ہوا؟ جینواتوجہردا۔

الجواب

اصل ذابح پر تکبیر کہنی لازم اور اسی کی تکبیر کافی ہے، سر یا پاؤں پکڑنے والے کی تکبیر کی اصل حاجت
 نہیں، نہ اس کا کافر مشرک ہونا کچھ مضر،

فان الذبح انما هو قطع العروق لا الاخذ : ذبح جانور کی رگوں کے کاٹنے کا نام ہے جانور کے
 بالہ اس والقوائم کما لا یخفی۔ سر پاؤں پکڑنے کا نام نہیں، جیسا کہ مخفی نہیں ہے

ہاں اگر ایک نے دوسرے کو نفس ذبح میں مدد دی، مثلاً زید ذبح کرتا ہے قرآن نے دیکھا اس کا ہاتھ
 ضعیف ہے ذبح میں دیر ہوگی اپنا ہاتھ بھی پھری پر رکھ دیا اور دونوں نے مل کر پھری پھری تو بیشک دونوں میں
 جو کوئی قصداً تکبیر نہ کہے گا جانور حرام ہو جائے گا، یٰٰہی اگر ان میں کوئی کافر مشرک تھا تو بھی ذبح مردار ہو گیا
 فی الدار المختارۃ شرط التسمیۃ من : در مختار میں ہے کہ ذبح کرنے والے پر بسم اللہ

الذابح وفيه عن المخانية ارادة التضحية
فوضعه يداه من يدي القصاب في الذبيح و
اعانته على الذبيح : سمي حكل وجوبيا فلو
تركها احدهما ، او ظن ان تسمية احدهما
تكفي حرمت الخ - والله سبحانه وتعالى اعلم
بالصواب .

مسئلہ ۱۲ صفر ۱۳۳۲ھ

پڑھنا لازم ہے نا اور اس میں خاتیر سے ہے قربانی کہتے
ہوئے اپنا ہاتھ قصاب کے ہاتھ کے ساتھ ذبح میں
رکھا اور ذبح میں مدد کی تو ہر ایک قسم اللہ پڑھے ، تو
اگر ایک نے نہ پڑھایا خیال کیا کہ ایک کا پڑھنا کافی
ہے تو جانور حرام ہوگا الخ - واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
بالصواب (ت)

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ حیوان کو
ذبح کرتے ہوئے حیوان کا سر کس طرف ہونا چاہئے
اور ذبح کرنے والا کس جانب کھڑا ہو ، مشہور ہے
کہ ذبح کے وقت جانور کا سر جنوب کی طرف اور ذبح
کرنے والا اُردو قبیلہ ہو - خلاصہ یہ کہ جنوب ، شمال اور
مشرق کی طرف ہو کہ ذبح ہوا تو کیا حکم ہے ، کیا
جائز ہو یا بدعت ہوئی ، اگر بدعت ہے تو کون سی
اور کون سی جانب اولیٰ ہے ؟ دلائل کے ساتھ
حراۃ تحریر فرمایا جائے - یتنوا تو نجسوا (ت)

چہ فرمایند علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ ہنگام ذبح
کردن حیوان و ذابح سوئے کہ اسے پایداستاد
و راس حیوان کہ ام جانب می کند ، استقامت
اشاعت ست کہ بوقت ذبح حیوان سر وی بجنوب
می کند و چہ ذابح بقبلہ سے کند ، خلاصہ آنکہ
اگر بجانب شمال و جنوب و مشرق شدہ ذبح ساذہ
پس چہ حکم دارد ، آیا کہ جائز ہے شود یا بدعت ، اگر
بدعت شود کہ ام بدعت ، و کہ ام اولیٰ ست ؟ مع
اولہ تصریحا تحریر فرمایند - یتنوا تو نجسوا -

الجواب

سنت یہ چلی آرہی کہ ذبح کرنے والا اور جانور دونوں
قبلہ نہ ہوں ، ہمارے علاقہ میں قبلہ مغرب میں ہے
اس لئے سر ذبیح جنوب کی طرف ہونا چاہئے تاکہ جانور
بائیں پہلو لیٹا ہو اور اس کی پیٹھ مشرق کی طرف ہو تاکہ
اس کا منہ قبلہ کی طرف ہو جائے ، اور ذبح کرنے والا

سنت متوارثہ آن ست کہ نہ سوئے خود و نہ سوئے ذبیح
ہر دو سوئے قبلہ کند ، و سر ذبیح و ربلا و ما کہ قبلہ
سوئے مغرب ست جانب جنوب بود تا ذبیحہ
بر پہلو سے چپ خودش خوابیدہ باشد ، و پشت او
جانب مشرق ، تا نوئے سمت قبلہ بود ، و ذابح

پائے راست خود بر صغیر راست گزشتی خداوند ذبح
 کند، اگر توجہ یا توجہ پر قبلہ ترک کند مکروہ است
 اور اگر چھلے راستش خوابانہ نزد بعض اجلہ مالکیہ
 حرام گرد، خوردنش رواج بود، پس اگر از ازاں مناسبت
 و متوکد تر شد خمد جاعن الخلافۃ احمد و دارمی و
 ابو داؤد و ابن ماجہ از جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی
 قال ذبح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 یوم الذبح کبشین اقرنین املحین موجوین
 فلما وجههما قال ائی وجهت وجهی للذبح
 فطر السنوت والارض المحدث، و بخاری و مسلم
 اسامی و ابن ماجہ از انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آوردند
 قال ضحی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 بکبشین املحین : فترأیتہ
 واضعاً قدمه علی صفائحہما
 یسقی و یکبر فشد یحہما بیدتہ
 امام عینی در عمدة القاری فرمود ،
 فالتکبیر مع التسمیة
 مستحب و کذا وضع الرجل
 علی صفحہ عنق الاضحیة

پسندایاں پاؤں جانور کی گردن کے دائیں حصہ پر
 رکھے اور ذبح کرے اور خود اپنا یا جانور کا منہ قبلہ کی
 طرف کرنا ترک کیا تو مکروہ ہے، اگر جانور دائیں پہلو
 لٹایا تو بعض اجلہ مالکی کے نزدیک حرام ہو جائیگا
 اور انس کا کھانا جائز نہ ہوگا، لہذا اس سے پرہیز
 تاکید ہے تاکہ خلاف سے بچا جائے، احمد و دارمی
 ابو داؤد و ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 نے قربانی کے روز دو خسی، چنگبر سے، سیٹوں والے
 دُنبے ذبح فرمائے، آپ نے جب ان کو قبلہ رو لٹایا تو
 آپ نے یہ دعا پڑھی ائی و جہت و جہی للذی فطر
 السموات والارض المحدث بخاری، مسلم، دارمی و
 ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
 کیا انھوں نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
 دو چنگبر سے، موٹے دُنبے ذبح فرمائے تو میں نے دیکھا
 کہ آپ نے اپنا پاؤں مبارک جانور کی گردن کے ساتھ
 والے حصہ پر رکھا اور بسم اللہ پڑھی اور تکبیر کہی تو دونوں کو
 اپنے اُتار سے ذبح فرمایا، امام عینی نے عمدة القاری میں
 فرمایا بسم اللہ کے ساتھ تکبیر مستحب ہے اور یوں قربانی کے

عنہ ہکذا فی الاصل لعلہ "الدانی"

سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب ما یستحب من الضحایا آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰
 مجمع البخاری کتاب الانعام باب من ذبح الاضاحی بیدہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۵-۲۲۲
 مجمع مسلم " " " " " " " " ۲/۱۵۶

شمل ما اذا كان الذابح اثنى فلو سئى احدهما
وترك الثاني عمد احرم اكله
پڑھنا ترک کیا یا یہ خیال کیا کہ ایک کا پڑھنا کافی ہے کھانا حرام ہوگا۔ (ت)
در مختار میں غائب سے ہے :

فوضع يده مع يده القصاب في الذبح و
اجانته على الذبح ، سوى كل وجوب باخلو وكها
احدهما او ظن ان تسمية احدهما تكفي حرمت
ذبح کرنے میں معاون نے قصاب کے ساتھ اپنا
ہاتھ بھی ذبح میں پھری پر رکھا تو دونوں بسم اللہ بطور
وجوب پڑھیں ، ایک نے پڑھا دوسرے نے ترک کیا
یا ایک کے پڑھنے کو کافی جانا ، جائز حرام ہوگا (ت)

شرح فقہ علامہ برجنڈی میں ہے :

يشترط تسمية من اعان الذابح بحديث وضع
يده على الذبح كما وضع الذابح حقه لـ
ترك احدهما التسمية لا يحد ، ذكره في
فتاوى قاضى خان رحمہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۷۰ مسئلہ جو لا گھیار و کا نذر سیراؤں ، ڈاکخانہ پٹی ، تحصیل قصور ، ضلع لاہور دارالبحر الاول شریعت ۱۲۳۵ھ
کیا فرماتے ہیں علامہ مدین حنفیہ اس مسئلہ میں کہ ذبح کے وقت جس بکرے کی گھنٹی سر کی طرف ایک چھل
بھی نہ رہے وہ عند الشرع حلال ہے یا حرام ؟ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

اس مقام میں تحقیق یہ ہے کہ ذبح میں گھنٹی کا اعتبار نہیں ، چاروں دگوں میں سے تین کٹ جانے پر
مذابہ ہے ، اگر ایک یا دو رگ کٹی حلال نہ ہوگا اگرچہ گھنٹی سے نیچے ہو ، اور اگر چاروں یا کوئی سی تین کٹ گئیں
تو حلال ہے اگرچہ گھنٹی سے اوپر ہو۔ رد المحتار میں ہے :
ان كاسن بالذبح فوق العقدة حصل
اگر گھنٹی سے اوپر ذبح میں چار میں سے تین رگیں

۱۹۲/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الذبائح	لہ رد المحتار
۲۳۵/۲	مطبع مجتہبی دہلی	کتاب الاضحية	لہ رد المحتار
۱۹۱/۳	نوکلشور گھنٹہ	کتاب الذبائح	لہ شرح النفاۃ للبرجنڈی

قطعة ثلثة من العروق فالحق ما قاله
 شرح الهداية تبعاً للرسغة ، والا فالحق
 خلافه ، اذ لم يوجد شرط الحل باتفاق
 اهل المذهب ، ويظهر ذلك بالشاهدة
 اوسوال اهل الخبرة ، فاعتمد هذا المقال
 ودع عنك الجدل ، وهو تعالى اعلم۔

کٹ گئیں جو آریہ کے شاہین نے رستغنی کی اتباع
 میں کیا وہ حق ہے ورنہ حق اس کے خلاف ہے کیونکہ
 اہل مذہب کی متفقہ شرط برائے علت پائی گئی یہ بسیار
 سے ظاہر ہوگا یا ماہرین سے پوچھنے پر ظاہر ہوگا اس
 مقالہ کو غنیمت سمجھو اور جھگڑا ختم کرو۔ واللہ تعالیٰ
 اعلم دت

مسئلہ از چوٹی زیریں مسجد کلاں ضلع ڈیرہ غازی خان مرسلہ جناب عبداللہ صاحب

۱۲ رمضان ۱۳۳۵ھ

جناب حضرت مولانا بالفضل اہلنا جناب شمس العلماء مفتی العصر سلامت ، حضور انور! مذکورہ
 فوق العقدہ کا مسئلہ جو اختلاف میں مضبوط ہے ، آں صاحب مہربانی فرما کر مزاج قوی کو بدلنے کی تحریر فرما کر
 دستخط فرمادیں ، تکلیف سے بالکل معفر کریں۔

الجواب

اس مسئلہ پر تحقیق و قول ذیل یہ ہے کہ ذریعہ فرق العقدہ سے اگر چاروں یا تین رگیں کٹ گئیں ذبح ہو گیا
 یا نور حلال ، اور اگر صرف دو ہی نشیں معلقہ و مری نیچے رہ گئے ذبح نہ ہوا ، اور جانور مردار ۔ یہ بات
 دیکھنے سے معلوم ہو سکتی ہے ، خود پہچان نہ ہو تو پہچان والوں کے بیان سے ۔ رد المحتار میں ہے ،
 والتحریر للمقام ان يقال ان كان بالذبح
 فوق العقدہ حصل قطع ثلثة من
 العروق ، فالحق ما قاله شرح الهداية
 تبعاً للرسغة ، والا فالحق خلافه ، اذ لم
 يوجد شرط الحل باتفاق اهل المذهب ،
 ويظهر ذلك بالشاهدة اوسوال اهل الخبرة فاعتمد
 هذا المقال ، ودع عنك الجدل

مقام کی وضاحت یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اگر گھنٹی
 سے اوپر ذریعہ میں تین رگیں کٹ گئی ہوں تو شروع
 آریہ نے رستغنی کی اتباع میں جو کہا وہ حق ہے
 ورنہ حق اس کے خلاف ہے کیونکہ اہل مذہب
 کی متفقہ شرط برائے علت نہ پائی گئی ، یہ بسیار
 مشاہدہ سے یا ماہرین کے بتانے پر ظاہر ہوگا ،
 اس مقالہ کو غنیمت سمجھو اور جھگڑا ختم کرواؤ ، اس

وفیما کتبت علیہ فان قلت سیأتی عمن
البدائع ان الاوداج متصلة من القلب
بالدماغ ، فیحصل فیہا بالذبح فوق
العقدة ایضاً لا محالة ، ولا شک ان
ذلك بین العینة واللحیین ، فیجب الحلی
قلت منذ کرہنا ان المراد شہ بالاداج
الودجان اذ هما المتصلان من الدماغ
الی القلب لا الحلقوم والسرئی . والله تعالی
اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم .

پر میں نے تاثیر بھی لکھا اگر تجھے اعتراض ہو کہ ذابغ سے
عنقریب قتل ہو گا کہ اوداج رگیں دل و دماغ سے
متصل ہوتی ہیں تو گھنٹی سے اوپر ذبح کرنے میں
لازمًا یہ رگیں کٹ جائیں گی ، اور اس میں شک نہیں کہ
یہ جڑوں اور بلہ کے درمیان میں ہے ، تو گھنٹی سے
اوپر ذبح میں حلال ہو جانا لازمی ہے ، میں جواب
میں کہوں گا کہ وہاں اوداج سے دو دھان رگیں
مراد ہیں کیونکہ یہ دونوں دل تا دماغ متصل ہوتی ہیں
باقی دو یعنی حلقوم اور بری مراد نہیں ہیں ۔ واللہ
تعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ از شہر گورکھپور محلہ امیل پور مسئلہ محمد عبدالواسع صاحب خفی ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص ذبیحہ کو ذبح کرتا ہے اور اس کے
ساتھ دوسرا ایک اور شرکیہ حال ہو کہ ذبیحہ کے اعضاء پکڑے ہوئے ہے ، اگر ذبح کرنے کے علاوہ یہ
ایک اس کا شرکیہ حال تکبیر نہ کہے تو کیا ذبیحہ حرام ہو جائے گا ؟ یعنی کیا ذبح کرنے والے اور اس کے شرکیہ حال
دونوں کے لئے ذبح کے وقت تکبیر کننا لازمی و ضروری ہے یا نہیں ؟

الجواب

ذبیحہ کا ہاتھ پاؤں پکڑنے والا بندش کی رسی کی طرح ہے ، اس پر تکبیر کچھ ضروری نہیں ، بلکہ وہ اہل تکبیر میں
سے بھی جو نا ضروری نہیں ، اگر مشرک یا مجوسی ہو جب بھی ذبیحہ میں فرق نہ آئے گا ، وہ معین ذابغ جس پر تکبیر کننا
ضرور ہے وہ ہے کہ ذابغ کا ہاتھ ضعیف ہو تنہا اس کی قوت سے ذبح نہ ہو سکتا ہو ، یہ شخص نفس فعل میں اس
کی ادا کرے اس کے ساتھ چھری پر ہاتھ رکھے اور ذبح دونوں قوتوں کے اجتماع سے واقع ہو ، اس حالت میں
دونوں پر تکبیر لازم ہے ، ایک بھی قصداً چھوڑے گا ذبیحہ مردار ہو جائے گا لانہ اذا اجتمع العیبہ والمہم
غلب المہم دیکر نہ مباح کو نیوالی اور حرام کو نیوالی دونوں دلیلیں جیسے ہوں تو حرام کی دلیل کو غالب کیا جاتا ہے ۔ تن
در مختار میں ہے ،

وَلْتَشْرَطِ الْقَسِيمَةُ مِنَ الذَّابِحِ حَالِ الذَّبْحِ ثُمَّ
فَدَلَ عَلَى عَدَمِ اشْتِرَاطِهَا مِنْ غَيْرِ الذَّابِحِ -

حالتِ ذبح میں قربان کرنے والے کے لئے بسم اللہ پڑھنا
شرط قرار دیا گیا ہے اور تو یہ اس بات پر دلالت ہے
کہ غیر ذابح کے لئے یہ شرط نہیں ہے (ت)

رد المحتار میں ہے،

اِذَا كَانَ الذَّابِحُ اثْنَيْنِ فَلَوْ سَمِيَ أَحَدُهُمَا د
تَرَكَ الثَّانِي عَمْدًا حَرَّمَ أَكْلَهُ كَمَا فِي التَّاتُخَانِيَّةِ -
وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ -

جب دو مل کر ذبح کریں تو ایک نے بسم اللہ پڑھی
اور دوسرے نے قصدِ ترک کی تو اس کا کھانا حرام ہے
جیسا کہ تاتخانیہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
مسئلہ قادری بخش ۳۱۲۳ اولیٰ شریف ۱۳۳۴ھ
علمائے دین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں،

مسئلہ ۹۱۰ از چوبر کوٹ بارکھان حکم بطور حجت
پہ فرمایند علمائے دین دریں مسائل،

(۱) فوق العقدہ (گھنٹی کے اوپر) ذبح کا حکم
لکھا ہوا ہے مگر بلا لیکن جناب المحضرت نے فیصلہ فرمایا
اس ملک میں اس مسئلہ میں کثیر اختلاف ہے کوئی کہتا ہے
چاروں گھنٹوں پر ذبح جائز ہے، کوئی کہتا ہے
خلاف کہتا ہے، برائے مہربانی مولوی صاحب جس
روایت کے قائل ہیں اور جو رائے ہو اور فتویٰ کا جس
پر اتفاق ہو وہ لکھیں تاکہ اس پر عمل کیا جائے۔

(۱) حکم ذبح فوق العقدہ فرشتہ شد بمن رسید
لیکن جناب المحضرت فیصلہ ہائے کردہ، جس اختلاف
دریں ملک بسیارست، کہے می گوید کہ ہر چار رگ
بریدہ شود، کہے می گوید کہ نہ۔ براؤ کریم کوئی صاحب
بکدام روایت قائل است، ہر چہ رائے مولوی صاحب
و اتفاق فتویٰ است، تحریر فرمایند تاکہ براں عمل
در آمد کردہ باشد۔

(۲) تیمم پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟

(۲) بر تیمم قربانی واجب است یا نہ؟

الجواب

(۱) ہمارے ائمہ کرام کا اجماع ہے کہ اگر تین رگیں
کٹ گئی ہوں تو ذبیحہ حلال ہے، یہ معیار مشاہدہ
سے یا ماہر سے دریافت کریں، پہلے فتویٰ میں یہی
لکھا گیا تھا اور یہی فیصلہ علامہ شامی کا رد المحتار میں

(۱) اجماع ائمہ است کہ اگر سه رگ بریده شود
ذبیحہ حلال است، دایں معنی بمشاہدہ یا رجوع بادل
تجربہ توان دریافت، ہمیں در فتویٰ سابقہ فرشتہ
شد و ہمیں است فیصلہ علامہ شامی و رد المحتار،

وانچہ یکبار برائے امتحان مشہور فقیر شدہ آنست
کہ بذبح فوق العقدہ نیز رگہا بریدہ سے شود۔ واللہ
تعالیٰ اعلم۔

(۲)

(۲)

مسئلہ از سرال ڈاکخانہ بشندور تحصیل ضلع جلم مرسلہ حافظ سہاد شاہ ۱۰ شعبان ۱۳۲۴ء
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عقدہ مذکور بطرف صدر رہ جائے تو کیا حکم ہے،
قال عینی وذكر العقد لا في كلام الله و
لا في كلام رسول الله عز وجل واصل الله تعالى
عليه وسلم في
اسس مسئلہ میں تردد ہے۔

الجواب

کم از کم تین رگیں کٹنا لازم ہے، اگر عقدہ طوف راس رہا اور تین سے کم رگیں کٹیں مردار ہو گیا اور
عقدہ طوف صدر رہا اور ذبح بین اللبۃ والیحین ہو اور تین رگیں کٹ گئیں سلال ہو گیا، هو التحقيق الذی
لا یحل العدول عنہ (یہی تحقیق ہے اس سے عدول نہ چاہئے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ از مدسسا سلامیہ عربیہ دیوبند ہمایوں پوسٹ پشیمیاں قلعہ شکارپور ضلع سکس
مسئلہ محمد حسن علی ہاشمی مدرس اول ۸ شوال ۱۳۲۵ء

چرے فرمایند علمائے عظام دریں مسئلہ کہ مذکور
فوق العقدہ حلال ست یا حرام؟ یتنوا تو جروا۔
کیا فرماتے ہیں علمائے عظام اس مسئلہ میں کہ
فوق العقدہ ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے یا حرام؟
یتنوا تو جروا۔ (ت)

الجواب

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الذکاة
ما بین اللبۃ والیحین، ولا شئ انت
خضر علی الصلوۃ والسلام نے فرمایا ذبح لبتہ اور اویہ و
کے درمیان ہے، اہل ظلم نہیں کہ فوق العقدہ

ما فوق العقدۃ مما یطریحہا بین المحدثین وھکلام
التحفة والکافی وغیرھما یدل علی ان الحق
یستعمل فی العتق کما فی ابن عابدین فتحیر
العلامة عندی ما افادہ فی رد المحتار ، اذ
قال والتحریر للمقام ان یقال انہ کان
بالذبح فوق العقدۃ حصل قطع ثلثۃ من
العروق ، فالحق ما قالہ شراح الہدایۃ تبعاً
لمستغنی ، والا فالحق خلافہ اذ المرید
شروط الحل باتفاق اهل المذهب ، ویظهر
ذلک بالشاہدۃ او سوال اهل الخیرۃ فاغتم
هذا المقال وقع عنک الجدل ۛ واللہ تعالیٰ
اعلم۔

ابن دونوں کے درمیان سے متصل ہے ، اور کافی اور
تحفہ وغیرہما کا کلام دلالت کرتا ہے کہ حلق کا استعمال
گردن پر ہوتا ہے جیسا کہ ابن عابدین کے کلام میں
ہے تو علامہ ابن عابدین کا فیصلہ کن کلام میرے نزدیک
معتبر ہے جس کا انھوں نے رد المحتار میں افادہ کیا
جب انھوں نے فرمایا ، تحریر مقام یہ ہے کہ یوں کہا
جائے کہ فوق العقدۃ ذبح میں اگر تین رگوں کا کٹنا
پایا گیا تو حق وہ ہے جو شراح پر ایہ نے مستغنی کی اتباع
میں کہا ورنہ حق اس کے خلاف میں ہے کیونکہ تین رگیں
نکٹنے کی صورت میں اہل مذہب کی متفقہ شرط حلال
ہونے کی نہ پائی گئی اور یہ میاں مشاہدہ یا ماہرین سے
پوچھنے پر معلوم کیا جاسکتا ہے ، اس مقالہ کو غنیمت
سمجھو اور تیار رہ کر ختم کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (شہد)

مسئلہ ۸۳ از شہر ریلی حکم بہاری پور مسئلہ جناب مولوی ذاب سلطان احمد خاں صاحب زید مجدہم
بتاریخ ۳ صفر الطریقہ سی ۱۳۳۰ھ

بندہ حق سے ایک ہرن شکار ہوا ، چونکہ اس وقت چاقویا پٹھری موجود نہ تھے ، تو ایک سوار کو گاؤں کی
طرف پٹھری لینے کو دوڑایا ، اتنے میں ہرن قریب مرنے لگا ، تو ایک زمیندار سے جو الغاقیہ وہاں موجود تھا
درانتی جس سے چارہ کاٹھا تا ہے ، وندازدار ہوتی ہے ، لی گئی ، اور ایک مرد عادل مسلمان نے ذبح کیا ، اس
شکار کو کھایا گیا ، اس پر چند لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ ایسے آلہ سے ذبح کیا ہوا حرام ہے ، تو یہ اعتراض ان کا
بجا ہے یا بیجا ہے ؟ بیستوا تو جبروا ۔

الجواب

درانتی بھی آلات ذبح سے ہے ، رد المحتار کتاب الصيد میں ہے ،

لو نصب شبکۃ وکان بہا آلۃ جارحۃ اگر ایسا جال لٹکایا جس کے ساتھ کوئی آلہ جارحہ

لگا ہوا ہوتا تھا مٹیل اور ہم اللہ پر بھی ہوا اور آلہ سے
اسے زخمی کر دیا تو ہمارے نزدیک حلال ہو جائیگا
جیسا کہ آلہ جارح پھینکنے کی صورت میں حلال ہو جاتا ہے
انتہی مختصراً۔ (ت)

کمنجل وسمی علیہ وجرحہ حل عندنا
کما لو رماہ بہا انتہی مختصراً۔

تمایج العروس شرح قاموس میں ہے :

السنجل کمنجل حدیدۃ ذات اسنان یقضب
بہا الزرع وقیل عومایقضب بہ العود صنف
الشجرۃ۔

مٹیل بر وزن منبر، وہ ایک دانتوں والا لوسہ ہے کا
آلہ (درانتی) ہے، اس کے ساتھ فصل کر
کاٹا جاتا ہے، اور بعض نے کہا کہ اس کے ساتھ
درخت کی ٹہنی کاٹی جاتی ہے۔ (ت)

مگر اس سے ذبح کرنا منوع وگناہ ہے کہ بے سبب ایذا ہے، جیسے گڈ چھری یا اس سے بھی زائد، ذیابغ البزیر
میں محیط امام سرخسی سے ہے :

الکلیلۃ یجوز الذبح بہا و یمسکوا بہ
لیکن ایسی صورت میں کہ جانور مرا جاتا ہے اور اس کے سوا کوئی آہ نہیں، اجازت بعید نہیں،

فان الضرورات تبیح المحذورات، وہا یضیدہ
قول الدر المختار علی تعذیب بلا فائدة،
مثل قطع الراس والسلیخ قبل انتہ
ای تسکن عن الاضطرار ابہ فہذا وان کان
تعذیباً فلا فائدة بل للضرورة۔
خواریات مباح کر دیتی ہیں ممنوعات کو، اور در مختار
کا قول اس کے لئے مفید ہے کہ سرد ہونے سے قبل
یعنی اضطراب ختم ہونے سے قبل جانور کا سر کاٹنا اور
جانور کی کھالی اتارنا مثلاً یہ بیغیرہ عذاب ہے اور
تو یہ اگرچہ سبب فائدہ عذاب دینا ہے لیکن ضرورت کی
وجہ سے ہے۔ (ت)

۳۰۲/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الصيد	سہ رد المحتار
۱۲۸/۸	"	"	سہ تمایج العروس شرح قاموس اب اللام فصل النون
۲۸۶/۵	نورانی کتب خانہ پشاور	کتاب الذبائح الباب الاول	سہ فتاویٰ ہندیہ
۱۱۸/۱	ادارۃ القرآن کراچی	القاعدۃ الخامسۃ	سہ الاشباہ والنظائر الفن الاول
۲۲۸/۶	مطبع مجتہبی دہلی	"	سہ در مختار

پھر اگر گیس کٹنے سے پہلے جانور میں مذبح کی حیات سے زیادہ حیات باقی تھی جب تو بالائے اتفاق سلال ہو گیا، اور اس کا کھانا بے تامل روا، اور اس پر اعتراض محض باطل و بے جا، اور اگر آلہ گندہ تھا اور بہت سختی کرنی پڑی کہ اکثر گیس کٹنے سے پہلے ہی ہانتوں کی رگڑوں صدوں سے اس کی روح فنا ہو گئی، یا رہی تو صرف اتنی ہی رہی جو بعد ذبح ہوتی ہے کہ فقط موت کا ترپنا باقی ہوتا ہے، اس کے بعد وہ چار پرچی نہیں سکتا، تو اس صورت میں یہاں کہ اور کوئی آلہ مٹا ہی نہ تھا اختلاف ملتا ہے بعض فرماتے ہیں حرام ہو گیا کہ ذکوۃ اختیار کی یعنی رگوں کے کاٹنے سے اس کی موت نہ ہوئی، بلکہ سبب موت قطع عروق سے پہلے ہی تحقق ہو گیا، اور بعض نے کہا سلال ہے کہ سبب آلہ میسر ہی نہ تھا تو یہ بھی ایک ذکوۃ اضطرابی کی شکل میں آگیا، اور رجحان موجودہ جانب حرمت ہی پایا جاتا ہے، اور اسی میں احتیاط،

نقل المصنف ان من التذرع مالو ادرك صيداً حياً، او اشرف ثوراً على الهلاك، وضاق الوقت عن الذبح، او لم يجد آلة الذبح فجرحه حل في رواية.
مصنف نے نقل کیا متذرع صورتوں میں، یہ کہ شکار کو زندہ حالت میں پایا یا وہ موت کے قریب تھا، اور ذبح کرنے والے کو وقت کی تنگی تھی یا ذبح کا آلہ نہ پایا تو ایسی صورتوں میں اگر زخمی کر دیا تو حلال ہو گا۔ یہ ایک روایت ہے۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :

الاول ان يقول في قول لانه نقده المصنف عن انقضية معزوات بعض المشايخ، وقال البعض الاخر لا يحل اكله الا اذا قطع العروق، احاداً ط.
روایت کی بجائے ایک قول کہنا مناسب ہے کہ اگرچہ اس کو مصنف نے فقہ سے جو بعض مشائخ نقل کیا ہے، اور بعض دیگر نے کہا اس کا کھانا حلال نہیں جب تک اس کی رگیں دکاٹ دے، اس کا احادیث علامہ طحاوی نے کیا۔ (ت)

اور ہندی کی عبارت یہ ہے :

اشرف ثوراً على الهلاك وليس معه الا ما يجوز مذبحه،
جانور موت کے قریب ہے اور ذبح کرنے والے کے پاس صرف ایسی چیز ہے جو ذبح والے مقام کو زخمی

ولو طلب الة الذبیح لایدرک ذکاته فیحرج
مذبیحه لایجوز الا اذا قطع العروق، قال
القاضی عبد الجبار یحل ان یجرحه کذا فی
القیة ۱۰

زخمی کر دیا جس سے موت واقع ہوئی تو حلال پھریں قیہ میں ہے۔ (ت)

تنویر الابصار و درمختار و در المختار کتاب الصيد میں ہے:

ان ادیکہ الراعی والمرسل حیاً ذکاء وجوباً،
فلو ترکھا حرم، و کذا یحرم لو تجزعت
التذکیة (بان لم یجد الة اولاً یبقی من
الوقت ما یمکن تحصیل الالة والاستعداد
للذبیح) لان العجز عن التذکیة لایحل
المحرم اتم ملتقطاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ
جل مجدہ اتم واحکم۔

کتا چھوڑنے والے یا تیرا رنے والے نے شکار کو
زندہ پایا تو اس کو ذبح کرنا واجب ہے اگر نہ کیا
تو حرام ہوگا، اور پھری اس صورت میں ذبح کرنے
سے عاجز رہا تو بھی حرام ہوگا۔ بخیر کی صورت یہ کہ
ذبح کا آلہ نہ پاسے یا اتنا وقت نہ پایا کہ آلہ حاصل
کر سکے یا ذبح کی استعداد نہ پاسے، کیونکہ مجسّم
حرام کو حلال نہیں کرتا، اہل ملتقطاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم
علمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ از ذیرہ اسمعیل خاں ملک وزیرستان چھاؤنی ٹانک پوسٹ کرگٹی و کس کمپنی

مرسلہ مولوی اکبر حسین صاحب اسٹون ۲۶۰۲ ۱۳ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، تو ہے کی تچی کی چھری بنی ہو، نہ اس میں دستہ ہو نہ دستہ
کی جگہ پر کوئی سوراخ ہو، اس سے ذبح کرنا درست ہے یا نہیں؟ یہ جگہ فیلڈ ہے، اور گرمی بہت سخت اور
وصوب میں کام کرنا پڑتا ہے، یہاں روزہ رکھنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

اگر اس میں کسی طرف دھار دیکھی گئی ہو جیسے چھری میں، تو دھار سے ذبح جائز ہے، اور دھار نہ ہو

۲۸۸/۵	نورانی کتب خانہ پشاور	کتاب الذبائح	مآخذ فنادی ہندیہ
۲۶۲/۴	مطبع مجتبائی دہلی	کتاب الصيد	مآخذ درمختار شرح تنویر الابصار
۳۰۳/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	رو المختار

فوزیح نامکن اور جانور مردار ہو جائے گا، نص علیہ الامام النسخی فی الکافی (اس پر امام نسخی نے کافی میں نص فرمائی ہے۔

اگر دھوپ میں کام کرنے کے ساتھ روزہ ہو سکے اور آدمی مقیم ہو مسافر نہ ہو تو روزہ فرض ہے، اور اگر نہ ہو سکے روزہ رکھنے سے بیمار پڑ جائے، ضروری پیچھے، تو مقیم غیر مسافر کو ایسا کام کرنا حرام ہے۔ اگر ترک پر قدرت نہ ہو اور کسی طرح نہ ممکن ہو قضا رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از سرنیا ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۴۱ھ
کوئی جانور دیوار سے دب گیا، گردن مٹی سے دب گئی، تو کس ترکیب سے ذبح کرے؟

الجواب

اگر اندیشہ ہے کہ نکلنے تک اس کا دم نکل جائے گا، تو جہاں چاہے کبیر کہہ کر خون نکال دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ مرسلہ مولانا مولوی محمد موسیٰ احمد صاحب محدث سورتی پہلی بحیثیت ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بھنگی نے ظاہر کے نام کا بکرا مانا، اُسے ایک فقیر مسلمان نے بھنگی کے گھر جا کر ذبح کیا اور اس کا کچھ نکال کر بھونا ۱۰ اور اس فقیر کے ہمراہ چار مسلمان اور تھے، پانچوں نے کھایا، فقیر کا فرہو یا مسلمان رہا؟ مرکب حرام ہوا یا نہیں؟ اور بقیہ آنکھیں کا کیا حکم ہے؟ اور یہ ذبیح حلال ہے یا حرام؟ مثل میتہ ہے یا اس سے کچھ اترتا؟ اور جو اس ذبیحہ کو حلال بتائے وہ بر تقدیر حرمت کافر ہے یا نہیں؟ بیّنوا تو جہدوا۔

الجواب

ذابح اگر غیر خدا کے نام پر ذبح کرے یعنی وقت ذبح میں طرح تکبیر کا حکم ہے یہ غیر خدا کا نام لے کر ذبح
بسم اللہ کی جگہ باسم فلاں کے تو ذبیحہ قطعاً حرام ہے، قال اللہ تعالیٰ وما اھل بہ لغیر
اللہ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا۔ ت کسی طرح اگر مسلمان کلمہ گزے اُس ذبح

عہ خصصت الکلام بالمسلم لان الشریک میں نے مسلمان کو خاص ذکر کیا کیونکہ مشرک اگرچہ
(باقی اگلے صفحہ پر)

سے غیر خدا کی عبادت کا قصد کیا اور اہل اسلام اور ائمہ دوم و سہم لہذا اللہ سے جس طرح کا تقرب اللہ جل جلالہ کی طرف

(بقیہ ماثیہ صفحہ گزشتہ)

اللہ وحدہ تعالیٰ کے نام اور اسی کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ذبح کیے تب بھی اس کا ذبیحہ حلال نہ ہوگا اور اہل کتاب (یہودی یا عیسائی) اگر اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرے تو اس کا ذبیحہ حلال ہوگا اگرچہ وہ غیر اللہ کے تقرب کے لئے ذبح کرے۔ علامہ نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ امام مالک، شافعی، ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے فرمایا کہ اگر عیسائی مسیح کے نام پر ذبح کریں تو اس نے یقیناً غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا، لہذا ضروری ہے کہ وہ ذبیحہ حرام ہو اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کریں تو ظاہر الفاظ کے اعتبار پر وہ ذبیحہ حلال ہوگا اور غیر لفظ کا اعتبار نہ ہوگا، ہندیہ میں فرمایا کہ میں نے میں ہے اگر کتابی عیسائی سے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام سننا لیکن اس نے اللہ تعالیٰ سے مراد مسیح علیہ السلام کو لیا تو فقہاء نے فرمایا کہ اس کا ذبیحہ کھایا جائے گا جب تک کہ صریح الفاظ میں یوں کہے اللہ کے نام سے جو تین میں سے تیسرا ہے، اگر صریح طور پر ایسے کہے تب حرام ہوگا الخ اقول (میں کہتا ہوں) (باقی اگلے صفحہ پر)

لا تحل ذبیحتہ مطلقاً وان سمی اللہ تعالیٰ وقصد بہ التقرب الیہ وحده عز وجل وکتابی تحل ذبیحتہ اذا سمی اللہ تعالیٰ وحده وامن قصد بہ التقرب الی غیرہ تعالیٰ، قال النیشاپوری فی تفسیرہ قال مالک والشافعی والیوحنیفۃ و اصحابہ، اذا ذبحوا علی اسم المسیح فقد اهلوا بہ بغیر اللہ فوجوب امن یحرم، واذا ذبحوا علی اسم اللہ فظاہر اللفظ یتقضى الحل ولا حبرۃ بغیر اللفظ اللہ وقال فی الہندیۃ عن البدائع لو سمع منه یعنف من اکتابی ذکر اسم اللہ تعالیٰ لکنہ عنی باللہ تعالیٰ وھز وجل المسیح علیہ السلام قالوا توجک الا اذا نصب فقال بسم اللہ الذبح ہو ثالث ثلثۃ فلا یحل، اقول

لہ غرائب القرآن (تفسیر النیشاپوری) تحت آیت ۱۷۲/۲ مصطفیٰ ابوابی مصر ۲/۲

لہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح الباب الاول نوری کتب خانہ پشاور ۲۸۵/۵

پاہتے ہیں، اس نے اس ذبیح سے اسی نوع کا تقرب غیر خدا کی طرف پایا تو بھی حرمتِ ذبیحہ میں غلام نہیں، اگرچہ اس پر زبان سے خالص تکبیر ہی کہی ہو کہ جبہ اس نے غیر خدا کو معبود قرار دیا یا اس ذبیح سے اس کی عبادت کا قصد کیا مرتد ہو گیا، اور مرتد کا ذبیح حلال نہیں، مگر نازلہ مستورہ سائل ان صورتوں سے بری ہے کہ یہ تو یقیناً معلوم کہ کوئی کلمہ گو ذبیح کرتے وقت بسم اللہ کی جگہ باسم ظاہر ہرگز نہیں کہتا، نہ نہا کہ کسی مسلمان پر یہ گمان ہو سکتا ہے کہ وہ غیر خدا کی عبادت چاہے اور ظاہر و باہر ہتھیوں وغیرہم کفار کے باطل معبودان کو معاذ اللہ معبود قرار دے، تو ظاہر اس نے افسر ہی کے نام ذبیح کیا اور عبادتِ غیر خدا کا خیال بھی اس کے دل میں نہ آیا بلکہ اصلاً اس پر بھی کوئی دلیل نہیں کہ اس کی جان دینے سے فقیر مسلم اس معبود باطل کی مجرّد تعظیم و جو مثل تعظیم اہل دنیا بوجہ فناء انہماے تعظیم الہی سے نہیں ہو سکتی (منظور یہی ہو کہ مسئلہ ذبیح عند قدم الامیر کہ اس سے تعلق ہو سکے، انصاف یہ ہے کہ اس طرح کے فقیروں کو صرف اپنے کھانے سے غرض ہوتی ہے، کافر بڑا کر لے گیا انہوں نے تکبیر کہہ کر بطور مسلمانان ذبیح کیا اور اپنے کھانے کے قابل کر دیا، اس کے سوا انہیں دوسری نیت فاسدہ کا ترکب جانتا مسلمان پر بڑی ہدگانی ہے جو منہج قطعی قرآن حرام،

قال الله تعالى يا ايها الذين آمنوا اجتنبوا
كثيرا من الظن ان بعض الظن شر
الله تعالى نے فرمایا اے ایمان والو! بہت سے
گمانوں سے بچو کہ کچھ گمان گناہ ہیں۔

(بقیہ ماحشیہ منور گزشتہ)

والسرفیہ ما اشرنا الیہ ان الکتاب لا یخرج
بهذا عن کونه کتابا یحتسب اذا جرد
التسمیة لله تعالیٰ کما ان
المشرک لا یخرج عن الاشرک بتجرید
التسمیة فلا تحلل وامن سمی الله
تعالیٰ اما المسلم لیخرج بهذا المقصد
عن الاسلام فلا تحلل هکذا ینبغي
ان يفهم هذا المقام ۱۲ منه قدس
سر العزیز۔

اس میں نکتہ یہ ہے جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا ہے کہ
عیسائی و کتابی خالص اللہ تعالیٰ کا نام لینے اور
مراد مسیح علیہ السلام لینے پر کتابی جو سننے سے باہر
نہ ہو گا، لہذا اس کا ذبیح حلال جس طرح مشرک خالص
اللہ تعالیٰ اور اسی کا تقرب مراد لینے سے شرک سے
باہر نہ ہو گا لہذا اس کا ذبیح حلال نہ ہو گا جبکہ مسلمان
غیر اللہ کا تقرب و عبادت مراد لینے پر اسلام سے
باہر جو ہاتا ہے لہذا وہ ذبیحہ حلال نہ ہو گا، اس
مقام کردوں کچھ مناسب ہے ۱۲ منہ قدس سر العزیز

وقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
 اياكم والنظن فان الظن اكذب الحديث،
 رواه الاثمة مالك والبخاري ومسلم وابوداؤد
 والترمذي عن ابى هريرة رضي الله تعالى
 عنه -
 (رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نے فرمایا، گمان
 سے دوہرہ ہو کہ گمان سے بڑھ کر کوئی بات جھوٹی نہیں
 الحدیث) (اس کو امام مالک، البخاری، مسلم، ابوداؤد
 اور ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
 کیا ہے۔ ت)

اور دل کے ارادے پر حکم کرنا خصوصاً ایسا کہ صراحت ظاہر و موہوم منقول بلکہ محض غلط باطل ہے،
 بیشک بزرگ عظیم ہے،

قال الله تعالى ولا تنظن ما ليس لك به علم
 ان السمع والبصر والفؤاد كل اولئك كان
 عنه مستوكلًا
 (اللہ تعالیٰ نے فرمایا، بے یقینی بات کے چپکے نہ پڑ
 بیشک کان، آنکھ، دل سب سے سوال جھٹکے
 دت)

وقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
 الخلا شققت من قلبه حق قلعه اقالها ام
 لا - اخرجه مسلم عن اسامة بن زيد رضي الله
 تعالى عنهما -
 (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا)
 کونے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا کہ دل کے
 عقیدے پر اللہ تعالیٰ پاتا اس کو مسلم نے اسامہ
 بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)

سیدی عارف باللہ احمد زروق روض اللہ تعالیٰ روح فرماتے ہیں،
 انما ينشئ الظن الخبيث من القلب الخبيث
 ذكره سيدي عبد الغني النابلسي في الحديقة
 النديّة -
 خبیث گمان خبیث دل سے نکلتا ہے۔ (اس کو
 سیدی عبد الغنی النابلسی نے حریقة النندیہ
 میں ذکر کیا ہے۔ ت)

صحیح البخاری کتاب النکاح باب فی من یخطب علی خطبة اخیرہ
 صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب تحريم الظن
 جامع الترمذی ابواب البر والصلة باب ما جاء فی ظن المسلم
 مع القرآن الحکیم ۳۶/۱
 قیدی کتب خانہ کراچی ۸۹۶ و ۷۷۲/۲
 امین گنجی دہلی ۲۰/۲
 قیدی کتب خانہ کراچی ۶۸/۱
 مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۸/۲

صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحريم قتل الكافر بعد قوله لا اله الا الله
 مع الحديقة النديّة شرح الطريقة المحیة الملقن الرابع والعشرون

تفسیر کبیر میں فرمایا،

انما کلفنا بالظاہر لا بالباطن فاذا اذبحہ علی اسم اللہ وجب ان یحبل ولا سبیل لنا الی الباطن لہ
ہم ظاہر کے مکلف ہیں باطن کے نہیں، تو جب اس نے
اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا تو ضرور حلال ہو گا، ہمیں
اس کے باطن کی طرف راہ نہیں ہے (ت)

غیرہ وغیرہ و شرح وہبانیہ و در مختار وغیرہ میں ہے،

انا لافشئ النظم بالمسلم انه یتقرب الی
الادھی بهذا النظم
ہم مسلمان پر بدگمانی نہیں کرتے کہ اس نے اس
ذبح سے کسی آدمی کا تقرب چاہا ہے (ت)

دیکھو ان ترمذی و علامہ کے معتمدین کی نکتہ صاف تصریحیں فرماتے ہیں کہ ہمیں باطن کی طرف کوئی راہ نہیں ظاہر
پر عمل کا حکم ہے، جب مسلمان نے خدا کا نام لے کر ذبح کیا واجب ہو ا کہ ذبح حلال ہو، ہم مسلمان پر بدگمانی
نہیں کرتے کہ اس نے ذبح سے آدمی کی طرف تقرب چاہا ہو۔ جبکہ فقہائے مدول کے یہ اقوال، خدا اور رسول
کے وہ ارشاد، تو اب سوائے ظن پر ہنا نہ کرے گا مگر نبیٹ الباطن کی نہاد۔

وما اللہ بغافل عما تعملون، و اللہ لایحب
الفساد
اللہ تعالیٰ غافل نہیں اس سے جو تم کرتے ہو، اور
اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتا۔ (ت)

پس ضرورت مستفسرہ میں وہ ذبیحہ تھا حلال ہے، اور اس فقیر اور اس کے ساتھ والوں نے
لحم نہ گئی کھایا نہ مردار۔ فقہائے کرام نے خاص اس مجربہ کی تصریح فرمائی کہ مثلاً مجوسی نے اپنے آشکے سے
یا مشرک نے اپنے بتوں کے لئے مسلمان سے بکری ذبح کرائی اور اس نے خدا کا نام پاک لے کر ذبح کی بکری
حلال ہے، کھائی جائے۔ فتاویٰ عالمگیری و فتاویٰ تاتار خانیہ و جامع الفتاویٰ میں ہے،

مسلم ذبیحہ شاة المجوسی لبیت نارہم،
او الکافر لانہم توکل، لانہ سعی اللہ
تعالیٰ
مسلمان نے مجوسی کی بکری اس کے آشکے سے یا کافر
کی بکری ان کے بتوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے
نام سے ذبح کی تو وہ کھائی جائے کیونکہ مسلمان نے

اللہ تعالیٰ کے نام کو ذکر کیا ہے (ت)

سہ معانی الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیت ۱۴۳/۲ المطبعة البہیہ مصر ۲۳/۵

سہ در مختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲۳/۲

سہ القرآن الکریم ۸۵/۲ سہ القرآن الکریم ۲۰۵/۲

سہ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ التاتاریخانیہ عن جامع الفتاویٰ کتاب الذبائح نورانی مکتبہ خانہ پشاور ۲۸۶/۵

البرۃ مسلمان کے لئے اسی صورت میں کراہت نکلتے ہیں، ہندیہ میں جہارت مذکورہ کے بعد ہے، وہ یہ کہ
 للمسلمۃ (مسلمان کے لئے اس میں کراہت ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ مسلمان کو ایسا فعل کرنا نہ تھا کہ اس
 میں بظاہر گویا اس کا ذکر کام پورا کرنا اور اس کے زعم میں اس کے قصد مذموم کا آثار بنا ہے، اگرچہ حقیقت امر
 بالکل اس کے مباین ہے کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) بالجلد اس مسئلہ میں حق یہ ہے کہ یہاں
 صرف وقت ذبح قول و نیت ذابح کا اعتبار ہے، اگر ذابح مسلم نے اللہ ہی کے لئے ذبح کیا اور وقت ذبح اللہ
 ہی کا نام لیا تو ذبیحہ قطعاً حلال، اگرچہ مالک نے کسی کے نام پر مشورہ رکھا ہو۔

قال اللہ تعالیٰ وما لکم ان لا تأکلوا مما
 ذکر اسم اللہ علیہ
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تمہیں کیا ہوا کہ تم اللہ تعالیٰ
 کے نام پر ذبیحہ کو نہیں کھا سکتے۔

یوں ہی کتابی کا ذبیحہ، اگر وقت ذبح خالص نام خدا لے۔

قال تعالیٰ طعام الذین اوتوا الکتاب حل
 لکم وللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اہل کتاب کا طعام تمہارے
 لئے حلال ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کھانے ذبوح حلال شل گائے بھینس بکری مرغ و طیور کے
 حلال ہے یا نہیں؟ بیتنا تو شجرہ۔

الجواب

ذبوح حلال جانور کی کھانے جیسا کہ حلال ہے، شرعاً اس کا کھانا حلال نہیں، اگرچہ گائے بھینس
 بکری کی کھانے کے قابل نہیں ہوتی،

قال الذی اختار اذا ما ذکیت شاة فکلمہا
 مسوی سیم ففیہن الوبال، فحاء شسم خاء
 ثم غین، و دال ثم میعان و ذال انتھی، فالخاء، الحاء،
 و قد تدریج جب بکری ذبا کی گئی تو سات اجزاء میں وبال ہے
 کے ماسوا کو کھاؤ، سات یہ ہیں، ح، پھر غ،
 پھر خ اور د، پھر دویم اور ذ، انتھی، حار حیاک

۲۸۶/۵	نورانی مکتب خانہ پشاور	کتاب الذبائح	لے فتاویٰ ہندیہ
		۱۱۹/۶	لے القرآن الکریم
		۵/۵	لے
۲۲۹/۶	مطبع مجتہدانی دہلی	مسائل مشقی	لے در مختار

وهو الفرج ، والمشاء الخصية ، والغين
 الغدة ، والدال الدم المنفوح ، والميمان
 المرارة ، والمثانة ، والذال الذکر۔ واللہ
 سبحانه وتعالى اعلم۔
 مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بدن حیوان ماکول اللحم میں کیا کیا چیزیں مکروہ ہیں ؟
 بیّنوا تو جہودا۔

الجواب

سات چیزیں تو حدیثوں میں شمار کی گئیں (۱) مرارہ یعنی پتہ (۲) مثانہ یعنی پھنک (۳) حیا یعنی
 فرج (۴) ذکر (۵) انثیین (۶) غدہ (۷) دم یعنی خون مسفوح۔

اخرج الطبرانی فی المعجم الاوسط عن
 عبد اللہ بن عمر بن عبد اللہ بن عمر
 عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکرہ من
 الشاة سبعاً المرارة والمثانة والحیاء والذکر
 والانثیین والغدة والدم وکان احب
 الشاة الیہ مقدماً۔
 طبرانی نے معجم الاوسط میں عبد اللہ بن عمر اور ابن عمر
 سے منقول روایت کی کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
 روایت کیا کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ سات چیزیں
 جانور کے سات اجزاء مکروہ فرماتے ہیں سات یہ ہیں :
 مرارہ (پتہ) ، مثانہ ، حیا (شر مجلہ) ، ذکر ، غصیہ
 غدد اور خون۔ اور آپ کو بکری ذبیحہ کا مقدم
 حصہ پسند تھا۔ (ت)

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ، خون تو حرام ہے کہ قرآن عظیم میں اس کی تحریم منصوص
 اور باقی چیزیں میں مکروہ سمجھتا ہوں کہ سلیم الطبع لوگ ان سے گھن کر سکتے ہیں اور انھیں گندی سمجھتے ہیں اور اللہ
 تعالیٰ فرماتا ہے دھرم عظیم الخبیثات یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان پر سب گندی چیزیں حرام فرمایاں گے۔
 حاشیہ علامہ طحاوی میں ہے :

قال ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اما الدم
 امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لیکن خون

فحرام بالنفس واكره الباقية لانها ما تختص به
الانفس ، قال الله تعالى ويحرم عليهم الخبث
تو وہ حرام ہے قرآنی نفس سے ثابت ہے اور باقی کو
میں مکروہ تحریمی سمجھتا ہوں کیونکہ ان سے نفوس غرت
مکرتے ہیں اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ویکرم علیہم الخبث

اسی طرح ینایع میں ہے کما سیاقی (جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ ست) ، اور مختار و معتبر یہ ہے کہ کراہت سے
مراد کراہت تحریمی ہے یہاں تک کہ امام ملک العلماء ابو یوسف مسعود کا مثالی قدس سرہ نے بلفظ حرمت
تعبیر کر ، عالمگیری میں ہے ،

اما بیان ما یحرم اکلا من اجزاء الحيوان
سبعة الدم المذخور والذکر والانثیان
والقبل والغدة والشانة والمرارة
لیکن یہ بیان کہ حیوان کے اجزاء میں سے جن کا
کھانا حرام ہے وہ سات ہیں ، بھنے والا خون ،
ذکر ، خبیثہ ، شرمگاہ ، غدود ، شانہ اور پتھر
تنویر الابصار میں ہے ،

کرة تحريما من الشاة سبعة ، کراہت
در مختار میں ہے ،

وقيل تسزيها ، والاول اوجه
بعض نے کہا مکروہ تنزیہی ہیں ، جبکہ پہلا قول
زیادہ معتبر ہے۔ (ست)

رد المحتار میں ہے ،

وهو ظاهر اخلاق المتون الكراهة
مغنی المستفی عن سوال المفتی میں ہے ،

المكروه تحريما من الشاة سبعة الخ
بحری کے سات اجزاء مکروہ تحریمی ہیں (ست)

سأله صاحب المطاوعی علی الدر المختار
سأل مفتی دارالعرفۃ بیروت ۳۹/۲
سأله القرآن الکریم ۱۵۴/۱

سأله فتاویٰ ہندیہ بحوالہ البدائع کتاب الذبائح الباب الثالث نورانی مکتبہ خاند پشاور ۲۹/۵

سأله در مختار شرح تنویر الابصار مسائل شتی مطبع مجتہائی دہلی ۳۴۹/۲

سأله " " " " " " " " " " " " ۳۴۹/۲

سأله رد المحتار " " " " " " " " " " " " ۴۴۴/۵

سأله مغنی المستفی عن سوال المفتی

بلکہ صرف باتجاربہ قلم حدیث و نفس امام ابن پراقصاردافع ہوا، اور خود ان علاقے زائدین نے بھی قصہ استیعاب نہ فرمایا یہ امر انہیں عبارات مذکورہ سے ظاہر، اور اس پر دوسری دلیل واضح یہ کہ جگر و طحال و گوشت کے خون گئے اور (۱۲) خون قلب چھوڑ گئے حالانکہ وہ قطعاً ان کے شکل ہے، یہاں تک کہ عباہ و خوانہ و قنیہ و غیرہ میں اس کی نجاست پر جرم کیا اور اسی طرح امام ربان الہین فرغانی صاحب ہدیہ نے کتاب التجنیس والمزید میں فرمایا، اگرچہ روغنہ ناطقی و مراقی الطحاح و درختار و رد الحمار و غیرہ اسفار میں طہارت کو مختار رکھا، اور ظاہر ہے کہ نجاست ثبوتِ حرمت ہے اور طہارت مفیدِ علت نہیں۔ علیہ میں ہے۔

فی القنیۃ دم القلب الشاة نجس والیہ مال
کلام صاحب الهدایۃ فی التجنیس و فہ
خزانۃ الفادی دم القلب نجس و دم الکبد
والطحال لا۔
حقیر میں ہے بکری کے دل کا خون نجس ہے، تجنیس میں
صاحب ہدیہ کا میلان اسی طرف ہے، اور خزائن الفوائد
میں ہے کہ دل کا خون نجس ہے تلی اور جگر کا خون نجس
نہیں ہے (ت)۔

رحمانیہ میں ہے۔

فی العباہۃ دم القلب نجس، و دم الکبد
والطحال لا۔
حقیر میں ہے دل کا خون نجس ہے، جگر اور تلی کا
خون نجس نہیں (ت)۔

اور نیز عدمِ حصر پر ایک اور دلیل قاطع یہ ہے کہ عامۃ کتب میں دم مسفوح، اور ان کتابوں میں دم لحم و کبد و طحال
کو شمار کیا، تو اس سے واضح کہ کلام اعضاء سے اخلاط تک متجاوز ہوا، اور بیشک اخلاط سے (۱۴) مرہ
بھی ہے یعنی وہ نرد پانی کہ پتہ میں ہوتا ہے جسے صفا کہتے ہیں، اور ہمارے علماء کتاب الطہارۃ میں تصریح
فرماتے ہیں کہ اس کا حکم مثل پیشاب کے ہے، بلکہ بعض نے تو مثل خون کے ٹھہرایا۔ درختار میں ہے۔
مرارۃ فی حیوان کبولۃ (حیوان کا پتہ پیشاب کی مانند ہے۔ ت) علیہ میں ہے،

قیل مراۃ الشاة کالدہ و قیل کبولۃ۔
بعض نے کہا ہے پتہ ہانور کا خون کی طرح ہے
خفیفۃ عندہما، طاہرۃ عند محمد بن
بعض نے کہا پیشاب کی طرح ہے۔ شیخین کے
نزدیک نجاستِ ثغینہ ہے، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پاک ہے۔ (ت)۔

لے علیہ الحلی شرح فیتہ المصلی

سے رحمانیہ

سے درختار کتاب الطہارۃ باب الاستنجار مطبع مجتہائی دہلی
سے علیہ الحلی شرح فیتہ المصلی

بہر حال کانا اس کا بیشک ناجائز ہے کما ہوا لہذا ذهب فی البول (جیسا کہ پیشاب کے بارے میں ان کا مذہب ہے۔ ت) یا وہ داکس کے یہاں شمار میں نہ آیا، یونہی اغلاط سے بھگم ہے کہ جب باہر مٹی مندرج ہو، جیسے بھیرہ وغیرہ میں مشاہدہ ہے، اسے عربی میں مخاط اور فارسی میں آب مٹی کہتے ہیں (۱۵) اس کا کھانا بھی یقیناً ناجائز، صریح بہ فی العقود الدریۃ تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ (یہی تصریح عقود الدریۃ منقطع الفتاویٰ الحامدیۃ میں ہے۔ ت) یہ بھی یہاں غیر معدود اور منجھ دمار (۱۶) وہ خون بھی ہے جو رحم میں لطفہ سے بنتا ہے منجھ ہو کر علقہ نام رکھا جاتا ہے، وہ بھی قطعاً حرام۔ نہایت وقیعین الحقائق ورد المختار وغیرہ میں ہے۔

العلقة والبضفة نجسان كالمنخ ^۱ علقہ (منجھ خون) اور مضفہ (ابتداء تخلیق کا خون اور توخترا) منی کی طرح ناپاک ہیں (ت)

یہ بھی نہ گنا گیا، تو واضح ہوا کہ عامہ کتب میں لفظ سبعم (سات) صرف باتباع حدیث ہے، جس طرح کتب کثیرہ میں مشاہدہ (بکری) کی قید، کما مر عن تنویر الابصار و مغنی المستفتی و مشک فی غیرہا (جیسا کہ تنویر ابصار اور مغنی المستفتی سے گزرا۔ اور اس کی مثل ان کے غم میں ہے۔ ت) حالانکہ کلم بکر بکری سے خاص نہیں، یقیناً سب جا نوروں کا یہی حکم ہے۔ حاشیہ لطاویہ میں ہے۔

قوله من النشاة ذکر النشاة اتفاق لامت بکری کا ذکر اتفاق ہے کیونکہ دوسرے جانوروں کے الحکم لا یختلف فی غیرہا من الماکولات۔ ماکولات میں فرق نہیں (ت)

توجیہ لفظ نشاة محض باتباع حدیث واقع ہوا، اور اس کا مفہوم مراد نہیں، یونہی لفظ سبعم، اور اہل علم پر مستقر نہیں کہ استدلال بالغوی یا اجرائے طلت منصوصہ خاصہ مجتہد نہیں کما نص علیہ العلامة الطحطاوی تبعا لمن تقدمه من الاعلام (جیسا کہ اس پر علامہ طحطاوی نے اپنے گز سے اُسے بزرگوں کی اتباع میں نص کی ہے۔ ت) اور یہاں خود امام مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشیائے ستر کی علقہ کراہت پر نص فرمایا کہ خباثت ہے، اب فقیر متکلاً علی اللہ تعالیٰ کوئی محل شک نہیں جانتا کہ (۱۷) دوبر یعنی پاخانے کا مقام (۱۸) کرکش یعنی ادھڑی (۱۹) امعاء یعنی آنتیں بھی اس حکم کراہت میں داخل ہیں، بیشک دوبر فوجہ ذکر سے اور کرکش و امعاء مشابہ سے اگر خباثت میں زائد نہیں تو کسی

طرح کم بھی نہیں، فرج و ذکر اگر گزر گا بول و سنی ہیں دُبر گزر گا سرگین ہے، مثلاً اگر معدن بول ہے مشکبہ و رُو دہ مخزن، قرش ہیں، اب چاہے اسے دلالت النقص سمجھے خواہ اجزائے علت منقسمہ، الحمد للہ بعد اسکے فقیر نے یتابیع سے تصریح پائی کہ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دُبر کی کراہت پر تخصیص فرمائی۔ رحمانیہ میں ہے:

فی الیتابیم کذا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الشاة سبعة اشیاء الذکر والانیس والقبیل والدبر والغدة والمثانة والدم، قال ابو حنیفة السمر حرام بالنس، والستة نکرہا لانها نکرہها انطباحتہ

یہاں یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بکری کے سات اجزاء ذکر، خبیثہ، مادہ کی ششہ منگاہ، پانخانہ کی جگہ، غدود، مثلاً اور خون کو مکروہ فرمایا: اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خون نص کے ذریعہ حرام اور باقی کچھ کو کم مکروہ سمجھتے ہیں کیونکہ طہائج ان سے نفرت کرتی ہیں (د)

(۲۰) وہ گوشت کا کراہت جرم میں نطفہ سے بنتا ہے جسے معنفہ کہتے ہیں، اجزائے حرام سے ہے، اور فاجی بلا سبب حرام، عام ازیں کہ مخلوق ہو یا غیر مخلوق، یعنی جنود اس میں اعضاء کی کلیاں پھوٹی ہوں یا صرف لوتھرا

فقد استلنا عن السخانی والزبیدی و الشامی انها نجسة، ومعلوم ان حکم نجس حرام، وقد قال فی الهدایة فی البین المتصل الخلق انه جزء من الامر حقيقة لانه متصل بهما حتی یفصل بالمقراض ان قلت ویدل علیہ صحیح الاستثناء، وهو حقيقة فی الاتصال، واذا کانت ذلک كذلك فالصفة اولی بالجزئية، وهذا یدل ان السبع لم تستوعب الاجزاء، فضلا من الاضلاط اخوات الدماء۔

ہم سنائی، زبیدی اور شامی سے پہلے نقل کر چکے ہیں کہ وہ نجس ہے اور ہر نجس کا حرام ہونا معلوم ہے اور ہادیہ میں فرمایا ہے کہ ماں کے پیٹ میں مکمل خلقت بچہ ماں کا جز ہے کیونکہ وہ حقیقی جز ہے حتیٰ کہ اس کو کاش کر دیا گیا جاتا ہے الخ، میں کہتا ہوں، اور اس پر استثناء کی صحت دلالت کرتی ہے اور استثناء کی حقیقت اتصال ہے تو جب معاملہ یوں ہے تو مضبوط طریقہ اولیٰ ماں کا جز ہے، اس سے اس بات پر دلالت ہے کہ سات کا عدد پورے اجزاء کو شامل نہیں چہ جائیکہ خون کی آمیزش سے پیدا ہونے والے امور کو شامل ہو (د)

(۲۱) ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بچہ تمام النکتہ بھی کہ من وجہ جزو حیوان ہے متصل یا کلاہ ویتغذى بغذا اشہا، ویتنفس یتنفسہا (ماں سے متصل ماں کی غذا سے غذا اور اس کی سانس سے سانس پاتا ہے۔ ت) حرام ہے خواہ اس کے پوست پر بال آئے ہوں یا نہیں، مگر جبکہ زندہ نکلے، اور ذبح کر لیں۔ ہر ایک میں ہے،

من نحرناقة او ذبح بقرة، فوجد غبہ جس نے اونٹنی یا گائے ذبح کی تو اس کے پیٹ
بطنها جینا میتا لہر یوکل، اشعر اولہ میں بچہ مردہ ہو تو نہ کھایا جائے اس پر بالی ہوں
یشعر لہ یا نہ ہوں۔ (ت)

شامی میں معلقہ و مضغہ کی نجاست لکھ کر فرماتے ہیں، وکذا انولدا اذا لم یستھلک (یوں ہی بچہ جب نہ پیچھے۔ ت) (۲۲) یونہی نطفہ بھی حرام ہے، خواہ نہ کی منی مادہ کے دم میں پائی جائے یا فرد اسی جانور کی منی ہو۔ رد المحتار میں ہے،

فی البحر والتاریخانیۃ انت مغف حلال بحر اور تارخانیہ میں ہے کہ ہر حیوان کی منی نجس
حیوان نجس۔ ہے۔ (ت)

اب سائت کے سرگوند سے بھی مدد و بڑھ گیا اور بنو زائد زراعت ممکن۔ وہ سائت اشیار حدیث میں آئیں اور پانچ چیزیں کہ علماء نے بڑھائیں، اور وٹس فقیر نے زیادہ کیں۔ ان بائیس مسائل اور باقی فروعات و تعاریج سب کی تفصیل تمام و تحقیق تمام فقیر کے رسالہ المنہر الملیحۃ فیما فیہ من اجزاء الذبیحۃ میں دیکھیں جائے، الحمد للہ علی ما الہم۔ واللہ بیحسبہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از جرودہ ضلع میرٹھ مرسلہ سیدہ عابد جیلانی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جانور کی کون سی چیز جائز اور حلال ہے اور کون سی چیز ناجائز و حرام ہے؟

الجواب

حلال جانور کے سب اجزاء حلال ہیں مگر بعض کہ حرام یا منوع یا مکروہ ہیں (۱)، مگر کافرون (۲) پشہ

۲۳۸/۴	کتاب الذبائح	طبع برسنی نکتہ	۲۳۸/۴
۲۰۸/۱	باب النجاس	دار احیاء التراث العربی بیروت	۲۰۸/۱
۲۰۸/۱	۲	۲	۲۰۸/۱

(۳) چمکنا (۴) و (۵) علاماتِ مادہ و نر (۶) بیضے (۷) غرود (۸) حرام مغز (۹) گردن کے دو پٹھے کہ
شانوں تک پہنچنے کے ہیں (۱۰) جگر کا خون (۱۱) ملی کا خون (۱۲) گوشت کا خون کہ بعدِ ذبح گوشت میں سگماتا ہے (۱۳) دل کا خون
(۱۴) پرت یعنی وہ زرد پانی کہ پتے میں ہوتا ہے (۱۵) ناک کی دھرت کہ بھیڑ میں اکثر ہوتی ہے (۱۶) پافانہ
کا مقام (۱۷) اوچھڑی (۱۸) آنٹیں (۱۹) لفظ (۲۰) وہ لفظ کہ خون ہو گیا (۲۱) وہ کہ گوشت کا لوتھڑا
ہو گیا (۲۲) وہ کہ پورا جانور بن گیا اور مردہ نکلا یا بے ذریعہ مر گیا۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زندہ جانور کا کوئی عضو مثلاً ذنب کی چمکی کاٹ کر استعمال کرنا
جائز ہے یا نہیں؟ بیتنا و اقوا جروا۔

الجواب

جو عضو پھیل اور بڑی کے سوا کسی زندہ جانور سے جدا کر لیا جائے مردہ ہے اور کھانا اس کا حرام۔

ابو عیسیٰ محمد ترمذی نے ابو واقد لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب
مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں کے لوگ زندہ اونٹوں
کی کہانوں اور دونوں کی چکیوں کو کاٹ کھانا پسند
کرتے تھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا
زندہ جانور کا کاٹنا ہر حصہ مردار ہے۔ حافظ ترمذی
نے فرمایا: اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے۔ ہدایہ
کے پھیل کے مسائل میں ہے کہ اگر پھیل کا کچھ حصہ
کاٹ کر جدا کر لیا اور پھیل مر جائے تو اس کے دونوں
ٹکڑے حلال ہیں کیونکہ اس کی موت مہادی ہوتی ہے
تو زندہ سے ٹکڑا جدا کیا ہوا اگرچہ مردہ ہے لیکن اس کا
مردہ حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ حقیقت حال بہتہ

جانتا ہے (ت)

رواہ الحافظ ابو عیسیٰ محمد الترمذی عن
ابی واقد الليثي رضي الله تعالى عنه قال قدم
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم المدينة
وهم يحبون اسخة الابل، ويقطعون
ايات النعم فقال صلى الله تعالى عليه وسلم
ما يقطع من البهيمة وهي حية فهو ميتة
قال الحافظ والعجل على هذا اعتاد اهل العلم
في الهداية في مسائل السباع، اذا قطع بعضها
فمات يحل احصل ما بين وما بقى لا
موت بافة وما بين من الحي
وان كانت ميتا فينته حلال، والله
اعلم بحقيقة الحال۔

لے جامع الترمذی باب الصيد باب ما جاز ما قطع من الحي فموتیت امین کمپنی دہلی ۱۴۹/۱
سہ الہدایہ کتاب الذبائح مطبعہ یوسفی کھنور دہلی ۳۳۱/۲

مسئلہ ۹۲ موشح بکری والہ ، علاقہ جاگل ، تختہ ہری پور ، ڈاک خانہ کوٹ نجیب اللہ خاں

مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ذبح کس شخص کا جائز اور کس کا ناجائز ہے ؟

الجواب

بج ، مرثد ، مشرک ، مجوسی ، مجنون ، نانچہ اور اس شخص کا جو قصد انگیر ترک کرے ذبیحہ حرام و مردار ہے ، اور ان کے غیر کا حلال جبکہ رگیں ٹھیک کٹ جائیں ، اگرچہ ذایع عورت یا بچہ والا بچہ یا گونگا یا بے فتنہ ہو ، اور اگر ذبیحہ صید ہو تو یہ بھی شرط ہے کہ ذبیحہ حرم میں نہ ہو ، ذایع احرام میں نہ ہو ۔

فی الذر المختار شرط کون الذایع مسلما حلالا
او کتابیا ولو مجنونا او امراة او صبیا یعقل
التسمیة والذبیح ویقدر او اقلعت او افرس
لاوشی و مجوسی و مستند و جفی و تارک التسمیة
عمدا او ملخصا فی رد المحتار قوله مجنونا ،
المرا د به المعتول کما فی العنایة عن الشہیة
لان المجنون لا قصد له ولا نية لان التسمیة
شرط بالنص وھی بالقصد الخ و الله تعالى اعلم
ہے کیونکہ قصد کے بغیر بسم اللہ کی شرط پوری نہیں ہوتی جبکہ بسم اللہ پڑھنا نص سے ثابت ہے الخ و اللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۹۳ از ادیبین مرسلہ یعقوب علی خاں
یکم رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے نامدار مفتیان ذوی الاقدار اسی مسئلہ میں کہ اقوام بواہر اور عراست اور خروجنی اور کتابی اور مجوسی اور نصرانی اور مرد مشرک ، یہ سب پر تکبیر اللہ الہ الذی کبریا درست ہے یا نہیں ؟ اور اہل علم ذبیحہ کرے اور ہندو جانور کو دباے تو وہ دگوار اور ذایع دونوں پر تکبیر کتنا واجب ہے یا فقط ذبیحہ کنندہ

عہ ہکذا فی الاصل ۱۲

۲۴۰/۴

مطبع مجتہائی دہلی

کتاب الذبائح

۱۸۸/۵

دار احیاء التراث العربی بیروت

۱۸۸/۵

۱۸۸/۵

پر؟ اور سوائے ذابح کے اور نے تکبیر نہ کہی تو وہ جانور حلال ہے یا حرام؟ پسندیدار کتب بیان فرمائیں، آمین و توفیق

الجواب

مسلمان و کتابی کا ذبیحہ حلال ہے اگرچہ عورت یا عینیں جو، اور ان کے سوا مشرک، مجوسی، مرتد کسی کا ذبیحہ اصلاً حلال نہیں اگرچہ تکبیر کہہ کر ذبوحہ کریں۔ در مختار میں ہے،

شرط كون الذابح مسلماً او كُتِبَ عليه ولو امسواة ذبوحہ کرنے والے کا مسلمان یا کتابی ہونا اگرچہ عورت کا ذبیحہ غیبی کتابی من وثقیٰ معجوسی و ہو، شرط ہے، کا غیر کتابی مثلاً بت پرست، مجوسی مرتد امسواة ملخصاً۔ اور مرتد نہ ہو۔ (امسواة ملخصاً دت)

قوم بوسہ میں جو شخص صرف بدعت، رفض وغیرہ رکھتا ہو اور اس کے ساتھ ضروریات دین کا منکر نہ ہو تو اس کا بھی ذبیحہ حلال، کہ اگرچہ بدعتی مذہب ہے مگر اسلام رکھتا ہے اور اگر ضروریات دین سے کسی امر کا انکار کرے گو دعویٰ اسلام رکھتا اور کل طہیر پڑھتا ہو، جیسے آج کل اکثر و افغن زمانہ کا حال ہے تو کا فر مرتبہ ہے اور اس کا ذبیحہ حرام مطلقاً حکماً حقیقتاً فی السیر من فتاویٰ فتاویٰ شریفین علیہما الصلوٰۃ والسلام کے قائل ہیں، ان کے بارہ نے اپنے فتاویٰ کے باب سیر میں اس کی تحقیق کی ہے بترغیب اللہ تعالیٰ۔ انہما دی زمانہ کہ علی الاعلان الایہیت و ایہیت بندہ خدا و زادہ کنیز خدا سیدنا یکا سیدنا بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کے قائل ہیں، ان کے بارہ میں علماء مختلف، بہت مشائخ کرام ان کے ذبیحہ کو حرام فرماتے ہیں، یہاں تک کہ کہا گیا اسی پر غرضی ہے، مگر ظاہر الروایہ الملاق حل ہے والتحقیق فی سیر فتاویٰ (اور ہمارے فتاویٰ کے باب سیر میں اس کی تحقیق ہے۔ ت) بہر حال اس قدر ضروری ہے کہ مسلمان کو ان کے ذبیحہ سے احتراز چاہئے، بلکہ مجمع الانہر میں ہے،

النصارى في زماننا يصرحون بالابنية قبحہم اللہ تعالیٰ، وعدم الضرورة متحقق، والاحتياط واجب لان في حل ذبيحتهم اختلاف العلماء، كما يتبين اذا لاخذ بجانب المحرمۃ اولیٰ یہ ہمارے زمانے میں نصرانی عیسیٰ علیہ السلام کی اجنت کی تصریح کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو قبیح کرے، جبکہ عدم ضرورت بھی تحقیق ہے اور احتیاط واجب ہے کیونکہ ان کے ذبیحہ میں علماء کا اختلاف ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے لہذا احرام بگننے کا پہلا دلی ہے (ت)

پھر یہ بھی اُسی حالت میں ہے کہ وہ ذبح بطور ذبح کو پس ورنہ جانور کو گلا گلوٹ کر مار ڈالا، یا گلے میں ایک طرف پھری جو تک دی رگیں نہ کاٹیں جیسا کہ فقیر نے جہاد میں بحث خود معائنہ کیا تو اس کے حرام قتل ہونے میں اصرار کلام نہیں کہ ایسا مقتول تو مسلمان کے ہاتھ کا بھی مردار ہے نہ کہ کافر کا۔ اور جو شخص جانور کو دبا سکے یا ہاتھ پاؤں کٹے ایسے مددگار پر تکبیر ضرور نہیں، نہ اس کے ہند و خیر ہونے سے کچھ حرج کہ وہ ذبح نہیں، ہاں جو شخص فعل ذبح میں مدد دے یعنی ذبح کا ہاتھ مثلاً کزدور تھا اُس نے بھی اُس کے ساتھ پھری پر ہاتھ رکھ کر پھیرا کہ دونوں کے فعل سے ذبح واقع ہوا، تو ایسی حالت میں دونوں پر تکبیر لازم ہے، ان میں جو قصد تکبیر نہ لکے گا یا حرام الذبیحہ مثلاً ہندو، بلوچی، مرتد ہوگا تو جانور حرام مردار ہو جائے گا۔ درمختار میں ہے، تشترط التسبیحۃ من الذابح (ذابح کا تسبیح پڑھنا شرط ہے۔ ت)، اُسی میں ہے،

اراد التسبیحۃ فوضع یدہ مع ید القصاب فی الذبیح و اعانہ علی الذبیح سہی کل وجوباً فلو ترکھا احدھما او ظن ان قسیۃ احدھما تکفی حیث متبہ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

قربانی کرنے کے ارادے سے اپنا ہاتھ قصاب کے ہاتھ کے ساتھ ذبح کرنے میں شریک کیا اور ذبح میں مدد کی تو دونوں پر تسبیح پڑھنا واجب ہے، اگر ایک نے پڑھنا ترک کیا یا یہ خیال کیا کہ ایک کا پڑھنا کافی ہے تو ذبیح حرام ہوگا۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ (ت)

مسئلہ ۹۴ از محکمات چھاؤنی جو سنل مراد سیہ محمد روضت علی صاحب، شعبان معظم ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیخ کے یہاں کا ذبح کراکھنا، دیگر جس کا عقیدہ درست نہ ہو اُس کا ذبح کھانا کیسا ہے؟ بینوا تو جودا۔

الجواب

آج کل کے رافضی تبرا ئی علی الموم کافر مرتد ہیں، شاید اُن میں گنتی کے ایسے نکلیں جو اسلام سے کچھ حد رکھتے ہوں، اُن کا عام عقیدہ یہ ہے کہ یہ قرآن شریف جو کھ اللہ تعالیٰ ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد پورا نہ رہا، اس میں سے کچھ پارے یا سورتیں یا آیتیں صحابہ کرام یا اور اہلسنت نے معاذ اللہ کم کر دیں، اور یہ بھی ان کے چھوٹے بڑے سب مانتے ہیں کہ حضرت مولانا علی و دیگر ائمہ اطہار کرم اللہ تعالیٰ وجہہم اگلے انبیائے کرام طیمہ الفضلۃ والسلام سے افضل تھے، یہ دونوں عقیدے خاص کفر ہیں، جو شخص

قرآن مجید سے ایک حرف، ایک نقطہ کی نسبت ادنیٰ احتمال کے طور پر کہ شاید کسی نے گھٹا دیا یا بڑھا دیا یا بدل دیا ہو وہ کافر ہے، اور قرآن عظیم کا منکر، یونہی جو کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل بتائے وہ بھی کافر، اور جبکہ ان اشعار نے باوصف ادا مائے اسلام عقائد کو اختیار کئے تو مرتد ہوئے، خدا ہی عالمگیری میں ہے،

هؤلاء القوم خارجون عن حلقه الاسلام و
احکامہم احکام المرتدین^۱۔
یہ قوم ملت اسلامیہ سے خارج ہے ان کے احکام مرتدین والے ہیں۔ (ت)

اور مرتد کے ساتھ کاذبہ زراعت و مردار سوز کی مانند ہے، اگرچہ اس نے لاکھ تکبیریں پڑھ کر ذبح کیا ہو۔ در مختار میں ہے:

لا تحل ذبیحة غیر کتابی من وثنی و مروج و
غیر کتابی کاذبہ سلال نہیں ہے خواہ وہ بت پرست ہو، جو کسی بڑا مرتد ہو۔ (ت)

اسی طرح جس بد مذہب کا عقیدہ یہ کہ کفر تک پہنچا ہو، جیسے نحری کہ وجود ملائکہ و وجود جن و وجود شیطان و وجود آسمان و صحت معجزات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام و حشر و نشر و جنت و نار بطور عقائد اسلام و طہیرات بہت ضروریات دینیہ سے منکر ہیں، یونہی وہ دہائی کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مثل سات یا چھ یا دو یا ایک خاتم النبیین کسی جنت زمیں میں بھی موجود مانے یا ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کو نبوت ملنی جائز جانے، اور اُسے آیہ و خاتم النبیین کے مخالف نہ کیجے یا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین شان اقدس کے لئے حضور کو بڑا بھائی، اپنے آپ کو چھوٹا بھائی کے، یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت یہ ناپاک کلمہ کہہ کر مٹی میں مل گئے، و علیٰ لہ القیاس جو بد مذہب ضروریات دینی اسلام میں سے کسی عقیدہ کا منکر ہو یا اُس میں شک کرے یا تاویس گھرے، باجماع تمام علماء اسلام وہ سب کے سب کافر و مرتد ہیں اگرچہ لوگوں کے سامنے کلمہ نماز، قرآن پڑھتے، روزہ رکھتے، اپنے آپ کو سچا پکا مسلمان جانتے ہوں کہ جب وہ ضروریات اسلام کے منکر ہوئے تو انہوں نے خدا اور رسول و قرآن کو صاف صاف جھٹلایا، پھر یہ جو سب سے بڑا کلمہ و فحش کیا نفع دے سکتا ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی منافق لوگ کلمہ نماز پڑھتے اور اپنے آپ کو قسمیں کھا کھا کر مسلمان بتاتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اُن کی ایک نہ سُننی اور صاف فرما دیا واللہ یشہد ان السفیقین لکنذ بون اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ بُرا جھوٹا

لے فتاویٰ ہندیہ کتاب السیر باب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲۶۲/۲
مطبوعہ در مختار کتب النبیائے مطبع مجتہبی دہلی ۲۶۸/۲

دعویٰ اسلام کرتے ہیں۔

خاص ایسے لوگوں کے کفر میں ہرگز شک نہ کیا جائے کہ جو ان کے عقیدہ پر مطلع ہو کر پھر کچھ بوجھ کر ان کے کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہو جاتا ہے، درمختار میں ہے،

من شك في كفره وعذابه فقد كفر الله وامسا
ارتدادهم فهو الصحيح الثابت المنصوص عليه
كما وضعنا به توفيق الله تعالى في السير من
فتاونا وفي رسالتنا "المقالة المسفرة عن
احكام البدعة المكفرة"

جو ان کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ کافر ہے
لیکن ان کا ارتداد تو صحیح ثابت اور منصوص علیہ ہے
ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے فتاویٰ کے
باب السیر میں واضح کر دیا ہے، نیز اپنے رسالہ
"المقالة المسفرة عن احكام البدعة المكفرة"

میں بیان کیا ہے۔ (ت)

اس قسم کے ہر بد مذہب کا ذبیحہ مرد اور عورت، ان کے ساتھ نکاح حرام و باطل و محض زنا، ان کے ساتھ کھانا پینا
بیٹھنا اٹھنا، غنا جیٹنا، کوئی برتاؤ مسلمان کا سا کرنا ہرگز ہرگز کسی طرح جائز نہیں، ہاں جو بد مذہب دین اسلام
کی ضروری باتوں سے کسی بات میں شک نہ کرتا ہو۔ صرف ان سے نیچے درجہ کے عقیدوں میں مخالفت ہو، جیسے
رافضیوں میں تفصیل، یا وہابیوں میں اسماعیلی وغیرہم وہ اگرچہ گمراہ ہے مگر انہیں ایسے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے۔ واللہ
تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۵ از کوئٹہ ملک اودہ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ حافظ عبدالعزیز صاحب مدرسہ مدرسہ کورہ
۱۴، ارجمادی الآخرہ ۱۳۱۸ھ

یہ جو اکثر کتب دینیہ میں لکھا ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ درست ہے، تو آج کل یہ دونوں نزاری جو ہیں ان کا
ذبیحہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب

شک نہیں کہ یہ نصاریٰ الوہیت و انجیت جبہ اللہ و ابن امہ، سیدنا عیسیٰ ابن مریم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی صاف تصریح کرتے ہیں، جو نصاریٰ ایسے ہیں اور یوہی وہ یہود کہ انجیت عبد اللہ عزیر علیہ الصلوٰۃ
والسلام مانیں ان کا ذبیحہ حلال ہونے میں ہمارے اندک اختلاف ہے، مگر مشائخ جانب حرمت گئے، اور
کہا گیا کہ اسی پر فتویٰ ہے، اور بکثرت محققین تحقیق جواز فرماتے ہیں یہی ظاہر الایات اور یہی قوی من حیث الدلیل ہے

وقد حققناه في فتاونا بما يتعين المراجعة اليه (اور ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق کر دی ہے اس کی طرف مراجعت کی جائے۔) مستصفي میں ہے :

في مبسوط شيخنا الاسلام يجب ان لا ياكلوا ذبايح اهل الكتاب اذا اعتقدوا ان المسيح اله ، وان عزير اله ، ولا يتزوجوا نساءهم ، وقيل عليه الفتوى لكن بالنظر الى الدلائل ينبغي ان يجوز الاكل والتزوج به

شيخ الاسلام کی مبسوط میں ہے جب اہل کتاب کا عقیدہ ہو کہ مسیح علیہ السلام اللہ ہے ، تو ان کے ذبیحہ کو مست کھاؤ اور ان کی عورتوں سے نکاح نہ کرو ، اور یوں ہر عزیر علیہ السلام کو ادا کرتے ہوں ، بعض کے نزدیک اس پر فتویٰ ہے ، لیکن اہل کی روشنی میں کھانا اور نکاح کرنا جائز ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے ،

صح نكاح كتابية ، وان اعتقدوا المسيح الها ، وكذا احل ذبيحتهم على المذهب المأثور مختصرا .

کتاب بیہودت سے نکاح جائز ہے اگرچہ وہ مسیح کے ادا ہونے کا عقیدہ رکھے ، یونہی ان کا ذبیحہ بھی مذہب میں جائز ہے ، بجز اہ مختصراً (ت)

ہاں کراہت میں شک نہیں کہ جب بیہودت کتابی خالص کے ذبیحہ کو مست کھانا پسند کرتے ہیں تو بدتر درجے میں ہیں ، فتح القدر میں ہے ،

يجوز تزوج الكتابيات والاولى ان لا يفعل ، ولا ياكل ذبيحتهم الا للضرورة .

کتابی عورتوں سے نکاح جائز ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ نہ کیا جائے اور ان کا ذبیحہ نہ کھایا جائے ماسوا سے ضرورت کے۔ (ت)

مجمع الانهر میں ہے ،

النصارى في زماننا يصرحون بالابنية قبحهم الله تعالى ، وعدم الضرورة متحقق ، والاحتياط واجب ، لان

ہمارے زمانہ کے نصرانی عیسٰی علیہ السلام کی ابنیت کی تصریح کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو قبیح کرے ضرورت بھی متحقق نہیں ہے اور احتیاط واجب ہے کیونکہ ان کے

لے رد المحتار بکوالہ المستصفي كتاب النكاح فصل في المحرمات دار ابيار التراث العربي بيروت ۲۸۹/۲

لے رد مختار " " مطبع مجتبائی دہلی ۱۸۹/۱

لے فتح القدر " " مکتبہ زویر رضویہ سکھر ۱۳۵/۲

فی حدل ذبیحہم اختلاف العلماء کما یقتضاه
فالآخذ بجانب الخرجۃ اولی عند عدم الضرورة
ذبیحہ کے حلال ہونے میں علماء کا اختلاف ہے جیسا کہ
ہم نے بیان کیا ہے ضرورت نہ ہو تو حرمت کی جانب
کو ترجیح ہے۔ (ت)

یہ سب اس صورت میں ہے کہ وہ ذبح بطور ذبح کریں، اور وقت ذبح خالص اللہ عزوجل کا نام پاک لیں، مسیح
علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام شریک نہ کریں اگرچہ دل میں مسیح ہی کو خدا جانیں، بالکل نہ قصداً تکبیر چوڑی نہ تکبیر میں شرک
نظاہر کریں، ورنہ جو ذبیحہ ان شرائط سے خالی ہو وہ مسلمان کا بھی حرام و مردار ہوتا ہے چر جائیکہ کتابی۔ رد المحتار میں ہے،
لا تلحد ذبیحۃ من تعمد ترک التسمیۃ مسلماً
او کتابیا لنص القرآن ﷺ
رد مختار میں ہے،

شرط کون الذابح مسلماً او کتابیا ذبیحاً او حریباً
الا اذا سمع منه عند الذبح ذکر المسمی
ذبح کو منع دالے کا مسلمان یا کتابی ذمی یا حربی ہونا
مشروط ہے، ہاں اگر ذبح کے وقت ان سے مسیح کا نام
سنا جائے تو ناجائز ہے (ت)

رد المحتار میں ہے،

ولو سمع منه ذکر الله تعالى لکنه عنی بالمسمی،
قالوا یوکل الا اذا نص فقال باسم الله
الذی هو ثالث ثلثۃ، ہندیۃ
اگر عیسائی سے اللہ تعالیٰ کا نام سنا لیکن اس سے
مراد اس نے مسیح یا تو فقہاء نے فرمایا کھایا جائے
ہاں اگر صراحتاً باسم اللہ جو کہ تین کا تیسرا ہے کہیں
تو نہ کھائیں، ہندیہ (ت)

نصارائے زمانہ کا حال معلوم ہے کہ نہ وہ تکبیر کہیں نہ ذبح کے طہر پر ذبح کریں، مرغ و پرند کا گوشت کھاتے ہیں،
اور بھیڑ بکری کو اگرچہ ذبح کریں رگیں نہیں کاٹتے، فقیر نے بھی اسے مشاہدہ کیا ہے۔

ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ میں کپتان کی ملک سے سمور کا ایک جینڈا جہاز میں دیکھا جسے وہ پالپس روپے

۳۲۸/۱	دار احیاء التراث العربی بیروت	لے مجمع الانہر شرح طحقی البحر کتاب النکاح باب المحرمات	۱۸۸/۵
۱۹۰/۵	"	کتاب الذبائح	۱۸۸/۵
۲۲۸/۲	مطبع مجتبائی دہلی	"	۱۸۸/۵
۱۸۸/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۱۸۸/۵

کے خرید بنانا تھا، مول لینا چاہا کہ گوشت درکار تھا، نہ بچا اور کہا جب ذبح ہو گا گوشت کا حصہ فریڈ لینا، ذبح کیا تو گلے میں ایک کروٹ کو چھری داخل کر دی تھی کہیں نہ کاٹیں، اس سے کہہ دیا گیا کہ اب یہ سو رہے ہیں ہمارے کسی کام کا نہیں، بلکہ نصاریٰ کے یہاں صد سال سے ذبح شرعی نہیں۔ فتاویٰ امام قاضی خاں میں نقل فرمایا،

النصارى لا ذبیحة له، وانما یأکل هو ذبیحة فصرانی کاذبہ ہی نہیں، وہ مسلمان کاذبہ کھا لیتا ہے المسلمو ینخنی ینہ اور وہ جافور کا کھا کھوٹا ہے۔ (ست)

تو نصاریٰ نے زمانہ کاذبہ ضرور حرام ہے، یہود کا حال معلوم نہیں، اگر ان کے یہاں بھی ترکہ تکبیر یا ذبح کی تغیر ہو تو حکم حرمت ہے اور نہ بے ضرورت ناپسندی و کراہت۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص فرقہ غیر معتدین یا فرقہ قادیانی یا دہریہ سے جو اس کے ہاتھ کاذبہ واسطہ اہل سنت و جماعت کے کھانا جائز ہو گا یا نہیں؟

الجواب

قادیانی صریح مرتد ہیں، ان کا ذبیحہ قطعی مردار ہے۔ اور غیر معتدین دہریہ پر بوجہ کثیر الزام کفر ہے ان میں جو منکر ضروریات دین ہیں وہ تو بالاجماع کافر ہی ہیں، ورنہ فقہائے کرام ان پر حکم کفر فرماتے ہیں اور ذبیحہ کا حلال ہونا نہ ہونا حکم فقہی ہے۔ خصوصاً دہری احتیاط کہ ناپسند تکفیر ہو۔ یہاں ان کے ذبیحہ کے کھانے سے منع کرتی ہے کہ جہور فقہائے کرام کے طور پر حرام و مردار کا کھانا ہو گا، لہذا احتیاط لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از بریلی محلہ قراہ لاں مسئلہ عبدالکریم خیاط قادری رضوی ۲۳ محرم ۱۳۳۱ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ذبیحہ کا ضرور دیوبندی ہے وہ اپنی قیمت سے گوشت خرید کر بیچتا ہے؟ لانے والا بھی دیوبندی ہے، تو یہ گوشت حلال ہے یا نہیں، نیز دیوبندی کی قربانی کا گوشت کیسا ہے؟ بیتنوا تو جبروا۔

الجواب

دیوبندی کا ذبیحہ مردار ہے، اور دیوبندی کا بیچا ہوا گوشت اگرچہ مسلمان کا لایا ہوا ہو مردار ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از نجیب آباد مسئلہ جناب احمد حسن خاں صاحب رضوی بتاریخ ۲۸ محرم ۱۳۳۰ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض اوقات دہریوں سے ذبیحہ

کرایا جاتا ہے جس کا گوشت گھر میں پکنا ہے کھانا کیسا ہے؟

الجواب

وہابی رافضی فتاویٰ دیوبند میں جو کہ گمراہی سے کفر تک ہے اُن کا ذبیحہ مردار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۹ از بشارت گنج ضلع بریلی مسئلہ حاجی عتی رضا خاں صاحب رضوی ۲۸ محرم ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہابی یا رافضی کا ذبیحہ کھائے یا بکری یا مرغی کا جائز ہے یا نہیں؟ اور وہابیہ اور رافضی کے یہاں کا گوشت پکا ہوا بطور دعوت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

وہابیہ اور رافضی کا ذبیحہ مردار ہے اور ان کے یہاں کا گوشت کھانا حرام ہے۔ فتاویٰ طہیریہ و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہ میں ہے، احکامہم احکامہ الصرمدین (ان کے احکام مرتدین کے احکام ہیں)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۰ از ڈاکٹر پور ملک میواڑ راجپوتانہ مکان عبدالرحمن خاں مسئلہ عبدالرؤف خاں

۱۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) بومروں کے یہاں کا ذبیحہ کیا ہو گوشت، ان کے یہاں کا پکا ہوا کھانا اہلسنت وجماعت کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) اور کوئی شخص ذبیحہ کرتا ہو اور اس سے اپنی اور اپنے بچوں کی گزر اوقات کرتا ہو وود خدا کے یہاں مراخذ حشر میں تو نہ ہوگا؟ یا نامر اعمال میں اس کے کچھ کھا جائے گا؟ بیتنا التوجسروا۔

الجواب

(۱) بومروں کے ذبیحہ رافضی ہیں اسی کے ساتھ کہ ذبیحہ مردار ہے اور ان کے یہاں کا گوشت پکا ہوا بھی حرام ہے مگر یہ کہ مسلمان نے ذبیحہ کیا اور اس وقت سے اس وقت تک مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہوا ہو، گوشت کے علاوہ باقی کھانوں پر اگرچہ قطعی حکم حرمت نہیں، مگر بہر حال احتراز ہی مناسب ہے۔

(۲) ذبیحہ کا پیشہ شرفاً ممنوع نہیں، نہ اس پر کچھ مواخذہ ہے، اگرچہ کھائے ذبیحہ کرنے کا پیشہ ہو، وہ جو حدیث لوگوں نے دربارہ ذابغ بقرہ قاطع شجر بنا رکھی ہے شخص باطل و مفسد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۲۔ از شہر کند برلی محمد کوٹ مرسلہ محمد علی صاحب بنگال
عورت کا ذبیح کیا ہوا احلال اور درست ہے یا نہیں؟

الجواب

عورت کا ذبیح جائز ہے جبکہ ذبیح کرنا جانتی ہو، اور شرائط ملت مجتمع ہوں۔ در مختار میں ہے :
شرط كون الذابح مسلماً او كذاً ، ولو ذبیح كرتے والے کا مسلمان یا کتابی ہونا شرط ہے
اسراء (بالاتختصار) . والله تعالى اعلم . اگرچہ عورت ہو (بالاتختصار) . (ت)

مسئلہ ۱۰۳۔ مرسلہ احمد شاہ خاں از موضع نگر یا سادات ضلع برلی

عورت کے ہاتھ کا ذبیح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مسلمان عورت کے ہاتھ کا ذبیح جائز ہے جبکہ وہ ذبیح کرنا جانتی ہو اور ٹھیک ذبیح کر دے۔ واللہ
تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴۔ از مقام سید پور ڈاکٹر وزیر گنج ضلع بدایوں مسؤلہ سید احمد حسین صاحب
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اسی مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز روزہ کرتا ہے لیکن شراب خور ہے، سفلیہ و پینڈو
و بھنگ وغیرہ، زنا و حرام خوری، چوری، آگ دینا ہے، مگر ان فعلوں کو بڑا ہانتا ہے تو ایسے شخص کا ذبیحہ
درست ہے یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں تردید فاسق ہے، مستحق مذابح جہنم ہے، مگر اس کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۵۔ از بمبٹا بھرتی مرٹو ٹکٹر علاقہ جام نگر کاٹیا وار مرسلہ حاجی اسمیل میاں صدیقی خٹکی ابن امیر میاں
۲۲ صفر ۱۳۲۶ھ

(۱) اگر ایک مرد نے طہر عورت کو بغیر نکاح کے گھر میں رکھا ہے، آیا اس شخص کا ذبیحہ کھانا درست ہے
یا نہیں؟

(۲) قربانی کرنا واجب ہے، اگر کوئی شخص ماہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کی صبح صادق کے بعد اور نماز سے

پہلے قربانی کرستو وہ قربانی جائز ہے یا نہیں؟

(۳) قربانی کے تحتیں کرنا، ایک حصہ اپنا، دوسرا خویش واقارب کا، تیسرا مسکینوں کا، آیا اگر مساکین لوگ اسلام میں سے نہیں ہیں، تو اس حصہ کا کیا حکم ہے، اور اگر کسی شخص نے قربانی کی اور تین حصے نہیں کئے اور سارا گھر میں رکھ لیا آیا قربانی درست ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) اگر بالفرض اس پر زنا ثابت بھی ہو جب بھی زانی کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے کہ ذبیحہ کے لئے دین مساوی شرط ہے اعمال شرط نہیں، اور اتنی بات کہ گھر میں رکھا ہے اور ہمارے سامنے نکاح نہ ہوا، نسبت زنا کر بھی نہیں سکتے، بنس قطعی قرآن مجید حرام شدید ہے، بلکہ اگر گھر میں بیبیوں کی طرح رکھتا ہو اور بیبیوں کا سا برتاؤ برتا ہو تو ان کو زوج و زوجہ ہی سمجھا جائے گا اور ان کی زوجیت پر گواہی دینی حلال ہوگی، اگرچہ ہمارے سامنے نکاح نہ ہوا، کافی الہدایۃ والدر المختار والہندیہ وغیرہا (جیسا کہ ہدایہ، در مختار اور ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) دیہات میں عید جاتا نہیں، قربانی اگر گاؤں میں ہو طلبا صبح کے بعد ہو سکتی ہے اگرچہ شہری نے اپنی قربانی وہاں بھیج دی ہو، اور اگر قربانی شہر میں ہو جہاں نماز عید واجب ہے تو لازم ہے کہ بعد نماز ہو، اگر نماز سے پہلے کر لی قربانی نہ ہوئی اگرچہ قربانی دیہاتی کی ہو کہ اس نے شہر میں کی۔ در مختار میں ہے۔

(اول وقتہا بعد الصلاة ان ذبیح فی مصر) احب لو اسبق صلاة عید ولو قبل الخطبة لکن بعدھا احب (و بعد طلوع فجر یوم النحر امن ذبیح ف غیره) والمعتبر مکان الاضحية لا مکان من علیہ فحیلة مصری اس ادا التعمیل امن ینخرجہا الخارج المصروفیضی بہا اذا اطلع الفجر، مجتبیٰ لہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر شہر میں قربانی دینی ہو تو اس کا وقت نماز کے بعد شروع یعنی نماز عید پہلے ہو اگرچہ قربانی خطبہ سے پہلے کرے بعد از خطبہ افضل ہے، اور قربانی شہر میں نہ ہو تو اس کا اول وقت بعد از طلوع فجر بروز عید قربان، اس فرق میں قربانی کا مقام ستر ہے نہ کہ قربانی والے کا مقام شہری کے لئے قربانی جسدی کرنے کا جلد یہ ہے کہ وہ جانور کو شہر سے خارج بھا کر فجر کے بعد قربانی کرے، مجتبیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۳) تین حصے کرتا صرف تہائی اس سے کچھ ضروری نہیں، چاہے سب اپنے صرف میں کر لے یا سب عزیزوں قریبوں کو دے دے یا سب مسکین کو بانٹ دیں، یہاں اگر مسلمان مسکین نہ ملے تو کافر کو اصلاً نہ دے کہ یہ کفار ذمی نہیں، تو ان کو دینا قربانی جو خواہ صدقہ، اصل کچھ ثواب نہیں رکھتا درمختار میں ہے، افعال العربی و لومستاننا فجميع الصدقات۔ عربی اگر مستامن بھی ہو تو اسکو کوئی بھی صدقہ دینا لایجوز لہ اتفاقاً، بحر عن الخانیة وغیرھا۔ بالاتفاق ناجائز ہے، بحر عن خانہ وغیرہ اسے نقل کیا۔ (ت)

بحوالہ اثنی میں معراج الدرایہ شرح ہایہ سے ہے،
صلتہ لا تكون براشرعاً، ولذا لا یجوز۔ اس سے صلہ شرفائی کی نہیں اسی لئے اس کو نفلی صدقہ التطوع الیہ خلہ یقع قربۃ۔ واللہ تعالیٰ بھی جائز نہیں لہذا عبادت نہ بنے گا۔ واللہ اعلم۔ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۸ از سرینا ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۳۱ھ
زیادہ نماز روزہ سے بالکل بے خبر ہے، اور ذبح کے وقت کئی بھی نہیں کرتا، تو اس کا ذبح کیسا ہے؟

الجواب

اگر مسلمان ہے اور ذبح کرنا جانتا ہے اور تکبیر کے تو ذبح ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۰۹ از گوری ڈاکٹرانہ راستے پور ضلع مظفر پور مرسلہ عبد المجید صاحب یکم شعبان ۱۳۳۶ھ
ایک شخص مسلمان کلمہ گو اپنی بدقسمتی سے اوائے نماز میں غفلت کرتا ہے، پس اس صورت میں ذبیحہ ضیافت اُس کا مسلمانوں کو کھانا و نماز جنازہ، دفن مقبرہ و مٹین میں جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس دلیل سے، ذبیحہ اہل کتاب و ضیافت مسلمانوں کو جائز کیا گیا؟

الجواب

ضرور اس کا ذبیحہ جائز، اور اس کے جنازہ کی نماز، اور اُسے اسلامی طور پر دفن کرنا مسلمانوں پر مندرج،

لا يعطى اجر الجزاء منها لانه كسبه ثم
قربانی کا کوئی حصہ قصاب کی اجرت میں نہ دے
کیونکہ یہ معاوضہ سوداگاری کے معنی میں ہے (ت)

رد المحتار میں ہے :

لانه انما يعطى الجزاء بمقابلته تجزئ لا
کیونکہ یہ قصاب کے عمل کے بدلے میں دے گا۔ (ت)

تائید میں ہے :

وضع صاحب الشافعية معريد القصاب في
الذبح واعانته على الذبح ، معى حكي
وجوب الخ (ملخصاً)۔
بکری والے نے ذبح میں قصاب کے ساتھ اپنا
ہاتھ شریک کیا تو دونوں پر بسم اللہ پڑھنا
واجب ہے الخ (ملخصاً)۔ (ت)

بزاز میں ہے :

لا يرب ان القصاب يذبح لله ربهم ولو علم
انه نجس لا يذبح ، فيلزم على هذا الجاهل
ان لا ياكل ما ذبحه القصاب ثم و الله
سبحنه و تعالى اعلم۔
بے شک قصاب نفع حاصل کرنے کے لئے ذبح کرتا
ہے اگر اسے معلوم ہو کہ یہ نجس ہے تو ذبح نہ کرے گا
تو ایسے جاہل پر لازم آتا ہے کہ قصاب کا ذبح
نہ کھائے۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از ادیبین علامہ گوایار مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی محمد یعقوب علی خان صاحب

الرجاوی الآخرة ۱۳۲۲ھ

خفتی جانور کا ذبحیہ جائز ہے یا نہیں ؟ بیعتواتوجروا۔

الجواب

خفتی کہ نرمادہ دونوں کی علامتیں رکھتا ہو، دونوں سے یکساں چشماں آتا ہو، کوئی وجہ تزیج
نہ رکھتا ہو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں کہ اس کا گوشت کسی طرح پکائے نہیں پکاتا، ویسے ذبح سے
حلال ہو جائیگا، اگر کوئی کچا گوشت کھائے، کھائے۔ درمختار میں ہے :

۲۳۴/۲	مطبع مجتہبی دہلی	کتاب الاضحية	۱۰ در مختار
۲۰۹/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۱۰ رد المحتار
۴۵۰/۴	نوٹشورنگھنؤ	فصل مسائل متفرقة	۱۰ فتاویٰ قاضیخان
۳۰۲/۶	فوریانی مکتب خانہ پشاور	الفصل الرابع	۱۰ فتاویٰ بزازیت علی ہاشم الفتاویٰ المندیۃ کتاب الصيد

ولا بالخنثی لان لحمها لا ينضج ، شرح
وهبانية ۱۰

فتاویٰ عالمگیری میں ہے :

لا تجوز التضحية بالثاة الخنثی لان لحمها
لا ينضج ، كذا في الفتية ۱۰ والله تعالى اعلم .
خنثی بکر سے کیا قربانی جائز نہیں کیونکہ اس کا گوشت
پکتا نہیں . قیہ میں اسی طرح ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(ت) (الم (ت)

مسئلہ ۱۱۳ از کلمۃ دہم تلامذہ ۱۹۲۰ مرسد حافظ عبدالرحمان صاحب ۲، محرم الحرام ۱۳۱۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بکری بچہ جنی ، اور بعد بچنے کے مرگئی ، اب وہ بچہ ایک گتیا
کا دودھ پی کر سیانا ہوا ، پس وہ بچہ حلال ہے یا حرام ؟ بیئتو التوجہ واد .

الجواب

اگر ایسا سیانا ہو گیا کہ دودھ پچے کچھ مدت گزری ، جب تو بالاتفاق بکر اہست حلال ہے ، یونہی دودھ
پیتے کو چند روز اس دودھ سے جدا کر کے حلال جانور کا دودھ یا چارہ ابا اور اس کے بعد ذبح کیا ، جب بھی
بالاتفاق بکر اہست حلال ہے ، اور اگر اسی حالت میں ذبح کر لیا تو اس کا کھانا مکروہ ہے ، اس صورت میں
کر اہست بھی محل نزاع نہیں . ہاں اس میں اختلاف ہے کہ یہ کر اہست تخریبی ہے یعنی کھانا ہتھ نہیں ، اور کھلے
تو گناہ نہیں ، یا تخریبی معنی کھانا ناجائز و گناہ ہے . عامہ کتب معتدہ مذہب مثل فرائز و خلاصہ وغالیہ و
ذخیرہ و بزازیرہ و تبیین المتعانی و کلمۃ لسان الحکام للعلامة ابراہیم الحلبي و در مختار وغیرہ میں قول اول ہی پر جرم
فرمایا اور خود محرر مذہب سنی امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس پر نفس صریح آیا ، اور شک نہیں کہ وہی
ا قویٰ من یث الدلیل ہے ، در مختار میں ہے :

حلی اکل جدی غدی بلبین خنزیر لان لحمہ
لا یتغیر و ما غدی بہ یصیر مستہلکا ، لا یمتی
لہ اثر ۱۰
بکری کے جس بچے نے خنزیر کا دودھ بطور خوراک پیا تو
تو اسے کھانے میں حرج نہیں ہے کیونکہ اس کا گوشت
متغیر نہ ہوا اور خوراک دی گئی وہ ہلاک ہو گئی اس کا کوئی

اثر باقی نہ رہا ۔ (ت)

۲۳۲/۶	مطبع مجتبیٰ دہلی	کتاب الاضیحة	۱۰
۲۹۹/۵	فرانی مکتب خانہ پشاور	ابواب الفحاش	۱۰
۲۳۶/۶	مطبع مجتبیٰ دہلی	کتاب المحظورات والایات	۱۰

فلا صریح ہے :

فی التوازل لوان جدي يغذي بلبن الخنزير فلا بأس
بأكله فعلى هذا أقالوا لا بأس بأكل الدجاجة
الذى يخلط ولا يتغير لحمه ، والذى روى
عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
أنه قال تحبسون الدجاجة ثلاثة أيام كانت
للتزوية (باختصار)۔
توازل میں ہے جو بچہ خنزیر کے دودھ کی خوراک سے پرورش
پایا اس کو کھانے میں حرج نہیں ہے ، اسی لئے فقہاء
نے فرمایا جو مرغ گندگی کھائے اور اس کا گوشت متغیر
نہ ہو تو کھانے میں حرج نہیں ہے ، اور حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کا ارشاد کہ مرغی کو تین دن قید رکھ کر ذبح
کیا جائے ، یہ ارشاد تنزیہ کے طور پر ہے (باختصار)
اُسی سے تکرار مسان میں فرمایا ، اسی طرح بقیہ کتب میں مذکور ہے ۔ ہندیہ کی کتاب الکراہتہ میں قنیہ

سے ہے :

ذكر محمد رحمه الله تعالى جدي او حمل
يرضع بلبن الاثان يحل اكله ويكره
امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بکری یا گائے کا
بچہ گدھی کے دودھ سے پرورش پائے اس کا کھانا

حلال ہے اور مکروہ ہے (ت)

اسی قنیہ میں بعض علماء سے قول ثانی نقل کیا ، وہی ظاہر کلام فتاویٰ کبریٰ و خزانۃ المفتیین کا مفاد ،
اور امام عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد سے مستفاد ۔ رد المحتار میں ہے :
فی شرح الوهبانية عن القنية راقما انه يحل
اذا ذبح بعد ايام والا فلا
شرح دوہبانیہ میں قنیہ سے نقل کیا کہ اگر چند روز کے
بعد ذبح کیا تو حلال ہے ورنہ نہیں (ت)

سید البر السعدی ازہری فتح اللہ المعین حاشیہ کنز میں فرماتے ہیں :

المجدي اذا سربى بلبن الاثان ، قال
ابن المبارك يكره اكله قال واخبرني
مرجل عن الحسن ، قال
اذا سرب المجدي بلبن الخنزير لا بأس
بميركا بچہ گدھی کے دودھ سے پرورش پائے تو
ابن مبارک نے فرمایا اس کا کھانا مکروہ ہے مجھے
ایک شخص نے حسن سے خبر دی انہوں نے کہا میرکا
بچہ اگر خنزیر کے دودھ سے پرورش پائے تو حرج

یہ ، قال صفاء اذا اعتلفت ایاما بعد ذلک
کالمجلة کذا بخط شیخنا عن الخاتمة

نہیں ، انہوں نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے
بعد دو چارہ کھاتا رہا تو وہ جلالہ یعنی گندگی کھا کر اسے
جانور کی طرح ہے ، ہمارے شیخ کے کلم سے یوں خاتمہ
سے منقول ہے ۔ (ت)

ہندیہ کی کتاب العید والذباغ میں ہے ،
الجدی اذا کان یرقی بلبیت الامان والمخزیران
اعتلفت ایاما ، فلا یاس لانہ بمنزلة المجلة
والجلة اذا احبست ایاما فعلقت لا یاس
بہا فکذا ہذا ، کذا فی الفتاویٰ المکبیری

بحری کا بچہ گدھی یا خنزیر کے دودھ سے پرورش پائے
پھر چند روز چارہ کھائے تو کوئی عرج نہیں ہے کیونکہ
گندگی کھانے والے جانور کی طرح ہے اور یہ گندگی
کھانے والا اگر چند روز قید میں رکھا جائے اور

چارہ کھائے تو کوئی عرج نہیں ، اسی طرح یہ بھی ہے ۔ فتاویٰ کبریٰ میں ایسے ہی ہے ۔ (ت)
اسی طرح خزائن المفتیین میں برزک فتاویٰ کبریٰ سے منقول ۔

فقد علق نفی الباس علی الاختلاف فافساد
وجودہ عند عدمہ ، و الباس انما ہو فیما
ینہی عنہ ۔

لہذا اختلاف علماء سے بچنے کے لئے اسلم دی ہے کہ چند روز کا وقفہ دے کر ذبح کریں ۔ واللہ
تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ از شیر پر ضلع پٹی جیت مرسلہ محمد علی خان صاحب قلعہ دار ۳ ربیع الاول ۱۲۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بچہ ہرنی کا گتھی کا دودھ پنی کر پرورش ہوا اس کا
گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

اگر اب دودھ چھوڑے ہوئے ایک زمانہ گزرا تو اس کا گوشت حلال ہے ، اور اگر اب بھی پیتا ہے
تو چند روزہ دودھ چھڑائیں ، پاک دودھ پلائیں یا چارہ کھلائیں ، یہاں تک کہ پیٹ میں دودھ

لے فتح المعین علی شرح الکفر لکھنؤ مسکین کتاب الحکامیۃ فصل فی الاکل والشرب ایچ ایم سعید پبلی کراچی ۳/۲۸۶
مکمل فتاویٰ ہندیہ کتاب الذباغ ابواب الثانی ذوالی کتب خانہ پشاور ۲۹/۵

بالکل ضرر ہے، اُسی وقت اُسے ذبح کر کے کھا سکے ہیں، عالمگیریہ میں ہے،

الجدي اذا كان يربى بلين الاتان والخنزير
او اختلف اياما فلا بأس، لانه بمنزلة
الجلالة، والجلالة اذا جبت اياما
فعلقت لا بأس بما عكذ اهذا، كذا في
فتاوى الكبريٰ - والله تعالى اعلم -

تو یہ بھی ایسا ہے۔ فتاویٰ کبریٰ میں یونہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵ از شہر کند اپر برہما مرسلہ محمد یعقوب صاحب امام مسجد شہر مذکور، ۱۴۲۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی جانور آدمی کا دودھ پیتے گا تو اس کا گوشت
کھانا کیسا ہے؟ بیٹو! توجروا۔

الجواب

جس جانور نے آدمی کا دودھ پیا ہو وہ اس کے باعث حرام نہیں ہو جاتا، اگرچہ پوری پرورش انسان
بلکہ خنزیر کے دودھ سے پانی، غایت یہ کہ چند روز بند کر کے چار دیکھائیں یا سال جانور کا دودھ پلائیں، اس
کے بعد ذبح کریں۔ غایت یہ ہے،

لو ان جد یا غدی بلین الخنزیر لا بأس
باصولہ ۛ

ہندیہ میں ہے،

الجدي يربى بلين الاتان والخنزير اعترف
اياها فلا بأس ۛ والله تعالى اعلم -

۲۹/۵	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب الثانی	کتاب الذبائح	سہ فتاویٰ ہندیہ
۴۵۲/م	مطبع نوکلشور کھنڈہ	کتاب الذبائح		سہ فتاویٰ قاضیخان
۲۹/۵	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب الثانی	کتاب الذبائح	سہ فتاویٰ ہندیہ

مسئلہ ۱۱۶ مسئلہ مولانا بخش ہولا پانڈتک چاہ بگائے ٹاکنہ نہ لگا کر باری خلیع ڈونگ

بتاریخ، شعبان ۱۳۳۳ھ

جناب مولانا احمد رضا خان صاحب صدر اشفاق فراوان و مخزن الطاف بیکراں بر حال بیکساں، بعد سلام مسنون اسلام مشہود، ضمیر مبین باد کے عرصہ بید منتفی ہوتا ہے کہ خاکسار نے حضور کے گوش گزار کیا تھا کہ کوئی مشرک یا کافر کسی جانور کو کالی یا بھوانی کے بھوک چڑھا دے، اور بیل دینے کو لے جائے اور بیل نہ دے یعنی گردن نہ مارے صرف کان کاٹ کر چھوڑ دے یہ کہہ کر کے یا بھوانی یا کالی یہ تمہارا بھوک ہے۔ تو اس جانور کو ذبح کرنا اور کھانا مسلمانوں کو جائز اور درست ہے یا نہیں؟ ہم نے ان کو بوجہ آیہ شریف وما اھل بہ لغیر اللہ (ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا۔ ت) منع کیا کہ جس جانور یا مسٹائی وغیرہ کو مشرک یا کافر اپنے بتوں کو چڑھائیں وہ نہ کھانا چاہئے، تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ عالموں نے فتویٰ دیا ہے کھانے کے لئے، اس وجہ سے ہم لوگ چڑھائے ہوئے جانور کو کھاتے ہیں، چونکہ اس زمانہ میں بہت سا اختلاف ہو رہا ہے اور لوگوں نے کئی ایک طریقہ اختیار کیا ہے اس لئے آپ سے انتہا ہے کہ آپ گویا اس وقت کے تمام ہیں یا دی گراں سمجھ کر درخواست کرتے ہیں شاید ہم غلطی پر ہوں اور آپ کے باعث ہم کو راہ راست نصیب ہو، بلکہ جواب خط سے ضرور سرفراز فرمائیں، اس کا اجر آپ کو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا، جواب کے لئے لحاظ خط کے شامل خدمت والا میں ارسال کرتا ہوں۔

الجواب

مشرکین اپنے بتوں کے لئے سانڈ چھوڑتے اُسے ساتھ کہتے جسے کان چیر کر چھوڑتے اُسے بکیرہ کہتے اور ان جانوروں کو حرام مانتے، اللہ تعالیٰ نے اُن کا رد فرمایا کہ

ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ ولا وحیلۃ
ولا حام ولا لکن الذین یفترون علی اللہ
الکذب و اکثرهم لا یعقلون

اللہ نے مقرر نہیں کیا ہے کان چیرا ہوا اور نہ بھار اور نہ وحیلہ اور نہ حامی، ہاں کافر لوگ اللہ پر جھوٹا افرا بانہ مانتے ہیں اور ان میں اکثر تو سب سے بے عقل ہیں۔ (ت)

یعنی یہ باتیں اللہ نے تو ٹھہرائیں نہیں لیکن کافران پر جھوٹ بانہ مانتے ہیں، تو ان جانوروں کو حرام بنانا کافروں کا

قول، اور قرآن مجید کے خلاف ہے، اور آیہ ما اھل بہ لغیر اللہ اُس جانور کے لئے ہے جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا جائے، چھوڑے ہوئے جانور سے اسے کوئی تعلق نہیں، نہ کہ مٹھائی تک پہنچے، یہ قصبہ و باریوں کے جاندار خیال ہیں کہ جاندار یا بے جان، ذبح ہو یا غیر، جس چیز کو غیر خدا کی طرف منسوب کر کے پکاریں گے سسر ام ہو جائیگی۔ ایسا ہوتا ان کی عورتیں بھی اُن پر حرام ہوں کہ کچھ بھی انھیں کی عورتیں کہہ کر پکاری جاتی ہیں اللہ تعالیٰ کا نام ان پر نہیں لیا جاتا، ایسے بیہودہ خیالوں سے بچنا لازم ہے، ہاں بت کے چڑھاوے کی مٹھائی پر شاہ مسلمانوں کو نہ لینا چاہئے کہ کافرا سے صدقہ کے طور پر بانٹتے ہیں، وہ فیما ذلت بھی ہے اور معاذ اللہ جو چیز انھوں نے تعظیم بت کیلئے بانٹی اس کا اُن کے موافق مراد استعمال بھی ہے بخلاف چھوڑے ہوئے جانور کے کہ اس کا کھانا کافروں کے خلاف مراد اور ان کی ذلت ہے، اس میں حرج نہیں، مگر شرط یہ ہے کہ فقہ نہ ہو، ورنہ فقہ سے بچنا لازم ہے۔

قال اللہ تعالیٰ انفقۃ اشدۃ من القتل

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ مسلمانوں کا ٹھیا واڑ جاہم جو دھور معرفت شیخ عبدالستار پور بندہ کا ٹھیا واڑ

۱۳۳۳ھ

اس مسئلہ میں یہ رواج ہے کہ اہل ہندو بکریوں کے چرواہے مندروں پر بڑا چڑھانے کے واسطے لے جاتے ہیں اور اس کے ذبح کرنے کے واسطے مسلمان قصاب کو بٹاتے ہیں اور اکثر قصاب نہیں ہوتے تو پیش امام کو لے جاتے ہیں، اور بعد ذبح کے وہ گوشت انھیں لوگوں پر تقسیم کیا جاتا ہے، اس گوشت کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور ذبح کرنے کے واسطے جانا چاہئے یا نہیں؟ اور قصاب و ماں سے گوشت لے کر درخت کرتے ہیں اُن سے خرید کر کھانا جاتا ہے یا نہیں؟ بیٹنوا تو جبروا۔

الجواب

ذبح میں ذبح کی نیت شرط معتبر ہے، اگر کافرا اپنے معبودوں کے لئے ذبح کر اسے اور مسلمان اللہ عزوجل کے لئے اس کا نام لے کر ذبح کرے جانور حلال ہو جائے گا مگر یہ فعل مسلمان کے لئے مکروہ ہے، اور اس گوشت کا اس سے لینا بھی نہ چاہئے کہ اس میں کافر کے زعم میں اُس کے مقصد باطل کا پورا کرنا ہے، اور یہ گوشت گویا اس کی طرف سے قصد لینا ہے،

والید العلیا خیر من الید السفلی

اور بالا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، تو یہ

ولا ینبغی لید کافران نکون اعلیٰ صفت ید
مسلم، والسنة منصوص علیها فب
العالمگیریة والتاریخانیة، انه یحل ویکره
للمسلم۔
مناسب نہیں کہ کافر کا ہاتھ مسلمان کے ہاتھ سے
اقتل ہو، اس مسئلہ پر عالمگیری میں نص ہے، تاتاریخانیہ
میں ہے حلال ہے اور مکروہ ہوگا مسلم کے لئے۔
(ت)

ہاں قصاب وغیرہ جس مسلمان نے اُس سے گوشت لیا اور بعد ذبح مسلم نظر مسلم سے غائب نہ ہوا تھا
اس کے خریدنے میں حرج نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۱۸۸ مسلہ شیخ گھورا موضع یکسر ڈاکخانہ ایسادی ضلع شاہ آباد آگرہ ۱۴ صفر ۱۳۳۵ھ
اگر ہندو کسی جانور یعنی بکرا بکری، بیٹرا بھیری وغیرہ کو کسی اپنے دیوتا کے نام پر یا دیوتا کی جگہ پر
لے جا کر اس کا کان کاٹ ڈالے اور بعد میں اس جانور کو کسی مسلمان کے ہاتھ بیچ ڈالے اور وہ مسلمان اس جانور
کو شرعی طریقہ پر ذبح کر کے کھائے تو وہ جانور یا اس کا کھانا حلال ہے یا حرام؟ یقیناً تو جبروا۔

الجواب

حلال ہے،

قال اللہ تعالیٰ وما لکم الا تاکلوا مما ذکر اسم
اللہ علیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تمہیں کیا ہوا کہ نہیں کھاتے
جس پر اللہ تعالیٰ کا نام پکارا گیا۔ واللہ تعالیٰ

اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۸۹ از پتھر رگڑہ علاقہ ادویہ پور راجپوتانہ مسنول مولوی عبدالحکیم صاحب

۹ ربیع الاول شریف ۱۳۲۳ھ بروز شنبہ

(۱) سانڈ حرام ہے یا حلال، فتاویٰ عبدالحی صاحب دکنوی جلد سوم میں حرام لکھا ہے اس بنا پر کہ وہ سانڈ
مالک کی ملک سے خارج نہیں۔

(۲) خراطین یا کسی مکروہ تحریمی یا حرام شے کا جلا کر کھانا یا جس شے میں جلانی ہے مثلاً لگی وغیرہ اس کا
کھانا کیسا ہے؟

الجواب

(۱) سانڈ اگر اللہ کے لئے ذبح کر لیا جائے گا تو اس کے گوشت کی حلت میں تو کوئی کلام ہی نہیں،

لے فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح الباب الاول نورانی مکتب خانہ پشاور ۲۸۶/۵

سہ القرآن الحکیم ۱۲۱/۹

قال الله تعالى ما جعل الله من بحيرة ولا سائبة له
 الله تعالى نے نہ فرمایا، اللہ تعالیٰ نے بحیرہ اور سائبتہ
 نہیں بنائے۔ (ت)

کافروں کا یہ اعتقاد تھا کہ کان چیر کر چھوڑ دیا یا بجا کر دیا تو اس کا کھانا حرام ہے، قرآن عظیم نے اس کا رد
 فرما دیا، رہا غلبہ غیر کی وجہ سے حرام ہونا یہ معصوم و غیر معصوم میں عدم تفرق سے ناشی ہے، کافر کہ نہ ذمی ہو
 نہ مست اس میں مستان منہ، یعنی نہ وہ اس کی امان میں ہو نہ یہ اس کی امان میں، اس سے صرف فخر حرام ہے،
 ہاں ایک اور راہ سے یہاں عدم جواز آسکتا ہے، وہ یہ کہ یہ صورت اگر قانوناً مجرم ہو تو ایسا مباح جو مسلمان کو
 معاذ اللہ ذلت پر پیش کرے شرعاً ممنوع ہو جاتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) حرام شنی جلنے کے بعد بھی حرام ہی رہے گی، اور دوسری شنی میں اگر ایسی مخلوط ہوگی کہ تمییز
 ناممکن ہے، تو اسے بھی حرام کر دے گی،

إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام
 حلال اور حرام مجتمع ہوں تو حرام کو غلبہ ہوتا ہے۔
 واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۱ اذک آسام مقام نو علی کل گاؤں ضلع شیپ ساگر درملہ پیرا سولوی سید عبد المجید صاحب
 ۱۶ رمضان ۱۳۱۳ھ

علمائے دین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ ایک بیل غیر اللہ کے نام پر چھوڑا ہوا ہے، کیا اس
 جانور کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں یہاں پر بہت اختلاف ہے اس کو مدد دینا تحریر فرمائیں۔

الجواب

اس چھوڑ دینے سے جانور حرام نہیں ہو جاتا،

قال الله تعالى ما جعل الله من بحيرة ولا
 سائبة ولا وصيلة ولا حام ولكن الذين
 كفروا يفترون على الله الكذب واکثرهم
 لا یعقلون
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا، بحیرہ، سائبتہ، وصیلہ اور حام اللہ تعالیٰ
 نے نہیں بنائے لیکن کافروں نے اللہ تعالیٰ پر
 جھوٹ افرا بانہا جبکہ ان کی اکثریت بے عقل
 ہے۔ (ت)

تفسیر مدارک شریفین میں ہے،

یفترون علی اللہ الکذب فی نسبتہم ہذا ۱
التحریم الیہ ، واكثرہم لا یعقوبون ان
اللہ تعالیٰ لا یحرم ذلک لہ
اللہ تعالیٰ پر ان کے حرام کرنے کی نسبت میں اقرار کیا جاتا ہے
پس جبکہ ان کی اکثریت بے عقل ہے اللہ تعالیٰ نے
ان کو حرام نہیں کیا (ت)

مگر اس چھوڑ دینے سے وہ ملک ملک سے بھی خارج نہیں ہوتا، اسی کی ملک پر باقی رہتا ہے کہ بیل چھوڑنے
والے چھوڑتے وقت نہ یہ کہتے کہ جو اسے پکڑ لے اس کا مالک ہو جائے، نہ وہ ہرگز اس کا پکڑنا روک دیتے ہیں،
بلکہ ان کی نیت یہی ہوتی ہے کہ یہ فونی چھوڑنا پھر سے، تو جانور بدستور انھیں کا ملک رہتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ
میں ہے،

لو سبب دابة ، وقال لا حاجة لی الیہا ، ولم یقل
ہی لمن اخذھا فاخذھا الانسان لا تكون لہ
اگر کوئی جانور آزاد چھوڑ دیا گیا اور یہ نہ کہا جو پکڑ لے
اس کا ہو گا تو کوئی انسان پکڑ لے تو وہ اس کا
مالک نہ بنے گا۔ (ت)

اس وجہ سے اس کا پکڑنا، ذبح کرنا، کھانا کچھ جائز نہیں کہ وہ ملک غیر ہے، یہاں تک کہ اگر مالک اجازت دیتا
بلاشبہ حلال ہو جائے، یا اگر کسی شخص کا اس بیل چھوڑنے والے پر کچھ دین آتا ہو مثلاً اس نے کچھ مال اس کا
چھینا یا چرایا یا شہد یا رشوت میں لیا ہو اور اس سے وصول کی امید نہیں تو یہ شخص اپنے آتے میں اس بیل کو
لے سکتا ہے جبکہ اس کی قیمت اس کے مقدار حق سے زائد نہ ہو،

وہی مسئلہ الفطر بخلاف جنس الحق المفقود
الآن بجوان اخذ لا کما فی رد المحتار وغیرہ
واللہ تعالیٰ اعلم۔
یہ مسئلہ اپنے حق کے خلاف جنس پر قابو پانے کا
ہے جس پر آج کل فتویٰ ہے کہ قابو پانا جائز ہے
جیسا کہ رد المحتار وغیرہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۲ از اود سے پور، میوات مہارانا پانی اسکول مسئلہ مولوی وزیر احمد صاحب ۸ صفر ۱۳۴۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس زمانہ میں بکرا جو شیخ سہو کے نام سے یاد دوسرے
کسی بزرگ کے نام سے موسوم کیا جائے، اور وہ بکرا اللہ کے نام کے ساتھ ذبح کیا جائے اس کا کھانا مسلمان

مدارک التنزیل (تفسیر النسخی) تحت آیت یفترون علی اللہ الکذب الخ دار الکتاب العربی بیروت ۳۰۵/۱

فتاویٰ ہندیہ کتاب الہبتہ الباب الثالث نورانی مکتب خانہ پشاور ۳۸۲/م

رد المحتار کتاب النحر دار احیاء التراث العربی بیروت ۹۵/۵

کو جانتے ہیں یا نہیں؟ اور وہ اہل لغیر اللہ ﷻ سے مراد قبل ذبح کے پکارا جانا ہے یا وقت ذبح کے؟
الجواب المفید

اصل کلی اس میں یہ ہے کہ ذابح کی نیت اور وقت ذبح اس کے قسمیہ کا اعتبار ہے، اس کے سوا کسی بات کا لحاظ نہیں، اگر مالک نے خاص اللہ عزوجل کے لئے نیت کی اور ذابح نے بسم اللہ کی جیسے بسم فلاں کہا، یا بسم اللہ ہی کہا اور اراقب دوم سے عبادت غیر خدا مقصود رکھی ذبیحہ مردار ہو گیا، اور اگر مالک نے کسی غیر خدا اگر پرست یا شیطان کے لئے نیت کی اور اسی کے نام کی شہرت دی اور اسی کے ذبح کرنے کے واسطے ذابح کر دیا، اور ذابح نے خاص اللہ عزوجل کے لئے اس کا نام پاک لے کر ذبح کیا بنص قطعی قرآن حلال ہو گیا۔

قال اللہ تعالیٰ وما کم ان لا تاكلوا مما ذکروا
 اسم اللہ علیہ
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تمہیں کیا ہوا کہ اس چیز میں سے
 دکھاؤ جس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا۔ (ت)

عائلیہ میں ہے۔

مسئو ذبیح شاة المجرسی، لبیت نارہم او
 الکافر لالہتم، تو حقل لانه سمی اللہ
 تعالیٰ ویکوہ للمسلو، کذا فی الفاتارخانیہ
 مسلمان نے مجوسی کی بکری ذبح کی ان کے افسکہ
 کے لئے، یا کسی کافر کی بکری ان کے معبودوں کیلئے
 ذبح کی تو کھائی جائے کیونکہ مسلمان نے اللہ تعالیٰ کا
 نام لے کر ذبح کیا ہے اور مسلمان کو یہ عمل مکروہ ہے،
 سائد خانہ میں یونہی ہے (ت)

اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل ہمارے رسالے قبل الاصفیاء فی حکم المذبح للاولیاء میں ہے، اور
 شیخ سدو کوئی بزرگ نہیں بلکہ ایک ضعیف روح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ ۱۲۳ از قصبہ کلی ناگر، تھانہ مادھو ٹانڈہ، پرگنہ پورنپور، ضلع پٹی جیت مرسلہ محمد اکبر علی صاحب
 ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے شیخ سدو کے نام سے مرغ وغیرہ ذبح

۱۔ القرآن الکریم ۱۷۳/۲

۲۔ ۱۲۱/۶

کرایا، اور میلاد بھی زید نے پڑھوایا، تو زید کے مکان پر میلاد پڑھنا جائز ہے یا نہیں، اور کھانا زید کا میلاد خوان سے کھایا تو وہ اس کے حق میں کیسا ہے؟ بیتنا توجسروا۔

الجواب

ذکر میلاد شریف برنیت چاہیت پڑھے، اور اس میں ایسی ارواح کی تکویم سے ممانعت کر سنے جن کا اسلام تک معلوم نہیں، بلکہ بعض علماء نے انھیں ارواح خبیثہ لکھا، اور وہ مرغ وغیرہ ذبیحہ نہ کھاتے جو ایسوں کی ذبح ہو، اور بہتر یہ ہے کہ اس کے یہاں کا اور کھانا بھی نہ کھائے، بہت تک وہ توبہ نہ کرے ذبح الہ و توبیخاً، اور اگر یہ عالم مقتدی ہے تو ایسوں کے ساتھ اور ان کے یہاں کھانا کھانے سے احتراز اور اہم ہے کھانے علیہ فی الہندیۃ وغیرہا (جس طرح کہ ہندو وغیرہ میں اس پر نفس کی گئی ہے۔ ست) واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ از کل ناگر ضلع پٹی جیت مرسلہ اکبر ٹل صاحب ۶ جمادی الثانی ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان میں چپ اور بھائی اور بھتیجا رہتے ہیں، اور حقہ پانی ان سب کا ایک ہے، اور بھتیجے نے شیٹا سندو کے نام سے جانور ذبح کیا، اور کوئی مولوی صاحب اس کے چپ یا بھائی کے یہاں آکر ٹھہرے، اور مولوی صاحب کو معلوم ہو گیا کہ ان کا بھتیجا غیر اللہ کے نام کا جانور ذبح کر رہا ہے اور چپ اور بھائی کو کھلاتا ہے، تو جو مولوی صاحب اس کے چپا کے یہاں مقیم ہیں ان مولوی صاحب کو ان کے گھر کا کھانا درست ہے یا نہیں، اور مولوی صاحب سے کہا گیا کہ اس کے گھر کا کھانا نہ کھاؤ، تو در جواب مولوی صاحب نے کہا کہ تم کون ہو ہم کسی کا کھنے کو نہیں مان سکتے ہیں، مولوی صاحب کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ بیتنا توجسروا۔

الجواب

جانور جو اللہ عز وجل کے نام پر ذبح کیا جائے اور اس سے اللہ عز وجل ہی کی طرف تقرب مقصود ہو، اگرچہ اس پر باعث مسلمان کا اکرام، یا ادب، کرام کا، خواہ اموات مسلمین کو ایصال ثواب یا اپنے کوئی جائز مثل قریب شادی نکاح وغیرہ یا جائز اشتغاف مثل گوشت فروشی تھاباں ہو تو اس کے جائز و حلال ہونے میں شک نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا لَكُمْ أَنْ لَا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ عَلَيْكُمْ

تھیں کیا ہوا کہ اس چیز سے نہ کھاؤ جس پر اللہ

سبحانہ کا نام پاک لیا گیا۔

مگر خبیث روحوں کو مٹانا تقرب الی اللہ نہیں ہو سکتا، شیخ ستود بھی ادوار خبیث سے شمار کیا گیا ہے، تو ذبح کرنے والے کی نیت اگر شیخ ستود کی طرف تقرب کی ہو جائے اور بلاشبہ مردار ہو جائے گا، اگرچہ بظاہر تکبیر ہی کہہ کر ذبح کیا گیا ہو، یہاں ذابح کی ہی نیت کا اعتبار ہے اگرچہ مالک کی نیت کچھ ہو، مثلاً مالک نے خالص اللہ عزوجل کے لئے ذبح کرنے کو جانور دیا ہو، ذابح نے اُسے کسی بُت کی بھینٹ چڑھا دیا جا فور بیشک حرام ہو گیا مالک کی نیت کچھ نفع نہ دے گی، یوں مالک نے اگر کسی بُت یا شیطان ہی کے لئے ذبح کرنے کو کہا اور ذابح نے معبود برحق جل جلالہ کے لئے ذبح کیا جا فور بیشک حلال ہے، مالک کی نیت کچھ نقصان نہ دے گی۔ پس صورت مذکورہ میں اگر ذابح نے ستود کی طرف تقرب کی نیت سے ذبح کیا ہو ان مولوی کو اس کا یہ حال معلوم تھا، پھر اس سے گوشت کھایا، تو یہ شخص مردار غوار ہوا اور اس کے پیچھے غار منع ہے، اور اگر اُسے ذابح کی نیت معلوم ہو گئی تھی کہ اس نے وہ نیت فاسدہ نہ کی بلکہ خالص اللہ عزوجل کے لئے ذبح کیا، تو اگرچہ جانور حلال ہو گیا مگر بہتر اس سے بچنا تھا جبکہ مالک نے غیر خدا کے تقرب کے لئے دیا تھا، خصوصاً اس شخص کو جو مولوی کہلاتا ہو، اور لوگ اُس کے فعل کو نجت جانتے ہوں۔ عالمگیری میں ہے،

مسلم ذبح شاة المجوسی لبیت ناس ہم او
الکافر لا یلتهم توکل لانه سمی اللہ تعالیٰ
و یکرہ للمسلمین
مسلمان نے موسیٰ کی بکری اس کے آشکرہ کے لئے
یا کسی اور کا ذبح بکری اس کے معبود کے لئے ذبح
کی تو کھائی جائے کیونکہ مسلمان نے اللہ تعالیٰ کے نام

سے ذبح کی ہے اور مسلمان کو یہ عمل مکروہ ہے (ت)

اور اگر نیت معلوم نہ تھی اور یہ جان چکا تھا کہ یہ لوگ شیخ ستود کے مناسنے والے ہیں، اور بچنا اور اہم تھا کہ ادوار خبیثہ کے منانے والوں اور اس سے استعانت کرنے والوں کا ظاہر حال سخت مخدوش ہے، اور ایسی جگہ شہادت سے احتراز لازم، اور اگر گوشت نہ کھایا جگہ اور کھانا کھایا تو جب بھی مولوی کہلا کر ایسے لوگوں کے یہاں اکل طعام کو قلوب مسلمین میں شبہ ڈالے ہرگز مناسب نہ تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سُبُلُ الْأَصْفِيَاءِ فِي حُكْمِ الذَّبْحِ لِلْأَوْلِيَاءِ^{۱۳}

(اولیاء اللہ کے لئے ذبح کرنے میں اصفیاء کے طریقے)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مسئلہ ۱۲۵ در رد فتویٰ بعض معاصرین ۲۵ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ

از لشکر گویا رڈاک دربار بجاہ سوال مولوی نور الدین صاحب اوائل ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نے ایک بچہ امیاں کا اور عمرو نے ایک گائے چل تن کی اور مرغ مار کا پالا، اور پال کر ان کو بکیر ذبح کیا یا کر ایسا نہ کیا، مسلمانوں کو عندہ الشرع جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجہ و ۱۔

الجواب

حامداً لله و مصلياً و مسلماً علی جلیلک
والہ یا وھاب اللھم ھدایۃ الحق
یا اللہ! تیرے لئے حمد کرنے والا اور تیرے حبیب
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے والا
اور ان کی آل پر، حق و صواب کی پہنائی سدا
والصواب۔

اسے میرے رب! (ت)

اقول و باللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ت) حق اس مسئلہ میں ہے کہ ملت و حرمت ذبیحہ میں حال و قول و نیت ذابح کا اعتبار ہے نہ کہ مالک کا، مثلاً مسلمان کا

جانور کوئی جو کسی ذبیحہ کو کھے تو حرام ہو گیا اگرچہ مالک مسلم تھا، اور جو کسی کا جانور مسلمان ذبیحہ کو کھے تو حلال اگرچہ مالک مشرک تھا، یا نزدیک جانور عمرہ ذبیحہ کو کھے اور قصداً تکبیر نہ کہے حرام ہو گیا، اگرچہ مالک برابر کھڑا سو بار بسم اللہ اللہ اکبر کہتا رہے، اور ذابح تکبیر سے ذبیحہ کو کھے تو حلال، اگرچہ مالک ایک بار بھی نہ کہے۔ ذابح کلمہ گو نے غیر خدا کی عبادت و تعظیم مخصوص کی نیت سے ذبیحہ کیا تو حرام ہو گیا اگرچہ مالک کی نیت خاص اللہ عز وجل کے لئے ذبیحہ کی تھی۔

یونہی ذابح نے خاص اللہ عز وجل کے لئے ذبیحہ کیا تو حلال، اگرچہ مالک کی نیت کسی کے واسطے تھی۔ تمام صورتوں میں مال ذابح کا اعتبار ماننا اور اس شکل خاص میں انکار کرنا محض حکم باطل ہے جس پر شرع مطہر سے اصلاً دلیل نہیں، ولہذا فقہائے کرام خاص اس جزئیہ کی تصریح فرماتے ہیں کہ مثلاً جو کسی نے اپنے آتشکدہ یا مشرک نے اپنے بھتیجے کے لئے مسلمان سے بکری ذبیحہ کرائی اور اس نے تکبیر کہہ کر ذبیحہ کا حلال ہے، کھائی ہے، اگرچہ یہ بات مسلم کے حق میں مکروہ۔ فتاویٰ عالمگیری و فتاویٰ تاتاریغانیہ و جامع الفتاویٰ میں ہے۔

مسلم ذبیحہ شاة المجوسی لبیت نارہمہ او
یا کسی اور کا فر کی اس کے معبودوں کیلئے ذبیحہ کی تو
بکری کھائی جائے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے نام سے
ذبیحہ کی ہے، اور یہ عمل مسلمان کو مکروہ ہے۔ (ت)

پھر مسلمان ذابح کی نیت بھی وقت ذبیحہ کی معتبر ہے، اس سے قبل و بعد کا اعتبار نہیں، ذبیحہ سے ایک آن پہلے تک خاص اللہ عز وجل کے لئے نیت تھی، ذبیحہ کرتے وقت غیر خدا کے لئے اس کی جان دی، ذبیحہ حرام ہو گیا، وہ پہلی نیت کچھ نفع نہ دے گی، یونہی اگر ذبیحہ سے پہلے غیر خدا کے لئے ادا دے گا تو ذبیحہ کے وقت اس سے تا سب ہو کر مرئی تبارک و تعالیٰ کے لئے اراقتہ دم کی تو حلال ہو گیا، یہاں وہ پہلی نیت کچھ نقصان نہ دے گی۔ رد المحتار میں ہے،

اعطوان اللہ ارہی القصد عند ابتداء الذبیحۃ
معلوم ہونا چاہئے کہ ذبیحہ کی ابتداء میں قصداً اعتبار ہے۔ (ت)

غرض ہر عاقل جانتا ہے کہ تمام افعال میں اصل نیت مقارنہ ہے، نماز سے پہلے خدا کے لئے نیت تھی تجھ
 کہتے وقت دکھاوے کے لئے پڑھی، قطعاً مرکب کبیرہ ہوا، اور نماز کا قابل قبول، اور اگر دکھاوے کے لئے اٹھا تا
 نیت باندھتے وقت تک یہی قصد تھا، جب نیت باندھتی قصد خالص رب جل و علا کے لئے کر لیا تو بلاشبہ وہ نماز
 پاک و صاف و صالح قبول ہوگی، تو ذرا سے پہلے کی شہرت، پکارا کچھ اعتبار نہیں، نہ نافع نفع دے نہ مضر ضرر، خصوصاً
 جبکہ پکارنے والا خیر ذرا ہے کہ اسے تو اس باب میں کچھ دخل ہی نہیں،

كما قد علمت وهذا كله ظاهر جداً لا يصلح ان يتناطح فيه قرواء وجناب۔
 جیسا کہ معلوم ہے اور یہ تمام ظاہر ہے اس میں یا نکل
 گئی کٹش نہیں کہ اس میں بحث کی جائے (ت)

پھر اضافت معنی عبادت میں منحصر نہیں کہ خواہی تو اسی مدار کے مرغ یا قبل تن کی گائے کے معنی ٹھہرائے جائیں
 کہ وہ مرغ و گاو جس سے ان حضرات کی عبادت کی جائے گی، جس کی جان ان کے لئے دی جائیگی، اضافت
 کو ادنی علاقہ کافی ہوتا ہے، ظہر کی نماز، جنازہ کی نماز، مسافر کی نماز، امام کی نماز، مقتدی کی نماز، بیمار
 کی نماز، پیر کا روزہ، اہل ثلثوں کی زکوٰۃ، کعبہ کا حج، جب ان اضافتوں سے نماز وغیرہ میں کفر و شرک و حرمت و رکناز
 نام کو بھی کراہت نہیں آتی، تو حضرت مدار کے مرغ، حضرت احمد کبیر کی گائے، فلاں کی بکری کہنے سے یہ خدا کے
 حلال کئے ہوتے یا فوریوں جیسے جی مردار اور سور ہو گئے کہ اب کسی صورت حلال نہیں ہو سکتے، یہ شہرنا مظهر پر
 سخت جرات ہے۔ خود حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ان احب الصيام الى الله تعالى صيام داؤد
 و احب الصلوة الى الله عز وجل صلوة
 داؤد۔ رواه الاثمة احمد والستة عن عبد الله
 بن عمر رضي الله تعالى عنهما الا الترمذی فحذف
 فضل الصيام وحده۔
 بیشک سب روزوں میں پیار سے اللہ تعالیٰ کو
 داؤد کے روزے ہیں اور سب نمازوں میں پیاری
 داؤد کی نماز ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ (اس کو
 ائمہ صحاح ستہ اور امام احمد نے عبد اللہ بن عمر
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے لیکن
 امام ترمذی کی روایت میں صرف روزوں کی فضیلت کا ذکر ہے)

علماء فرماتے ہیں مستحب نمازوں میں صلوة الراہین یعنی ماں باپ کی نماز ہے،

في رد المحتار عن الشيخ المنيع عن شرح
 شريعة الاسلام من الصندوبات صلوة التوبة
 له صحيح البخاري كتاب التوبة باب هم عند المسح
 له صحيح مسلم كتاب الصيام باب النهي عن صوم الدهر
 رد المحتار میں شیخ اسماعیل سے بحوالہ شرح شریعت الاسلام
 منقول ہے کہ مستحب نمازوں میں صلوة التوبہ
 قیدی کتب خانہ کراچی ۱۵۲/۱ و ۲۸۶
 ۳۶۷/۱

وصلة الوالدین

اور صلوٰۃ الوالدین ہے (ت)

سبحان اللہ! واؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز، داؤد (علیہ السلام) کے روزے، یاسین کی نماز کہنا صواب پڑھنا ثواب، اور جانور کی اضافت وہ سخت آفت کہ قاطعین کفار، جانور مردار، کیا ذبیح نماز روزے سے بڑھ کر عبادت خدا ہے یا اس میں شرک حرام ان میں روا ہے۔
خود اضافت ذبیح کا فرق سنتے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ۔ رواۃ
مسلم والنسائی عن امیر المومنین علی و
نحوہ احمد عن ابن عباس عن عنی اللہ
تعالیٰ عنہم۔
خدا کی لعنت ہے اس پر جو غیر خدا کے لئے ذبیح کرے (اس کو مسلم اور نسائی نے امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کی مثل امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے۔ ت)

ک ہے۔ ت)

دوسری حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من ذبح لضعیف ذبیحة کانت فداء من
النار۔ رواۃ المحاکم فی تاسیخہ عن جابر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
جو اپنے مہمان کے لئے جانور ذبیح کرے وہ ذبیحہ اس کا خیر ہو جائے آتش دوزخ سے۔ (اس کے امام حاکم نے اپنی تاریخ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

تو معلوم ہوا کہ ذبیحہ میں غیر خدا کی نیت اور اس کی طرف نسبت مطلقاً کفر کیا حرام بھی نہیں، بلکہ موجب ثواب ہے، تو ایک حکم عام کفر و حرام کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔

ولہذا علماء فرماتے ہیں، مطلقاً نیت غیر کو موجب حرمت جاننے والا سخت جاہل اور قرآن و حدیث و عقل کا مخالف ہے، آخر قصاص کی نیت تحصیل فبیع دنیا اور ذبیح شادی کا مقصود برات کو کھانا دینا ہے، نیت غیر تو یہ بھی ہوئی، کیا یہ سب ذبیحہ حرام ہو جائیں گے۔ یونہی مہمان کے واسطے ذبیح کرنا درست و بجائے ہے کہ مہمان کا اکرام میں ناکرام خدا ہے۔ درمختار میں ہے،

- ۱/۴۶۲ ملہ رد المحتار کتاب الصلوٰۃ باب الترتیب والنواقل دار احیاء التراث العربی بیروت
۲/۱۶۰ ملہ صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب تحویم الذبیح لغیر اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۲/۵۱۶ ملہ الامام الصغیر بحوالہ المحاکم فی تاریخ حدیث ۶۷۷ دار الکتب العلمیہ بیروت

لَوْ ذَبَحَ الضَّعِيفُ الْكَرَامَ اللَّهُ تَعَالَى بِهِ
لَوْ ذَبَحَ الضَّعِيفُ الْكَرَامَ لَأَنَّهُ سَنَةُ الْخَلِيلِ وَ

جس نے مہمان کی نیت سے ذبح کیا تو حرام نہیں کیونکہ
یہ خلیل علیہ السلام کی سنت اور مہمان کا اکرام ہے
اور مہمان کا اکرام اللہ تعالیٰ کا اکرام ہے (ت)

روا المختار میں ہے ،

قَالَ الْبَزَازِيُّ وَمَنْ ظَنَّ أَنَّهُ لَا يَحِلُّ لَانَّهُ ذَبَحَ
لَا كَرَامَ ابْنِ آدَمَ فَيَكُونُ أَهْلُ بِهِ لَغِيْرًا
تَعَالَى فَقَدْ خَالَفَ الْقِرَاءَتِ وَالْمَحْدِثِ وَ
الْعَقْلِ فَإِنَّهُ لَا يَرِيبُ أَنَّ الْقَصَابَ يَذْبَحُ
لِلْمُذْبِحِ وَنَوَاحِلُوهُ نَجَسٌ لَا يَذْبَحُ فَيَلْزَمُ
هَذَا الْجَاهِلُ أَنْ لَا يَأْكُلَ مَا ذَبَحَ الْقَصَابُ
وَمَا ذَبَحَ لِلْوَلَدِ وَالْأُمِّ اسَّ وَالْعَقِيْقَةِ

بَزَازِي نے کہا اور جس نے گمان کیا کہ وہ اس نے حلال
نہیں کر اس میں بنی آدم کا اکرام ہے تو یہ غیر اللہ
کے نام سے ذبح ہوا تو اس نے قرآن و حدیث اور
عقل کے خلاف بات کی ، کیونکہ بلاشبہ قصاب اپنے
نفع کے لئے ذبح کرتا ہے اگر اسے معلوم ہو کہ یہ نجس
ہے تو وہ ذبح نہ کرے ، تو ایسے جاہل کو چاہئے
کہ وہ قصاب کے ذبح کردہ کو نہ کھائے اور ولید اور
شادی اور عقیقہ کے لئے ذبح کردہ کو بھی نہ کھائے۔

دیکھو علماء کرام صراحتہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مطلقاً نیت و نسبت غیر کو موجب حرمت جانتا اور ضابطہ
یہ لَغِيْرًا اللہ میں داخل جانتا نہ صرف چھالت جگر جنوں و دیوانگی اور شرع و عقل دونوں سے بیگانگی ہے ،
جب نفع دنیا کی نیت عمل نہ ہوئی تو قاتل اور ایصال ثواب میں کیا ذہر مل گیا ، اور اکرام مہمان میں اکرام خدا ظہر
تو اکرام اولیاء پر درجہ اولے۔

ہاں اگر کوئی جاہل اجمل یہ نسبت و اضافت بقصد عبادت غیر ہی کرتا ہے تو اس کے کفر میں شک
نہیں ، پھر بھی اگر ذابح اس نیت سے بڑی ہے تو جانور مکال ہو جائے گا کہ نیتہ غیر اس پر اثر نہیں ملتی ،
کما حَقَّقْنَا أَنْفَا (جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا ہے ۔ ت)

مگر جب کہ حدیث و فقہاء دلائل قاطعہ سے ثابت کر چکے کہ اضافت معنی عبادت ہی میں منحصر نہیں ، تو
صرف اس بنا پر حکم کفر محض جہالت و جرات و حرام قطعی اور مسلمانوں پر ناسخ بدگمانی ہے ، تم سے کس نے
کہہ دیا کہ وہ آدمیوں کا جانور کہنے سے عبادت آدمیان کا ارادہ کرتے اور انہیں اپنا معبود و خدا بنانا چاہتے ہیں

اللہ عزوجل فرماتا ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ
إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ أَثَمٌ بِهٖ

اور فرماتا ہے :

وَلَا تَقْعَبُوا مَالِيْنَ لَّكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ
وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عِنْدَ مُسَوِّدِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

أَيُّكُمْ وَالظَّنُّ فَامْتَ الظَّنُّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ
مَرْوَاهُ الْأُسْتَاةُ مَالِكُ وَالشَّيْخَانُ وَابُودَاوُدُ وَ
التِّرْمِذِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ.

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

أَفَلَا شَقَقْتُ مِنْ قَلْبِهِ حَتَّى تَعْلَمَ أَقَالُهَا أَهْلًا
مَرْوَاهُ مُسْلِمٌ عَنْ إِسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُ.

اسے ایمان والو! بہت سے گمان سے بچ بیشک
کچھ گمان گناہ ہیں۔

بے یقین بات کے پیچھے نہ پڑو، بیشک کان، آنکھ
اور دل سب سے سوال ہوتا ہے۔

گمان سے بچو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی بات
ہے (اسی کو امام مالک، شیعین، ابو داؤد اور
ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت کیا ہے۔ ت)

تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا کہ دل کے
عقیدے پر اطلاع پاتا (اسی کو امام مسلم نے
حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کیا ہے۔ ت)

امام عارف بانیہ سیدی احمد زروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

انْشَأَ الظَّنُّ الْخَبِيثُ عَنْ الْقَلْبِ الْخَبِيثِ
بدگمانی خبیث دل سے ہی پیدا ہوتی ہے،

۱۳/۴۹

۳۶/۱۷

۲۸۲/۱ صحیح البخاری کتاب الوصایا باب قول عزوجل من بعد صیۃ قدیمی کتب خانہ کراچی

۳۱۶/۲ صحیح مسلم کتاب البر باب تحريم الظن الخ

۶۸/۱ کتاب الایمان باب تحريم قتل الکافر الخ

۶/۶ شرح الحلیۃ النبیۃ شرح الطریۃ الحمیریۃ الخلق الرابع والعشرون مکتبہ نوریدہ رضویہ فیصل آباد

فقہ سیدی عید الفی فی شمس ۲ (اس کو سیدی عید الفی یا جیسی سے شرح طریقہ محمدیہ
النظر بقیۃ المحمدیۃ۔ میں نقل کیا ہے۔ ت)

ولہذا غیرہ و ذخیرہ و شرح و بیانہ و در مختارہ غیرہ میں ارشاد فرمایا :
انما لیس فی الظن بالسلام انہ یتقرب الیہ
الادعی بہذا النحرولہ
رد المحتار میں ہے :

ای علی وجہ العبادۃ لانه الکفر و هذا
بعید من حال المسلم
یعنی اس تقرب سے تقرب بروہر عبادت مراد ہے
کہ اس میں کفر ہے اور اس کا خیال مسلمان کے
حال سے دور ہے۔

بلکہ علماء تو یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ اگر خود ذابح خاص وقت ذبح تکبیر میں یوں کہے بسم اللہ
بنام خدا کے بنام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو یہ کہنا مکروہ تو بیشک ہے مگر کفر کیسا ! جانور حرام بھی
نہ ہوگا ، جبکہ اس لفظ سے اس کی نیت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم محض ہو ، نہ مغاذا
حضور کو رب عزوجل کے ساتھ شریک ٹھہرانا۔

امام اجل فقیہ النفس قاضی خاں اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں :
رجل ضعی و ذابح و قال بسم اللہ بنام خدا کے بنام
محمد علیہ السلام ، قال الشیخ الامام ابو بکر
محمد بن الفضل رحمہ اللہ تعالیٰ انت
اراد الرجل بذکر اسم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم بتبجیلہ و تعظیمہ جائز ولا باس وان اراد بہ
الشركة مع اللہ تعالیٰ لا تحل الذبیحة۔
کسی نے بنام خدا بنام محمد علیہ السلام قربانی کیا
ذبح کیا ، شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رحمہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ، اگر اس شخص نے حضور علیہ الصلوۃ
والسلام کے نام سے صرف تعظیم و تجلیل مراد لی تو
جائز ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنایا تو
ذبیح حلال نہ ہوگا۔ (ت)

بلکہ اس سے بھی زائد خاص صورت حطت میں مثلاً ”بنام خدا و بنام فلاں“ جس سے صاف معنی

۲۳۰/۲	طبع مجتہبائی دہلی	کتاب الذبائح	لہ در مختار
۱۹۴/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	”	لہ رد المحتار
۴۵۰/۴	فصل فی الانتفاع بالاضحیۃ نوکشد کھنؤ	کتاب الاضحیۃ	لہ فتاویٰ قاضی خاں

شرکت ظاہر ہے اگرچہ مذہب صحیح حرمتِ جانور ہے، مگر حکم کفر نہیں دیتے کہ وہ امر باطنی ہے، کیا معلوم کہ اس کی نیت کیا ہے۔ درختاً میں ہے،

ان عطف حرمت نحو باسم الله واسم فلان۔ اگر اللہ تعالیٰ کے نام پر دوسرے نام کا عطف کیا تو

حرام ہے، مثلاً باسم اللہ واسم فلان۔ (د)

ردالمحتار میں ہے،

هو الصحيح وقال ابن سلق لا تصير ميتة لانها لو صارت ميتة يصير الرجل كافرا، غفانية، قلت تنتم الملازمة بان الكفر اصوباً طعن والمحكوم به صعب فيفرق كذا في شرح المقدسي، شربلا لية يه

وہی صحیح ہے اور ابن سلق نے فرمایا مرد وارث ہوگا کیونکہ اگر مرد وارث کہیں گے تو ذبح کرنے والے کو کافر قرار دینا ہوگا، غفانیہ۔ میں کہتا ہوں یہ طائر مردوار ہے کیونکہ کفر باطنی امر ہے اور اس کا حکم دشوار ہے تفرق کرنا ضروری ہے، شرح مقدسی میں اسی طرح ہے شربلا لية۔ (د)

اللہ اکبر! خود ذابح خاص تکبیر ذبح میں نام خدا کے ساتھ نام غیر ذکر پکا ہے اور کافر نہ ہو، جب تک معنی شرک کا ارادہ نہ کرے بلکہ صرف عطف بنام خدا بنام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہے اور اس نام پاک کے لینے سے ہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہی چاہے، حضور کی عظمت ہی کے لئے خاص وقت ذبح بنام خدا کے ساتھ بنام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آواز میں اصنافِ حرمت و کراہت بھی نہیں مگر پیش از ذبح اگر کسی نے یوں پکاریا کہ فلاں کا بکرا، فلاں کی گائے تو پکارنے والا مشرک اور اس کے ساتھ یہ لفظ منہ سے نکلے ہی جانور کی بھی لایا پٹٹ ہو کر فوراً بکری سے گنا، گائے سے سور، اگرچہ وہ منادی غیر ذابح ہو، اگرچہ ابھی نہ وقت ذبح نہ دم تکبیر، معاذ اللہ۔ وہ لفظ کیسا تھے جادو کے انچھرتے کہ چھوٹے ہی جانور کی ماہیت بدل گئی، ایسے زبردستی کے احکام شرع مطہر سے بالکل بیگانہ ہیں۔

بڑی دلیل ان کے قصہ جہادتِ غیر و معنی شرک پر یہ پیش کی جاتی ہے کہ "اس ذبح کے بدلے گوشت خرید کر تصدق کرنا ان کے نزدیک کافی نہیں ہوتا، تو معلوم ہوا کہ ایصالِ ثواب مقصود نہیں بلکہ خاص ذبح غیر و شرک صریح مراد ہے، اگرچہ وہ صاف کہہ رہے ہیں کہ چار مطلب صرف ایصالِ ثواب ہی ہے۔"

اقول اس سے صرف اتنا ثابت ہوا کہ خاص ذبیحہ مراد ہے، ذبیحہ غیر کہاں سے نکلا، کیا ثواب ذبیحہ کوئی چیز نہیں، یا گوشت دینے میں وہ بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ عیناً یہی ہے۔

التضحية فيها افضل من الصدق يشحن
الاختية لان فيها اجتماع التقرب بآراقة
الدم والصدق والجسم بين القربيتين
افضل لهما ملخصاً۔

اس صورت میں قربانی کرنا اس کی قیمت کے مقابلے میں افضل ہے کیونکہ قربانی میں دونوں قربتیں حاصل ہوتی ہیں خون بہاؤ اور صدقہ بھی، جبکہ دو قربتوں کو جمع کرنا افضل ہے اور ملخصاً (ت)۔

معہذا احرام ایسی اشیاء میں مطلقاً تبدیل پر راضی نہیں ہوتے، مثلاً جو آٹے کی کھٹکلی روزانہ اپنے گھر کے فروغ سے نکالتے اور ہر ماہ اسے پکا کر حضور پر فوراً سیدہ یا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز و دلا کر محتاج کو کھلاتے ہیں، اگر ان سے کہتے کہ یہ آٹا جو جمع ہوا ہے اپنے فروغ میں لائیے اور اس کے عوض اور پکائیے، کبھی نہ مانیں گے، حالانکہ آٹے میں کوئی ذبیحہ داخل نہیں، اور ذبیحہ میں بھی اگر اس جانور کے بدلے دوسرا جانور دیکھے ہرگز نہ مانیں گے، حالانکہ اسے ذبیحہ میں دونوں ایک سے، تو اس کا کافی نہ سمجھنا اسی خیال تعبیر و تفسیر کی بنا پر ہے، نہ معاذ اللہ اس توہم باطل پر، خصوصاً جبکہ وہ چارے مراعات نہ رہے ہیں کہ حادث اللہ ہم عبادت غیر نہیں چاہتے صرف ایصالِ ثواب مقصود ہے۔

اور اگر انصاف کیجئے تو دربارہ عدم تبدیل ان کا وہ خیال بے اصل بھی نہیں، اگرچہ انہوں نے اس میں تشدد زیادہ سمجھ لیا ہو جن چیزوں پر نسبت قربت کر لی گئی، شرع مطہر میں باوجود ان کا بدن پسند نہیں، لایمناً اذا كان النزول الى المناقص كما ههنا، كل ذلك ظاهر جداً (خصوصاً جبکہ اعلیٰ سے اوقیٰ کی طرف تنزل ہو جیسا کہ یہاں ہے اور یہ تمام نہایت ظاہر ہے۔ ت)۔

ولہذا اگر غنی قربانی کے لئے جانور خریدے اور اس میں عین کی نذر نہ ہو تو جانور متعین نہیں ہو جاتا اسے اختیار ہے کہ اس کے بدلے دوسرا جانور قربانی کرے پھر بھی بدن کرہ ہے کہ جب اس پر قربت کی نسبت کرنی تو بلا وجہ تبدیل نہ چاہئے۔ ہدایہ میں ہے۔

بالشراء للتضحية لا يمتنع التبعيض
قربانی کے لئے خرید یا بیع کے لئے مانع نہیں (ت)۔
اسی میں ہے۔

وَيَكْرَهُ اسْتِـبْدَالَ بَيْهَا غَيْرَهَا ۚ
اسی طرح تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے۔ اور اس قربانی کے جانور کو تبدیل کرنا مکروہ ہے (ت)

بالجملہ مسلمانوں پر بدگمانی حرام اور حتی الامکان اس کے قول و فعل کو وجہ صحیح پر عمل واجب، اور یہاں ارادۂ قلب پر بے تصریح قائل حکم دگانے کی اصلاً راہ نہیں، اور حکم بھی کیسا کفر و شرک کا، جس میں اعلیٰ درجہ کی احتیاط فرض، یہاں تک کہ ضعیف سے ضعیف احتمال بجاؤ نکلتا ہو تو اسی پر اعتماد لازم، کا حقیق کل ذلك الاثمة المحققون في تصانيفهم الجليطة (کیا کہ اگر تحقیق نے اپنی تصانیف میں اس کی تحقیق فرمائی ہے۔ ت)

اگر بالفرض بعض کو ردی اعتقادی پر بہ ثبوت شرعی ثابت بھی ہو کہ ان کا مقصود معاذ اللہ عبادت غیر ہے تو حکم کفر صریح انہیں پر صحیح ہوگا ان کے سبب حکم عام نکال دینا اور باقی لوگوں کی بھی یہی نیت سمجھ لینا محض باطل۔
قال الله تعالى لا تذروا ذنبا ذرا فخرى ۖ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اور کوئی بوجہ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجہ نہ اٹھائے گی (ت)

پس حق یہ ہے کہ نہ مطلقاً اس نام پکارنے پر حکم شرک صحیح، نہ اس وجہ سے جانور کو مردار مان لینا درست، بلکہ حکم شرک کے لئے قائل کی نیت پر چسپاں ہے، اگر اقرار کرے کہ اس کی مراد عبادت غیر ہے تو بیشک شرک کہیں گے ورنہ ہرگز نہیں، اور حکم حرمت میں صرف قول و فعل و نیت ذابح خاص وقت ذبح پر مدار رکھیں گے، اگر مالک خواہ غیر مالک کسی کلمہ گو نے معاذ اللہ اسی نیت شرک کے ساتھ ذبح کیا تو بیشک حرام کہ وہ اس نیت سے مرتد ہو گیا اور مرتد کا ذبیحہ نہیں، اور اگر اللہ عزوجل کے لئے جان دی اور قصداً تکبیر تک نہ کی تو بیشک حلال، اگرچہ اس پر باعث ایصال قرب یا اکرام اولیاء یا فسخ دنیا وغیرہ مقاصد ہوں، اگرچہ مالک غیر ذابح کی نیت معاذ اللہ وہی عبادت غیر ہو، اگرچہ پیش از ذبح یا غیر ذابح نے وقت ذبح کسی کا نام پکارا ہو، مالک سے وہ نیت ناپاک ثابت ہر ناجہی ذابح پر کچھ موثر نہیں، جب تک خود اس سے بھی اسی نیت پر جان دینا ثابت نہ ہو کہ جب اس سے وہ نیت ثابت نہیں، اور مسلمان اپنے رب عزوجل کا نام لے کر ذبح کر رہا ہے تو اس پر بدگمانی حرام و تارک اس ہے، اور ہم تراشیہ پر مسلمان کو معاذ اللہ مرتکب کفر سمجھنا حلال خدا کو حرام کہہ دینا، نام الہی عزوجل جو وقت تکبیر لیا گیا باطل و بے اثر عطا نامہ ہرگز وجہ صحت نہیں رکھتا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے،

وَمَا لَكُمْ اَنْ لَا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ عَلَيْكُمْ

تھیں کیا ہوا کہ نہ کھاؤ اس جانور سے جس کے

لے الهدایۃ کتاب الاضیۃ مطبعہ یوسفی لکھنؤ ۴۲۹/۴

لے القرآن الکریم ۱۹۴/۶

اللہ علیہ السلام

ذبح میں اللہ کا نام یاد کیا گیا۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں ،

انما کلفنا بالظاہر لا بالباطن فاذا ذبحہ علی

اسم اللہ وجب ان یحلی ، ولا یحلی لثانی

ایہا طبل

یعنی ہمیں شرع مطہر نے ظاہر پر عمل کا حکم فرمایا ہے
باطن کی تکلیف زدہی ، جب اس نے اللہ عزوجل
کا نام پاک لے کر ذبح کیا جاوے حلال ہو جانا واجب
ہو کھول کا ارادہ جان لینے کی طرف ہمیں کوئی راہ نہیں۔یہ چند تفسیر و حلیل قائد سے حفظ کے قابل ہیں کہ بہت اہل علم نے ان میں سخت غلط کر کے ہیں ،
وباللہ العصمة والتوفیق وبہ الوصول الی التحقيق (حفاظت و توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے
اور اسی کی مدد سے تحقیق تک رسائی ہے ۔) واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم ۔

مسئلہ ۱۲۶ از شہر بریلی مستور عبد الجلیل طالب علم ۲۹ محرم الحرام ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک گائے ذبح کی گئی اور اس کا پیٹ جب چاک کیا تو اس
میں سے ایک بچہ زندہ کامل اعضا کا نکلا ، مگر اس کے جسم میں بالی نہیں آیا ہے ، اس حالت میں بچہ کا
گوشت حلال ہو جائے گا یا نہیں ذبح کر کے سے ؟ اور مردہ ہو تو اس کا کیا حکم ہے ؟

الجواب

بچہ کہ مردہ نکلے حرام ، اور زندہ نکلا اور ذبح کر لیا تو حلال ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۷ از ادیبین مکان میر خادم علی اسسٹنٹ مدرسہ حاجی یعقوب علی خاں ۳ ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دینی و محققین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو بچہ مردہ بکری مذکورہ
شکم سے برآمد ہو بذاہب امام اعظم ابو حنیفہ کوئی رحمۃ اللہ علیہ حلال ہے یا حرام ؟ بیان فرمائیں بعبارت
کتب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ۔

الجواب

ناجائز ہے ۔ ہر ایہ دعا لکیرے میں ہے ،

لے القرآن الکریم ۱۱۹/۹

۲۴/۵ ۱۴۳/۲ المطبعة البیتة المصرية مصر تحت آیت ۲/۱۴۳

من نحرناقة او ذبح بقرة فوجد في بطنها
جنينا ميتا لم يוכל اشعر او لم يشعر و
هذا عند ابی حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ
وقال ابو یوسف ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ
انما تم خلقہ اکل ۛ

کسی نے اونٹنی یا گائے ذبح کی تو اس کے پیٹ میں
بچہ مردہ پائے تو اسے ذکھایا جائے گا یا نہیں ہوں یا
نہ ہوں ، اور یہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
نزدیک ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا
اگر وہ بچہ تمام الخلق ہو تو کھانا چاہئے ۔ (ت)

اسی طرح در مختار وغیرہ عامۃ کتب میں ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم
میں ۱۲۱۱ھ از ریاست کوٹہ راجپوتانہ ملک ہارڈوی قصبہ ساگور مستولہ مسلمانان ساگور
۲۱ رمضان ۱۳۳۵ھ

ہادی دین ، پناہ شریعت ، ملائے عظام و مفتیان کرام سلمہ اللہ تعالیٰ ، بعد سلام علیک کے
گزارش یہ ہے کہ یہاں پر قصبہ ساگور ، ریاست کوٹہ راجپوتانہ میں کھٹیک لوگ قدیم زمانے سے گوشت
کی دکان کرتے چلے آ رہے ہیں اور مسلمان بھی انھیں کے یہاں سے خریدتے ہیں ، ان کھٹیکوں کا دو ایک
مرتبہ پکھری میں مردار گوشت کا مقدر مر جا چکا ہے اس لئے بوجہ شکوک اب ان کے یہاں سے مسلمانوں نے
گوشت لینا قطعاً بند کر لیا اور مسلمان قصائی آباد کر کے اسی کے یہاں سے خریدنا شروع کر دیا ہے ، مگر دو ایک
مسلمان جن کا تھارتی قلعن چمڑے وغیرہ کا کھٹیکوں کے ساتھ ہے ، وہ ایسا کہتے ہیں کہ یہ ضد اور نیا مسئلہ ہے
جب ایک مدت سے مسلمان کھٹیکوں کے یہاں کا گوشت لیتے چلے آ رہے ہیں اور تمام جگہ کھٹیک ہی لوگ
فروخت کرتے ہیں ، تو یہ ایک نئی بات پیدا کر کے کھٹیکوں کو ناحق نقصان دیا جا رہا ہے ، کیا پہلے زمانے
میں کوئی عالم نہ تھے ، وہ کیوں کھا گئے ، ان کے ایسا کہنے پر بہت سے مسلمان برگشتہ ہو رہے ہیں ، لیکن
ساتھ ہی اس کے دنیا کی بدنامی کا خوف ہے اور اصلی جواب کے منتظر ہیں ، مسلمانوں کی طرف سے کھٹیکوں کے
ساتھیوں کو سمجھایا گیا کہ تم ان سے بوجہ شرع اس طرح پر انتظام کراؤ :

- (۱) نگراں مسلمان رہیں ۔
- (۲) گوشت مختلف مکان پر نہ ہو جہاں مسلمان تجویز کریں ۔
- (۳) وہاں سے والا (۴) ذبح کرنے والا مسلمان ہو ۔

ان چاروں شرطوں میں سے وہ شرط اول و دوم و چہام پر رضا مند ہوتے ہیں ، لیکن یہ رضا مندی بھی

اُن کی قیاساً سے انتقام کو قطع کرنے کے لئے معلوم ہوتی ہے، دائمی نہیں معلوم ہوتی ہے اس لئے حسب ذیل امور دریافت طلب ہیں،

(۱) کیا وہ شخص کے درغلانے سے مسلمانوں کو پرانی بات پر جادہ بنا چاہئے، اور جو شخص اس پر صاد کرے اور حکم شرع ایک فضول اور بناوٹی بات بتائے اور آج تک تائب نہ ہو، مسلمان اس کے ساتھ کیا سلوک کریں؟

(۲) کیا مسلمانوں کو ہندو کھٹکوں کے یہاں پر گوشت خریدنے کی ممانعت کا حکم سنایا جاتا ہے، یہ نیا مسئلہ اور بناوٹی بات ہے؟

(۳) جو شخص مسلمان باد جو د سمجھانے کے مسلمان قصائی کو چھوڑ کر پرانی دوش پر ضداً ہندو کھٹکوں کے یہاں پر گوشت لینے پر آمادہ ہو، اس پر کیا حکم ہے؟

(۴) کیا کسی شخص کی خاطر سے ہمارے مذہب کے ایسے حکم کو جس سے ہمارے ایمان میں غلط آنے کا ڈر ہو چھوڑ دینا روا ہے؟ بیتنا تو جبرہ ۱۔

الجواب

(۱) حکم شرعی یہ ہے کہ مشرک یعنی کافر غیر کتابی سے گوشت خریدنا جائز نہیں، اور اس کا کھانا حرام ہے، اگرچہ وہ زبان سے سہ بار کہے کہ یہ مسلمان کا ذبح کیا ہوا ہے، اس لئے کہ امر و نہی میں کافر کا قول اصلاً مقبول نہیں۔ در مختار میں ہے،

خبرنا الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات
لا فی الدیانات بلہ
نہایہ وغیرہ میں ہے،

من الدیانات المحلل والمحرمۃ
رد المحتار میں ہے،

فالتارخانیۃ قبیل الاضحیۃ
عن جامع الجوامع لا فی یوسف
تاریخانیہ میں قربانی کے بیان سے متوراً پہلے
ابو یوسف کی جامع الجوامع سے منقول ہے کسی نے

من اشترى لهما فلهما انہ مجوسی و اراد الرء فعل
ذبحہ مسلم یکرہ اکلہ امر ومفاد است مجرور
کون البائع مجوسی یا ثبت الحرمۃ ، فائسہ
بعد اخبارہ بالحل بقولہ ذبحہ مسلم
کرہ اکلہ فکیف بدو نہ
اس بیان کے بعد کہ اس کو مسلمان نے ذبح کیا ہے جو کہ حلال ہے نہ کہ خبر ہے ، کھانا مکروہ ہے ، تو اس کے خبر
نہ دینے کی صورت میں کیسے مکروہ نہ ہوگا۔ (ت)

ہاں اگر وقت ذبح سے وقت خریداری تک وہ گوشت مسلمان کی بگرائی میں رہے ، بیچ میں کسی وقت مسلمان
کی نگاہ سے غائب نہ ہو ، اور یوں اطمینان کافی حاصل ہو کر یہ مسلمان کا ذبیحہ ہے تو اس کا خریدنا جائز اور کھانا
حلال ہوگا۔ جب یہ حکم شرعی معلوم ہو گیا ، جو اب سوالات ظاہر ہو گیا ، وہ پڑانا طریقہ شرعاً محض حرام تھا ، اُس پر
جنہ حرام ، سخت حرام ، اگرچہ دو نہیں دو لاکھ دو لاکھ روغلاتیں ، جو حکم شرع کو بناوٹی بتائے اگر جاہل ہے سمجھایا جلتے ،
ورنہ اس پر لازم کفر ہے تو بہ کرے ، تجرید اسلام کرے ، اس کے بعد اپنی عورت سے نکاح حبیدید ،
یہی حکم اس کے ساتھیوں کا ہے ، یہ لوگ جب تک تائب نہ ہوں مسلمان ان سے میل جول نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے ،

وَمَا يَسِيْرُكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِ
مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ
اور کبھی شیطان تجھ کو بھلا دے تو یاد آسنے پر
ظالم قوم کے پاس مت بیٹھ (ت)

(۲) یہ عافیت خاص حکم شریعت ہے اور اس کے بناوٹی کئے والے کے ایمان پر خطرہ ہے
کما تقد مر انفا۔

(۳) ایسا شخص حرام خوار ، حرام کار ، مستحق عذاب پروردگار ، سزاوار عذاب نارس ہے ، تعزیر شرعی
یہاں کون کہے دے سکتا ہے یہی بس ہے کہ مسلمان اس سے یک لخت قطع تعلق کر دیں ۔

قال اللہ تعالیٰ لا تَرْکَبُوْا اِلٰی الذِّیْمِ ظَلَمُوْا
فَتَمْسُکُمُ النَّارُ
(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) ظلم کرنے والوں کی طرف میلان
نہ کرو کہ تم کو آگ فسخ کرے (ت)

(۴) ہرگز روا نہیں، اور ایسی خاطر طعن، وہ شرطیں جو ان سے کی جا رہی ہیں ان میں مسلمان کی نگرانی اس طرح کی ہو جیسی ہم نے بیان کی کہ وقت ذبح سے وقت خریداری تک کسی آن مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہو، ورنہ کافی نہیں، اور وہ بانے والے کا مسلمان ہونا کچھ ضرور نہیں، ذبح کرنے والا مسلمان چاہئے۔

مسئلہ ۳۲ از امامہ محلہ اورنگ آباد مدرسہ فضل حسینی صاحب سوم جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ

کیا قربانے میں علاقے دیں اس مسئلہ میں کہ جس شہر میں گوشت ہندو کھٹک فروخت کرتے ہیں، اور انتظام ذبح یہ ہے کہ گورنمنٹی ذبح بنا ہوا ہے، بعد ازاں ڈاکٹر انگریزی کے (عام اسس سے کہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم ہی اسی ذبح میں کل جانور ذبح ہوتے ہیں، کھٹک گوشت بنا کر بازار میں لاکر فروخت کرتے ہیں، ذبح پر ایک مسلمان جاتا ہے جس کی نسبت معلوم ہوا کہ ذبح وہی شخص کرتا ہے، اگرچہ عادت مستمرہ و طریقہ مقررہ تو یہی ہے، لیکن ممکن ہے کہ بخلاف ورزی اس حکم گورنمنٹی کے کوئی جانور خفیہ اپنے گھروں پر ذبح کر کے اس کا گوشت بھی اٹھیں جانوروں کے گوشت میں ملا کر فروخت کر لیں، چنانچہ ایسے مقدمات بھی ہوتے اور وہ لوگ سزا پاتے ہیں، شہادت اس امر کی کہ گوشت برفروخت ہو رہا ہے اس جانور کا ہے جس کا مسلمان نے ذبح کیا ہے بجز قول اس کافر کے جو گوشت فروخت کر رہا ہے، اور کوئی نہیں ہے، اور نہ وقت ذبح سے وقت فروخت تک بالاتصال وہ گوشت کسی مسلمان کے زیر نظر رہا، اگرچہ عادت معمولہ کے موافق کہا جاسکتا ہے کہ ذبح گورنمنٹی میں ذبح ہوا ہے، اور وہاں مسلمان معمولاً جاتا ہے، اور ایسے مقدمات بھی پیش آتے ہیں کہ بیمار دیشی وغیرہ بخوف ڈاکٹر کے معائنہ کے گھر پر ذبح کر لیتے ہیں، اور اس گوشت میں شامل کر لیتے ہیں، جو ذبح کے جانور جانوروں کا ہے، پس ایسی حالت میں اس ہندو کھٹک سے خرید کیا ہوا گوشت کھانا جائز و حلال ہے یا نہیں؟ بیٹنوا تو جبروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں اس سے گوشت کا خریدنا، کھانا، کھانا جائز ہے، کہ حیوان جب تک زندہ تھا حلال تھا، ذبح شرعی سے حلال ہو گا، اور انس کا حصول ثابت نہ ہوا، والیقین لایزول الشک (شک سے یقین زائل نہیں ہوتا۔ ت) اور وہ کافر غیر کتابی اگر کے بھی کہ یہ مسلمان کا ذبح ہے، تو یہ خبر مقصوداً امر دینت و حلت و حرمت میں ہے، اور ان امور میں کافر کی خبر محض باطل و نامعتبر۔ درمختار و ہدایہ و یسین ہندیہ وغیرہ عامہ کتب میں ہے،

خبر انکا فرما مقبول بالاجماع فی المعاملات مسائل میں بالاجماع کافر کی خبر مقبول ہے، دیات لافی الدیانات لے

میں مقبول نہیں۔ (ت)

مطبع مجتبیٰ دہلی

سہ درمختار کتاب الخطر والاباحہ

لا یقبل قول الکافر فی الدیانات الا اذا کان
قبول قول الکافر فی المعاملات یتضمن قبوله
فی الدیانات ، ثم تدخل الدیانات فی ضمن
المعاملات ، فیکبل قوله فیها ضرورة
رد المحتار میں ہے ،

الجواب ان قوله شریتہ من المعاملات ، و
ثبوت الحبل والمحرمة فیہ ضمنی ، فلما
قبل قوله فی الشراء ، ثبت ما فی ضمنہ
بخلاف ما یأتی ، وکم من شئ یثبت ضمنہ
لا قصداً۔

چیزیں غنا ثابت ہو جاتی ہیں وہ قصداً ثابت نہیں ہوتیں۔ (ت)
ولہذا اگر وہ لو کر کے کہ بائع مشرک تمہارے گوشت حرام ہوگا ، معلوم ہوا کہ بیچنے والے کا مشرک ہونا ہی
حرم گوشت کے لئے کافی ہے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے ،

قال اشتریت اللحم من کتابی فیحل ، او
قال اشتریتہ من مجوسی فیحرم
اسی نے کہا میں نے یہ گوشت کتابی شخص سے خرید
ہے ، تو حلال ہوگا ، یا اس نے کہا میں نے مجوسی
سے خریدا ہے ، تو حرام ہوگا۔ (ت)

ہاں جب تک وہ گوشت ذابح مسلم خواہ اور کسی مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہو تو اس مسلمان
اور نیز دوسرے کو اسی مسلم کی خبر پر کہ یہ وہی گوشت ہے جو مسلمان نے ذبح کیا ، خریدنا اور کھانا سب
جائز ہے کہ اب خبر مسلم ہے کہ کافر ، مگر وہ بخیر نقد ہو تو قلب پر اس کا صدق بنا شرط ہوگا ،

فی التویر بشرط المعدالة فی الدیانات و
یتحرى فی الفاسق والمستور۔ واللہ تعالیٰ اعلم
تنویر میں ہے دینی امور میں عدالت شرط ہے اور فاسق یا
مستور الحال شخص کی خبر میں غور و فکر کیے ، واللہ تعالیٰ اعلم

لے فتاویٰ حنیفہ بحوالہ مبین الحقائق کتاب الکراہیۃ ابواب الاول ذرا فی مکتبہ نیشادور ۳۰۸/۵
لے رد المحتار کتاب المحظر والاباحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۱۹/۵
لے درمختار " " " " مطبع مجتہدی دہلی ۲۳۴/۲
لے درمختار شریع تنویر الابصار " " " " " " ۲۳۴/۲

مسئلہ ۱۳۳، رجوم الحرام ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسلم نے گو سفند ذبح کیا ہوا اپنے ایک ملازم غیر کتابی کے ہاتھ مکان کو بھیجا اور آئندہ ذبیحہ نے یہاں کھا کر یہ ذبیحہ فلاں شخص ملنے بھیجا ہے، کھانا اس کا مسلمان کو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر قرآن کی تفسیر اُس کافر کے اس قول میں شک نہ پیدا نہ ہو، ظن غالب اُس کے صدق ہی کا ہو تو مسلمان کے لئے اُس ذبیحہ کے کھانے میں کوئی حرج نہیں کہ ہر یہ لانا از قبیل معاملات ہے، اور معاملات میں کافر کی بات مقبول، اور جب یہ مان لیا گیا کہ یہ ذبیحہ فلاں مسلم کا بھیجا ہوا ہے، تو اس کے ضمن میں حلت بھی مسلم ہو گئی، اگرچہ ابتداء حلت، ثبوت، طہارت، نہاست وغیرہ امور خالصہ دینیہ میں کافر کا قول مقبول نہیں، چاہے یہ میں ہے۔

جس نے اپنا مجوسی مزدور یا خادم گوشت خریدنے بھیجا تو اس نے واپس آکر کہا میں نے یہودی یا نصرانی یا مسلمان سے خریدا ہے تو مزدور یا خادم کا خریدا ہوا یہ گوشت کھانا جائز ہے کیونکہ معاملات میں کافر کا قول مقبول ہے۔ (د)

من ارسل اجیرا له معجوسیا او خادما فاشتری لحما فقال اشتریتہ من یرہودی او نصرانی او مسلمہ وسعہ احکامہ لان قول الکافر مقبول فی المعاملات الخ۔

تبیین الحقائق و درمختار میں ہے :

المعاملات یقبل فیہا خبر کل میزحرا کان او عبدا مسلما کان او کافرا، کبیرا او صغیرا لعموم الضرورة فان الانسان قلما یجد المستحکم لشراط العدالة لیعاملہ او یستعملہ او یبعثہ الی وکلائہ ونحو ذلک، ولادلیل مع السامع یعمل بہ سوی الخیر الخ۔

معاملات میں ہر باتمیز شخص کی بات مقبول ہے، وہ آزاد ہو یا غلام، مسلمان ہو یا کافر، وہ بڑا ہو یا نابالغ ہو کیونکہ ضرورت عام چیز ہے جسبکہ انسان معاملہ یا خدمت لینے یا اپنے وکلاء کے پاس بھیجنے کے لئے شرائط عدالت پر فوراً اترنے والے کو بہت کم پاتا ہے اور سامع کے پاس خبر کے علاوہ کوئی دلیل نہیں ہوتی جس پر عمل کیا جائے۔ (د)

کتاب الکراہیۃ فصل فی لولک والشرب مطبع ریسنی مکتبہ م ۵۱/م

المطبوعۃ الکبریٰ الامیریہ بوقت مصر ۱۲/۶

لہ الہدیۃ

ملکہ تبیین الحقائق

عالمگیری میں ہے :

معاملات میں ایک شخص کی بات قبول کی جائے گی خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر ہو تاکہ حرج کو ختم کیا جاسکے اور معاملات میں سے مضاربت اور ہیرہ و غیرہ کا قاصد بنانا اور تجارت کی اجازت دینا بھی ہے۔ اسی طرح کافی میں ہے (مختصات) :

يقبل قول الواحد في المعاملات مسلماً
كانت او كافراً ، دفعاً للحرج ، ومنع
المعاملات النوكالات والمضاربات والمهالات
في الهدايا ، والاذن في التجارات ، كذا
في الكافي آدم ملخصاً .

نیز تبیین میں ہے :

تجب اس میں باتمیز شخص کی بات قبول ہے تو اس کے ضمن دالی دینی چیز بھی اس کی قبولیت سے ضرورۃً ضمن میں قبول ہوگی اور اس نے بھی کہ کوئی معاملہ بھی دینی امر سے خالی نہیں ہوتا ، تو اگر وہ معاملہ میں ضمان ثابت نہ ہو تو حرج کا باعث ہوگا جبکہ بہت سی چیزیں ضمان ثابت ہوتی ہیں اور قصداً صحیح نہیں ہوتیں ، اس کے برخلاف مقصود و نیت کہ وہ ضمان صحیح نہیں ہوتے (مختصات) :

فلذا قبل فيها قول الميز وكان في ضمن قبول قوله
فيها قبوله في الديانات يقبل قوله في
الديانات ضمناً ضرورة ، وكذا من شئ
لا يصح قصد ايضاً ضمناً ولأن كل معاملة
لا تخلو عن ديانة ، فلو لم يقبل فيها في
ضمن المعاملات لادى الى الحرج ، بخلاف
الديانات المقصودة آدم (مختصات) .

ہاں اگر نظر قرآن اس کی بات میں شک پڑے ، کچھ فریب معلوم دے ، تو ہرگز نہ کھائے کہ
ذبحہ کی علت مشکوک و موبہم بات سے ثابت نہ ہوگی ،

کیونکہ جانور جب تک زندہ ہے کھانا حرام ہے
وہ صرف شرعی طریقے سے ذبح کرنے سے حلال
ہوتا ہے تو اصل کے خلاف وارد ہونیوالی چیز شک
سے ثابت نہ ہوگی۔ (دست)

فإن الحيوان ما كان حياً كان حراماً ، وانما
يحصل بذبح مشورع فلا يثبت الطهارة
بالشك .

در مختار میں ہے :

يقبل قول المملوك ولو انشئ ، والصبي ، وفي
الهدية ، و قيد ، في السراج بما اذا غلب
على رائته صدقهم احد مختصا .

غلام عورت ہو یا بچہ جو اس کی بات قبول ہوگی
چہر میں اور کہ اس بات کو سراج میں اس قید سے
مقید کیا ہے کہ اس کی رائے میں اس مملوک غلام کی
سچائی غالب ہو اور مختصا . (ت)

روا مختار میں ہے ،

ثم قال كافي المنع وان لم يغلب علم
سأيه ذلك لم يسعه قبوله منهم ، لان
الامر مشتبه عليه اه ، قال الا تقتضي
لان الاصل انه محجور عليه ، والاذن
طاري ، فلا يجوز اثباته بالشك الخ . والله
سبحنه وتعالى اعلم وعلمه جل مجدا
اتم واحكم .

پھر مخ میں کہا کہ اگر اس کی سچائی پر قلبہ ظن نہ ہو
تو پھر اس کی بات کو قبول کرنے کی بھی نیش نہیں ہے
کیونکہ معاملہ اس پر مشتبہ رہے گا اور ، اتقانی نے
کہا کہ اصل منافعت ہے اور اجازت بعد والی چیز
ہے ، لہذا شک کے ساتھ اجازت ثابت نہ ہوگی
واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدا
وامکم . (ت)

مسئلہ ۳۱۳۲ از ضلع لاہور ، مقام چوٹیا ، مستور الازار الحق ، بروز چہار شنبہ
بتاریخ ۱۳ صفر المظفر ۱۳۲۲ھ

اس شہر میں سلال خوری یعنی چوہرے درپردہ گائے ذبح کر کے گوشت فروخت کرتے ہیں ، بعض
مسلمان ان سے خرید لیتے ہیں ، اگر ان سے منع کیا جائے تو زید کہتا ہے کہ مولوی عبدالحی کے فتاویٰ میں لکھا ہے
اگر جانور کو مسلمان ذبح کرے اور فروخت کا ذکر نہ ہو تو کھانا جائز ہے ، جب شریعت جائز کرتی ہے تو
تم کیوں نفرت کرتے ہو ، یا حضرت ! چوہرے سے گوشت کھانا مسلمان کو بہت بُرا معلوم ہوتا ہے ،
بولے مہربانی تحریر فرمائیں کہ اگر جائز ہو تو نفرت نہ کی جائے ، فقط .

الجواب

گوشت میں اصل کہ جانور مثلاً گائے جب تک زندہ ہے اس کا گوشت حرام ہے ، اگر کوئی
مکملہ اکاٹ یا جانے مردار اور حرام ہوگا تاہیں من ہی فهو میت (زندہ جانور سے گوشت کھانا تو حرام ہے)

حلت ذکات شرعی سے ثابت ہوتی ہے، تو جب ذبح شرعی معلوم و متحقق نہ ہو تو حکم حرمت ہے، کافر نے مسلمان سے اس ذبح کرائی اور قبل اس کے کہ مسلمان کی نگاہ سے غائب ہو انھیں سے خرید لیا، یہ جائز ہے، اور اگر مسلمان نے ذبح کیا اور اس کے بعد جانور اس کی نظر سے غائب ہو گیا اور کافر گوشت اس کی حلت و طہارت کرنا چاہتا ہے۔

اور حلت و حرمت و طہارت و نجاست خالص امور دیانت ہیں، اور امور دیانت میں کافر کی خبر محض نامعتبر۔

قال الله تعالى لن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلاً. اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہرگز کافروں کو المؤمنین میں سبیل نہ دے گا۔ (ت)

مسلمان اس کے گوشت کی خریداری سے نفرت و اعراض کرتے ہیں، بہت صحیح و بجا ہے، یہی حکم شرع ہے، بلکہ چوہرے چار اگر مسلمان سے ذبح کرائیں اور ہنوز نگاہ سے غائب نہ ہو جب بھی خریدنا نہ چاہتے جبکہ قلوب اس سے متفر کرتے ہوں،

قال صلى الله تعالى عليه وسلم: لا تشركوا ولا تنقضوا. وعنہ صلى الله تعالى عليه وسلم: اياك وما يتخذ رمنه فان الخبز لا يتخذ رمنه. وعنہ صلى الله تعالى عليه وسلم: اياك وما يتخذ رمنه. وهذا فصلنا في فائنا
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے، بشارت دینے والے بنو اور نفرت پیدا نہ کرو۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے، باعثِ خدر سے بچو جبکہ خبر باعثِ خدر نہیں ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے، کانوں کو تکلیف نہ بات سے بچاؤ۔

عہ اصل میں اسی طرح ہے، مگر ہونا اس طرح چاہئے، اور کافر گوشت خوردش اس کی حلت و طہارت ثابت کرنا چاہتا ہے۔ عبد المنان عظمیٰ

سہ القرآن الکریم ۳/ ۱۳۱

سہ صحیح البخاری کتاب العلم باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقولہم بالموظنۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

سہ المستدرک للحاکم کتاب التقائق دار الفکر بیروت ۳/ ۲۲۶

کشف الخفاء للعجلونی حدیث ۸۶۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۳۶

سہ مسند احمد بن حنبل بقیۃ حدیث ابی القادریہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۷۶

کشف الخفاء للعجلونی حدیث ۸۶۶ و ۸۶۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۴۶

بتوفیق اللہ تعالیٰ - واللہ تعالیٰ اعلم۔ اسے ہم نے توفیق الہی اپنے فتاویٰ میں تفصیل سے

بیان کر دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۵ از راتر ڈاک خانہ جاتی تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی

مرسلہ قاضی تاج محمود صاحب ۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ

مذکورہ شدہ مالک کو دستیاب ہو جائے، ذابغ نامعلوم ہے، کیا یہ مذکورہ حلال ہوگی

یا نہیں؟

الجواب

حلال ہے، مگر جب کہ اس مکان کا محل ہو کہ ذابغ مرتد یا مشرک یا مجوسی ہے، علی و شامی علی الدین

۱۹۰۱ ان یقال ان کان الموضع مما یسکنہ او یہ کہنا بہتر ہے، ایسا موضع جہاں مجوسی رہتا ہو یا وہاں

یسکن فیہ مجوسی لایوکل و الا اکل ولا یعترض اس کا کھانا جانا ہو تو وہاں کا نہ کھایا جائے ورنہ کھایا

یثان ترک القمیۃ عدا، فان هذا مہمور جائے، اور قصداً بسم اللہ کو ترک کی صورت پر اعتراض

لایعارضہ الا بحکم اللہ واللہ تعالیٰ اعلم۔ نہ کیا جائے کیونکہ یہ احتمالی مہموم ہے جو راجح احتمال

کا متقابل نہیں بن سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۶ از موضع بکاجی والا، علاقہ جاگل، تھانہ ہری پور، ڈاکخانہ کوٹ نجیب اللہ خاں

مرسلہ مولوی شیر محمد ۲ رمضان ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کہ اگر کوئی شخص کسی کی بکری یا اور کوئی حلال جانور چراگ ذبغ کرے

تو وہ جانور اس کے ذبغ کرنے سے حلال ہو جائے گا یا نہیں؟ اور اس کا کھانا کیسا ہے؟ اور اس ذبغ کو قبول

کرنے کیا حکم ہے؟ بیتنا قوجروا۔

الجواب

یہ شخص ملک غیر میں ہے اس کی اجازت کے تصرف کرنے سے گنہگار ہوا، مگر اگر یہ ذبغ کو نیکو اہل ذبغ

سے اور تکبیر اس نے قصداً ترک نہ کی تو جانور کا ذبیح صحیح ہو گیا یہاں تک کہ اگر یہ جانور مالک نے خاص قولی

کے لئے خرید یا تھا اور اس شخص نے پیام قربانی میں اپنی طرف سے ذبغ کر لیا، اور مالک نے یونہی ذبغ کیا ہوا

اس سے لے یا تو مالک کی قربانی ادا ہوگی، اور اگر مالک نے تاوان لے لیا تو ذابغ کی قربانی ادا ہوگئی، اور اگر

کوئی شخص کسی جانور چوری یا غصب سے لے کر ذبح کرے، اور ابھی پکانے یا پھونکنے نہ پایا ہو، تو مالک کو اس کا لے لینا اور خود کھانا حلال، اور چنے وہ اجازت دے اسے بھی حلال، ہاں بے اس کی اجازت کے ذبح کرنا حلال نہ خود کھا سکتا ہے نہ دوسرے کو کھلا سکتا ہے، اسے حرام ہے جب تک اس کا تعاون ادا نہ کرے، یہ حرمت تعلقی حق غیر کے سبب ہے نہ اس وجہ سے کہ ذبح صحیح نہ ہوا، جس طرح ذایع کے پکا لینے یا بھوننے کے بعد مالک کو اس کے لے لینے کا اختیار نہیں کہ اب ذایع اس کا مالک ہو گیا، اصل مالک کو صرف تعاون لینے کا اختیار رہا، جب یہ تعاون لے لے گا ذایع کو اس کا کھانا حلال ہو جائے گا۔ درختار میں اسباب سے ہے،

لو شراها بنية الاضحية فذبحها غيره
بلاذنه، فان اخذها مذبوحة ولم يضمنه
اجزائه، وان ضمنه لا تجزئه وهذا اذا ذبحها
عن نفسه، واما اذا ذبحها عن مالكها
فلا ضمان عليه
اگر قربانی کی نیت سے بکری خریدی تو کسی دوسرے
شخص نے اس کی اجازت کے بغیر اسے ذبح کر دیا
تو اگر مالک نے وہ ذبح شدہ بکری بکری بکری اور اس
سے ضمان نہ لیا تو مالک کی قربانی جائز ہوگی اور اگر
ضمان لیا تو قربانی جائز نہ ہوگی، یہ اس صورت میں
ہے جبکہ ذبح کرنے والے نے اپنی طرف سے جانور ذبح کیا ہو اور اگر اس مالک کی طرف سے ذبح کیا تو
اس پر ضمان نہ ہوگا۔ (ت)

عالمگیری میں محیط سرخسی سے ہے،

من ذبح اضحية غيره عن نفسه بغير امره،
فان ضمنه المالك قيسها بجهوز عن الذابح
دون المالك، لانه ظهر ان الراقه حصلت
على منكه وان اخذها مذبوحة تجزئ
عن المالك لانه قد نواها فليس يفرض ذبح
غيره لها
کسی شخص نے غیر کی قربانی کو اپنی طرف سے اس کی
اجازت کے بغیر ذبح کر لیا تو مالک نے اس کو جانور
کی قیمت کا ضامن بنایا تو وہ قربانی ذبح کرنے والے
کی طرف سے ہوگی مالک کی نہ ہوگی کیونکہ واضح ہو گیا
کہ ذبح کرنے والے نے اپنی طرف سے قربانی
دی ہے اور اگر مالک نے ذبح شدہ کو لے لیا تو قربانی
مالک کی جانب سے ادا ہوئی کیونکہ اس نے قربانی کی نیت کر رکھی تھی تو غیر کا ذبح کرنا مضر نہ ہوگا۔ (ت)

تو یہی ہے،

ان غصب و غیر قرالی اسبہ و اعظم منافعہ
ضمہ و ملکہ بلا حل انتفاع قبل اداء ضمانتہ
کذب شاق و طبعها او شیعہ ام مخلصا۔
ادائیگی سے قبل اس کو انتفاع ملال نہ ہوگا مثلاً ذبح کر کے پکایا یا بھون لیا تو مالک ہو جائے گا اور ضمان کی
اسی میں ہے ۱

ذبح شاق غیر طریحہا للمالك علیہ ، و اخذ
قیمتہا و اخذھا وضمتہ نقصانہا۔
ردالمحتار میں ہے ۱

لانہ اتلاف من وجہ لفوات بعض المنافع
لأنحل والدور والنسل وبقاء بعضها وهو
الحکم ، درر۔
کیونکہ یہ میں وجہ اتلاف ہے حاملہ ہونے ، دودھ اور
نسل کے اعتبار سے اور من وجہ باقی ہے گوشت
کے اعتبار سے ، درر۔ (ت)

اسی طرح چرایہ وغیرہ میں ہے ۱
فظهر ان ما وقع فی أخذ الصيد من الدور
المختار، بما نصه و رأیت بخط ثقة
سرق شاق فذبحها بتسمیة فوجد
صاحبها هل توکل ، الاصح لا ، لکفره
بتسميته علی الحرام القطع
بلا تملک ولا اخذ شرعی او
فی حرام او فغیر معتتمد
ولا محسوس ، لمخالفته لما

تو در مختار کے باب الصيد کے آخر میں جو واقع ہے
وہ غیر معتد اور غیر محرر ہے ، وہ عبارت یہ ہے ۱
میں نے ثقہ عبارت میں پایا کہ کسی نے بکری چوری
کر کے ذبح کر لی اور اس پر بسم اللہ پڑھی تو مالک
تاراض ہوا ، کیا وہ کھائی جائے گی ؟ (جواب) اصح
یہ ہے کہ نہ کھائی جائے ، کیونکہ حرام قطعی پر بسم اللہ
پڑھنے سے کفر یعنی کفر بتار پر ، ملکیت اور اذن
شرعی کے بغیر یہ عمل برا ، آہ ، اس کو واضح کیا جائے

لے و لکے در مختار شرح تنویر الابصار کتاب الغصب مطبع مجتبیائی دہلی ۲۰۶/۲
لکے ردالمحتار دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۲۳/۵
لکے در مختار کتاب الصيد مطبع مجتبیائی دہلی ۲۶۴/۲

یہ اس لئے غیر معتبر ہے کہ رد المحتار اور دیگر عام کتب مذہب کے یہاں کے خلاف ہے، اور اسی لئے رد المحتار میں فرمایا اس کا خلاف معتبر علیہ ہے اس پر دلیل فقہار کا یہ قول ہے کہ غصب شدہ بکری کی قربانی صحیح ہے، اور امانت بکری کے متعلق اختلاف کیا، اور اسی لئے سنا کانی نے فرمایا میں کہتا ہوں کہ یہ غصب میں بیان شدہ کے خلاف ہے اور قربانی کے بیان سے بھی مخالف ہے، رد المحتار کا بیان ختم ہوا۔ اقول (میں کہتا ہوں) اس کی تائید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے کہ مالک کی امانت کے بغیر ذبح شدہ بکری حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کی گئی اور آپ کو واقعہ بتایا گیا تو آپ نے وہ گوشت نہ کھایا اور آپ نے وہ گوشت قیدیوں کو دے دینے کا حکم فرمایا۔ (انہ تاملے العلم دت)

قال رد المحتار عامة معتقدات المذهب، ولذا قال في رد المحتار المعتمد خلافة بدليل قولهم بضممة التصحية بشاة الغصب، واختلافهم في صحتها بشاة الوديعه ولذا قال السائحاني، اقول هذا يتنافى ما تقدم في الغصب، وفي الاضحية فلا يقول عليه ما في رد المحتار، اقول و يؤيد حديث شاة ذبحت بغير ذن ما لكها، وقد مت للنسبي صلى الله تعالى عليه وسلم فاعبر بذلك لحسها، فلم يتناول منه و امنر بعملة الى الاسارى - والله تعالى اعلم - والسلام کی خدمت میں پیش کی گئی اور آپ کو واقعہ بتایا گیا تو آپ نے وہ گوشت نہ کھایا اور آپ نے وہ گوشت قیدیوں کو دے دینے کا حکم فرمایا۔ (انہ تاملے العلم دت)

مسئلہ ۱۳۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اسی مسئلہ میں کہ اگر کسی کافر نے ایک بکری پر اہلال بغیر اللہ کیا، اور بنام خدا ذبح کرنا چاہا، پھر کسی کے کھنے سے ذبح موقوف کر کے ایک شخص کو بہرہ کر دیا نہ کہ اسے بغیر کے نام پر بلکہ جیسے آپس میں ایک دوسرے کو بہرہ کرتے ہیں، آیا مہرب لہ کہ خدا کے نام پر ذبح کر کے کھانا اُس کا جائز ہے یا نہیں؟ بیئتوا توجروا۔

الجواب

هذا التحقيق كريمة ما اُھل بہ لغیر اللہ في اہلال وقت ذبح مقصود، یعنی اُس وقت اگر نام بغیر لیا گیا حرام ہے، اس میں پر آیت کریمہ کو صورت مسئلہ سے کچھ علاقہ ہی نہیں، اور بعض نے جو پیش از ذبح جانور پر نام غیر خدا پکار دیا نام اور کھا، اُن کے نزدیک بھی استمرار اُنسی کا تادم ذبح شرطِ حرمت ہے، استدلال

شاہ عبدالعزیز صاحب کاحدیث ملعون من ذبح لفیہ اللہ (جس نے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا وہ ملعون ہے۔ ت) اور عبارت پیش پوری :

اجمع العلماء لو ان مسلما ذبح ذبیحة و قصد
 بذبحہا التقرب الی غیر اللہ صار ملعونا
 ذبیحة ذبیحة من تدانہ

علماء کا اجماع ہے کہ اگر مسلمان نے جانور کو غیر اللہ
 کے تقرب کے لئے قصدا کرتے ہوئے ذبح کیا تو وہ
 مرتد ہو جائے گا اور اس کا ذبیحہ مرتد کے ذبیحہ کی

طرح ہوگا۔ (ت)

میں اس کا صاف مؤید ہے، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جب ایک بار اُس پر نام غیر خدا کا پکار دیا گیا جس العین ہو گیا
 اب اگرچہ وہ نیت جاتی بھی رہے اور وقت ذبح تقرب الی اللہ ہی مقصود ہو اور نام بھی خدا ہی کا لیا جائے
 حرام رہے گا، حالانکہ علت حرمت مرتفع ہوگئی اور ارتقا باج علت کو ارتقا باج معلول لازم۔ شاہ صاحب اپنی
 تفسیر میں فرماتے ہیں :

اگرے ذکر نام خدا براں جانور وقتے فائدہ می دہد
 کہ تقرب بغیر خدا از دل دور کردہ ، و خلاف آن
 شہرت اذ و آواز دیگر ہند کہ ما ازین کار بر کشیم

اس عبارت سے صاف ظاہر کہ اگر بعد اہلال للغیر و نیت خاصہ زائل ہو جائے تو جانور قطعاً
 حلال ہے، خصوصاً صورت مستورہ میں کہ یہاں تو وہ بکرا صاحب اہلال کی ملک ہی نہ رہا دوسرے شخص کا
 ملک ہو گیا، کیا صرف ایک بار غیر خدا پکار دینے سے اس میں وہ حرمت ابدی و نجاست سرحدی آگئی کہ
 اب اگرچہ وہ نیت بھی جاتی رہی، اور اہلال للغیر بھی موقوف ہو جائے بلکہ جانور صاحب اہلال کی ملک بھی
 نہ رہے، اور مالک ثانی خاص خدا کے نام پر ذبح کرے، بایں ہمہ اس کی حرمت نہ جائے، یہ امر
 بالبداہتہ باطل، اور اس بکرے کی حکمت میں باتفاق فریقین کوئی شبہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و حکم
 عز اسمہ احکم۔

۶۱۰	ص	مطبع مجتہبی دہلی	تحت آیہ ۲/۱۷۳	فتح العزیز (تفسیر عزیزی)	۶۱۰
۶۱۱	"	"	"	"	"
"	"	"	"	"	"

مسئلہ ۱۳۸

۱۳ رمضان المکرم ۱۳۱۳ھ

جنگل میں صبح کے وقت بیل نہ بوجھ پایا، مگر ذابح معلوم نہیں کہ کافر ہے یا مسلمان، مگر مسلمان ہے تو بسم اللہ اللہ اکبر کہی ہو یا نہ، کیا یہ مذکور حلال ہے یا حرام؟ اگر حلال ہے تو یہ جزیہ کون سی کتاب میں ہے اور کون سے باب میں ہے یا ما اهل به لغير الله میں داخل کیا جائے کون سی دلیل کے ساتھ؟ بیٹو اتوجروا

الجواب

ان بلاد میں کہ مومن اور کافر، مشرک و غیر مشرک، زندیق ہر قسم کے لوگ رہتے ہیں، ایسا نامعلوم الحال ذبیحہ حلال نہ سمجھا جائے گا،

کتابینہ فی الدار المختار و در المختار من
آخر الصید فر اجمعہما و فیہ تفصیل لا یعدو
ما قلناہ - واللہ تعالیٰ اعلم۔

جیسا کہ در مختار اور رد المحتار کے باب الصید کے
آخر میں اس کو بیان کیا ہے تو دونوں کتب کی
طرف رجوع کرو اور اس میں تفصیل ہے جو ہمارے
بیان کردہ سے قائم نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۹ از بریلی محلہ بہاری پور مستولہ عبدالرشید خاں ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۳ھ

اور در صاحب کا مرقعہ کرنا کیسا ہے، اور کھانا اس کا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جو ہا فر مسلمان نے اٹھ کا نام لے کر ذبح کیا اور اٹھ عزوجل کے لئے اُس کی جان دے وہ حلال ہے،
مرغ مزار پر لے جانا نہ چاہئے نہ مرغ کی خصوصیت ضروری سمجھنا چاہئے، جو ذبح جہاں ہو اٹھ کے لئے کرے ان کا
ثواب ان کی روح کو پہنچا دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۰ مستولہ افوار الحق، چوئیاں ضلع لاہور بروز یکشنبہ بتایہ ۱۰ رجب الاول شریف ۱۳۲۲ھ

فتاویٰ شاہ عبدالعزیز صاحب کا حنفی المذہب کے مطابق ہے یا کہ نہیں، اور نیز اس میں لکھا ہے
کہ پیر کے نام کا بکرا حرام ہے خواہ بوقت ذبح تکبیر کہی جائے، اب اسے وارث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! تحریر
فرمائیے کہ شاہ صاحب اس مسئلہ میں غلطی پر ہیں یا یہ کہ اس فتاویٰ کی عبارت سمجھنے میں غلطی ہے، اس

لہ القرآن الکریم ۱۴۳/۲

۲۶۴/۲

مطبع مجتہائی دہلی

کتاب الصید

۱۴۳ در مختار

۳۰۶/۵

دار احیاء التراث العربی بیروت

~

۱۴۳ رد المحتار

فتوے کی تمام عبارت و دہن ورق پڑھ کر تحریر فرمائیں اور نیز حضور نے کئی دفعہ پڑھا بھی ہوگا۔

الجواب

اس مسئلہ میں حق یہ ہے کہ نیت ذابح کا اعتبار ہے اگر اس نے اراقہ دم تقریاً الی اللہ کی اور وقت ذبح نام الہی لیا جائے تو بعض قطعی قرآن عظیم حلال ہو گیا۔

قال اللہ تعالیٰ ما لکم ان لا تأکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ ^۱ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تمہیں کیا ہوا کہ تم اسے نہیں کھاؤ جس پر اللہ کا نام پکارا گیا (ت)

تفصیل فقیر کے رسالہ قبل الاصفاء میں ہے، شاہ صاحب سے اس مسئلہ میں غلطی ہوئی، اور وہ نہ فقط فتاویٰ بلکہ تفسیر عزیزی میں بھی ہے، اور نہ ایکسٹن کا فتاویٰ بلکہ کسی بشر غیر معصوم کی کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں سے کچھ متروک نہ ہو۔ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں،

کل ما خوذ من قوله و مردود علیہ الا ^۲ یہ تمام حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا صاحب ہذا القبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم و اللہ تعالیٰ اعلم۔ ہر ایک اپنے قول پر ماخوذ ہو گا اور قول کو اس پر روکنا جائز ہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۴۹ از رام گڑھ سیٹھاں، علاقہ سیکر شجادی، مدرسہ فورافہ اسلام، مسئلہ عبد العزیز

۱۹ ذی القعدہ ۱۳۴۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ پیروں کا بکرا ہوتا ہے یا نہیں؟ بقیۃ التوجہ وادار۔


الجواب

فہم اللہ عز وجل کے نام پر کیا جائے اور ثواب پیروں کو پہنچایا جائے، اس میں حرج اس کے ہونے میں حرج۔ مسلمان یہی کہتے ہیں اور یہی ان کا مقصد ہوتا ہے، اس کے خلاف کچھ بدگمانی ہے۔ کسافی الدر المختار (جیسا کہ درمختار میں ہے۔ ت)، اور یہ بدگمانی حرام ہے، کسافی القرآن العظیم (جیسا کہ قرآن عظیم میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۵۰ از ریاسی، ریاست جرج، مولانا امام الدین گادڑ مرسل پرستہ قلام شاہ کشمیری، ۱۳ صفر ۱۳۳۱ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک بکری کو شیر یا چیتے نے گلے سے

کچڑا اور خون پینے کے لئے رگوں کو چھید ڈالا یا سناٹا^{۲۹}، اور بکری زندہ ہے، اگر ذبح کی جائے تو حلال ہو سکے گی یا نہیں؟ اور کثیر اور پونچھ کے صفی عدم حلت کا فتویٰ دیتے ہیں کہ کہتے ہیں کہ وجیز اور فتادی عالمگیری میں ایسے جانور کو حرام لکھا ہے،

شاة قطع الذائب اود اجها لا تحل بالذکوة
بھڑیے نے بکری کی اوداج (گلے کی رگیں) کاٹ
دی ہیں اور ابھی زندہ تھی کہ ذبح کر دی گئی تو حلال
نہ ہوگی۔ (ت)

سناستہ لکھتے ہیں، اور نیز لکھتے ہیں کہ چار رگیں کاٹنی فرض تھیں وہ شیر نے کاٹ ڈالیں، حالانکہ شیر رگیں بالکل نہیں کاٹا صرف انھیں بیچ میں سے چھید ڈالتا ہے، مثلاً رگ کی اصل صورت یہ ہے،
ذخی اس طرح  کر دیتا ہے، بلاوقات دہی رگوں کو دانت مارتا ہے، موافق مذہب
امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ باب ارشاد فرمایا جائے، اگر (دو طرفہ) عقدہ تو بیٹھے اور سب ذبح
کھا جائے، تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟ بتینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب (کتاب سے بیان فرمائیے
یوم حساب اجر دے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے،

عہ ایضا قرآن مولوی محمد مرتضیٰ از بلکوٹ، ڈاکخانہ
اوڈی، ریاست کشمیر کہ در تفسیریم مقطوع الاوداج
من السبع بود ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ ایسی عبارت
نوشته شد فی الواقع اگر درندہ محسل ذبح کہ
ما بین البتہ والحمیہ تست و دیا بیشتر اوداج
را برید کہ اتصال آنہا جدا یا سینہ
منقطع شد حال ذبح نتوان شد
نیز مولوی مرتضیٰ از بلکوٹ، ڈاکخانہ اوڈی، ریاست
کشمیر نے درندہ کی قطع کردہ اوداج (گلے کی رگیں)
پر جانور کو حرام قرار دینے کا فتویٰ ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ
کو دیا، وہ عبارت یہ ہے، اگر فی الواقع درندہ
نے مقام ذبح جو لہ اور لحمیہ کے درمیان ہے، میں
دو یا زیادہ اوداج کو کاٹ دیا ہو کہ ان کا اتصال
دماغ یا سینے سے منقطع ہو گیا ہو ایسی صورت میں
(باقی اگلے صفحہ پر)

لہ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ الوجیز کتاب الذبائح الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۲۹/۵
فتاویٰ جازئیہ علی ہاشم الفتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳۸/۶

حُرْمَتِ عَلَیْکُمُ الْبَيْتِ وَالسَّامِ وَالْحِمَمِ
الْمُخْتَصِرِ وَمَا أَهْلُ الْغَيْرِ إِلَّا لِلَّهِ بِهِ وَالْمُتَخَفَّةِ
وَالْمَوْقُوفَةِ وَالْمُتَرَدِّیَةِ وَالنَّطِیْحَةِ وَمَا أَكَلَ
السَّبْعُ إِلَّا مَا ذَكَّیْتُمْ لَہٗ

تم پر حرام کیا گیا مردار اور خون اور سوز کا گوشت
اور جس کے ذریعے میں غیر حسد کا نام لیا گیا، اور
مکلا گھونٹی، اور لٹھیوں سے ماری، اور آپس سے
مکرنے والی، اور جسے کسی نے سینگ مارا، اور
درندہ کی کھائی ہوئی، مگر جسے تم ذبح کر لو۔

یہ استدثار تمام مذکورات کی طرف راجع ہے جس سے متعلق ہو سکتا ہے، ظاہر ہے کہ خون اور گوشت
ذبح نہیں ہو سکتے، عجب نہیں کہ اضافہ لفظ لحم میں یہی حکمت ہو کہ صلاحیت استدثار نہ رہے، اور مردار
اور جو ایک بار ذبح ہو چکی صالح ذبح نہیں، بھلا اللہ تعالیٰ یہاں سے دہا بیہ کاندہ ہو گیا مَا أَهْلٌ سِوَاہِ لَہٗ اگر مَا ذَبَحَ
مراد لیتے ہیں جیسا کہ یہی حق اور یہی تفسیر با اثر ہے، تو قبل ذبح کسی کا نام پکارنے سے کیوں حرام بتاتے ہیں اور مطلق پکارنا
مراد لیتے ہیں، تو جب اسے نام نہ پکارا ہو تو ذبح کیا گیا کیونکر حرام کہتے ہیں حالانکہ اللہ عز وجل فرماتا ہے، إِلَّا مَا ذَكَّیْتُمْ
(مگر جسے تم ذبح کرو۔ ت) جیسا کہ یہی حرام ہیں مگر جسے تم ذبح کر دو وہ حلال ہے۔ پہلی صورت میں تو یہی تھا کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بِقَرَاتِ مَحَلِّہٖ لِسِ الْأَمَّا ذَكَّیْتُمْ صَادِقِ نَبَاہِ آرہے اگر
دندان زدہ رنگ یا قد سے شکافہ است کہ خرق باشد
نہ قطع یا در غیر محل مذکور چنانکہ در سریا بر صدر و جرد و
ہنوز زخمہ است آن ذبح کردہ شدہ حلال می شود
بقیہ محمل الذی یجوز فی قولہ تعالیٰ الا
مَا ذَكَّیْتُمْ تحقیق و تفصیل اس مسئلہ در فتاویٰ فقیر
جلد ہفتم کتاب الذبائح است۔ و باللہ التوفیق
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علَّمہُ جَلَّ جَلَدُہٗ
اتم واحکم۔

وہ جانور ذبح کے قابل نہ ہو گا کیونکہ ذبح کا محل فوت
ہو گیا، پس قرآن کا حکم الا مَا ذَكَّیْتُمْ صَادِقِ نَبَاہِ
ہاں اگر دلوں کو زخم ہو اور وہ قد سے پھٹ گئی ہوں
اور محل قطع نہ ہوئی ہوں یا محل ذبح مذکور کے غیر شلہ
سریا سینہ کو درندہ سے نہ کاٹ دیا اور زخمی جانور
ابھی زندہ ہو اور ذبح کر لیا گیا تو حلال ہو گا کیونکہ ذبح
کا محل باقی تھا تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد الا مَا ذَكَّیْتُمْ میں
داخل ہو گا۔ اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل ہمارے فتاویٰ جلد ہفتم
(جو کراہی میں ہے) کتاب الذبائح میں ہے، توفیق

اللہ تعالیٰ سے ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علَّمہُ جَلَّ جَلَدُہٗ اتم واحکم۔ (ت)

بغیر خدا کے بتائے وہ بائیس نے اپنی طرف سے حرام کر دیا، اور دوسری صورت جو خود وہاں پر لیتے ہیں اس سے بھی سنت تر ہے کہ جسے اللہ عزوجل نے حلال بتایا اسے حرام بناتے ہیں، واللہ اعلم بالصواب، پانچ اشیا سے باقی ماندہ میں جو مرگتی صلیغ ذبح نہ رہی، اور جس میں کچھ بھی حیات باقی ہے اگرچہ کتنی ہی خفیف ہو، اگرچہ اس کی حالت کتنی ہی روتی ہو، اگرچہ اس میں صرف مذبح کی سی تڑپ باقی ہو، جب ذبح کرنی جائیگی مطلقاً حلال ہو جائے گی اگرچہ ذبح کے بعد نہ خون دے نہ تڑپ، جبکہ وقت ذبح اس میں حیات ثابت ہو، اس لئے کہ رب عزوجل نے استثنائے میں کوئی تفصیل نہ فرمائی، یہی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ درمختار میں ہے۔

ذبح شاة مریضة فتحرکت او خرج الدم حلت والا، ان لم تدرك حيا ته عند الذبح وان علو حيا ته حلت مطلقا وان لم تتحرك ولم يخرج الدم، وهذا يأتى في منخفة و متقية ونطيحة والى بقى الذنب بطنها فذكاة هذا الاشياء تحلل وان كانت حيا ته خفيفة، وعليه الفتوى بقوله تعالى الا ما ذكيت من غير تفصيل له کے وقت خفیف سی زندگی معلوم ہو جائے، اور اسی پر فتویٰ ہے اللہ تعالیٰ کے قول الا ما ذکیت مطلق کی بناء پر۔ (ت)

لہذا ہمارے علاقے کوام نے تصریح فرمائی کہ اگر درندہ نے جانور کا پیٹ چاک کر دیا یا بالکل سر جدا کر کے لے گیا، اور ابھی اس میں حیات باقی ہے ذبح کرنے سے حلال ہو جاتے، وجیز کردی جس سے بحوالہ عالمگیری سوال میں استدلال ہے اس کی پوری عبارت کتاب السیر سے چند سطر پہلے یہ ہے:

شاة قطع الذنب او اوجها وهي حية لا تذكى لغوات محل الذبح، ولو بقى الذنب بطنها وهي

بھیرٹیہ نے بکری کی اوداج (گلے کی رگیں) کاٹ دیں ابھی زندہ ہے مگر ذبح کے قابل نہ ہو تو ذبح نہ ہوگی کیونکہ ذبح کا محل نہ رہا، اور اگر بھیرٹیہ نے

توجہ سربراہ کر دیا قطعاً یہ رگیں قطع کر دیں تو فرع اول کے حکم سے فرع سوم میں بھی حرمیت چاہئے تھی اور حکم
یہ دیا کہ ذبح کر کے تو حلال ہے، اب اگر یوں تو فحش کیجئے کہ ہمارے امام کے نزدیک صحت ذبح کے لئے مطلقاً
حیات و کار ہے، اگرچہ اسی قدر جو مذبح میں بعد ذبح ہوتی ہے، اور صاحبین کے نزدیک اتنی حیات کافی
نہیں، امام محمد فرماتے ہیں بس اس سے زائد ہو، اور شرط نہیں، اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں، نہیں بلکہ
یہ چاہئے کہ اتنے ذبح کے بعد جانبر ہو سکے۔ جائز میں ہے،

لو انہ ذكاه حلال اكله عند ابي حنيفة رضى الله
تعالى عنه فيه حياة خفية، او بينة، و
عليه الفتوى، لقوله تعالى اَلَا مَا ذَكَّيْنٰكُمْ
مطلقاً من غير فصل، عند ابي يوسف
رحمه الله تعالى اذا كان بحال لا يعيش مثله
لا يحل لانه لم يكن موته بالذبح، و قال
محمد رحمه الله تعالى ان كان مثله فوق
ما يعيش المذبح يحل، والا فلا لانه
لا معتبر بهذا الحيوة
سے زیادہ دیر تک زندہ رہ سکتی ہو تو ذبح کرنے سے حلال ہوگی ورنہ نہیں، کیونکہ ایسی زندگی کا اعتبار نہیں
کیا جاتا۔ (ت)

فرع اول قول صاحبین پر مبنی ہے کہ قطع اوداج کے بعد حیات و حیات مذبح سے اصلاً زائد نہیں
ہوتی، لہذا وہ حکماً میت ہے، اور میت محل ذبح نہیں، تو اب ذبح نہیں کر سکتے لغوات محل الذبح۔
اور فرع سوم قول امام پر مبنی ہے کہ اگرچہ سر جڑا ہو گیا مگر جبکہ جانور ابھی تڑپ رہا ہے حیات باقی ہے اگرچہ
حیات مذبح سے زائد نہیں ہے، لہذا محل ذبح ہے ذبح کر لیں حلال ہو جائے گا، اور فرع دوم میں اگر
صرف جلد چاک ہوئی کسی کے اخیال و حیات متصور ہو تو بلا حجاج حلال ہے اور نامتصور ہو تو صرف قول امام پر، یوں
اگر تو فحش کریں جب تو ظاہر ہے کہ فرع اول سے استثناء صحیح نہیں کہ وہ خلاف قول امام و خلاف مذہب مفتی
ہے، اور اگر ایسی تاویل چاہئے کہ وہ بھی قول امام کی طرف رجوع کر آئے تو اب ذوات محل ذبح میں منقطع مناط

کرنی ہوگی فاقول وبہ نستعین اس وقت کے یہ معنی تو بہتہ نہیں کہ فعل ذبح ماہین اجماعاً و اللہ اعلم بقا و معدوم ہو گیا کہ کلام قطع اوداج میں ہے، نہ اس صورت میں کہ بیڑ یا سینہ تک ساری گردن کاٹ کر لے گیا، نہ یہ معنی ہیں کہ حمل ذبح اوداج تھیں وہ فنا ہو گئیں کہ قطع تعزیتی اتصال ہے نہ کہ اعدام۔ لہٰذا جو یہ معنی ہیں کہ حمل اگرچہ باقی ہے مگر اس میں قابلیت فعل ذبح کی نہ رہی، تو حمل میں حیث جو حمل فوت ہو گیا اگرچہ ذات باقی ہے اب فائے قابلیت میں نظر کیا ہے کہ کس صورت میں اس کا فوت ہونا ہے، یہاں اس کی تین صورتیں منظور۔
اول یہ کہ اب معنی ذبح محقق نہیں ہو سکتے۔

دوم مقصود ذبح فوت ہو گیا، اور ثلث جب مقصود سے خالی ہو باطل ہو جاتی ہے۔
سوم معنی ذبح قبل ذبح فعل غیر ذبح شرعی سے متحقق ہو لئے، اور ذبح صالح تکرار نہیں، نہ بوج کو ذبح نہیں کر سکتے۔ دلہذا اگر مسلمان نے جا فور ذبح کر دیا اور وہ ابھی پھر رک رہا ہے وہ بارہ مجوسی نے ذبح کیا تو ام نہ ہو گا، اور اس کا عکس ہو تو حلال نہ ہو سکے گا، فان الذبح لا یعاد (کیونکہ ذبح دہرایا نہیں جاتا،) اول کی طرف ماہ نہیں کہ معنی ذبح قطع اوداج حی بین البتہ واللہیں ہے۔ کنز میں فرمایا، الذبح قطع قطع الاوداج (ذبح اوداج کو کاٹنا ہے۔) تنہا پھر فرمایا، والذبح بین الحلق واللہ (ذبح حلق اور لہ کے درمیان ہے۔) ت، تبیین میں فرمایا،

والیبت لیس بسجل للذبح کا۔ تھ
میت عمل ذبح نہیں۔ (ت)
جب تک جا فور زندہ ہے اور گلا اور اس پر وہ درگیں باقی ہیں ضرور قابل قطع ہیں تو معنی ذبح متحقق نہ ہو سکتا کیا معنی، قطع اوداج کا جواب اوپر معلوم ہو گیا کہ فرع سوم میں بھی قطع اوداج متحقق ہے، اور حکم حلت ہے، تو نہیں دوم کی گنجائش نہیں۔ اگر کئے مقصود ذبح انہار دم تھا اور وہ فعل سبع سے ہو گیا، تو یہ وجوداً و عدلاً ہر طرح باطل ہے، فرع سوم میں انہار دم ہو گیا اور قابلیت ذبح باقی ہے اور وقت ذبح حیات معلوم ہو اور ذبح سے خون نہ نکلے حلت ہو جائے گی، کما تقدم، حالانکہ انہار دم نہیں، اگر کئے مقصود ذبح ازہاقی روح ہے، اور وہ اس صورت میں فعل سبع کی طرف منسوب ہو گا نہ کہ جانب ذبح، تو یہ وہی قولی صاحبین غیر مفتی پر ہے کما قد مناعن الہدایۃ (جیسا کہ چارہ میں سے گزر چکا ہے۔) تنہا محذوف فرع سوم اس

۳۶۱ ص	ایچ ایم سید کمپنی کراچی	کتاب الذبائح	کنز المحتاق
۳۶۲ ص	"	"	"
۵۲/۶	المطبعة الکبریٰ الامیریہ بولاق مصر	کتاب الصيد	تبیین المحتاق

پر بھی نقص کو موجود، لا جرم صورت سوم مقصود یعنی جہاں قبل ذبح قطع اوداج بین اللبتہ والحمین واقع ہونے وہاں محل ذبح نہ رہا، یعنی محلیت و قابلیت ذبح فوت ہو گئی کہ ذبح دوبار نہیں ہوتا، اور جہاں یہ معنی قبل ذبح متحقق نہ ہوئے عام ازیں کہ سرے سے اوداج قطع ہی نہ ہوئی یا کسی ایسے فعل سے کہ انسان کی طرف نسبت نہ ہو قطع تو ہوئی مگر موضع ذبح پر قطع نہ ہوئی اور ہنوز حیات باقی ہے وہاں محل ذبح فوت نہ ہوا ذبح کر سکتے ہیں اور موجب حلت ہو گا اب فروغ میں تطاہر ہو گیا اور صورت مستولہ کا حکم بھی کھل گیا، فروغ سوم سے مراد اس طرح سر جہاں کہ بین اللبتہ والحمین قطع اوداج نہ ہو کہ اگرچہ قطع واقع ہو مگر محل ذبح میں نہ ہوا تو معنی ذبح قبل ذبح متحقق نہ ہوئے، اور فروغ اول سے مراد وہ قطع اوداج ہے کہ بین اللبتہ والحمین ہو کہ اب تقدم معنی ذبح سے قابلیت ذبح، اور الا ما ذکبتم کے تحت میں داخل ہونے کی صلاحیت نہ رہی اور یہی صورت اُس فروغ منقطع میں مراد ہے، جو بظاہر فروغ سوم کے صریح مناقض ہے۔ اسی عالمگیری میں عبارت وجہ سے پہلے ہے۔

سنود قطعہ راس دجاجة فانما لا تحل بالذبح مرنی کا سر قلی نے کاٹ دیا تو وہ ذبح کرنے سے
وان كان يتحل له كذا في المنقطع۔ مائل نہ ہوگی اگرچہ وہ ذبح کے وقت حکت کرے۔

منقطع میں یوں ہے۔ (دستا)

اور فروغ دوم خود ظاہر ہے کہ اُس میں سرے سے قطع اوداج ہی نہیں، اب تمام فروغ متحقق، اور سب مذہب امام ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر منطبق ہیں ہکذا ینبغ التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق (یوں متحقق چاہئے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ صورت سوال فروغ دوم کے مثل ہے اور اُس میں بھی قطع نہیں اور ذبح قطع ہے، تو معنی ذبح قبل ذبح متحقق نہ ہوئے، کیا اگر جانور کی رگھائے ٹٹا ہوئے سے چھید دیں تو ذبح ہو جائے گا، ہرگز نہیں، کہ چھیدنا قطع کرنا نہیں، تو محلیت ذبح ضرور موجود ہے، اور بعد ذبح حلت لازم، یہیں سے دو سوال باقی کا جواب ظاہر ہو گیا اور سب مذبح کھایا محل ذبح نہ رہا، یونہی اگر عقدہ توڑ لیا تو قطع اوداج محل ذبح میں واقع ہوا، بہر حال اب قابلیت ذبح نہ رہی، حلت نہیں ہو سکتی، اور اگر عقدہ سے اوپر صرف سر جہاں کہ بین اللبتہ والحمین قطع اوداج نہ ہوا تو محل ذبح باقی ہے، بعد ذبح حلت چاہئے اگر ہنوز روح باقی ہو، ہذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی (میری سمجھ میں یوں ہے) علم حق تو میرے پروردگار کے ہاں ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۳ مسئلہ والی علی صاحب کانسٹبل از تھانہ ہیڈری ضلع بریلی ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ
 علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ کتا کسی جانور کو پکڑے، اور اس جانور کے زخم کتے کی
 پکڑ کا ہو جائے، اور بعد میں جانور ذبح کر لیا جائے، تو وہ حلال ہے یا حرام؟

الجواب

شکاری کتا جبکہ بسم اللہ کہہ کر چھوڑا گیا اگر جانور اس کے زخم سے مر جائے تو حلال ہے، اور اگر
 زندہ ملے اور ذبح کر لیا جائے تو حلال ہے، اس کے زخم سے جانور میں کوئی حرج نہیں آتا۔ واللہ
 تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ،

- (۱) اگر ذبیحہ ذبح کیا جائے اور وہ بعد ایک دیر کے خون دے، تو کھانا اس کا جائز ہے یا نہیں؟
- (۲) عورت یا لڑکے کا ذبیحہ کیسا ہے؟ بینوا تو جردا۔

الجواب

(۱) پہلی صورت میں علت میں کوئی مشبہہ نہیں، خروج خون ملامت حیات ہے، اور بعد دیر کے کھانا
 اس کا غیر مانع، بلکہ اگر خون بھی نہ دے فقط حرکت کرے اور تڑپے، ہم کھانا اس کا جائز ہے کہ
 شرط علت حیة عند الذبح ہے مذکور خروج دم،

فی تنویر الابصار ذبیحہ شاة فتحرکت تنویر الابصار میں ہے، ذبح کرنے پر بکری نے
 اوخرج الدم وحلت لہ حرکت کی یا خون نکلا، تو حلال ہوگی (ت)

(۲) عورت و لڑکے کا ذبیحہ اگر وہ قواعد و شرائط ذبح سے واقف ہیں اور مطابق شرع ذبح کر سکتے ہیں
 بلا ریب حلال ہے،

فی السد را المختار و شرط کون الذابح در مختار میں ہے، مسلمان اگرچہ عورت یا بچہ ہو
 مسلما ولو امرأة او صبیا یعقل التسمیة شرط یہ ہے کہ بسم اللہ اور ذبح کو جانتا ہو

عنه لكنه فيه اختلاف ذكره في الهداية في كتاب الصيد
 لیکن اس میں اختلاف ہے جس کو ہماری کتاب الصيد
 میں ذکر فرمایا ہے ۱۲ منہ (ت)

والذبیح ویقدر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور اس عمل پر قادر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعظم (ت)

مسئلہ ۱۴۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤ میں قریب المرگ کو ذبح کیا گیا اختلاف اس امر میں ہے کہ وہ زندہ تھی کہ مرچکی تھی، ذبح کرنے والا نیز چند اشخاص کہتے ہیں کہ وہ زندہ تھی لیکن دو شخص کی یہ رائے ہے کہ وہ مرچکی تھی، بعد ذبح کے کسی عضو نے جنبش نہ کی۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسی صورت میں اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں۔ واقعات یہ ہیں کہ یہ بھینس بعد ذبح کرنے کے ایک قصاب کے ہاتھ دس روپیہ میں فروخت کر دی تھی، وہی دونوں شخص جھگڑتے ہیں وہ مرچکی تھی، قصاب کو ہکا دیا، قصاب مذکور نے اس کا گوشت دفن کر دیا اور کھال لے گیا اور بریلی فروخت کر آیا، گوشت کی قیمت اس کو معاف کر دی گئی، صرف کھال کی قیمت ۷ چھ روپے اس کو ملے کر دی گئی تھی اور وہ اس نے بریلی میں بہت منافع کے ساتھ فروخت کیا طلب کی جاتی ہے لیکن وہ چھ روپے دینے سے بھی انکار کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ تم لوگوں نے مردہ جانور کی کھال نکال کر مجھے ناپاک کر دیا، میرے برادری واسطے مجھے نکال دیں گے، میں قیمت نہیں دوں گا۔ دریافت طلب یہ بات ہے کہ اس قصاب پر کیا برائی آسکتی ہے، اگر یہ خیال کر لیا جائے کہ وہ مرچکی تھی اور دھوکا میں ایسا کیا گیا۔

الجواب

ذبح ہوتے وقت بھینس کا زندہ ہونا خوب معلوم تھا، یا ذبح کے بعد وہ ترپنی، یا ایسا خون دیا جیسا زندہ جانور سے نکلتا ہے، یا اور کوئی علامت زندہ کی پائی گئی، مثلاً منہ یا آنکھ بند کی یا پاؤں پیچھے یا بدن کے بال کھڑے ہوئے تو وہ حلال ہے اور کھانا جائز، اور قصاب پر دس روپے واجب، اور اگر وقت ذبح اس کا زندہ ہونا تحقیق نہ تھا، نہ بعد ذبح کوئی علامت زندگی کی پائی گئی، نہ ایسا خون نکلا، نہ وہ حرکت کی، بلکہ بالکل ساکن رہی، یا منہ یا آنکھ کھل گئی، یا پاؤں پھیل گیا، یا بال پھگ گئے، تو بھینس حرام ہے، اور قصاب پر ایک پیسہ بھی واجب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعظم

مسئلہ ۱۴۲ مسئلہ احمد حسن بنکالی طالب علم مدرسہ اہل سنت و جماعت ۲۸ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ
صدقہ کا جانور بلا ذبح کئے جانور ہی کسی مصرف صدقہ کو دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ بیوا تو جروا

۱۔ اس میں تحریر ہے: ”ڈلی گئی“ ۲۔ جبہ المنان الا عطی

الحج والعمرة

اگر صدقہ واجبہ ہے اور وجوب خاص ذبح کا ہے، تو بے ذبح ادا نہ ہوگا، مگر اُس حالت میں کہ ذبح کے لئے وقت معین تھا جیسے قربانی کے لئے ذی الحجہ کی دسویں گیارھویں، اور وہ وقت نکل گیا، تو اب زندہ تصدق کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مسئلہ شیخ محمد وزیر صاحب پٹیل از قصبہ تحصیل آون ضلع ایوت محال ملک برار

۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دینی و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا بیٹا بکر چالیس روپیہ کا ملازم سرکار ہے، زید کا آبائی واجدادی پیشہ یہ ہے کہ روزانہ ہر بڑھاب کے مکان پر جانا، اور جس قدر بکریاں ذبح کرنے کی ہوں، اُن کو ذبح کر دینا اور ان کی اجرت میں فی راس ایک آنہ پیسہ یا پاؤ بھر گوشت لیسنہ چلا آتا ہے، اور نیز ہر مراضعات قریب میں جا کے قوم ہندو کے مکان پر جو اُن کی پرستش کا بکرا ہوتا ہے، اس کو ذبح کر دیتا ہے، اور اس کی اجرت لیتا ہے، یہ پیشہ اس وقت تک جاری ہے، اور سنا گیا کہ ذابح البقر و قاتل الشجر و دائم الخمر کی بخشش میں احتمال ہے، اگر اس مسئلہ کی کچھ بنیاد ہے اور یہ سچ ہے تو ایسے شخص کو کچھ نماز جاتا ہے یا نہیں، براہ کرم واپسی ڈاک جواب با صواب سے سرفراز فرمائیے۔

الجواب

گائے بکری کا ذبح کرنا جائز ہے،

قال اللہ تعالیٰ ان اللہ یا سرکم ان تذبحوا بقرۃ ۱۰

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہیں

حکم دیا ہے کہ گائے کو ذبح کرو۔ (ت)

وہ قول کہ لوگوں میں مشہور ہے محض بے اصل ہے، قطع شجر کی بھی اجازت قرآن عظیم میں موجود ہے۔

قال اللہ تعالیٰ وما قطعتم من لیسنۃ او

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تم نے جو سبز درخت کاٹے

یا ان کو تم نے باقی بچھا رکھنے دیا تو یہ اللہ تعالیٰ

تو کہتموہا قاشۃ علی اصولہا فباذن

۱۱ اصل میں بارہویں نہیں ہے غایب ناقلاً کا سہو ہے ۱۲ عبد المنان الاعلی

اللہ

کے حکم سے ہوا۔ (ت)

ہاں دائم النمر البتہ مرکب سخت کبیرہ اور سختی عذاب نار ہے، مگر یہ کنکلاؤں کی نسبت بھی باطل ہے کہ اس کی مغفرت کبھی نہیں ہوگی، یہ صرف کافر کے لئے ہے، مسلمان کیسا ہی گنہگار ہو زیر مشیت ہے چاہے عذاب فرمائے تو اس کا عدل ہے، چاہے بلا عذاب بلکہ بلا حساب بخش دے تو اس کا فضل ہے۔

ان الله لا يعفون ان يشرك به ويعفون ما دون ذلك لمن يشاء

اللہ تعالیٰ نہ مغفرت فرمائے گا کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے، اور مغفرت فرمائے گا اس سے کم کو جس کو وہ چاہے گا۔ (ت)

پھر مسلمانوں میں سے جس پر عذاب فرمائے گا ہرگز وہ عذاب دائم نہ ہوگا، انجام بلاشبہ مغفرت ہے، اور جب ان جانوروں کا ذبح جائز ہے اس پر اجرت مقرر کر کے لینا بھی جائز ہے کھا ہو حکم مباح یحتاج الی حمل (جیسا کہ ہر مباح محتاج اصل کا حکم ہے۔ ت)

اب یہاں متعدد صورتیں ہیں، سائل دو اجرتیں بتاتا ہے، ایک آن یا پاؤ بھر گوشت، یہ اگر یوں ہے کہ کبھی ایک آن مقرر کر لیا جاتا ہے کبھی پاؤ بھر گوشت، تو وہ آن جائز ہے، اور گوشت کہ اُسی جانور کا قرار پاتا ہے نا جائز ہے لانہ کقفین الضدان لیکونکہ یہ پینے والے آلے کا حصہ قفیز کی طرح ہے۔ تا بلکہ اگر اُس جانور کا نہ ٹھہرے جب بھی گوشت کثیر التعداد چیز ہے،

لانه قیسى فلا یصلح دینا علی الذمۃ ویقع فیہ النزاع وکل ما کانت کذا اللہ یورث الفساد۔

کیونکہ یہ قیمت والی چیز جو کسی کے ذمہ دین نہیں بن سکتی اور اس میں تنازع ہوتا ہے اور جو ایسی چیز ہو وہ فساد برپا کرتی ہے (ت)

اور اگر یہ معنی ہیں کہ تعین کچھ نہیں ہوتا کبھی ایک آن دیتے ہیں کبھی گوشت، تو یہ جہالتِ اجر ہے، جہالتِ اجر مضیہ اجارہ ہے۔

بہر حال جہاں اجرت میں گوشت کا قدم در میان ہے اجارہ فاسد ہے، اور عقد فاسد حرام و از قبیل ربا ہے، اور اس کا عادی ہونا ضرور موجب فسق، اور اس کا پیشہ کرنے والا فاسق معلن، اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ، اور اُس کے پیچھے نماز کروہ تحریمی کہ پوٹھنا منع، اور پڑھی تو پھیرنا واجب۔

سہ القرآن الکریم ۵/۵۹

سہ ۴/۴۳ و ۴/۱۱۶

فتاویٰ تجر و غیر میں ہے، و لوقد موافقا سقائا شون (اگر خاست کو امام بنایا تو بنائے لے نگار ہوں گے)
زیلعی وغیر میں ہے،

لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم کیونکہ آگے کر کے امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے
اھانتہ شرعاً

رہا یہ کہ وہ ہندو کی پستش کا بکرلاس کے یہاں جا کر ذبح کرتا ہے، اور اس کے ذبح سے تعظیم الہی کی
نیت کرتا اور اللہ عزوجل کا نام لیتا ہے، تو جانور حلال ہو جائے گا، شریہ فعل اس کے لئے مکروہ ہے، فی
الہندیۃ توکل ویکڑھسک (ہندو میں اسے حلال اور مسلمان کے لئے مکروہ کہا گیا ہے۔ ت) اور اگر
اس کا فریب کی نیت پر ذبح کرتا ہے تو جانور تو مردار ہوا ہی، اس ذبح کا ایمان بھی بچنا مشکل ہے، مگر
ظاہر یہ ہے کہ مسلمان رحتی الامکان بدگمانی کی اجازت بھی نہیں کہ اس کا مقصد فقط اپنے ملے سیدھے کرنا
ہوگا نہ کہ معبود باطل کی تعظیم کہ مسلمان سے متوقع نہیں، نہ معبود حق کی تعظیم کا خیال آتا ہوگا، تو یوں بھی یہ فعل
سخت شنیع اور جانور کی جان کی ناحق تصنیع ہے، پھر اس کی امامت سے احتراز چاہیے کہ وہی احتیاط جو
ہمیں اس پر بدگمانی نہیں کرنے دیتی نماز میں اسے امام نہ بنانے دے گی،

فان سوء الظن شئ، و الحزم شیء اخر۔ بدگمانی علیحدہ چیز ہے اور احتیاط دوسری چیز ہے
و هذا من باب الحذر وج، و من اتقوا الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه۔ اور یہ علیحدہ رہنا ہے، اور جو شخص شہات سے
الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه۔ بچا تو اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ بنالیا۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۹ مسئلہ فلام نہی صاحب ساکن موضع میانہ تھنہ ضلع گوجرانوالہ ڈاک خانہ موز

اتوار ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

کیا فریقے میں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سٹی چراغ دین امام مسجد نے ایک بکر ذبح کیا
اور اس کا چمڑا سٹی حاکم قوم خاکروب نے تار اور گوشت بنایا، اور گوشت نہ کور کو چند مسلمانوں نے مل کر تقسیم کر لیا
اور اپنے گھوں میں پکا کر کھایا، کیا وہ گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اس بات کا خلاصہ حال مع ثبوت حدیث

۱۔ غنیۃ المستملی شرح غنیۃ المصلی	فصل فی الامامة	سہیل اکیدمی لاہور	ص ۵۱۲
۲۔ تبیین الحقائق	کتاب الصلوٰۃ باب الامامة	المطبعة الکبری الامیریہ بولاق مصر	۱۳۴/۱
۳۔ فتاویٰ ہندیہ	کتاب الذبائح	باب الاول	نورانی کتب خانہ پشاور ۲۸۶/۵

قرآن شریف ارسال فرماتیں، اور اس مسئلہ کو اخبار دیدہ سکندری میں شائع کروادیں۔

الجواب

جب وہ ہانور مسلمان نے اللہ عزوجل کے لئے تکبیر کہہ کر ذبح کیا تو حلال ہو جانے میں تو کوئی شبہ ہی نہ رہا۔ خاکروب کا گوشت بنانا وہ اگر اس وجہ سے ہے کہ بکرا اسی کی ملک تھا اور اس نے اپنے ظاہر پر وغیرہ کسی معبود باطل کے لئے ذبح کرایا تو اس کا کھانا مسلمانوں کو مکروہ ہے کما نص علیہ فی الہندیۃ (جیسا کہ ہندیہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) اسی طرح اگر کسی معبود باطل کے لئے ذبح نہ کرایا، بلکہ اس نے ان کی دعوت کی تھی تو اس دعوت کا ہی قبول کرنا مناسب تھا، اور اگر بکرا مسلمان کی ملک تھا اور اس سے بنوایا، اور وہ اپنا ناپاک پیشہ کرتا ہے اور اس کے ہاتھ خوب پاک نہ کراتے تھے، تو سخت بے احتیاطی کی، اور اگر اس کے ہاتھ پاک کراتے تھے یا وہ قوم کا خاکروب ہے یہ پیشہ نہیں کرتا، تو یہ دیکھا جاسے کہ وہاں کے عرف میں خاکروب کی چھوٹی ہوئی چیز سے پرہیز کرتے اور اس کے استعمال کو میسوب جانتے ہیں یا نہیں، اگر جانتے ہیں، اور ان لوگوں نے بے پروائی کی تو مصلحت دینی کے خلاف کیا اور نافرمانی کے مرتکب ہوئے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **بَشْرُوا وَلَا تَنْفَرُوا** (خوشخبری دو، منافرت پسید نہ کرو۔ ت)۔ دوسری حدیث میں ہے: **إِيَّاكَ وَمَا يَسُودُ الْاَذْمَانِ** (کانوں کیلئے تکلیف دہ بات سے بچو۔ ت)، تیسری حدیث میں ہے:

إِيَّاكَ وَمَا يَعْذَرُ مِنْهُ فَاَمَّا الْخَبِيرُ معذرت والی چیز سے بچو، تو بیشک ظہر معذرت خواہی لا معذرت منہ۔
والی پسید نہیں ہے (ت)

یہ سب اس صورت میں ہے کہ بکرا وقت ذبح سے مسلمانوں کے ہاتھ میں پہنچے تک مسلمانوں کی نگاہ سے غائب نہ ہوا، اور اگر ذبح کر کے دے دیا اور کوئی مسلمان دیکھتا نہ رہا، اس نے گوشت بنایا اور مسلمانوں کو دیا تو اب اس کا کھانا سرے سے حلال ہی نہ رہا،

۱۶/۱ صحیح البخاری کتاب العلم باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یؤخّرہم بالموعظۃ والعلم قدیمی کتب نہ کراچی
۴۶/۴ مکمل مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث ابی النخایۃ رضی اللہ عنہ دار الکتب الاسلامیہ بیروت
۲۴۱/۱ کشف الخفاء للعجلونی حدیث ۸۶۹ و ۸۷۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت
۳۲۴/۴ المستدرک للحاکم کتاب الرقاق دار الفکر بیروت
۲۴۱/۱ کشف الخفاء للعجلونی حدیث ۸۶۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت

فان الکافر لا يقبل قوله في الديانات^۱۔
 ہاں اگر اس کو اجیر کیا ہو تو جواز رہے گا،
 لان الکافر يقبل قوله في المعاملات وان تضمنت
 شيئاً من الديانات ، وکرم من شئ يثبت ضمنها
 ولا يثبت قعداً ، وتبيينه في التبيين وغيره
 والله تعالى اعلم۔

دین کے امور میں کافر کی بات قابل قبول نہیں (ت)
 کیونکہ کافر کی بات معاملات میں اگرچہ وہ دیانات کو
 متضمن ہوں، قابل قبول ہے جبکہ بہت سے امور
 ضمناً ثابت ہوتے ہیں اور قعداً ثابت نہیں ہوتے،
 اس کی وضاحت تیسرے الحقائق وغیرہ میں ہے۔
 والله تعالى اعلم (ت)

مسئلہ از حکم بنگالہ ضلع فرائض کمالی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اسی مسئلہ میں کہ گھوڑے کا گوشت کھانا اذرو سے
 شرع شریف کے جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو احادیث سے ثابت ہے یا قول فقہائے، اور فتویٰ
 قول امام اعظم پر ہے یا صاحبین؟ بینوا تو جسدا۔

الجواب

صاحبین کے نزدیک حلال ہے، اور امام مکروہ فرماتے ہیں، قولی امام پرفتنی ہو کہ کراہت تنزیہی ہے
 یا تحریمی، اور اوضح و راجح کراہت تحریم ہے،

صححه الامام قاضی خان في فتا واک،
 وقد قالوا انه فقيه النفس ولا
 يعدل عن تصحيحه و قال الشامح
 ثم نقل اعاب القهستاني تصحيحه
 كراهية التحريم من
 الخلاصة والهداية والمحيط والمغني و
 القاضی خان والعمادی وغيرها وعليه المتن
 ومعلوم ان المترجیع للمتون وانها الموضوعه

امام قاضی خان نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تصحیح
 فرمائی ہے جبکہ فقہاء نے فرمایا، قاضی خان قصیدہ نفس
 ہیں لہذا اس کی تصحیح سے مدول نہ ہو گا۔ اور علامہ
 شامی نے فرمایا کہ پھر ہستیانی نے خلاصہ، ہدایہ،
 محیط، معنی، قاضی خان اور عمادی وغیرہ سے
 کراہت تحریم کی تصحیح نقل کی ہے اور کہا کہ اس
 پر متون وارد ہیں اور واضح بات ہے کہ ترجیح
 متون کو ہے اور وہ مذہب کو نقل کرنے کیلئے وضع

۱۔ دیکھ تیسرے الحقائق کتاب کراہیۃ فصل فی الاکل والشرب المطبعة الکبریٰ الامیریہ بولاق مصر ۱۲/۱

۲۔ رد المحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹۲/۵

لنقل المذهب فلا يعارضها ما في كفاية
البيهقي بخلافه انه ظاهر الرواية و
لا فتوى الجمهور المنقول بقيل بعد
ما قد منا من التصحيحات الجليدة
للأئمة الجلة۔

کہے گئے ہیں، لہذا ان کا خلاف جو کفاية البيهقي میں
بیان کیا ہے وہ تون کے معارض نہیں ہو سکتا اور
یہی ظاہر الروایۃ ہے، اور قیل کے ساتھ نقل شدہ
جمہور کا فتویٰ بھی ان کا معارض نہیں ہو سکتا خصوصاً
ہماری ذکر کردہ اجلۃ النہ کی تصحیحات کے بعد۔ (دست)

بہر حال مسئلہ اس قابل نہیں کہ اس پر فتویٰ فساد دیا جائے، یا فریق بندی عمل میں آئے، واللہ العلی
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۱ از بریلی، مرسلہ قواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۲ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

ما قولکم غفر الله لکم هذا المسئلة
افيدونا يوحىكم الله تعالى در باره اكل فرس
بعض قابل بکراهت تحریمی و بعض بکراهت تنزیہی
ولیکن بہر صورت شیرش جائز داشتہ اند، تحقیق
دریں باب چیست؟

علامے کرام اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرماتے
آپ کا اس مسئلہ میں کیا قول ہے، ہمیں افادہ
فرماؤ، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرماتے۔ گھوڑے کا گوشت
کھانے میں بعض مکروہ تحریمی اور بعض مکروہ تنزیہیہ
کے قائل ہیں، جبکہ اس کے دودھ کو ہر صورت
جائز مانتے ہیں، اس مسئلہ میں تحقیق کیا ہے (دست)

الجواب

در مسئلہ گوشت اسب علامہ رامعتر کی عظیم ست
تصیح نیز مختلف و کراہت قول امام ست، بس
اسلم احقر از امام ست، ہچنان بر مذہب امام دشر
اد نیز اختلاف کردہ اند، امام قاضیخان تحریم رفته
و در در مختار جواز را وجہ گفته، بریں روایت وجہ
فرق خود پیدا است کہ در تحلیل لحم تحلیل آلہ جہاد است
بخلاف لبن، باز ایں ہر بر تقدیر سے ست کہ

گھوڑے کے گوشت کے مسئلہ میں علامے کرام کا عظیم
محرکہ ہے اور تصیح بھی مختلف ہے، کراہت امام
صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے، پس مکمل استراذ
میں بہتری ہے اور اس کے دودھ کے متعلق بھی
امام صاحب رحمہ اللہ نے کے مذہب کے بیان میں
اختلاف ہے، امام قاضی خان علیہ الرحمۃ حرمت کی
طرف گئے اور در مختار میں جواز کو وجہ قرار دیا ہے اس

عہ لفظ "جمہور" اندازہ سے بنایا گیا ۱۲ عبد المنان
عہ اندازہ سے "بعد" کا لفظ بڑھایا ۱۲ عبد المنان

بجہ سکرنہ رسد، ورنہ قہدا میں مقدار بالا اتفاق ممنوع در مختار کی روایت کے مطابق گوشت اور دودھ
 باشد۔ کسما لا یخفی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
 میں فرق کا واضح بیان ہے کہ گوشت کو حلال کر دینے
 میں آلہ جہاد کی قلت پیدا کرنا ہے جبکہ دودھ کا معاملہ اس کے خلاف ہے، اور دودھ کی بابت اس حد
 تک ہے جس میں سکرنہ نشہ نہ ہو، ورنہ قہدا اتنی مقدار پینا ممنوع ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ واللہ
 تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۲ از دارالافتاء مصر، مسئلہ ممتاز مسیح صاحب ایم اے مشن مورخہ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ
 ہادی دین جناب مولانا صاحب! عرض مدعا یہ ہے کہ اہل سنت و جماعت حنفی مذہب میں گھوڑا
 اور اقسام اور اس کے مثل فخر و گدھے کے حلال ہیں یا حرام؟ یا ان تینوں جانوروں میں سے کون سا
 جانور حلال ہے؟ مہربانی فرما کر بحوالہ حدیث شریف یا قول علماء کے جواب سے مشرف فرمائیے۔

الجواب

گدھا حرام ہے، یونہی وہ فخر و گدھی سے پیدا ہوا اگرچہ باپ گدھا نہ ہو، اور ہمارے امام عظیم
 علیہ الرضوان کے مذہب میں گھوڑا منکرہ تحریمی ہے یعنی قریب حرام، یونہی وہ فخر جس کی ماں گھوڑی ہو۔
 حدیث میں ہے:

نہی علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام یومر حضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خیر کے روز پالتو
خیر عن لحوم الحمیر الاہلیۃ گدھے کے گوشت کو ممنوع فرمایا۔ (ت)
 مسئلہ ۱۵۳ از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خان
 ۱۹ صفر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ڈپٹی امڈ علی صاحب نے رسالہ امداد المسکین میں
 اُنکو کے بارہ میں لکھا ہے کہ عالمگیری میں لکھا ہے، البوم یوصف (ا تو حلال ہے۔ ت) اور طحاوی
 میں ہے:

یوکل القصری والسواوین والنر زور والصل قصری، سواوین، نر زور، صصل، ہرہ، بوم،
والنہدہد والبوم والطاؤس طاؤس نامی پرندے حلال ہیں۔ (ت)

۱۔ صحیح البخاری کتاب الذبائح والصدقات باب لحوم البحر الاہلیۃ قیدی کتب خانہ کراچی ۸۲۹/۲
 ۲۔ فتاویٰ ہندیہ الباب الثانی فورانی کتب خانہ پیشاور ۲۹/۵
 ۳۔ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار کتاب الذبائح دار المعرفۃ بیروت ۱۵۴/م

اور شافی میں ہے :

فی غیر الا افکار عندنا یوکل الخطاف
والبوم یلے
غیر الافکار میں ہے ، اور ہمارے نزدیک خطاف
اور بوم نامی پرندہ سے طلال ہیں (ت)

اور میزان میں ہے :

من ذلک قول الائمة الثلاثة فی المشہور
عنہم انه لا کراہۃ فی ما نہی عن قتله
کا الخطاف والہمدھد والخفاشب و
البوم والبیقا والطاؤس مع قول الشافعی
فی ارجح القولین انه حرام یلے
اور ثلاثہ سے ان کا مشہور قول کہ جن پرندوں کے
ہلاک کرنے سے منع کیا گیا ہے ان کو کھانے میں کراہت
نہیں ہے ، اسی قبیل سے ہے ، مثلاً خطاف ،
ہمدھد ، خفاشب ، بوم ، بیقا اور طاؤس نامی پرندے ،
امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو قول میں سے راجح
قول میں یہ حرام ہے (ت)

اور حیاۃ الیوان و میری شافعی رحمہ اللہ سے بھی ثابت ہے ، شافعی کے نزدیک حرام ہونا ، نہ حنفیہ کے
زادیک ، تمام کتب ہائے معتبرہ فقہ سے بوم کا حلال ہونا ثابت ہے ، یہاں تک خلاصہ کلام ڈپٹی صاحب
مذکور ہے ، اور فتاویٰ ہندیہ ترجمہ فتاویٰ عالمگیری کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ قول غلام بوم سے مراد یہی آؤ ہے کہ
پرندہ معروف ہے ، اور شاید کوئی اور معنی مراد ہوں ۔ حاشہ کھانے اطم ۔ اس واسطے ترجمہ نے بعینہ لفظ چھوڑ
دیا ۔ اس مسئلہ میں جو تحقیق جو بیان فرمائیں کہ صدق و کذب و باسیہ ظاہر ہو ۔ فقط ۔

الجواب

جہاز عالمگیری جہاد الاسلامی میں نقل کی ، اس کے شروع میں لفظ قیل واقع ہے ، اصل
عبارت یوں ہے :

قیل الشقاق لا یوکل والبوم یوکل
یعنی بعض نے کہا کہ شقاق نہ کھایا جائے اور بوم
کھایا جائے ۔

یہ لفظ اس قول کے ضعف پر دلیل ہوتا ہے ، اور یہ بتاتا ہے کہ اس کی طرف بعض گئے ہیں ، اکثر علماء

۱۹۳/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الذبائح	۱۹۳/۵
۵۶/۲	مصحف ابائی مصر	کتاب الاطعمہ	۵۶/۲
۲۹۰/۵	نورانی کتب خانہ پشاور	باب الثانی	۲۹۰/۵

خلاف پر ہیں، اور حیات الحیوان کا حوالہ تو سر سے غلط ہے اس میں کہیں نہیں لکھا کہ حنفیہ مکحول بیانتے ہیں اس میں صرف شافعیہ کے دو قول لکھے ہیں، عبارت اس کی یہ ہے،

الحکم یحرم اکل جمیع انواعها، قال الرافعی
 ذکر ابو عاصم العبادی ان الیوم کالرحیم،
 وكذلك الضوع، وعن الشافعی رحمه الله
 قول انه حلال لیه

غیر ان سب سے قطع نظر کر کے اس مسئلہ کی طرف چلتے، یہی عالمگیری و طحاوی و شامی و میزان جن سے ائمہ المسلمین میں یہ عبارتیں نقل کیں، ان میں اور ان کے سوا ہماری تمام کتب مذہب اور صحاح اعاذ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین میں صاف صریح حکم قطعی ٹکلی بلا استثناء و تفسیص موجود ہے کہ ہر پرند اپنے پنجہ سے شکار کرنے والا حرام ہے، جیسے ہر درندہ دانتوں سے شکار کرنے والا۔ عالمگیری میں بدائع سے ہے،

لا یحل کل ذی مغلب من الطیر
 طحاوی میں ہے،

لا یحل سباع الوحش والطیر ما ملخصا
 حموی، پھر طحاوی پھر شامی میں ہے،

الدلیل علیہ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 نفی عن اکل کل ذی غلب من
 السباع و کل ذی مغلب من الطیر،
 رواہ مسلم و ابو داؤد و جماعة، و
 السر فیہ ان طبیعتہ ہذا
 الاشیاء مذمومة شرعا فیغشی ان

یعنی دلیل اس پر یہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر درندہ سے کھانے والے اور ہر پرندہ پنجہ والے کے کھانے سے منع فرمایا۔ مسلم و ابو داؤد و غیرہا ایک جماعت محدثین نے یہ حدیث روایت کی، اور اس میں راز یہ ہے کہ ان چیزوں کی خصلت شرعاً بد ہے تو اندیشہ ہے کہ

۱/۲۲۸	مصطفیٰ البابی محسن	باب الیاء الرعدة	لے حیات الحیوان
۵/۲۸۹	نورانی مکتب خانہ پشاور	الباب الثانی	لے فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح
۴/۱۵۶	دار المعرفہ بیروت	کتاب الذبائح	لے عاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار

یتولد من لحمها شئت من طباعها فی عدم
اکواما البخی آدم کما انه یحل ما احل
اکواما له
ان کا گوشت کھانے سے کچھ نسلت ان کی سی آدمی
میں پیدا ہو جائے، لہذا انسان کی عزت کے لئے
ان کا کھانا حرام ہوا، جیسے کہ اس کی عزت ہی کیلئے
ملال جانور ملال کئے گئے

میزان امام شعرائی میں ہے،

من ذلک اتفاق الاثمة الثلاثة علی تحريم کل
ذی ناب من الباع و مخلب من الطیر یعدیہ
علی غیرہ (الی ان قال) لان فیہ قسوة من
حیث انه یفسر فیہ و یقهرہ من غیر رحمة
بذلک المیوان المقسور فیسری نظیر تلک
القسوة فی قلب الاکل له، و اذا قس قلب
العبد صار لا یمن قلبہ الی موعدة و صار
کالحمار
یعنی انہیں مسائل سے ہے امام ابو حنیفہ و امام شافعی
و امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اتفاق کہ ہر کیلے والا
درندہ اور ہر خچہ والا پرندہ دوسرے پر اس کیلے
یا بچے سے حملہ کرتا ہے حرام ہے، اس لئے کہ اس
میں سنگدلی ہے کہ وہ بیدردی سے مجبور و مغلوب
کرتا ہے، تو ایسی ہی سنگدلی اس کے کھانیراے
میں ہر ایت کرے گی، اور جب آدمی کا دلی سخت
ہو جاتا ہے، تو کسی نصیحت کی طرف میل نہیں کرتا،
اور آدمی سے گدھا ہو کر رہ جاتا ہے۔

میں کہتا ہوں یوں ہی کتب طبریہ سے ثابت کہ اُن کو کھانے والا آدمی سے اُن کو ہو کر رہ جاتا ہے والعیاذ
باللہ رب العالمین۔

غرض یہ قاعدہ کلیہ شرعیہ ہے جس پر اکثر حنفیہ کا اجماع ہے، اور اس سے ہرگز کوئی پنجہ والا پرند
کہ سباع طیر سے ہوشی نہیں، اور شک نہیں کہ اُن پنجہ والا پرندہ ہے بلکہ اس کے پنجے بہت شکاری
پرندوں سے زیادہ قوی اور تیز ہیں، اور شک نہیں کہ گوشت اس کی خوراک ہے، اور شک نہیں کہ وہ اپنے
سے کم طاقت پرندوں پر حملہ کرتا ہے، یہ سب باتیں یقیناً معلوم ہیں، اور فقیر کے سامنے بہت شکار پیشہ
مسلمانوں نے بیان کیا کہ پرندہ شکاری ہے۔ -پانچ سنگان برکی نے کہ اُن میں چار صاحب قوم کے قراول

عہ نیاز محمد خان ابن رحم خان و نذیر خان ابن وزیر خان و حایت اللہ خان ابن کرم علی خان و غلامی خان ابن حسن خان
قراولان ساکنان بہار پور محلہ قراولان و محمد خان ابن گل خان افغان ساکن شہر کندہ ۱۲

لے حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار کتاب الذبائح دار المعرفۃ بیروت ۱۵۵/۴
رد المختار علی الدر المختار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹۲/۵
لے المیزان الکبریٰ کتاب الاطعمۃ مصطفیٰ البابی مصر ۵۴/۲

اور پانچوں نمازی نیک سنی صحیح العقیدہ ہیں، ہر قدم ذی الحجہ ۱۲۱۱ھ کو میرے سامنے اس مضمون کی شہادت ادا کی، اور ان میں بعض نے کہا ہمارے سامنے طوطے کو شکار کر لے گیا، بعض نے کہا کھوٹی پرشکرہ بندھا تھا شکرہ کو مار لے گیا، حالانکہ شکرہ آنا بڑا اور قوی اور خوشکاری جانور ہے، اور آٹو کی منفار بہت چھوٹی ہوتی ہے کہ چرنج سے اس کا قابو میں آنا معقول نہیں، ذکر ایسا زور کہ بندش تو رکوزندہ لے جائے، لاہور پنجہ سے شکار کیا اور یہ امر اس جانور کی قوت سے کچھ عجیب نہیں کہ وہ شکرہ سے بھاری جانور کو شکار کر لیتا ہے۔ علامہ زکریا بن محمد بن محمود انصاری قزوینی کتاب عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات میں اس کا حال لکھتے ہیں،

تصطاد السانیر الضعاف وتعادى الغراب و
هو ذلیل بالنهار اصایا باللیل فلا یقدر علیہ
شئ من الطیور^۱
اٹو کو درطیوں کو شکار کر لیتا ہے، کو سے سے اس کو
دشمنی ہے، دن کو ذلیل ہوتا ہے مگر رات میں کوئی پرند
اس پر قدرت نہیں رکھتا۔

جنگ بروزن سنگ ہے، نو ہے کے شکنجے اور
آدمی کے پنجے، شکاری اور درندے حیران
جیسے باز، شاہین، شیر، چیتا اور ان کی جم مثل کو
جنگ کہتے ہیں، طوطی ہند امیر خسرو دہلوی کے
شعر میں جنگ آٹو کے لئے استعمال ہوا ہے
اگرچہ مشہور شکار کا پرندہ اس معنی میں نہیں آدھی
اس کا شکار نہیں کرتا لیکن حقیقتاً وہ اپنے پنجے
سے شکار کرتا ہے جیسا کہ مشاہدہ میں آیا ہے
وہ شہر یہ ہے!

آٹو جو کہ اپنے پنجہ دراز کے ساتھ
نرباز کے منہ سے غوراک لے جاتا ہے (ت)

مرآت الاصلاحات غیر شاہی میں ہے،
چنگ بالفح بروزن سنگ قلوب آہنی و پنجہ آدمی و
یمران درندہ، شکاری چوں باز و شاہین و شیر و
چنگ و امثال آن، و از شعر طوطی ہند امیر خسرو
دہلوی جنگ بوم واقع شدہ، و بوم ہر چند جانور شکاری
نہیست، ہر معنی کہ مروجہ ہاں شکار نمی کنند، میسکن
فی الحقیقتہ ذوالغلب است کہ صیدے نماید، چنانچہ
دیدہ شد، و شعر مذکور این ست سہ

بوم کہ باشد کہ بچنگ و راز
طعمہ برد از دہن حسبہ باز

۱۔ عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات النوع السادس من المجران (بوم) مصطفیٰ اباباتی مصر ص ۲۷۱
۲۔ مرآت الاصلاحات غیر شاہی

غرض جب وہ شکاری جانور ہے تو اس کے حرام ہونے میں اصلاً جائے کلام نہیں رہا بعض عبارت حنفیہ میں لفظ بوم کی نسبت لفظ یوکل وارد ہونا بقول ذہبی اجماعی قاعدہ فقہ حنفی و حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابل ہو سکتا ہے نہ مشابہات کو رد کر سکتا ہے اُس سے بالتحقیق اُن کی علت ثابت ہی نہیں ہوتی، زبان عرب میں لفظ بوم خاص اُن کے لئے موضوع نہیں بلکہ ہر اس پرند پر اطلاق کیا جاتا ہے جو شب کو اپنے آشیانہ سے نکلتا ہے۔ عطار و میری حیاء المیوان میں فرماتے ہیں،

قال المجاہظ و انواعها الہامة و الصدک
والضوع و الخفاشب و غراب الہیل و البومة
و هذه الاسماء کلها مشتركة ای تقع علی کل
طائر من طيور الہیل یخرج من بیت لیلہ ،
قال و بعض هذه الطيور یصید الفار و
سام ابرص و العصافیر و صفار الخشرات
و بعضها یصید البعوض ، و من طبعها ان
تدخل علی کل طائر فی دکرہ و تخرجه
منہ و تاکل فراخہ و بیضہ و ہی قویۃ السلطان
باللیل لا یحتملها شیء من الطیر
بحاظ نے کہا اور اس کے اقسام ہامہ، صدی، ضوع،
خفاشب، غراب الہیل، بوم نامی پرندہ سے ہیں اور یہ
تمام نام مشترک ہیں، یعنی رات کو اپنے گھر سے نکل کر
پردہ کرنے والے ہر پرندہ سے پر ہوتے ہیں اور کہا ان
پرندوں میں سے بعض چوسے، چھپکلی، چڑیوں اور
چھوٹے چھوٹے حشرات کو شکار کرتے ہیں اور ان میں سے
بعض چمچروں کا شکار کرتے ہیں اور وہ طبعی طور پر پر نہیں
کے گھونسلے میں داخل ہو کر اس کو اڑاتا ہے اور اس
کے چوزوں اور انڈوں کو کھا جاتے ہیں اور رات میں
وہ قوی تسلط والے ہوتے ہیں کہ کوئی بھی پرندہ ایسی
قوت نہیں پاتا۔ (دست)

تو جن کتابوں میں ذکر اکل ہے اُن میں بوم سے تو مراد نہیں بلکہ وہ پرندہ شب مقصود ہے جو خستہ شکاری نہیں رکھتا
جیسے چمچاڈو وغیرہ، یہ معنی امام عسائی کی تصریح سے ثابت ہیں۔ عطار ہمسائی جامع الرموز میں لکھتے ہیں،

لاباس بما لیس بذی مقلب کا بوم فی روایۃ
عن ابی یوسف، کہ فی العسائی

امام ابو یوسف رحمہ اللہ قائل ہے ایک روایت
یہ ہے کہ جن پرندوں کے بچے نہیں ہیں ان کے
کھانے میں حرج نہیں ہے، جیسا کہ عسائی میں ہے۔

پس حنفیہ کی طرف علت چغہ کی نسبت ایک دھوکا ہے کہ اشتراک لفظ بوم سے پیدا ہوا،

وبالله التوفیق۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۵۴۴ھ از اوّلین مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

مولانا صاحب مجمع فضائل و غنیہ فاضل فرید العصر، وحید الزمان، مخدومی مکرئی داماد صاحب
بعد تمہید مراسم فدویت و آرزوئے حصول سعادت براصلت کعدہ مقاصد ہر دو جہاں سبب التماس پرواز
ہے کہ حضرت نے حرمت بوم کے باب میں جو فتویٰ ارسال فرمایا اس میں یہ عبارت مرقوم ہے وہ کچھ میں نہ آئی کہ
جی کتاہوں میں ذکر اکل ہے ان میں بوم سے مراد انہیں بلکہ وہ پرندہ شب مقصود ہے چونکہ شکاری نہیں رکھتا جیسے
چمکاڈر وغیرہ، یہ معنی عتباتی کی تصریح سے ثابت ہیں۔

لایاس بسالیس بندی مکتبہ کالبوہ الخ۔ جو پرندہ پنجہ والا نہ ہو اس کے کھانے میں حرج نہیں

ہے جیسا کہ بوم ہے الخ (ت)

تو کیا چمکاڈر اور باجل بھی حلال ہے؟ جواب بالمشترک بیان فرمائیے، زیادہ نیاز۔ بیتوا توجروا۔

الجواب

چمکاڈر چھوٹا ہویا بڑا ہے ان دیار میں باجل کہتے ہیں، اس کی حلت حرمت ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ
تعالیٰ میں مختلف فیہ ہے، بعض اکابر نے اس کے کھانے سے عافیت فرمائی ہے، اس وجہ سے کہ وہ
ذی ناب ہے، مگر قواعد خفیہ کے موافق وہی قول حلت ہے، مطلقاً دانت موجب حرمت نہیں بلکہ وہ دانت
جن سے جائز شکار کرتا ہو، ظاہر ہے کہ چمکاڈر پرندہ شکاری نہیں، ولہذا درختدار میں قول حرمت کی تفسیر
فرمائی۔ ہندیہ میں ظہیر سے ہے،

اما الخفاش فقد ذکر فی بعض المواضع انه یؤکل
وفي بعض المواضع انه لا یؤکل لانہ
ناہاۃ و رأیتی کفت علی ہامشہ مانصہ
فیہ انه لا یصید بناہ، ولا یصول و لیس کل
مالہ قاب حراما۔

چمکاڈر کے متعلق بعض مواضع میں ذکر ہے کہ کھایا جائے
اور بعض مواضع میں ہے کہ نہ کھایا جائے کیونکہ اس
کے کیلے ہوتے ہیں اھ۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے اس
کے ماشیہ میں کھا ہے کہ یہ اپنے کیلے سے شکار نہیں
کرتا اور نہ ہی یہ حملہ آور ہوتا ہے اور ہر کیلے والا حرام
نہیں ہوتا۔ (ت)

۱۔ جامع الرموز بحوالہ العتباتی کتاب الذبائح مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۲۴۹/۲
۲۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح الباب الثانی نورانی مکتب خانہ پشاور ۲۹۰/۵

برجندی میں ہے :

ذکر فی المحيطان فی الخفاش اختلاف العلماء ^{لہ} .
محیط میں مذکور ہے کہ چمکا دریں علماء کا اختلاف
ہے (ت)

رد المحتار میں ہے :

وقیل الخفاش لانه ذو ناب ^{لہ}
رد المحتار میں ہے :

قال الاتعانی وفيه نظر لان كل ذي ناب
ليس بمنه عن اذا كان لا يعضاد بناه ^{لہ}
العتانی نے کہا ہے اور اس میں اعتراض ہے کہ چونکہ
ہر کیلے والا حرام نہیں ہے جبکہ وہ اپنے کیلے سے
شکار نہ کرتا ہوا (ت)

برجندی میں ہے :

المراد الناب الذي هو سلاح و ذو الناب
الحيوان الذي ينهب بالناب ^{لہ} والله سبحانه
وتعالى اعلم وعلمه جل مجدته انهم احكم .
ناب (کیلے) سے مراد وہ ہے جو ہتھیار بنے ، اور
کیلے والا جانور وہ ہے جو کیلے کے ساتھ حملہ آور ہو
والله سبحانه وتعالى اعلم وعلمه جل مجدته انهم احكم (ت)

مسئلہ ۱۵۵ از درو تحصیل کچا ضلع تینی تال مرسلہ عبد العزیز خاں ۱۳۱۵ رجب ۱۳۱۵
جو کو اگر دانہ کھانا ہے اور رنگ میں بالکل سیاہ ہوتا ہے ، اس کا کیا حکم ہے ؟ اور جو کو اگر دانہ اور
نہاست دونوں کھاتا ہے اس کا کیا حکم ہے ؟

الجواب

دانہ جو کو اگر صرف دانہ کھاتا اور نہاست کے پاس نہیں جاتا جسے غراب زرد یعنی کھیتی کا کڑا کہتے ہیں
پھوٹا سا سیاہ رنگ ہوتا ہے ، اور چونچ اور پنچے غالباً سرخ ، وہ بالاتفاق جائز ہے ، اور مردار غرار کو اگر
جسے غراب البقع بھی کہتے ہیں کہ اس کے رنگ میں پیدہ کی سیاہی کے ساتھ ہوتی ہے ، بالاتفاق ناجائز ہے ،

۱۹۲/۲	فولکشور ٹکنو	کتاب الذبائح	۱ شرح النہایۃ للبرجندی
۲۲۹/۴	مطبع مجتبائی دہلی	"	۲ رد المحتار
۱۹۴/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۳ رد المحتار
۱۹۲/۲	فولکشور ٹکنو	"	۴ شرح النہایۃ للبرجندی

اور اسی حکم میں پہاڑی کو بھی داخل کر دیا اور ایک رنگ سیاہ ہوتا تھا جو گرم گرمی میں آتا ہے، اور غلط کرنا والا جسے عقیق کہتے ہیں کہ اس کے بولنے میں یہی آواز عقیق عقیق پیسہ کہتی ہے، اس میں اختلاف ہے، اور اصح علی گڑھ کہ بہت تیز بہر میں کلام نہیں،

ہذا خلاصہ ما فی الدر المختار ورد المحتار یہ در مختار ورد المحتار میں بیان شدہ کا خلاصہ ہے
والمقام بعد یحتاج الی زیادۃ تحریر و ضبط جبکہ یہ مقام ابھی زیادہ تحریر و ضبط اور تقریر کا محتاج
و تقریر لعل اللہ یمیسرہ فی تحریر آخر۔ سب سے جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی اور تحریر میں اس کو
واللہ تعالیٰ اعلم۔ آسانی کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۶ مستقولہ مولوی محمد یوسف صاحب منہجی مراد آبادی ۳۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ

کو احرام ہے یا نہیں؟ الاحرام ہے یا نہیں؟

الجواب

یہ کوئے کے چارے دیار میں پائے جاتے ہیں سب حرام ہیں، الاحرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۷ از شاہ جہانپور، ڈاک خانہ نادر شاہ میاں، مقام میران پور، یعقوب شاہ خان

بروز یکشنبہ ۱۸۔ ۱۳۲۴ھ

جناب قبلہ دام اقبالہ، بعد سلام علیکم عرض ہے کہ پیلو کے اندھے اور گوشت اور پان جانکڑ ہے

یا نہیں؟

الجواب

سب جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۸ کی فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گائے کی حلت کا حکم کس وقت سے جاری ہوا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کا گوشت تناول فرمایا یا نہیں؟ بیٹھو تو جردا۔

الجواب

گائے کی حلت شریعت قدیمہ ہے، اللہ عز وجل قرآن عظیم میں فرماتا ہے،

هل اثمك حدیث ضعیف ابراہیم یعنی کیا آئی تیرے پاس خبر ابراہیم کے عزت دار
المکرمین ۵ اذا دخلوا علیہ فقالوا مہمانوں کی، جب وہ اس کے پاس آئے بولے

سَلَّمَ قَالَ سَلَّمَ قَوْمٌ مَتَكُونُونَ ۵ فَرَاغَ إِلَى أَهْلِهِ
فَجَاءَ بِعَجَلٍ سَمِينٍ ۖ دُوسَرِي جَدَّ فَرَمَا ۖ بِعَجَلٍ
حَفِيذٍ ۖ

معلوم، کہا سلام انجامانے لوگ ہیں پھر جلدی کرتا اپنے گھر
گیا، سو ان کے کھانے کو لے آیا ایک فریہ بھپڑا
بھنا ہوا۔

احادیث سے ثابت ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے
کھائے قربانی کی اور قربانی کا گوشت کھانے کا حکم فرماتے، مگر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تناول فرمایا
یا نہیں، اس بارے میں کوئی تصریح حدیث میں اس وقت پیش نظر نہیں۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علیہ صل و علیہ
اتم و اعلم۔

مسئلہ ۱۵۹ از شہر بی علقہ قاضی ٹولہ شہر کاندہ مرسلہ محمد عمران صاحب ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گوشت
کھائے کا کھایا یا نہیں؟

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھائے کی قربانی فرمائی اور اس کے کھانے کھلانے کا حکم فرمایا
خود بھی بلا حلف فرمایا یا نہیں، اس کا ثبوت نہیں۔ دنیا کی ہزاروں نعمتیں ہیں کہ حضور نے قصداً تناول نہ فرمائیں
گوشت گاؤں کی مذمت میں جو حدیث ذکر کی جاتی ہے صحیح نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۰ مسئلہ معرفت سید آدم جی گوندل کاٹیا دار ہاشم بیگ مشنبہ یکم شعبان ۱۳۳۳ھ

(۱) کبوتر کے کھانے میں کسی قسم کی کراہت ہے؟

(۲) حقیقہ کا گوشت ماں باپ کھائیں یا نہ؟

الجواب

(۱) کچھ نہیں۔

عن حدیث مسلم کتاب الزکوٰۃ کہ بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گوشت گاؤں میں آیا، وہ حضور کے پاس لایا گیا
اور حضور سے عرض کیا گیا کہ یہ صدقہ ہے کہ بریرہ کو آیا، فرمایا اس کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہریتہ۔ اس سے
بظاہر تناول فرمانا معلوم ہوتا ہے ۱۲ حجۃ الاسلام جامعہ رضا رضی اللہ عنہ

سَلَّمَ القرآن الکریم ۶۹/۱۱

سَلَّمَ القرآن الکریم ۵۱/۲۳ ۲۹

سَلَّمَ صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب ایاتہ المہدیۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۳۵/۱

(۲) کھاتیں، اس کا حکم مثل قربانی ہے۔ تین حصے سبب ہیں، ایک اپنا، ایک عزیزوں قریبی کا، ایک مسکینوں کا۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۲: مسئلہ محمد حکیم الدین از ضلع پورینہ موضع چوڑا ۲/ صفر ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ خرگوش پنجہ والا ناخن دار مگر شترکی مانند ہے اور ہر چند میں جنیں مثل عورتوں کے ہوتی ہے، اس کا کھانا حلال ہے یا حرام؟ لہذا بعض علماء کی قربانی سنا گیا ہے کہ خرگوش پنجہ والا ناخن دار حرام ہے جو خرگوش کہ حلال ہوتا ہے اس کے کھر ہوتا ہے مانند بکری و بیل وغیرہ کے، جناب والا! اس پر بھی ہم کو اطمینان کلی نہیں ہوتا ہے، اس لئے بخدمت فیضہ رحمت یہ کترین بطور عرضہ گزارہ لکھتا ہے ضرور بالضرور جواب سے اس ذرہ بجمہدار کو آفتاب درخشاں فرمائیں گے۔ زیادہ والسلام

الجواب

خرگوش ضرور حلال ہے اسے حرام جاننا رافضیوں کا مذہب ہے، خرگوش کے پنجے ہی ہوتے ہیں کھر والا خرگوش دنیا کے پردہ پر کہیں نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۳: مسئلہ مولوی حافظ مصاحب علی صاحب از مقام جادوہ سمرندہ یکم رجب المرجب ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں۔

(۱) بعض کفار جو کہ گوشت خور نہیں ہیں تالاب یا ندی سے مچھلیاں پکڑو اگر دیگر تالاب یا ندی محفوظ میں ڈلوادیں اس غرض سے کہ مسلمان مچھلیاں پکڑو اگر نہ کھا سکیں، تو کیا ایسے تالاب یا ندی سے مسلمانوں کو مچھلیاں پکڑو اگر کھانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زید، بکر، عمرو، خالد نے مل کر ایک کمپنی قائم کر کے ایک کارخانہ جاری کیا اور عام طور پر اعلان کر دیا کہ جس کا دل چاہے اس کارخانہ میں شریک ہو جائے، فی حقہ ایک حصہ روپیہ قرار پایا ہے جو شخص جس قدر حصے خریدتا چاہے اسی قدر روپیہ کا منافع دیا جائے گا، اور اگر کارخانہ میں نقصان و نفع ہوگا تو حقہ کے تناسب سے نقصان کا ذریعہ بار ہوتا پڑے گا، خریدار حصہ سے خواہ ایک حصہ خریدے یا دس حصہ تین مرتبہ کر کے روپیہ کمپنی میں وصول کیا جائے گا، کارخانہ کو اختیار ہے جو کام چاہے جاری کرے، کسی خریدار حصہ کو امور کارخانہ میں واپسی کارخانہ یعنی میخورد وغیرہ کے امور میں دخل اندازی کا اختیار نہ ہوگا، خریدار کو صرف نفع یا نقصان سے غرض ہے، اور خریدار حصہ اپنے خرید شدہ کو نفع یا نقصان سے فروخت کرنے کا مجاز ہوگا۔ پس سوال یہ ہے کہ ایسے کارخانہ میں شرکت اور اس کے بعد خرید و فروخت مذکور جائز ہے یا نہیں؟ نیز یہ خرید و فروخت کس بیعہ میں داخل ہے؟

(۱) مچھلیاں پکڑنے سے ملک ہو جاتی ہے اور دوسرے دریا میں چھوڑنے سے ملک سے خارج نہیں ہوتیں، نہ دوسرے کو ان کا لینا جائز ہوتا ہے، مسلم ہو یا کافر، جب تک چھوڑنے والے نے یہ نہ کہا ہو کہ یہ اس کی ہیں جو ان کو لے، تو ملک غیر ہونے کے سبب سے ان میں ممانعت آئے گی، مگر از انجا کہ یہ کفار نہ ذمی ہیں نہ مستامن، نہ ان سے اس بارہ میں کوئی معاہدہ ہے، لہذا اب بھی وہ مچھلیاں مکنا ایسی ہی ہیں جیسی پکڑنے سے قبل تھیں، ان کا ارادہ فاسد ان پر زور کیا جائے گا اور مسلم کافر جو کوئی پکڑے اس کے لئے مباح ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اگر وہ تجارت پر وجہ شرعی ہو حقوق فاسدہ یا ربا کو دخل نہ ہو تو اس میں شرکت جائز مگر اپنے روپیہ کا حصہ دوسرے کے ہاتھ چھینا اور اس کا خریدنا و فروختی حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۱ از کلث ایجنسی مسئلہ ۱۶۱ از امیر خاں ملازم کپتان اسٹوٹ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کے ہاتھ کا ذبح ناجائز ہے، جیسے کہ ہندو اس کے ہاتھ کی پکڑی مچھلی کھانا کیسا ہے؟ بھینوا تو جسدہ۔

الجواب

جائز ہے، اگرچہ اس کے ہاتھ میں گرگی یا اس نے مار ڈال ہو کہ مچھلی میں ذبح خرا نہیں جس میں مسلمان یا کتبی ہرنا ضرور ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۲ از جنگلہ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۲۰ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس حوالہ کے بارے میں جو کہ عجائب المخلوقات میں بایں طور بیان کیا گیا ہے،

ومنها سمكة مدورة ذنبها اطول من ثلثه اذرع وعلى وسط ذنبها شوكة معتقة شبهه كلاب وهي سلاحها تضرب بها وهي تسمراد بياضها في غاية البياض ونقط سوادها في غاية السواد مختران على ظهرها وخم على بطنها وفرج كفروج النساء انتهى۔

ان میں سے ایک مچھلی گول قسم جس کی دم میں ہاتھ لمبی ہے اور اس کی دم کے درمیان میں کندہ کے مشابہ ایک ٹیڑھا کانٹا ہے وہ اس کا ہتھیار ہے، وہ مچھلی نہایت سفید ہے جس پر گہرے سیاہ رنگ کے نقطے ہوتے ہیں اس کے نچلے اس کی پٹیٹ پر اور اس کا منہ پیٹ پر اس کی شرمگاہ عورتوں کی شرمگاہ کی طرح ہوتی ہے انتہی (ت)

اگر یہ محفل ہو تو اس کو عربی میں کیا کہتے ہیں اور فارسی میں اس کا کیا نام ہے اور ہندی میں اس کا اسم مخصوص کیا ہے، بحوالہ کتاب تحریر فرمائیے۔

(۲) اور جرث کو اہل ہند کیا کہتے ہیں، اور وہ کون سی محفل ہے اس کی عوارضات مختص بہا کو وضاحت بیان فرمائیے۔ غایۃ الاوطار میں لکھا ہے کہ جرث کو بعض اہل ہند بھی کہتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے، اگر غلط ہے تو پھر صحیح کیا ہے؟ بتینوا توجروا۔

الجواب

یہ محفل کہ عجائب المخلوقات میں ذکر کی اگر اس کا وجود ہر دو عالم مثالی و خیالی سے باہر ثابت ہو تو ان نوادر سے ہے جو ہر مرد و ہر کبھی کسی سیاحت کی نظر پڑے اور عامرناکس ان کے رسم و اسم سے آگاہ نہیں و ما بعد جنود ربك الاھوتی (اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ست) علامہ قرطبی کو خود اس کا نام معلوم نہ تھا تو لکھتے، وہ خود اس کے عجائب دہر سے ہونے کے معترف ہیں، عبارت مذکورہ سوال کے بعد کہا و البصیر لا تعصى عجائبہ (سمندر کے عجائبات بے شمار ہیں۔ تہ) اسے جرث گمان کرنا صحیح نہیں، جرث ایک کثیر الوجود محفل سوا اہل پارزانی سے بچنے والی ہے، محرم المذہب سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مبسوط میں روایت فرماتے ہیں:

عن عمرو بن شاذب عن عسرة بنت ابی طیبہ قال خرجت مع ولیدۃ لنا فاشترینا جرمیشہ بقفیز حنطۃ فوضعناھا فی ثنابیل فخرج راسھا من جانب و ذنبھا من جانب فمررنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال بکم اخذت قالت فاخبرته فقال ما اظلیہ و ارنصہ و اوسمہ للعیال تلک

یعنی عمرو بنت ابی طیبہ نے کہا میں اپنی کنیز کے ساتھ جا کر ایک جرث ایک قفیز گیسوں کو خرید کر لائی جو زخیل میں سمائی، ایک طرف سے سر نکلا رہا ایک طرف سے دم، استے میں حولا علی کرم اللہ وجہہ کا گزر ہوا، فرمایا، کہنے کوئی؟ میں نے قیمت عرض کی۔ فرمایا، کیا پاکیزہ چیز ہے اور کتنی ارزاں اور متعلقین پر کتنی وسعت والی۔

ولہذا علامہ قرطبی نے اسے عجائب میں ذکر نہ کیا البتہ جرمی کا نام لیا اور اسے مارا بھی سے تفسیر کیا کہ

سۃ القرآن الکریم ۲۱/۴

سۃ عجائب المخلوقات و غرائب الموجودات بحرفاس المقالة الثانیۃ فصل فی عجائب مصطفیٰ البابی مصر ص ۸۸
سۃ المبسوط للامام محمد رحمۃ اللہ علیہ

بزرگ بعض وہی جریت ہے، اس قدر پر خود انہوں نے اس ناور مچلی اور جریت میں فرق کیا، اُسے عجائب بحر فارس اور اسے عجائب ہند میں لکھا اس کی وسط دم پر کانٹا بتایا تھا اور جڑی کی پیٹھ پر ایک چیز مثل عمود لکھی، اور وہ مخزین دم و فرج کا ذکر یہاں نہ کیا،

حدیث قال منها (ای من عجائب بحر الهند) جہاں انہوں نے فرمایا کہ ہندوستان کے سمندر کے
سمكة مدورة يقال لها صار ماهي على ظهرها عجائبات میں سے ایک گول مچلی ہے جس کو مارماہی
شبه عمود صعد الس اس لا تقوم لها کہا جاتا ہے اس کی پیٹھ پر عمودی شکل متحدہ سر والا
في البحر سمكة الا تضر بها بفلك العمود و کاٹا ہوتا ہے، سمندر میں جو مچلی اس کی زد میں
تقتلها بل آئے اس کو وہ اپنے مدور کانٹے سے ہاک کر دیتی ہے۔

اور تحقیق یہ ہے کہ یہ دوسری مچلی بھی نہ مارماہی ہے نہ مارماہی جریت مارماہی گول نہیں بلکہ لمبی بالکل سانپ کی
شکل پر ہوتی ہے، عربی میں اسے جتری بکرجیم و تشدیرا، اور جتری بالفتح اور جریت بتائے فوقانہ بردن
جریت اور صلتور و ستور اور انقلیس و انگلیس یعنی ہمزہ و لام ہر دو انقلیس و انگلیس کسر ہر دو اور فارسی
میں مارماہی اور ہندی میں جاہر کہتے ہیں۔ جامعہ نے کہا وہ پانی کا سانپ ہے یعنی صورتہ ذکر حقیقہ، بعض نے
کہا وہ سانپ اور مچلی کے جڑ سے پیدا ہے۔ قرینی نے اسی پر بزم کیا، اور پیچہ کہ یہ بھی بے ثروت ہے بلکہ
وہ سانپ سے تہ ایک خاص فرما رہی ہے، الہ افن نے ان اساتے مذکورہ اعنی جڑی و صلتور و انقلیس
میں بہت اختلاف کیا، بہت نے انہیں مارماہی کا غیر جانا، کسی نے کہا جڑی بے سننے کی مچلی کہتے ہیں، کسی
نے کہا ایک قسم مارماہی ہے جس کے سر و دم باریک اور پشت چڑی ہوتی ہے، کسی نے کہا انگلیس چوٹی مچلی کی
شکل پر ایک جانور ہے جس کی دم کے پاس میٹک کے پاؤں کے مثل دو پاؤں ہوتے ہیں اور ہاتھ نہیں ہوتے
بصرہ کی نہروں میں پایا جاتا ہے، بعض نے کہا جڑی کی مچلی ہے اُس جانور کو شلق یا کسر یا شلق مثل
گشت کہتے ہیں کسی نے کہا شلق بھی انگلیس اور انگلیس جریت ہے۔ کسی نے کہا انگلیس مارماہی
اور صلتور جریت ہے، بہر حال اس قدر میں شک نہیں کہ مارماہی ایک معروف مشہور مچلی مستطیل الخلقہ
مشابہ مار ہے نہ کہ مدور۔ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری زیر جریت،

قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما طعامه ابن عباس رضي الله تعالى عنهما نے فرمایا کہ اس
میتة الا ما قدرت منها و الحبسری کی خوراک میتہ ہے مگر کچھ بھون لی جاتی ہے اور جڑی

لا تاكله اليهود ونحن ناكله ففسرنا ،
 الجری بکسر الجیم والراء والتخية المشددين
 وبفتح الجیم ، والجریث بمثناة فوقية
 بعد التخية ضرب من السمك يشبه
 الحیات وقيل سمك لا قشر له ، وقيل نوع
 من غنیم الوسط دقیق الطرفین .
 کوہودی نہیں کھاتے اور ہم کھاتے ہیں ، اور آپ نے
 فرمایا جری جم اور راء کے کسرو اور دو مشدویا اور
 جیم کے فتح کے ساتھ پڑھا جائے ۔ اور جریث ،
 آخر میں ثار سے پہلے یا سہ ہے ، اور یہ ٹھیلی سانپ
 کی طرح ہوتی ہے ۔ اور بعض نے کہا اس پر چھلکا
 نہیں ہوتا ، اور بعض نے بتایا کہ درمیان سے چوڑی اور
 آگے پیچھے سے باریک ہوتی ہے ۔ (ت)

جمع بکار الاقار میں علامہ زکری سے ہے ،

الجری بکسر جیم وراء مشددة وتشديد ياء
 ضرب من السمك يشبه الحيات وقيل نوع
 غليظ الوسط رفیق الطرفین ، وقيل
 ما لا قشر له .
 جری جم اور راء کے کسرو اور شد کے ساتھ اور آخر
 میں مشدویا سہ یعنی مار مایہ جیرو سانپ کے مشابہ
 ہوتی ہے ، بعض نے کہا درمیان سے موٹی اور
 آگے پیچھے سے باریک ہوتی ہے ، اور بعض نے
 کہا اس پر چھلکا نہیں ہوتا (ت)

اسی میں ہے ،

لا تاكلوا الانكليس بفتح همزة وكسرها
 سمك شبيه بالحيات (ای مار مایہ)
 والانكليس لغة ، وكرة لرداءة غذا شه
 لا لانه حرام .
 الانکلیس بفتح ہمزہ یا کسرو ہے ، کو مت کھاؤ ، یہ
 سانپ کی مانند ایک ٹھیلی ہے یعنی مار مایہ ، ایک
 لغت میں الانکلیس کہا جاتا ہے ، اس کو کھانا اس
 لئے مکروہ ہے کہ اس کی غذا بدی ہے ، اس لئے
 نہیں کہ حرام ہے ۔ (ت)

اسی میں ہے ،

سہ صحیح البخاری کتاب الذبائح والصيد القیمۃ باب قول الله تعالى اكلکم منہ البحر قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۲۵/۲
 ارشاد الساری شرح صحیح البخاری " " " " دارالکتب العربیہ بیروت ۲۶۶/۸
 سہ جمع بکار الاقار باب الجیم مع الراء تحت الجری " مکتبہ دارالایمان المدینہ المنورہ ۳۵۰/۱
 سہ " باب الهمزة مع النون تحت " انکلیس " " " " " ۱۲۵/۱

لا تاكلوا الصلور ولا انقلیس هما الجری
والبارماهی فواعنت من السمك کالجیة
صلور اور انقلیس کو نہ کھاؤ، اور ان کا نام جری اور
بارماہی ہے، یہ دونوں سانپ کے مشابہ
مچھلیاں ہیں۔ (ت)

قاموس میں ہے :
الصلور کسنور الجری قاریتہ البارماهی
صلور، سنور کے ہم وزن ہے اس کا نام جری،
اور قاری میں بارماہی کہتے ہیں (ت)

تاج العروس میں ہے :
وهو السمک الذی یكون علی هیأة الحیات و
منہ حدیث عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ
لا تاكلوا الصلور ولا الانقلیس
یہ سانپ شکل کی مچھلی ہے۔ حضرت عمار رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے اسی کے متعلق فرمایا : صللور اور
انقلیس کو نہ کھاؤ۔ (ت)

اسی میں ہے :
قال احمد بن الحریش قال انظر الصلور
الجریث و الانقلیس مارماهی
انہیں دونوں میں ہے :

الانقلیس، الصلور الجری قال البیث
(سمکة کالجیة) وقال غیرہ الجریث کانقلیس
وهو قولہ ابن الاعرابی
"الانقلیس" صللور جری ہے۔ بیث نے کہا یہ
بارماہی ہے یعنی سانپ کی طرح مچھلی ہے اور ان
کے غیر نے کہا "جریث" انقلیس کی طرح ہے اور
یہ ابن اعرابی کا قول ہے۔ (ت)

۳۴۷/۲	کتبہ دار الایمان المدینۃ المنورۃ	باب الصاد مع اللام تحت صلور	۳۴۷/۲
۷۳/۲	مصطفیٰ البابی مصر	فصل الصاد باب الزار تحت الصلور	۷۳/۲
۳۴۷/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	تاج العروس	۳۴۷/۲
۶۰۹/۱	"	فصل الجیم من باب اثار تحت الجریث	۶۰۹/۱
۲۲۱/۲	"	فصل القاف من باب السین	۲۲۱/۲

حیاء الحیوان الکبریٰ میں ہے ،

الانکلیس یفتح المہضرة واللاہ وکسرهما
معاً سملک شبیه بالحیات ردئ الغذاء ، و
هو الذی یبسی الجری والمارماہی ، وقال
الزمخشری قیل انه الشلق وقال ابن سیدہ
هو علی حیاء السمک صغیرہ وجبلان
عند ذنبہ کرجلی الصفدح ولا یدان لہ ،
یکون فی انہار البصرۃ ، ولیس لفظہ عربیاً
مخلصاً۔

”انکلیس“ ہمزہ اور لام پر فتح اور کسر بھی، یہ سانپ
شکل کی مچھلی ہے جس کی غذا مری ہے اس کا نام
جری اور مارماہی ہے۔ زمخشری نے کہا کہ بعض نے
شلق کہا ہے، ابن سیدہ نے کہا یہ عام مچھلی کی
طرح ہوتی ہے اور صفدح (مینڈک) کے پاؤں کی
طرح اس کی دم کے نیچے دو پاؤں ہوتے ہیں اور
اس کے اگلے پاؤں نہیں ہوتے، بقہر کے دریاؤں
میں پائی جاتی ہے اور عربی میں اس کا نام نہیں
ہے اور مخلص (ت)

قارنس و تاج میں ہے ،

(الشیق بالکسر او کتف سمکۃ صغیرۃ) او
علی خلقہ السمکۃ لہا رجلاں عند الذنب
کرجلی الصفدح لا یدان لہا ، نکوت فی
انہار البصرۃ ، وقیل ہب من سمک البحرین
ولیس بعربیۃ (اد) ہی (الانکلیس) من
السمک وهو الجری والجریث عن ابن
الاعرابیؒ

شلق کفر کے ساتھ یا کتف کے وزن پر ہے،
یہ مری مچھلی ہے یا مچھلی کے مشابہ مخلوق ہے،
اس کی دم کے نیچے مینڈک کے پاؤں کی طرح
پاؤں ہوتے ہیں اور اس کے اگلے پاؤں نہیں
ہوتے، اور یہ بقہر کے دریاؤں میں پائی جاتی
ہے، بعض نے کہا کہ یہ جری مچھلی ہے اور عربی
میں اس کا نام نہیں ہے، یا یہ انکلیس ہے جو مچھلی

کی قسم ہے، اور اس کو جری کہتے ہیں اور جریث بھی، یہ ابن اعرابی سے منقول ہے۔ (ت)

عجائب قرمیتی بیان حیوانات بحر میں ہے :

جری هو الذی یقال لہ مارماہی متولد جری جس کو مارماہی کہتے ہیں یہ نسل مچھلی اور سانپ

۶۴/۱	مصلی البابی مصر	لہ حیاء الحیوان باب الحمزۃ الانکلیس
۲۵۹/۴	” ” ”	لہ القارنس الحیط فصل الشمین من باب القاف
۲۹۹/۶	دار احیاء التراث العربی بیروت	تاج العروس ” ” ” ” ”

سے پیدا ہوتی ہے۔ جا حفظ نے کہا ہے کہ یہ جردان
کھاتی ہے۔ (ت)

من الحیة والسملک ، قال الجاحظ انه یا کل
الجردان له

مجمع الانهر شرح طبعی الابحر میں ہے ،

جو یہ بتایا گیا کہ مارماہی کی نسل سانپ اور مچھلی سے
پیدا ہے ، ایسا واقع نہیں ہے بلکہ وہ مچھلی کی
جنس ہے جو صورت میں سانپ کے مشابہ ہے۔ (ت)

ما قبل ان المارماہی متولد من الحیة لیس
یواقم بل هو جنس شبیه بہا صورتہ

جس طرح ان اسامی میں اختلافات ہوئے تو نہی ایک جماعت نے جریت بھی مارماہی کا نام جانا ،
اور اُسے وہی مچھلی مشابہ مارمانا۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے ،

جرتی کے متعلق حیاض نے کہا وہ مچھلی ہے جس پر
چھلکا نہیں ہے۔ اور ابن تین نے کہا اس کو
جریت بھی کہتے ہیں۔ اور ازہری نے کہا جریت مچھلی
قسم ہے جو سانپ کے مشابہ ہے اس کو مارماہی
بھی کہتے ہیں اور سلور بھی۔ بعض نے کہا یہ درمیان
سے چوڑی اور آگے پیچھے سے ہار یکساں ہوتی
ہے اور مختصراً۔ (ت)

الجری قال حیاض هو من السمک ما لا قشر له
وقال ابن التین ویقال له ایضا الجبریت
وقال الاثرہری الجبریت نوع من السمک
یشبه الحیات ویقال له ایضا المارماہی ،
والسلور وقیل سمک عربیض الوسط دقیق
الطرفین آم مختصراً۔

مجمع البحار میں ہے ،

جرتی کے متعلق کہا گیا کہ جریت مارماہی ہے اور
مختصراً (ت)

الجری قیل هو الجبریت المارماہی اور مختصراً۔

اسی میں نہایت ہے ،

رح میں لکھا کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

فی م علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه قال

لہ عجائب المخلوقات و غرائب الموجودات المقالة الثانیة القول فی حیوان الماء مصطفیٰ البانی مصر ص ۹
لہ مجمع الانهر شرح طبعی الابحر کتاب الذبائح فصل فیما یکل اکلہ ولا یکل دارا حیار التراث العربی بیروت ۵۱۴/۲
لہ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب قول اللہ تعالیٰ اکلکم صید البحر ادارة الطباعة المنیریة بیروت ۱۰۵/۲
لہ مجمع بحار الانوار باب الحییم مع الزا تحت الجری کتبت دار الایمان المدینة المنورة ۲۵۰/۱

جریت پھلی کی قسم جو سانپ کے مشابہ ہے ، عیسائی
مارماہی ۔ (دت)

الجریت هو نوع من السمك يشبه الحيات ای
المارماہی

تاج العروس میں ہے ،

(الجریت کسکیت سمک) معروف و يقال له
الجری وهو نوع من السمك يشبه الحيات ،
و يقال له بالفارسية المارماہی آہ معلقا ۔
حياة المیران میں ہے ،

جریت برہ زنی سکیست معروف پھلی ہے ، اس کو جرّی
کہا جاتا ہے اور پھلی کی قسم سانپ کے مشابہ ہے
اس کو فارسی میں مارماہی کہتے ہیں اور معلقا ۔ (دت)

الجریت هو هذا السمک الذی يشبه الثعبان
وجمعہ جرّائی و يقال له ایضا الجرّی
بالکسر والتشديد وهو نوع من السمک يشبه
الحیة ، ویسمى بالفارسية مارماہی ، وقد
تقدم فی الهمزة انه الانکلیس ، قال المجاحظ
انہ یا کل الجرّدان وهو حیة الماء و حکمہ
الحلّام باختصار ۔

جریت یہ پھلی ہے جو سانپ کے مشابہ ہے ، اس کی
جمع جرّائی ہے ، اس کو جرّی بھی کہتے ہیں کسرہ اور
شد کے ساتھ ، وہ پھلی ہے جو سانپ کے مشابہ
ہے ، اس کو فارسی میں مارماہی کہتے ہیں ، اور
ہمزہ کی بحث میں گزرا کہ یہ انکلیس ہے ، حافظ
نے کہا یہ نبردان کھاتی ہے اور یہ پانی کا سانپ
ہے اس کا یہ حکم ہے کہ وہ حلال ہے اور باختصار

مکلفہا نے کوام جے جریت کہتے ہیں وہ یقیناً مارماہی کے سوا دوسری پھلی ہے کہ متون و شروح و
فتاویٰ میں تصریحاً وہ نول کا نام جدا جدا ذکر فرمایا ، لاجرم مغرب میں کہا ، ہو خیر المارماہی (وہ مارماہی کا
غیر ہے ۔) ، علامہ ابن کمال باشا اصلاح و ایضاح میں فرماتے ہیں ،

(جریت اور مارماہی) جریت پھلی کی قسم ہے جو مارماہی
کا غیر ہے ، یہ مغرب میں مذکور ہے ، ان دونوں کو
علیحدہ اس لئے ذکر کیا کہ ان کے پھلی ہونے میں اختلاف ہے

(و الجریت و المارماہی) الجریت نوع من
السمک غیر المارماہی ذکرة فی المغرب ، و
انما افردهما بالذکر لکان الخفاء فی کونهما

لے مجمع بحار الادوار باب الجیم مع الار تحت " جریت " مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورۃ ۲۹/۱ - ۲۳۸
لے تاج العروس فصل جیم میں باب الآثار تحت " الجریت " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰۹/۱
لے حیات المیران باب الجیم الجریت مصطفیٰ ابابائی مصر ۲۴۲/۱
لے المغرب

من جنس السمك ، ولمكان الخلاف فيه ما
لمحمد ، ذكره صاحب المغرب^۱
حاشية الكنتري على الفوارس^۲ ہے

الجرث نوع من السمك غير مار ماھب^۳
یہ ایک سیاہ رنگ گول مچل ڈھال کی مانند ہے اسے فارسی میں ماہی کوئی کہتے ہیں۔ در مختار میں ہے :
(الجرث) سمك اسود (والمار ماھب) سمك
فی صورة الحیة و افرادھا بالذکر للنف ،
و خلاف محمد^۴ ہے

عمدة القاری میں بعد عبارت مذکورہ و نقل اقوال مسطورہ ہے ، قلت الجرث سمك اسود (میں کتابوں
”جرث“ سیاہ رنگ مچل ہے۔ ت) ، فتح الملعین حاشیہ الکنتری علامۃ الازہری میں ہے ،

الجرث سمكة سوداء قاله العینی وقال الوافی
الجرث بکسر الجیم والراء و تشدید ه نوع
من السمك حدو رکالترس^۵
اسی طرح خطاوی دشامی و غیر ہا میں ہے۔

عازیه لابل السعود و نزل قلم العلامة ط
فجعلہ عنہ من العیض وانما
ذلک صدر الکلام فقط ، اما الاخیر
انہوں نے اس کو ابوسعد کی طرف منسوب کیا ہے جبکہ
خطاوی کا قلم پھسلتا ہے تو انہوں نے اس کو
ابوسعد سے علامہ عینی سے منقول بتایا ہے ، یہ

۱۔ اصلاح و ایضاح عطاء ابن کمال باشا

۲۔ حاشیہ الکنتری علی الزاد الاعمال

۳۔ در مختار کتاب الذبائح

۴۔ مطبع مجتبائی دہلی

۲۲۹/۲

۵۔ عمدة القاری شرح صحیح البخاری باب قول اللہ تعالیٰ اھلکم صید البحر

ادارۃ الطباعة المنیریہ بیروت

۱۰۵/۲۱

فتح الملعین کتاب الذبائح فصل فیما یکل و فیما لا یکل

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۲۴۴/۲

فمن الواقي كما اسمعناك نصه۔

ابتداء کلام میں ہے اور آخر میں واقعی سے منقول بتایا
جس کو ہم نے ذکر کر دیا ہے (ت)

ذخيرة العقبہ میں ہے، يقال له بالعلاسية ما هي كول (اسے خارجی میں ماہی کوئی کہا جاتا ہے۔ ت)
سچکی میری زبان کا لفظ نہیں، غایۃ الادوار واسے دونوں مترجم دہقانی تھے، وہ ساتیوں کی زبان دیہاتی جانیں۔ واللہ
تعالیٰ اعلم وعلہ جل مجدہ اتم واکمل۔

مسئلہ از بیل سلسلہ قواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۲ رمضان مبارک ۱۳۱۰ھ

ما قولکم غفر اللہ لکم فی هذه المسئلة افیدونا اس مسئلہ میں آپ کا کیا ارشاد ہے ہمیں مطلع فرمائیں
یوحکم اللہ غرورن ما ہی بسیار کو چکے بکاشیہ
مالا بدمنہ مکروہ تحریمی نوشتہ است؟
چھوٹی پھل کو کھانا مکروہ تحریمی لکھا ہے؟

الجواب

ماہی ریزہ کہ شایان شس جوف نباشد وچند شکم چاک
نما کردہ بریان گفتہ شس، نزد امام شافعی حرام است و نزد
سائر ائمہ حلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کما نص
علیہ فی معراج الدرایۃ، ثم
رد المحتار، ونصہ لو وجدت سمکة
فی حوسلة طائر تکمل، وعند الشافعی
لا تؤکل لانه کالسرجیم ورجیم الطائر
عندہ نجس، وقلنا انما
یعتبر سرجیم اذا تغیر، و
فی الملک الصغار التق
التقل من غیر ان
یشق جوفه، فقال اصحابه
لا یحصل اكله، کانت سرجیمه

باریک ریزہ کی طرح پھل جس کا پیٹ چاک نہیں ہو سکتا
اور یوں سے چاک بھون کر کھائی جاتی ہے پر امام شافعی
درماتہ تعالیٰ کے نزدیک حرام ہے اور باقی ائمہ کرام
کے نزدیک حلال ہے (رحمہم اللہ تعالیٰ) جیسا کہ
معراج الدرایہ میں تصریح ہے، اور پروردگار میں یوں
فرمایا کہ اگر پرندے کے گھر فست میں پھل پائی جائے تو وہ
کھائی جائے، اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں
کھانا جائز نہیں کیونکہ وہ پرندہ کی پیٹھ کی طرح ہے جبکہ ان
کے ہاں پرندے کی پیٹھ نجس ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ پیٹھ
تیب ہو سکتی ہے جب اس کا رنگ متغیر ہو، اور
امام شافعی کے اصحاب چھوٹی پھل جس کو چاک کئے بغیر
بھون دیا جاتا ہے، کے متعلق فرماتے ہیں اس کا کھانا
حلال نہیں ہے کیونکہ اس کی پیٹھ نجس ہے، اور باقی

نجس و عند سائر الامتہ یحل آہ آہ سے
 ورجا ہر الا غلطی ویدم کو بکراہت تحریم تصریح ، وہیں را
 تصریح کردہ است ، حیث قال النکاح الصغار کلہا
 مکروہہ کراہۃ التحریم وھو الاصل ، پس اسلم
 اجتناب ست - واللہ تعالیٰ اعلم

۱۶۹ مسئلہ مرسلہ محمد علی اکبر گورکھ سال سوم ڈھاکہ
 کہ سوکھی مچھلی (جو دیار بنگال میں معروف و مشہور ہے) کھانا جائز ہے یا نہیں ؟ اور بر تقدیر حلال ہونے کے
 اگر کوئی حرام کے تو اس کے واسطے کیا حکم ہے ؟

الجواب

مچھلی تر ہو یا خشک مطلقاً حلال ہے ،
 قال تعالیٰ و احلکم صید البحر
 بحری شکار کو۔ (ت)

سوائے طافی کے جو خود بخود بغیر کسی سبب ظاہر کے دریا میں مرکز اتر آتی ہے ۔ عالمگیر یہ میں ہے ۔
 السمک یحل اسکله الاما طفا منہ بچہ
 مچھلی کھانا حلال ہے ماسوائے طافی پر تیرنے والی
 مرکز ۔ (ت)

خشک مچھلی کا کسی نے استثناء نہ کیا ، اگر حرام کھندہ الا جاہل ہے اسے سمجھایا جائے ، اور ذی علم ہے تو
 اس پر حلال خدا کے حرام کہنے کا الزام عائد ہے اسے تجدید اسلام و تجدید نکاح چاہئے ، ہاں اگر وہاں سوکھی
 مچھلی مابی دریا کے سوا کسی خشکی کے جانور کا نام ہے ، جیسے ریگ مابی ، تو اس کا حال معلوم ہونا چاہئے ، اگر
 ریگ مابی کی طرح حشرات الارض سے ہے تو حرام ہے ۔ عالمگیر یہ میں ہے ۔
 جمیع الحشرات وھوام الارض لا خلعت
 حشرات الارض مٹی سے پیدا شدہ ہیں ان چیزوں کے

۱۹۶/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الذبائح	لے رد المحتار
۲۸۴ ص	عظمیٰ نسخہ	•	لے جواہر الاخلاطی
		۹۶/۵	لے القرآن الکریم
۲۸۹/۵	فروانی مکتب خانہ پشاور	کتاب الذبائح	لے فتاویٰ ہندیہ

فی حرمة هذه الاشياء والله تعالى اعلم حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(ت) اعلم

مسئلہ مسئلہ مولوی غلام گیلانی صاحب شمس آباد ضلع کمیل پور ۲۵ شیعان ۱۲۳۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض مکوں میں مچھلی خشک اور گوشت خشک کھایا جاتا ہے، قبل
پکانے کے تو اس میں سخت بدبو ہوتی ہے مگر بپکنے کے بھی بدبو باقی رہتی ہے، کیا اس کا کھانا جائز ہے یا ناجائز؟
بیوقوفانہ وجہ۔

الجواب

فی الواقع ایسی سخت بدبو دار چیز علاوہ اس کے کہ نفاست طبع کے غلاف ہے، نفاست دین سے بھی
ہذا ہے و بنی الدین علی النظافة (دین کی بنیاد نظافت پر ہے۔ ت)، مسوع ہوا کہ اس کے استعمالین کے بدن
وہن میں اس کی بویں جاتی ہے، یہ علاوہ کراہت اکل کے اور بلائے شدیدہ اور ملائکہ کو اذیت دہی ہے،
قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان السمكة
تتأذى لميتا ذی بہ بنوا آدم۔
نئی اور اذیت پائیں اس سے فرشتے بھی اذیت
پاتے ہیں (ت)

اور ایسی حالت میں ان کو قرآن مجید پڑھنا منع ہے، حدیث میں ہے
طیبوا افواہکم فانہا طرق القصرات یہ اپنے منہ صاف رکھو کیونکہ قرآن کا راستہ ہیں۔ (ت)
بلکہ جو بدبو پر مشتمل ہو اسے مسجد میں جانا حرام ہے، باور جماعت میں شامل ہونا منوع ہے، اور جبکہ اس سے ضرر
غالب تحقق ہو، تو حرمت میں کیا شبہ ہے، فان المضاد کلھا حرام (سب ضرر رساں چیزیں حرام
ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ مسئلہ از چاند پور ضلع پنجور محلہ قیما پڑہ مکان محمد حسین خاں زحیدار
مچھلی بے ذبح کیوں جائز ہے؟

الجواب

غیر مفسوح ناپاک ہے وہ بدن میں رہے اور جانور مر جائے تو تمام گوشت پوست نجس و حرام ہو جاتا ہے
۱/۲۸۹ لکھ فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح الباب الثانی فوری کتب خانہ پشاور
۱/۲۰۹ لکھ صحیح مسلم کتاب المساجد باب من اکل ثیاب الجمل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی
۱/۶۰۲ لکھ کنز العمال حدیث ۲۰۵۲ و ۲۰۵۳ خواستہ الرسالہ بیروت

ذبح سے متصور اس کا جہر کرنا ہے، ولہذا حدیث صحیح میں ارشاد ہوا:

ما انہر الدم مذکور اسم اللہ علیہ قتلوا، الحدیث،
رواہ السنۃ عن رافع بن خدیج عن النبی صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم۔
جس کا خون بہا دیا گیا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر
کیا گیا تو اسے کھاؤ، الحدیث، اس کو صحاح ستہ کے
ائمہ نے روایت کیا رافع بن خدیج سے انھوں نے
نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے۔ (د)

اور سنہ پایا:

انہر الدم بما شئت واذکر اسم اللہ رواہ احمد
والنسائی وابوداؤد وابن ماجہ وابن حبان
والحاکم عن عدی بن حاتم رضی اللہ
تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
خون بہا دے جس سے تو چاہے اور اللہ تعالیٰ کا نام
ذکر کر۔ اس کو احمد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور
حاکم نے عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انھوں نے
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے۔ (د)

اور وارد ہوا:

کل مافری الاوداج، الحدیث، رواہ ابن ابی شیبہ
عن سراقہ بن خدیج والطبرانی فی الکبیر
عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
جو چیز اوداج کو کاٹ دے، الحدیث، اس کو ابی ابی شیبہ
سے حضرت رافع بن خدیج سے، اور طبرانی نے کبیر
میں ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا (د)

مچھلی اور ٹیری میں خون ہوتا ہی نہیں کہ اس کے اخراج کی حاجت ہو، غیر دھوی جانوروں میں ہمارے
یہاں صرف یہی دو حلال ہیں، لہذا صرف یہی بے ذبح کھائے جاتے ہیں۔ شافعیہ وغیرہم کے نزدیک کہ اور دریائی
جانور بھی گل یا بعض حلال ہیں وہ انھیں بھی بے ذبح جائز جانتے ہیں کہ دریا کے کسی جانور میں خون نہیں ہوتا۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

صحیح البخاری	کتاب الذبائح	قدیمی مکتبہ خانہ کراچی	۸۳۲/۲
صحیح مسلم	کتاب الاضاحی باب ہوا الذبیح کل ما انہر الدم	قدیمی مکتبہ خانہ کراچی	۱۵۶/۲
سنن النسائی	کتاب الضحایا باب ما انہر الدم بالعود	فرد محمد کا خانہ تجارت کتب کراچی	۲۰۵/۲
مسند احمد بن حنبل	حدیث عدی بن حاتم	المکتب الاسلامی بیروت	۲۵۸/۲
سنن المصنف لابن ابی شیبہ	کتاب البعید من قال اذا انہر الدم الخ	اطارۃ القرآن کراچی	۳۸۹/۵

مسئلہ ۱۷۲ شمس الہدی طالب علم مدرسہ مظاہر اسلام، بریلی محلہ سوداگران ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ
حضور پر نور کا اس مسئلہ میں کیا ارشاد ہے کہ مچھلی کو اس کی آنت وغیرہ کے کھانا کیسا ہے؟ بیتواتوجروا
الجواب

مکروہ ہے، واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۷۳ مستور شرکت علی صاحب ۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ
چرمی فرمائیہ علمائے دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ (علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے
بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ ت) کہ کھانا جھینکا کا درست ہے یا نہیں؟ مکروہ ہے یا حرام؟

الجواب
حمادیہ میں علماء کے دونوں قولی نقل کئے ہیں کہ بعض حرام کہتے ہیں اور بعض حلال،
حيث قال الدود الذي يقال له جھينكه جہاں انہوں نے کہا کہ وہ کھڑا جسے جھینکا کہا جاتا ہے
حند بعض العلماء لانه لا يشبه السمك، و بعض کے نزدیک حرام ہے کیونکہ وہ مچھلی کے مشابہ
اغما يباح عندنا من صيد البحر انواع السمك نہیں ہے، جبکہ ہمارے نزدیک سمندری شکار میں
وهذا لا يكون كذلك، وقال بعضهم حلال ۱۱۵ مچھلی کی اقسام ہی مباح ہیں، اور جھینکا ان میں سے
لانه ليسى باسم السمك نہیں ہے، اور بعض نے کہا یہ حلال ہے کیونکہ
اس کا نام مچھلی ہے۔ (ت)

اقول جہارت حمادیہ سے ظاہر یہی ہے کہ ان کے نزدیک قول حرمت ہی مختار ہے کہ اسی کو
تہییم دی والتہییم آية التقديم (مقدم کرنا مقدم بنانے کی علامت ہے۔ ت) اور جھینکے کو دود یعنی کھڑا کہا
اور کھڑے حرام ہیں، اور اہل حلت کی طرف سے دلیل میں یہ نہ کہا کہ وہ مچھلی ہے بلکہ یہ کہ اس پر مچھلی کا نام
ہو جاتا ہے، تحقیق مقام یہ ہے کہ ہمارے مذہب میں مچھلی کے ساتھ تمام دریائی جانور مطلقاً حرام ہیں، تو جن کے
خیال میں جھینکا مچھلی کی قسم سے نہیں ان کے نزدیک حرام ہوا ہی چاہئے، مگر فقیر نے کتب الفت و کتب طب و
کتب علم حیوان میں بالاتفاق اسی کی تصریح دیکھی کہ وہ مچھلی ہے، قافوس میں ہے،
الاصبیان بانکسر سمک کالسدود ۱۱۶ اربیان کسر کے ساتھ، کھڑے کی طرح مچھلی ہے۔ (ت)

صراح وتاج العروس میں ہے ،

الاس بیان بیض من السمك كالدود سیکون
بالبصرۃ لہ
ار بیان سفید مچھلی ہے کھڑے کی مانند ، بصرہ میں
ہوتی ہے ۔ (ت)

صراح میں ہے ،

ار بیان نوے ازمایہ ست (جھینگا مچھلی کی ایک قسم ہے ۔ ت)
فتی الارب میں ہے ،

نوے ازمایہ ست کو آزا بندی جھینگا میگویند
مچھلی کی ایک قسم ہے اسے ہندی میں جھینگا
کہتے ہیں ۔ (ت)

مخزن میں ہے ،

رو بیان اور ار بیان نیز آمدہ بخاری ماہی رو بیان
نامند لہ
رو بیان اور ار بیان بھی آیا ہے ، فارسی میں اس
مچھلی کو رو بیان کہتے ہیں ۔ (ت)

اسی طرح خط میں ہے ۔ تذکرہ داؤد انطاکی میں ہے ،

رو بیان اسم لضم من السمك یکثر بہ بحر العراق
والقنطرة احمر کثیرا کاسرجیل نحو السرطان
لکنہ اکثر لحمہ

رو بیان مچھلی کی قسم ہے ، بحر عراق اور بحر قنطرہ میں
بکثرت پائی جاتی ہے ، یہ سرخ رنگ اور کثیر پاؤں
واسے کھڑے کی طرح ہوتی ہے ، لیکن وہ گوشت
میں زیادہ ہے ۔ (ت)

حیاء الحيوان الکبریٰ میں ہے ،

الرو بیان هو سمك صغير جدا احمر لہ
رو بیان بہت چھوٹی مچھلی سرخ رنگ ہوتی ہے ۔ (ت)

لہ تاج العروس	باب الواو والیا	فصل الزا	دار احیاء التراث العربی بیروت	۱۴۲/۱۰
لہ الصراح فی لغة الصراح	۔	۔	نکشور مکتبہ	ص ۵۴
لہ فتی الارب	باب الراد	فصل الیا	مطبع اسامیر لاہور	۹۲/۲
لہ مخزن الادویۃ	فصل الزا مع الواو	نکشور کانپور	۔	ص ۱۳
لہ تذکرہ ادلی الاباب لداؤد انطاکی	الباب الثالث حرف الزا	مصطفیٰ ایبانی مصر	۔	۱۶۱/۱
لہ حیاء الحيوان	باب الزا المخطۃ	تحت الروبیانۃ	۔	۵۲۸/۱

جامع ابن بشار میں ہے،

رویان سہك بحری تسبیہ اهل مصر
والفہند سب، و اهل الاندلس یعرفونہ
بالقمرونیہ

رویان سمندری پھلی ہے، مصر والے لوگ اسے فرندس
اور اہل اندلس اسے قسرون کے نام سے
جانتے ہیں دت،

انوار الاسرار میں ہے،

المرویات سہك صفار حید الاحمر
تواس تقریر حسب اطلاق متون و تصریح معراج الدرایہ مطلقاً حلال ہونا چاہئے کہ متون میں تبیح
انواع سہك حلال ہونے کی تصریح ہے،

والطافی لیس نوعاً ہر اسہ، بل وصف یعتری
کل نوع۔

اور معراج میں صاف فرمایا کہ ایسی چھوٹی پھلیاں جن کا پیٹ چاک نہیں کیا جاتا اور بے آتش نکالے جھون لیتے
ہیں، امام شافعی کے سوا سب ائمہ کے نزدیک حلال ہیں، رد المحتار میں ہے،

وفي معراج الدرایة ولو وجدت سكة في حوصلة
طائر توکل، وعند الشافعي لا توکل لانه كالوجع
وسجیم الطائر عندنا نجس، وقلنا انما یعتبر
رجیحا اذا تغیر وفي السكة الصفار التي تغلب
من غیران یشق جوفه فقال اصحابه لا یحل
اکله لان رجیعه نجس وعند سائر الاثمة
یحل یہ

اور معراج الدرایہ میں ہے اگر پرندے کے گھونسلے
میں پھلی پائی جائے کھائی جائے، اور امام شافعی
کے نزدیک نہ کھائی جائے کیونکہ پرندے کی بیٹھ کی طرح
ہے اور ان کے بال پرندے کی بیٹھ نجس ہے، امد
ہم کہتے ہیں بیٹھ تب بنے گی جب متغیر ہو جائے گی
اور چھوٹی پھلی جس کو بغیر پاک کئے جھون لیا جائے
شافعی حضرات فرماتے ہیں حلال نہیں ہے کیونکہ
اسکی بیٹھ نجس ہے، اور باقی ائمہ حلال کہتے ہیں۔ (ت)

مذہب غیرتہ جو اہل الاطلاعی میں تصریح دیکھی کہ ایسی چھوٹی پھلیاں سب مکروہ تحریمی ہیں اور یہ کہ یہی صحیح ہے

لے الجامع المفردات الادویة والاعذیة حرف الراء تحت رویان دار الکتب العلمیة بیروت ۱۳۵/۶
لے انوار الاسرار

لے رد المحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹۶/۵

حيث قال السمك الصغير كلها مكروهة كراهة التحريم هو الاصح به
جہاں کہا کہ چھوٹی تمام مچھلیاں مکروہ تحریر ہیں، یہی صحیح ہے۔ (ت)

جھینگے کی صورت تمام مچھلیوں سے بالکل جدا اور کھچے وغیرہ کیڑوں سے بہت مشابہ ہے، اور لفظ ماہی غیر جنس سمک پر بھی بولا جاتا ہے جیسے ماہی مستفقور، حالانکہ وہ ناک کے کاپچہ ہے کہ سوا اعلیٰ نیل پر خشکی میں پیدا ہوتا ہے، اور ریگ ماہی کہ قطعاً حشرات الارض، اور ہمارے اند سے علت و بیان میں کوئی نہی معلوم نہیں، اور پھل بھی ہے تو یہاں کے جھینگے ایسے ہی چھوٹے ہیں جن پر جابر اخلاطی کی وہ تصحیح وارد ہوگی، بہر حال ایسے شبہ و اختلاف سے بے ضرورت بچنا ہی چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از بریلی مسئلہ ذاب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۲ رمضان مبارک ۱۳۱۰ھ
ماحولکم غفر اللہ لکم هذه المسائل افيدونا
ان مسائل میں آپ کا کیا حکم ہے یہیں بتاؤ، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے،

- (۱) جھینگا خوردن حرام و یا حلال؟
(۲) پوست بیضہ خوردن؟
(۳) نسج عنکبوت خوردن؟
(۱) جھینگا کھانا کیا حکم رکھتا ہے؟
(۲) انڈے کا چھلکا کھانا؟
(۳) مکڑے کا بالاکھانا؟

الجواب

- (۱) مختلف فیہ است، ہر کہ از جنس ماہی است
حلال گفته نامت السمک بجمیع انواعہ
حلال عندنا، ہر کہ خیر و گمان بردہ بحرم
رفتہ اذ کل ما غلب ما خلا السمک
حرام عندنا، اسلم در بچوں مسائل اجتناب
است الحمد للہ فقیر و اہل بیت فقیر و راست
کہ خوردہ ایم و نہ ہرگز ارادہ خوردنش داریم۔ واللہ
تعالیٰ اعلم۔
(۲) پوست بیضہ جزاوست پس در حلال
(۱) مختلف فیہ ہے، جو حضرات اس کو پھل کی قسم
کہتے ہیں حلال کہتے ہیں، کیونکہ پھل کی تمام اقسام
ہمارے نزدیک حلال ہیں، اور جو حضرات اس کو
غیر پھل کہتے ہیں وہ حرام مانتے ہیں کیونکہ پھل کے
ما سوا تمام آبی جانور ہمارے نزدیک حرام ہیں ایسے
مسائل میں اجتناب بہتر ہے، الحمد للہ اس فقیر
اور اس کے گھروالوں نے طر بھرنہ کھایا اور نہ لے
کھائیں گے، واللہ تعالیٰ اعلم۔
(۲) انڈے کا چھلکا انڈے کے حکم میں ہے کیونکہ

حرمت بحکم اوست بچوں جلد حیوان، واللہ تعالیٰ اعلم۔
اس کا جز ہے جیسا کہ حیوان کی کمال۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) تصریح اس جزئیہ ایہ وہی بخیاں نیست اینجا
کتب حاضر دارم اما ظاہر محالعت است بچوں طاعت
زبور کما نص علیہ فی التہذیبۃ عن الملتقط
عن اکامام خلف بن ایوب رحمہ اللہ تعالیٰ
زیر کہ نبی متولد از لعاب اوست۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لعاب سے بنتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (د)
مسئلہ از موضع ڈربال ضلع مراد آباد مرسلہ شیخ محمد سکریل صاحب ۲۱ شوال ۱۳۱۲ھ

کی فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ ملائم ہڈی کو چبا لیتے ہیں یہ جائز ہے یا
نہیں؟ اور ایک ہڈی ملائم گائے کے شانہ میں ہوتی ہے جس کو چبائی کہتے ہیں اور اسے گوشت کے ساتھ
کھا لیتے ہیں۔ بتیوا توجروا۔

الجواب

جانور حلال مذبح کی ہڈی کسی قسم کی منع نہیں جب تک اس کے کھانے میں مضرت نہ ہو، اگر ہو
تو ضرر کی وجہ سے محالعت ہوگی، نہ اس لئے کہ ہڈی خود ممنوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الصيد

(شکار کا بیان)

مسئلہ ۱۷۸ مارچ تا آخر شریٹ ۱۳۲۰ھ

ماقولکم (آپ کا کیا فرمان ہے) اندر میں مسئلہ کہ ایک شخص روز شکار بندوق کا شوقہ کھینا ہے، پس بحکم شرع شریٹ کے کس قدر شکار کھینا جائز ہے اور کس وقت میں؟ اور وہ شکاری ہر روز شکار کھینے سے گنہگار ہوتا ہے یا نہیں؟ دریں امور چہ حکم دارد۔ بیتنا احفذاً توجیروا کثیراً۔

الجواب

شکار کہ محض شوقہ بغرض تفریح ہو جیسے ایک قسم کا کھیل سمجھا جاتا ہے وہ روز شکار کھینا کتے ہیں، بندوق کا ہو خواہ پھل کا، دورانہ ہو خواہ گاہ گاہ، مطلقاً بالاتفاق حرام ہے، طالع وہ ہے جو بغرض کھانے یا دوا یا کسی اور نفع یا کسی ضرر کے دفع کو ہو آج کل کے بڑے بڑے شکاری جو اتنی ٹانگ والے ہیں کہ بازار سے اپنی خاص ضرورت کے کھانے یا پہننے کی چیز لانے کو جانا اپنی کسر شان سمجھیں یا نرم ایسے کہ دس قدم دھوپ میں چل کر مسجد میں غار کے لئے حاضر ہونا مصیبت جانیں، وہ گرم دوپہر گرم ٹوئیں گرم ریت پر چلنا اور ٹھنڈا، اور گرم ہوا کے تھپیرے کھانا گوارا کرتے اور دو دو پہر تک دو دو دن شکار کے لئے گھر بار چھوڑے پڑے رہتے ہیں کیا یہ کھانے کی غرض سے جاتے ہیں، ماشاء اللہ بلکہ وہی لہو و لیب ہے اور بالاتفاق حرام، ایک بڑی پہچان یہ ہے کہ ان شکاریوں سے اگر کئے مثلاً پھل بازار میں لے گی وہاں سے لے لیجے ہرگز قبولی نہ کر سکیں گے، یا کئے کہ اپنے

پاس سے دیتے ہیں، کبھی نہ مانیں گے بلکہ شکار کے بعد خود اس کے کھانے سے بھی چند ان غرض نہیں رکھتے
 بانٹ دیتے ہیں، تو یہ جانا یقیناً وہی تفریح و حرام ہے، ورنہ میں ہے،
 الصيد مباح الا قتلهن کما هو خطا ہرے لے شکار مباح ہے مگر قتل کے طور پر مباح نہیں۔ ورنہ
 اسی طرح اسبند و ہزار و جمع الغاوی و غنیہ ذوی الاحکام و تانار خانہ و رد المحتار وغیرہ عام اسفار میں ہے
 واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ معرفت مولیٰ امام بخش صاحب طالب علم بدریہ منظر الاسلام، مسئلہ ویدہ جہاں ۱۸، محرم ۱۳۲۹ھ
 کیا فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ شکار تفریحاً کھینا حرام ہے، زید کہتا ہے کہ شکار اگر گوشت کھانے
 کے واسطے کھیلا جائے تو کچھ حرج نہیں کیونکہ ہم روز گوشت ہی کھاتے ہیں اور چونکہ آجکل گوشت منگنا ہے اس واسطے شکار جو
 فائدہ ہوگا، اور اگر یہ کہ کسی کی جان بے فائدہ دنیا ٹھیک نہیں، تو روز گوشت کیوں کھاتے ہو، زید کہ اس گفتگو پر یہ
 سوال کیا گیا کہ تم مچکے کا سوال پیش کرتے ہو، اور اگر تم شکار سے پیٹ ہی بھرنا مقصود ہے تو روز شکار کیوں نہیں
 کھیلتے تاکہ تم کو پورا فائدہ حاصل ہو، گا ہے کہ یہ کیوں شکار کھیلتے ہو، وہ بھی اپنے معمول کو ساتھ لے جا کر اس سے
 یہ ظاہر ہوا کہ تم تفریحاً ہی شکار کھیلتے ہو، جس کی اجازت شرعاً شریف نہیں دیتی، یہ بہ نوا حضور سے مستغنی ہے
 کہ زید کی گفتگو صحیح ہے یا نہیں، اور زید کی یہ تاویل قابلِ سماعت ہوگی یا نہیں؟ جبکہ زہجوری سے نہ کسی
 بیماری کی صحت شکار کے گوشت سے مد نظر ہے۔

الجواب

تفریح کے لئے شکار حرام ہے اور غذا یا دوا کے لئے مباح ہے، اور نیت کا علم اللہ کو ہے، اگر واقعی
 وہ کھانے ہی کے لئے شکار کو جاتا ہے تو یہ مقصود نہیں تو حرج نہیں، اور اس کی علامت یہ ہے کہ پھل کے
 شکار کو جانا چاہئے، اور پھلیاں بازار میں ملتی ہوں اور دام رکھتا ہوں نہ فریہ سے بلکہ شکار ہی کر کے لائے، اور
 وہ تکلیف و مصائب جو اس میں ہوتی ہیں اگر اکرے تو ہرگز اسے کھانا مقصود نہیں، بلکہ وہی تعسیر ہے۔
 واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸۰ مسئلہ مستولہ علی احمد صاحب
 ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ شکار پھلی کا کھانا جائز ہے یا ناجائز؟ شکار چاہے تکی
 سے اور گھیسے سے کھیلا جاتا ہے۔

الجواب

کسی جانور کا شکار اگر غذا یا دوا یا دفع ایذا یا تجارت کی غرض سے ہو جائز ہے، اور جو تفریح کے لئے ہو جس طرح آج کل رائج ہے، اور اسی لئے اسے شکار کہنا کہتے اور کھیل سمجھتے ہیں، اور وہ جو اپنے کھانے کیلئے بازار سے کوئی چیز خرید کر لانا عار جانیں، دھوپ اور قومیں ٹانگ اڑاتے اور پانی بکاتے ہیں، یہ مطلقاً حرام ہے، کما نص علیہ فی الاشباہ والذوالفہم وغیرہما (جیسا کہ اشباہ اور ذوالفہم وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔) پھر ٹھپکی کا شکار کہ جائز طور پر کریں، اس میں زندہ گھیسار دونا جائز نہیں، ہاں مار کر ہویا کسی وغیرہ بے جان چیز سے تو مضائقہ نہیں، یہ سب اس فعل کی نسبت احکام سے تھے، رہی شکار کی ہوتی ٹھپکی اس کا کھانا ہر طرح حلال ہے اگرچہ فعل شکار اُن ناجائز صورتوں سے ہوا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از جید آباد دکن محلہ افضل گنج آقامت گاہ مفتی لطف اللہ صاحب علی گڑھ جج ریاست جید آباد مدرسہ جناب صاحبزادہ مولوی سید احمد اشرف میاں صاحب متوطن کچھ چھا شریف ضلع فیض آباد، شاگرد رشید مفتی صاحب مذکور ۳ محرم الحرام شریف ۱۳۱۴ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ بندوق کی گولی سے مارا شکار حلال ہے یا حرام، گولی کو حلت صید میں تیر کا حکم ہے یا نہ، لمبی شکل کی جو گولیاں ہوتی ہیں اُن کا حکم کیا ہے؟ بینوا قوجروا۔

الجواب

بندوق کی گولی دربارہ حلت صید حکم تیر میں نہیں، اس کا مارا ہوا شکار مطلقاً حرام ہے کہ اس میں قطع و خرق نہیں، صدم و وق و کسر و حرق ہے، شامی میں ہے،

لا یخفی ان المجرع بالمرصاص انما هو بالاحراق والشغل بواسطۃ انما قاعہ العزیم اذ لیس له حد فلا یحل و بہ افقی ابن نجیمؒ

یہ معنی نہیں کہ تانبے کی گولی کا زخم اس کے جلانے اور قتل کی وجہ سے ہے جو بذریعہ شدید دباؤ کے حاصل ہوتا ہے کیونکہ دھار نہیں ہوتی تو شکار حلال نہ ہوگا، اور یہی ابن نجیم کا فتویٰ ہے (ت)

مطلوبہ شکل کی جو گولیاں ہیں اذوقہ بھی دھار دار نہیں ہوتیں بلکہ تقریباً بیضوی شکل پر مبنی جاتی ہیں اور آلہ کا صید یعنی تیز ہونا اگرچہ شرط نہیں مگر محد یعنی بارود دار ہونا کہ قابل قطع و خرق ہو ضرور ہے، ثانیاً اگر بالفرض گولی تیر کی طرح دھار دار ہی بنائی جائے اور اُسے بطور معبود بندوق سے سر کریں جب بھی

ثبوتِ حلت میں نظر ہے کہ صرف دھار دار کا وجود ہی کافی نہیں بلکہ تیقن بھی ضروری ہے اس کی دھار سے قطع ہونا ہی باعثِ قتل ہوا، اور یہاں ایسا نہیں کہ اُس کا احراق و حد و شدید قاتل ہے کما سمعت اُنھا (جیسا کہ ابھی آپ نے سنا۔ ت) تو قاتل کی یہی وجہ قتل ہوا ہو، نہ قطع، اور بحالتِ شک احتمالِ حکمِ حرمت ہے۔ ہدیہ میں ہے۔

الاصل فی هذا السائل انت الموت اذا كان مضافا الى الجرح بيقين كان الصيد حلالا، واذا كان مضافا الى الثقل بيقين كان حراما، وان وقع المشكك ولا يدري مات بالجرح او بالثقل كان حراما احتياطاً۔

ان مسائل میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر موت یقینی طور پر زخم کی طرف منسوب ہو تو شکار حلال ہے، اور اگر وہ ثقل کی طرف منسوب ہو تو یقیناً حرام ہے اور اگر شک ہو اور معلوم نہ ہو کہ زخم سے مراد ہے یا ثقل سے تو احتیاطاً حرام ہے۔ (ت)

اسی میں ہے،

لا يكل ما اصابه البسندة فمات بها لانها تدق وتكسر ولا تجرح و كذلك امر ماء بهجره وكذا ان جرحه، فانواتا ويله اذا كان ثقیلاً وبه حدة لاحتمال انه قتله بشقله الخ، والله تعالى۔

بندوق لکھنے سے ہلک مشدہ کو نہ کھایا جائے کیونکہ وہ دباؤ سے توڑتی ہے زخم نہیں کرتی، اور اسی طرح اگر پتھر مارا اور دباؤ سے زخمی ہوا، وضاحت یہ ہے کہ اگر پتھر بھاری ہو اور اس کی دھار ہو تو حرام ہے کیونکہ احتمال ہے کہ ثقل کے دباؤ سے ہلاک ہوا ہو اس لئے حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹ ربیع الآخر ۱۲۲۰ھ

بسم الله الرحمن الرحيم، چرمی فرماندہ طلبہ دین و مفتیان شرع متین دیریں باب (اس باب میں علمائے دین و مفتیان شرع متین کیا فرماتے ہیں۔ ت) کہ ایک شخص نے بسندہ اللہ کہہ کر شکار پر بندوق چلائی پس جس وقت جا کر دیکھا تو کوئی آثار اس میں زندگی کے نہ تھے اور نہ جنبش تھی، جس وقت کہ اس کو ذبح کیا تو خون نکلا، اچھی طرح سے، پس وہ شکار حلال ہے یا حرام؟ اور اگر اس کو حلال نہ کرتے تو حلال ہوتا یا حرام؟ اور

در صورت نہ نکلنے خون کے بھی، جواب تحریر فرمائیے۔

الجواب

اگر ذبح کر لیا اور ثابت ہو کہ ذبح کرتے وقت اس میں حیات تھی مثلاً پردہ رک رہا تھا یا ذبح کرتے وقت تڑپا اگرچہ خون نہ نکلا، یا خون ایسا دیا جیسا نہ جوح سے نکلا کرتا ہے اگرچہ جنبش نہ کی، یا کسی اور علامت سے حیات ظاہر ہوئی تو حلال ہے، اور اگر بندہ وحی سے مار کر چھوڑ دیا ذبح نہ کیا یا کیا مگر اس میں وقت ذبح حیات کا ہونا ثابت نہ ہوا تو حرام ہے، غرض مار کار اس پر ہے کہ ذبح کر لیا جائے اور وقت ذبح اس میں زحی حیات باقی ہو، اگرچہ نہ جنبش کرے نہ خون دے، حلال ہو جائے گا اور نہ حرام۔ در مختار میں ہے:

ذبح شاة مریضة فحركات او خروج الدم حلت
والا لان له تدبیر حیاتہ عند الذبح وان
حلم حیاتہ حلت مطلقا، وان لم تتحرك
ولم يخرج الدم وهذا يثاق في منخنة
ومتروية ونطيحة، والحق بقدر الذنب
بطنها فذكاة هذه الاشياء تحلل وان كانت حیاتها
خفيفة وعليه الفتوى لقوله تعالى الا ما ذكيتم
من غير فصل آه وفي رد المحتار عن السبزاغي
عن الاستبجانی عن الامام اعظم رضی اللہ
تعالی عنہ خروج الدم لا يدل على الحیة
الا اذا كان يخرج كما يخرج من الحی قال
وهو ظاهر الرواية ۱۰

رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ محض خون نکلنا حیات کی دلیل نہیں مگر ایسا نکلے جیسے زندہ سے نکلتا ہے تو حیات کی دلیل ہے، اور یہ ظاہر الروایۃ ہے۔ (ت)

اسی کی کتاب الصيد میں ہے،

المعتبر فی المتروية واخوانها کنطيحة	اور پرستے گرنے والی اور اس جیسی مثلاً سینگ زندہ
۱۰ رد مختار	کتاب الذبائح
۵ رد المختار	کتاب الذبائح
دار احیاء التراث العربی بیروت	طبع مجتبائی دہلی
۵/۱۹۶	۲/۲۳۰

و موقوذة و ما اكل السبع و المم بضة مطلق
الحياة و ان قلت كما اشرنا اليه و عليه
الفتوى

لا مٹی زدہ ، ورنہ کی کھائی ہوئی اور بھینس میں مطلق
حیات معتبر ہے اگرچہ حیات قلیل ہی ہو جیسا کہ ہم
نے اس طرف اشارہ کر دیا ہے ، اور اسی پر
فتویٰ ہے۔ (ت)

دارک التنزیل میں ہے ،

الموقوذة التي ائخذوها ضرباً بعصى
أو حجر

موقوذة وہ ہے جس کو لاٹھی یا پتھر سے
مارا ہو۔ (ت)

معالم میں ہے ،

قال قتادة كانوا يضربونها بالعصى فاذا
ماتت اكلوها ثم فظهران المضروب بكل
مشقل كالبنذقة و لو بنذقة الرصاص
كله من الموقوذة فيحل بالذكاة و ان
قلت الحياة

قتادہ نے کہا جاہلیت میں لوگ لاٹھی مارتے جب
مر جاتی تو اسے کھاتے تھے اور ، تو ظاہر ہوا کہ کسی
دباؤ والی چیز سے ضرب لگی ہوئی جیسے بندوق اگرچہ
تانبے کی گولی ہو تو وہ موقوذة یعنی لاٹھی زدہ کے
حکم میں ہے تو وہ ذبح سے حلال ہوگی اگرچہ حیات
قلیل ہو۔ (ت)

رد المحتار میں ہے ،

لا يخفى ان الجرح بالرصاص انما هو بالاحراق
والثقل بواسطة اندفاعه العنيف اذ ليس
له حد فلا يحل و به افقنا اجبت نجيم
والله تعالى اعلم

مخفی نہیں کہ تانبے کی گولی کا زخم جلانے اور ثقل سے
جو شہید دباؤ کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں ،
بنا ہے کیونکہ دھار نہیں ہوتی ، لہذا اس زخم
سے حلال نہ ہوگی۔ اسی پر ابن نجیم نے فتویٰ دیا ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۶۳/۲	مطبع مجتبیٰ دہلی	کتاب الصيد	لے در مختار
۲۶۹/۱	دار الکتاب العربی بیروت	تحت آیت ۵/۲	لے دارک التنزیل (تفسیر النسخ)
۴/۲	مطبع ابابائی مصر	-	لے معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن
۳۰۴/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الصيد	لے رد المحتار

مسئلہ از گوئید بہرائچ مکان مولوی شرف علی صاحب مدظلہ حضرت سید حسین چودریاں صاحب

۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بندوق کا شکار کھانا ایک تکبیر کے ساتھ سر کی جٹے کیا حکم رکھتا ہے؟ بے تواتر وجود۔

الجواب

اگر زندہ پایا اور ذبح کر لیا، ذبح کے سبب حلال ہو گیا اور نہ ہرگز نہ کھایا جائے، بندوق کا حکم تیر کی مثل نہیں ہو سکتا، یہاں آکر وہ چاہیے جو اپنی دھار سے قتل کرے اور گولی چھرے میں دھار نہیں، آکر وہ چاہیے جو کاٹ کرتا ہو، اور بندوق توڑ کر قتی ہے نہ کہ کاٹ۔ رد المحتار میں ہے،

لا یخفف ان الجرح بالرصاص اما هو بالاحراق
والثقل بواسطة اندفاعه العنيفة اذ ليس
له حد فلا يحل وبه اتفق ابن نجيم عليه
السلام
مخفی نہیں کہ تانبے کی گولی کا زخم جلانے اور قتل جو
شدید دباؤ سے حاصل ہوتے ہیں سے بنتا ہے کیونکہ
گولی کی دھار نہیں ہوتی لہذا اس سے حلال نہ ہوگی
اسی پر ابن نجیم نے فتویٰ دیا ہے۔ (ت)

فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے،

لا یحل صید البندق وما شیه ذلک و
ان خرق لانه لا یخرق الا ان یکون
شیء من ذلک قد حدد و طوله
کالسهم وامکن ان یرمی به، فان کان کذلک و
خرقه یحل لکل منہ، وبہ اتفق ما قل
بعض اجلہ علماء کافور من الحرمة بالرصاص
الکبیر لثقتہ دون الحیات لثقتہا، وذلک لان
مناط الحل لیس هم الخفة
بل الحد والخرق، ویدیہی

بندوق وغیرہ کا شکار اگر چہ زخمی ہو جائے حلال نہیں ہے
کیونکہ یہ چیرتی نہیں، ہاں اگر گولی کی لمبی دھار ہو
تو تیر کی مانند ہونے کی بنا پر اس کی طرف پھینکی جاسکے
اور وہ چھ پر مسہ تو اس کا کھانا حلال ہوگا اور اس ہاں
سے کانپور کے بعض اجل علماء کا یہ گمان نہ فرما ہو گیا
کہ بڑی تانبے والی گولی سے حرام ہے کیونکہ وہ بھاری
ہوتی ہے اور چھرے دار گولی سے حلال ہوگی کیونکہ
چھرے باریک ہوتے ہیں یہ اس لئے کہ حملت کا
دار غنیمت و باریک ہونا نہیں ہے بلکہ اس کا مدار

۱۔ لا یمشی من ذلک فی الجہات الا تری الحب
ما قال فی الدر المختار لو كانت یعیض
البسند قۃ خفیفة بها حدة حل حیث
لم یقتصر علی الخفة حتی زاد بها حدة، ولابد
من قید آخر تزکد لوضوحہ بہ و هو ان تصیبه
بحدھا کما مر عن الامام فقیہ النفس، و
ہی مسئلۃ المعارض الشہیدۃ فی الکتب،
فالصواب اطلاق المند۔ واللہ سیخف و تعالی
اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

دھار دار اور چیرنا ہے، اور یہ چیز پھری یعنی دانوں میں
پر بھی طور پر نہیں پائی جاتی، آپ دیکھ نہیں سہے جو درخت
میں فرمایا کہ باریک گولی کی دھار ہو تو حلال ہے، یہاں
انہوں نے صرف نہ خفت پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ دھار کو
زائد ذکر کیا اور ایک اور قید بھی ضروری جس کو واضح کرنے
کی وجہ سے ذکر نہ کیا وہ یہ کہ دھار گنے سے زخمی ہو گیا کہ
امام فقیہ النفس (قاضی خان) کا کلام گزرا، (اور کتب
میں معارض کے عنوان سے مسئلہ مشہور ہے تو
یہی درست ہے کہ گولی کا شکار مطلقاً منع ہے، واللہ
بحرہ و تعالی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم (د)

مسئلہ ۱۸۴ از کراچی بندہ محمد عبدالملک محمد کرائی
چرمی فریاد طلبائے کرام حکم ربکم اذریں مسئلہ کہ اگر
شخص شکار پر تفتاب یعنی بندوق کرد، و پذیرد بندوق
رصاص یعنی گولی یا چھرہ شکار زخمی شدہ و شخص مذکور
وقت سرگردن بندوق بسم اللہ اللہ اکبر ہم گفتہ نما جانہ
مذکور قبل از ذبح مرد، آیا آن جانور شرعاً حلال است
یا حرام؟ درین مسئلہ در میان علمائے ہند کراچی بیجا
و اختلاف افتادہ است، آخر الامر طرفین بریں قرار دادہ
کہ ہر چو ایکہ علمائے کرام بریلی و ہند، جانبین تسلیم
نمایند۔ بیتوا تو جود و ایوم الحساب۔

مسئلہ ۱۸۵ در جواب صاحب کرائی ۲۵ شعبان ۱۳۱۱ھ
علمائے کرام رحمہ اللہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ
میں کہ اگر کوئی شخص بندوق سے شکار کرے اور تانبے
کی گولی یا چھرہ سے شکار زخمی ہو کہ ذبح سے قبل
مر جائے اور بندوق چلائے وقت بسم اللہ اللہ اکبر
پڑھے تو کیا وہ جانور حلال ہے یا حرام؟ اس
مسئلہ میں ہند کراچی کے علماء کا جاحظہ و اختلاف ہے
باقیہ دونوں فریقوں نے قرار دیا کہ علمائے بریلی جو
بجائیں ہم تسلیم کر لیں گے، جواب دو اجر پاؤ
قیامت کے روز۔ (د)

الجواب

حلال نیست زیرا کہ آلہ آبی باید کہ دم بوندہ دارد
و اگر صدمہ شکندہ یا گرمی سوزندہ
حلال نہیں ہے کیونکہ اس کے لئے خون بہانے
والا آلہ چاہئے ذکر وہ جو ٹکرا کر توڑے یا گرمی سے

کھائی رد المحتار - واللہ تعالیٰ اعلم۔
جوائے، جیسا کہ رد المحتار میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (د)

مسئلہ

۲۱ ربیع الآخر شریعت ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کتے کا پکڑا ہوا شکار مسلمان کھا سکتا ہے یا نہیں؟
ایک خرگوش کو کتے نے اس طرح پکڑا ہے کہ اس کے دانت خرگوش کے جسم میں پیوستہ ہو گئے ہیں اور
بہت سا جسم اس کا چاڑھا ہے کہ خرگوش کے جسم میں خون جاری ہے، ہنوز ابھی جان باقی ہے، پس
اس کو ذبح کر کے کھا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

بسم اللہ کہ کو تعلیم یافتہ کتے کو جو شکار کر کے مالک کے لئے چھوڑ دیا کہ خود نہ کھائے، وغیرہم
کے حلال جانور وحشی پر جو اپنے پاؤں یا پروں کی طاقت سے اپنے پکاؤ پر قادر تھا چھوڑا، اور کتا اس کے
چھوڑنے سے سیدھا شکار پر گیا یا اس کے پکڑنے کی تدبیر میں مصروف ہو ایچ میں اور طرف مشغول یا غافل
نہ ہو گیا اور اس نے شکار کو زخمی کر کے مار ڈالا یا ایسا مجروح کر دیا کہ اس میں اتنی ہی حیات باقی ہے جتنی
مذبح میں ہوتی ہے کچھ دیر تک کھڑا ہو جائے گا اور کتے کو چھوڑنے میں کوئی کافر، مجوسی یا بت پرست یا طمسہ یا
مرتد جیسے آجکل کے نصاریٰ، رافضی، نجری، وہابی، قادیانی وغیرہم، خلاصہ کے مسلمان یا کتہابی کے سوا کوئی شریک نہ تھا
و شکار کے قتل میں کتے کی شرکت کسی دوسرے کتے یا تعلیم یافتہ یا سب نجری یا کسی اور جانور نے کہ جس کا شکار ناجائز
ہو، اور چھوڑنے والا چھوڑنے کے وقت سے شکار پرانے تک اسی طرف متوجہ رہا یا پہلے میں کسی دوسرے کام میں مشغول
نہ ہوا، تو وہ جانور بے ذبح حلال ہو گیا، اور ان چودہ شرطوں سے ایک میں بھی کمی ہو اور جانور بے ذبح مر جائے تو حرام
ہو جائے گا ورنہ حرم کا شکار تو ذبح سے بھی حلال نہیں ہوتا، باقی صورتوں میں ذبح شرعی سے حلال ہو جائیگا۔
تہذیب الابصار و در مختار و رد المحتار میں ہے،

کوئی شکار کل پندرہ شرطوں سے مباح بنتا ہے، پانچ
شرطیں شکاری میں پائی جائیں کہ وہ ذبح کرنے کا اہل
ہو، اور وہ خود کتے کو شکار پر چھوڑے، اور آگے کے
ساتھ چھوڑنے میں ایسا شخص شریک نہ ہو جس کا
شکار حلال نہیں ہوتا، اور وہ قصداً بسم اللہ کو ترک
نہ کرے، اور کتا چھوڑنے اور شکار کو پکڑ لینے تک

(الصید بخمسة عشر شرطاً) خمسة في
الصائد وهو انت يكون من اهل
الذكاة وان يوجد منه الايام سال وانت
لا يشارك في الارسال من لا يحل صيده، وان
لا يترك التسمية عامداً، وانت
لا تشغل يمين الارسال والاخذ

بِعَمَلٍ أُخَرَ، وَخَمْسَةٌ فِي الْكَلْبِ إِنْ يَكُونُ
مَعْلَمًا، وَإِنْ يَنْزِهُ عَلَى سَنَنِ الْأَرَسَالِ
وَإِنْ لَا يَشْرُكُهُ فِي الْأَخْذِ مَا لَا يَحِلُّ صَيْدُهُ
وَإِنْ يَقْتُلُهُ جُرْحًا، وَإِنْ لَا يَأْكُلُ مِنْهُ، وَ
خَمْسَةٌ فِي الصَّيْدِ إِنْ لَا يَكُونُ مِنْ بَنَاتِ
الْمَاءِ إِلَّا السَّهْلُ، وَإِنْ يَنْتَعِ نَفْسُهُ بِجَنَاحِيهِ
أَوْ قَوَائِمِهِ، وَإِنْ لَا يَكُونُ مَقْتُولًا بِنَابِهِ، أَوْ
بِمَخْلَبِهِ، وَإِنْ يَمُوتُ بِهَذَا أَوْ قَبْلَ أَنْ
يَبْلُغَ إِلَى ذَبْحَةٍ أَوْ قُلْتُ وَمَعْنَى قَوْلِهِ إِنْ
يَمُوتُ أَيْ حَقِيقَةً، وَحُكْمًا بَانَ لَا يَبْقَى فِيهِ
حَيَاةٌ فَوْقَ الْمَذْبُوحِ، أَنْصَحَ عَلَيْهِ فِي الدَّرَجَةِ
وَأَدْنَاهَا مِنَ الْحَشْوِ

انہیں میں ہے،

شُرْطُ كَوْنِ الذَّابِحِ مُسْلِمًا حَلَالًا خَارِجَ الْحَرَمِ،
إِنْ كَانَ صَيْدًا، فَصَيْدُ الْحَرَمِ، تَحِلُّهُ الذَّكَاءُ
مُطْلَقًا أَوْ كِتَابِيًّا، وَلَوْ مَجْنُونًا أَوْ
مُخْطَعًا، وَالسَّرَادِيَةُ الْمَعْتَرَةُ
كَمَا فِي الْعُنَايَةِ عَنِ النِّهَايَةِ
لَا تَلِ الْمَجْنُونَةُ، لَا قَصْدَ
لَهُ وَلَا نِيَّةَ لَا تَلِ التَّسْمِيَةِ

درمیان میں کسی اور عمل میں مصروف نہ ہو اور پانچ شرطیں
کہتے ہیں پانی جائیں (۱)، سکھایا چھا جو (۲)، سیدھا
شکار کی طرف جائے (۳)، کتے سے شکار کو وصولی
کر نیوالا ایسا شخص نہ ہو جس کا شکار حلال نہیں ہوتا
(۴)، شکار کو کتا زخمی کر کے مارے (۵)، اگر وہ شکار
کو نہ کھائے۔ اور پانچ شرطیں شکار میں پانی جائیں
(۱)، پانی میں پیدا ہونے والا شکار صرف پھلی ہو،
(۲)، وہ بھاگ کر یا ڈر کر اپنا دفاع کر کے (۳ و ۴)، کیلی
دانت یا پنوں والا نہ ہو (۵)، ذبح تک رسائی سے
قبل مر جائے۔ یعنی حقیقتہً مرنے والے یا حکماً مر جائے کہ مذکور
سے زائد اس میں حیات نہ ہو، جیسا کہ درمختار میں
قرع یہ ہے، اور محشی نے اس کو واضح کیا ہے دستا

ذبح کرنے والے کے لئے مسلمان جو حالت احرام
حرم میں نہ ہو، شرط ہے، اور شکار ہو تو ضروری
۔۔۔ حرم سے باہر ہو کیونکہ حرم کا شکار ذبح کرنے
سے حلال نہیں ہوتا مطلقاً یا ذبح کرنے والا اہل کتاب
میں۔ اگرچہ ذبح کرنے والا مجنون ہو اور طحطا،
مجنون ہے۔ معتوہ (ابتداءً جنون) ہو جیسا کہ
عقاید میں نہایت سے نقل کیا ہے کیونکہ کامل جنون والا

۲۹۱/۲

مطبع مجتبائی دہلی

سہ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الصيد

۲۹۶/۵

ادراجہ التراث العربی بیروت

رد المحتار علی الدر المختار

۲۳۸/۲

مطبع مجتبائی دہلی

سہ درمختار کتاب الذبائح

شرط بالنص وهي بالقصد وصحة القصد
بما ذكرنا يعني قوله اذا كان يعقل التسمية
والذبيحة ويضبط آهش۔
قصد اور نیت کا اہل نہیں ہے کیونکہ بسم اللہ پڑھنا
منصوص شرط ہے اور وہ قصد کے بغیر ممکن نہیں
اور قصد کی صحت ہمارے ذکر کردہ سے ہوتی ہے
یعنی اس کا قول کہ وہ بسم اللہ اور ذبح اور ضبط کر
لیجھا ہو، آہش (ت)۔

ان سب شرائط کے ساتھ جس خرگوش کو کتے نے مارا مطلقاً حلال ہے، اور اگر ہنوز ذبح سے زیادہ زندگی
باقی ہے تو بعد ذبح حلال ہے، اس کے دانت جسم میں پیوست ہو جانا و جرحانفت نہیں ہو سکتا، قرآن عظیم نے
اس کا شکار حلال فرمایا اور شکار بے زخمی کئے نہ ہوگا اور زخمی بھی ہوگا کہ اس کے دانت اس کے جسم کو شق کر کے اندر
داخل ہوں، اور یہ خیال کہ اس صورت میں اس کا لعاب کہ ناپاک ہے بدن کو نجس کر دے گا، دو وجہ سے غلط ہے،
اولاً شکار حالت غضب میں ہوتا ہے اور غضب کے وقت اس کا لعاب خشک ہو جاتا ہے،

ولذا فرقی جسم من العلماء فی اخذہ طرف الشوب
ملاطفا فیمنجس، او غضبان خلا۔
اس نے طہار کی ایک جماعت کہتے ہیں کہ کبھی کبھی کو پیار سے
منہ میں لینے اور غصہ کی حالت میں لینے میں فرق کیا ہے

کہ جب فوراً پیار سے منہ میں لے تو ناپاک، اور غصہ میں لے تو پاک ہے (ت)۔
ثانیاً اگر لعاب لگا بھی تو آخر جسم سے خون بھی نکلے گا وہ کب پاک ہے جب اس سے طہارت حاصل
ہوگی اس سے بھی ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الاضحیہ (قربانی کا بیان)

مسئلہ ۱۸۶ از موضع تہجدی ضلع پٹی محبت مرسلہ حاجی نصر الدین صاحب ۱۲ محرم ۱۳۱۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جلد چارم کتاب شرح وقایہ کتاب الاضحیہ ص ۴۳ میں
تحریر ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو شخص دیکھے تم میں سے چاند ذی الحجہ کا اور ارادہ
کے قربانی کا تو چاہئے کہ اپنے بال اور ناخن کو روک رکھے یعنی نہ کاٹے، روایت کیا جاحمت نے۔ اب
ایک شخص اہل اسلام کا ارادہ قربانی کرنے کا ہے، تو وہ شخص دیکھے چاند ذی الحجہ کے سے اپنے بال اور
ناخن نہ روک رکھے یا جاحمت کرا لے، یا اس نے یہ حکم نہ مانا اور رسول مقبول کی حکم عدولی کر سہ تو اس
کے واسطے شرع شریف سے کیا حکم ہے؟ اور کیا کہا جائے گا؟ جواب تحریر فرمائیے، اور قربانی اس کی
صحیح طور پر ہوگی یا کوئی نقص اس کی قربانی میں عامہ ہوگا؟ بیعتنا توجروا۔

الجواب

یہ حکم صرف استجبانی ہے، مگرے تو بہتر نہ کرے تو مضائقہ نہیں، نہ اس کو حکم عدولی کہہ سکتے
ہیں، نہ قربانی میں نقص آنے کی کوئی وجہ، بلکہ اگر کسی شخص نے ۳۱ دن سے کسی عذر کے سبب خواہ بلا عذر
ناخن نہ تراشے ہوں نہ خط بنوایا ہو کہ چاند ذی الحجہ کا ہو گیا، تو وہ اگرچہ قربانی کا ارادہ رکھتا ہو اس مستحب
پر عمل نہیں کر سکتا کہ اب دسویں تک رکھے گا تو ناخن نہ خط بنوا سکتے ہوئے اکتالیسواں دن ہو جائے گا

اور چالیس دن سے زیادہ نہ ہونا گناہ ہے، فعل مستحب کے لئے گناہ نہیں کر سکتا،

في رد المحتار في شرح المنية وفي المصنعات
عن ابن المبارك في تعليم الاطفال وحلق الراس
في عشر ذي الحجة ، قال لا تؤخر السنة
وقد ورد ذلك ولا يجب التأخير فلهذا
محمول على الندب بالاجماع الا ان نفى
الوجوب لا ينافي الاستعجاب ، فيكون مستعجبا
الا ان استلزم الزيادة على وقت اباحته
التأخير ، و نهائه مادون الاربعين ،
فلا يباح فوقها ثم مختصرا . والله تعالى
اعلم .

رد المحتار میں ہے کہ غیر کی شرع اور مصنعات میں
ابن مبارک سے نقل کیا کہ ناخن کاٹنا اور سر منڈان
ذوالحجہ کے دس دنوں میں آپ نے اس کے متعلق
فرمایا کہ سنت کو مؤخر نہ کیا جائے جبکہ اس کے متعلق
حکم وارد ہے تاہم تاخیر واجب نہیں ہے اور توبہ
استعجاب پر محمول ہے اور وجوب کی نفی استعجاب کے
منافی نہیں ہے لہذا مستحب ہے ہاں اگر اباحت
کی مدت پر تاخیر کو مستلزم ہو تو مستحب نہ ہوگا ،
اباحت کی مدت کی انتہا چالیس روز ہے ، قرآن سے
زیادہ تاخیر مبارک نہ ہوگی اور مختصراً . والله تعالى
اعلم .

(المرات)

مسئلہ مسئلہ اکثر واعظ الحق سید اللہ پوری ذاکمہ غفرلہ پور ضلع پٹنہ برسات مولوی ضیاء الدین صاحب
۵ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ

قربانی یا یوم تشریق تک جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

قربانی یوم نحر تک یعنی دسویں سے بارہویں تک جائز ہے ، آخر یا یوم تشریق تک کہ تیرہویں ہے
جائز نہیں ۔ والله تعالى اعلم

مسئلہ مسئلہ مولوی حاجی الدیار خاں صاحب تاجر کتب ۱۲ ربیع الفجر ۱۳۰۵ھ

رامپور میں عید اضحیٰ شنبہ کے دن ہوئی اور بریلی میں یک شنبہ کو ، اب در صورت عدم اطلاع کے
جن لوگوں نے سر شنبہ کو قربانی کی ، اور بعد اس کے مطلع ہوئے ، ان لوگوں کی قربانی درست ہوئی
یا نہیں ؟ اب ان پر کیا حکم ہے ؟ یقیناً توجہ فرمادے۔

الجواب

دوسرے شہر کی رویت مجروح کایات و اخبار سے ہرگز ثابت نہ ہوگی، مثلاً چند آدمی اگرچہ کیسے ہی عادل ثقہ ہوں یہاں آکر بیان کریں، وہاں غلاں دن رویت ہوتی یا عید کی گئی، یا حکم دیا گیا، یا ہمارے سامنے گواہیاں گزریں، یا مادی پھری، کچھ قابل انتفاعات نہیں کہ امر شرعی کا ثبوت بروج شرعی چاہئے، خاتمی طور کا یقین کوئی چیز نہیں، مگر عوام تو عوام اس زمانے کے بہت ذی علم بھی یقین شرعی و عرفی کے فرق سے غافل ہیں۔

فی الدر المختار وحاشیة رد المحتار (لا توشہدوا برویة غیرہم لانہ حکایۃ) فانہم لو شہدوا بالرویة ولا علی شہادۃ غیرہم وانما حکوا رؤیة غیرہم، کذا فی فتح القدیر، قلت وکن الشہد و برویة غیرہم، وان قاضی تلک المصرا امر الناس بصورہ من مضان لانہ حکایة لفعل القاضی ایضا و لیس بحجة بخلاف قضائہ الآخر۔

اگر لوگوں نے غیر کی رویت پر شہادت دی تو جائز نہیں کیونکہ یہ محض حکایت ہے کیونکہ انہوں نے اپنی رویت پر شہادت دی اور نہ غیر کی شہادت پر مبنی شہادت دی انہوں نے تو صرف غیر کی رویت کی حکایت کی ہے یوں ہی فتح القدیر میں ہے۔ میں کہتا ہوں، اگر وہ غیر کی رویت پر شہادت بھی دیں تب بھی یہی حکم ہے اور یونہی اگر وہ اس شہر کے قاضی کے اس حکم پر شہادت دیں کہ اس نے لوگوں کو رمضان کا روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے کیونکہ یہ قاضی کے فصل کی حکایت ہے اور یہ حجت نہیں ہے بخلاف جبکہ وہ قاضی کی قضاء پر شہادت دیں وہ حجت ہے (الخ) پس اگر راپور کی خبر اسی طرح یہاں آئی جب تو سرغنہ کی قربانیوں میں اصل داخل نہیں،

لانہم بنوہا علی امر شرعی وهو اکمال العدة ثلثین عند الغمة ولم یثبت ما یجوزہ فلا یحاطبون الا بہا وقع عندہم۔

کیونکہ انہوں نے شرعی حکم کو مبنی قرار دیا وہ تیس کی گنتی پوری کرنا جب بادل ہوں اور اس شرعی حکم کو رکھنے والی کوئی چیز ثابت نہیں جبکہ لوگ اپنے ہاں پائی جائز الی دلیل کے مخاطب ہیں (ت) اگرچہ انہوں نے غلات احتیاطاً بیشک کیا کہ قطع نظر اس سے کہ افضل و فاضل یعنی وہم و یا زہم چھوڑ کر سب میں گیا درجہ اختیار کیا، جب اگلے چاند کی تاریخ میں بھی احتمال تھا اور بے رویت و شہادت صرف تیس

پورے کرنے پر بنائے کار ہوتی تھی تو شنبہ کی عید بھی ایک احتمال رکھتی تھی، ایسی حالت میں فی التاخیر اوقات پر نظر کر کے سر شنبہ تک پیشار ہونا نہ چاہئے تھا۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بحالت احتمال مستحب ہے بارہویں تک ویرنہ لگائے، اور ویر ہو جائے تو مستحب ہے کہ اس قربانی سے کچھ اپنے یا اور اغنیاء کے صرف میں نہ لائے بلکہ بالکل راہ خدا میں اٹھائے۔ شرح فقہیہ مستوفی میں ہے :

لو شك في يوم الاضحية فاحب ان لا يؤخر الى
اليوم الثالث والا فاحب ان يتصدق كله
اگر قربانی کے دن میں شک ہو تو تیسرے دن تک
مؤخر نہ کی جائے ورنہ تمام گوشت کو صدقہ کرنا سب سے
پسند ہے (ت)

با ایں ہمہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کی قربانی قضا ہوگئی، البتہ افضل یہ ہے کہ جس قدر گوشت وغیرہ اپنے یا اور اغنیاء کے صرف میں آگیا ہر اس کی قیمت لگا کر صدقہ کریں، اور نیز جانور مذبح و زندہ میں جو سب ذبح جو تفاوت قیمت ہو گیا وہ بھی خیرات کریں، مثلاً زندہ ایک روپیہ کو آیا تھا اور ذبح کیا ہوا بارہ آنے کو جاتا تو چار آنے اور تصدق کئے جائیں، عالمگیری میں ہے :

اذا شك في يوم الاضحية فالمتحب ان
لا يؤخر الى اليوم الثالث ، فان اخر لم يتحب
ان لا ياكل منه ويتصدق بالكل في تصدق
بفضل ما بين المذبح وذبح وغیر المذبح
لانه لو وقع في غير وقته لا يخرج عن العدة
الا بذلك ، كذا في المحيط السرخسي
اگر قربانی کے دن میں شک ہو تو مستحب یہ ہے کہ
تیسرے روز تک مؤخر نہ کی جائے اور مؤخر ہو جائے
تو پھر مستحب یہ ہے کہ تمام گوشت صدقہ کیا جائے اور
خود کچھ نہ کھائے اور مذبح اور غیر مذبح میں قیمت
کے فرق زادہ کو صدقہ کرے کیونکہ اگر قربانی اپنے وقت
سے باہر ہو تو اس کے بغیر عمدہ برا نہیں ہوتا، یوں
محیط سرخسی میں ہے (ت)

در مختار وغیرہ میں ہے :

فان اكل تصدق بقسمة ما اكل
ذکره في السادر ، وافاد الشامي امت التذکر
اگر کھایا تو جتنا کھایا اس کی قیمت کو صدقہ کرے اور
انہوں نے یہ مذمتیہ دالہ کو فرمایا اس پر علامہ شامی

کتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳/ ۳۵۴-۵۴	کتب الاضحية	سہ جامع الرموز
۲۹۵/۵	فرائی کتب خانہ پشاور	کتب الاضحية الباب الثالث
۲۴۱/۲	مطبع مجتہائی دہلی	کتب الاضحية

ليس بقيد بل كذلك الحكم في كل ما وجب
التصدق به، قلت واذا وجب هذا في واجب
التصدق، ندب اليه في مندوبه كالصدق
باللحم وبفضل ما بين المذبح الى غير
المذبح كما لا يخفى لان المقصود الاحتياط
للخروج عن العهد باليقين، فكل ما كان
على العهد لتويقن القضا لا يكون مستحبا
هنا، لدفع السر، هذا مما لا يظن به خفاء.

نے یہ افادہ فرمایا کہ نذر کی قید نہیں بلکہ ہر چیز جس کا
صدقہ واجب ہو اس کا یہی حکم ہے، میں کہتا ہوں،
جب واجب صدقہ کا یہ حکم ہے تو نفل صدقہ میں گوشت
کو صدقہ کرنا اور مذبح اور غیر مذبح سے فرق میں ڈالنا
کو صدقہ نفل ہوگا جیسا کہ مخفی نہ ہے کیونکہ مقصد یقینی طور
پر عمدہ برآ ہوتا ہے تو مزار کو اگر عمدہ آہو نے کا
یقین ہو جائے تو یہ مستحب نہیں ہے تاکہ ریاکاری بن جائے
اس میں خفا کا گمان نہیں ہے (ت)

ہاں اگر بطریق موجب شرع وہاں کی خبر ثابت ہو، مثلاً دو گواہ عادل نے آکر خود اپنی روایت پر گواہی
دی، یا دارالتقضا میں قاضی شرع نے باجماع شرائط ان کے سامنے حکم دیا، انہوں نے اس حکم پر شہادت
ادا کی، یا وہاں کے دو عادل اہل روایت نے انہیں بیاد معتبرہ شرع اپنی شہادت کا حامل کیا، انہوں نے
شہادۃ علی الشہادۃ باستیعاب شرائط گزاری۔ یا وہاں کی خبر مستفیض و مشہور ہو گئی، بایں معنی کہ راسخ
سے متعدد گروہ آئے اور سب ایک زبان ہی خبر لائے تو زیرک اصل خبر و حاکم دو تین شخص تھے ان کی زبان
نفل و نفل ہو کر شہر میں شہرت ہو گئی کہ یہ اصلاً قابل اعتبار نہیں، وان اشبه کثیرا علی العوام
ومن ضاهاہم (اگرچہ یہ بات بہت سے عوام اور ان جیسے لوگوں پر غلطی سے ہے۔ ت) ایسی حالتوں
میں بیشک وہاں کی روایت بروجر شرعی ثابت ہو جائے گی،

فی فتح القدیر رد المحتار ما استعناک فلف
المدار المختار وحاشیتہ للعلاۃ الطحاوی
ریلزم، ثبوت الهلال سواد کان هلال
الصوم أو القطر (اہل الشرق برؤية اهل
المغرب اذا ثبت عندهم رؤية اولی بطریق
موجب) کان یتحمل اثبات الشہادۃ
اولی شہد علی حکم القاضی، اولی مستفیض

فتح القدیر اور رد المحتار میں بیان کیا کہ ہم نے آپ کو
سناد دیا ہے اور رد المحتار اور اس کے حاشیہ
طحاوی میں ہے کہ رمضان کا ہلال ہو یا قطر کا
کا ثبوت مشرق والوں پر مغرب والوں کی روایت سے
لازم ہو جاتا ہے جب مغرب والوں کی روایت مشرق
والوں کے ہاں موجب طریقہ سے ثابت ہو مثلاً
دو گواہ جنہیں شہادت پر یا قاضی کی قضا پر یا روایت

الخبر، بخلاف ما اذا احتجوا ان
اهل بلدة كسذا مرأوا، لانه
حكاية اهل حلي الخ۔

علامہ مصطفیٰ رحمۃ اللہ عاشر در مختار میں فرماتے ہیں،
معقولا استفاضة ان تأتي من تلك البلدة
جماعات متعددة وحمل منهم يخبر
عن اهل تلك البلدة انهم صاموا عن
رؤية الخ نقله الشافعي وقوا۔

اور علامہ رشیدی نے اگرچہ دربارہ اخیر اختلاف مطالب کو معتبر ماننے کا استظهار فرمایا،
حيث قال اختلاف المطالع انما ليعتبر في
الصوم لتعلقه بطلاق الرؤية، وهذا
بخلاف الاضحية فانظروا انها كادقات
الصلوات يلزم حمل قوم العمل بما عندهم
في جزئي الاضحية في اليوم الثالث عشر
وان كان على رؤيا غيرهم هو الرابع عشر
بما ان قرباني کے معاملہ کے خلاف ہے تو ظاہر یہ ہے
کہ قربانی کا معاملہ اوقات نماز کی طرح ہے ہر علاقہ کی
قوم پر وہی لازم ہے جو اس کے ہاں ثابت ہو، لہذا
میسرے دن قربانی جائز ہے اگرچہ وہ دن دوسروں کے
ہاں چھادن بنتا ہو۔ (ت)

مگر یہاں اس کی گنجائش نہ ملے گی کہ مسئلہ قربانی میں مطالع شمس سے کام نہیں، جو ایک ہی فرسخ یعنی تین میل پر

عن لا يخفى ان الثالث والرابع مشروعا
سهوا وانما مقصود رحمة الله تعالى الشافعي و
الثالث عشر ۱۲ منه قدس سره۔

شافعی میں تیرہ اور چوڑا تاریخ کا ذکر سہوا ہوا
جبکہ مقصد بارہویں اور تیرہویں تاریخ کا بیان
ہے ۱۲ منہ قدس سرہ (ت)

۱۴۹/۱	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب الصوم	سہ در مختار
۴۴۹/۱	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الصوم	حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار
۹۴/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الصوم	رد المختار
۹۶/۲			سہ

مختلف ہو جاتے ہیں،

كما نص عليه علماء الهدى قلت بل الحق
انها تختلف في ميل واحد بل اقل من
ذلك ، غير ان التفاوت لقلته جدا لا يستبين
لنا الا في نحو فرسخ -

جیسا کہ اس پر علماء ہدیت نے تصریح کی ہے، میں
کہتا ہوں بلکہ حق یہ ہے کہ وہ ایک میل بلکہ اس سے
کم میں مختلف ہو جاتے ہیں لیکن وہ اختلاف آتش
قلیل ہوتا ہے کہ ہیں صرف فرسخ کی مسافت تک
معلوم ہو سکتا ہے (ت)

بلکہ یہاں غرض مطالع قرع سے ہے کہ چوبیس فرسخ یعنی ہتر میل سے کم میں نہیں بدلتے، جن کے اس حساب
سے کہ ایک میل کو اس کے پانچ ٹن کا نام ہے،

كما تشهد به التقادير الدائرة بين اهل
اللسان اذا قيست الى الاصيل المنصوبة
فلا عبرة بما تلجهج به متعلو النصارى .

جیسا کہ اہل لسان کے ہاں معروف اندازے اس
پر شاہد ہیں جبکہ گارڈے ہوسے میلوں کا حساب
کیا جائے تو نصاریٰ کے شاگردوں کے قول کا
اعتبار نہیں۔ (ت)

پیشانیس کو کس ہوسے،

في رد المحتار وفي شرح المنهاج للمصنف، وقد
نبه الناج التبريزي، على امت اختلاف
المطالع ولا يمكن في اقل من اربعة وعشرين
فرسخا وافتى به الموالد والادوية انهم
تحديدية كما افتى به ايضا ابي حفص بنهني
اقول والمنفي هو الاصلان العاديين وان
ترجمت الفلاسفة ما زعمت فان الله على
كل شيء قدير .

رد المحتار اور شرح منہاج امام ربلی میں ہے، اور
ناج الدین تبریزی نے اس پر تنبیہ کی ہے کہ
چوبیس فرسخ سے کم میں مطالع کا اختلاف ممکن
نہیں ہے اور والد گرامی نے اسی پر فتویٰ دیا ہے
اور اس اندازہ کا تحدیدی ہونا مناسب ہے جیسا کہ
انہوں نے یہ بھی فتویٰ دیا ہے اے محفوظ کردہ انتہا
میں کہتا ہوں اسکاں عادی کی نفی کی گئی ہے اگرچہ
فلاسفہ چاہے خیال کریں، تو بیشک اللہ تعالیٰ
ہر چیز پر قادر ہے۔ (ت)

اور ربلی سے رامپور کا فاصلہ براہ دائرہ طول کہ عظیم ہدیت میں اسی کا لحاظ ہے، اس

مقدار کے نصف، بھی نہیں پہنچتا، اور اگر حساب عام ہی لیجے تو بھی اس سے بہت کم ہے، بہر حال وہ تفاوت ہرگز نہیں جس کے باعث چاند کے مطلع بدلتے ہیں، اگرچہ جب ثبوت شرعی پہنچے گا قطعاً ظاہر ہو جائے گا کہ سرشنبہ کی قربانیاں ایام غرگز چاند کے بعد تیرہویں تاریخ واقع ہوئیں اب وہ احکام تصدیق و صورت بالائیں بطور افضلیت و استتباب مذکور ہوئے تھے سبب واجب ہو جائیں گے کا ظہور ماضی (جیسا کہ گزشتہ سے ظاہر ہوا۔ ت) تحقیق ان مسائل کی فقیر کے رسالہ آنہ کی الاہلال با بطل ما احدث الناس فی امر الہلال میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۹ از ایرایان مملکات خلیج فہر مستولہ مکرم سید نعمت اللہ صاحب ۲۳ محرم ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس سال اخبار و فیروزے معلوم ہوا کہ بقرعید کو ۲۹ کا چاند ہوا مگر معتدل سندنہ ملے سے تیس کے حساب سے عید اضحیٰ ہوئی، تو قربانی ۱۲ تاریخ کو ۲۰ کے حساب سے کرے یا احتیاطاً اغتصاف کی وجہ سے ۱۱ تک کرے ۱۲ کو نہ کرے۔

الجواب

در بارہ رؤیت اخبار کا کچھ اعتبار نہیں، ہمیں حکم ہے کہ ۲۹ کا چاند اگر ثابت نہ ہو تو ۳۰ دن پوسے کر لیں فان فقم علیکم فاکملوا العدة ثلثین (اگر بادل ہو جائے تم پر، تیس کی گنتی پوری کرو۔ ت) ۳۰ کے حساب سے بارہویں تک قربانی بے خلعت کریں، احتیاطاً کاشتہ لیت میں کچھ اعتبار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۰ از ہنگار شہر اسلام آباد چانگام موضع ادھوگر مرسلہ مولوی عبدالجلیل صاحب ۴ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ

چہ فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متبعین	علمائے دین و مفتیان شرع متبعین اس مسئلہ میں
اندریں صورت کہ درخانہ شغفے وہ کس موجود است	کیا فرماتے ہیں کہ ایک گھر میں دس حضرات موجود
و قربانی بر ہر یک ایشان واجب است، پس	ہیں اور ان سب پر قربانی واجب ہو تو گھر والے شخص
شغفے نہ کر گا وہ سے خرید از طرف ہفت کس قربانی نمود	نے سات حضرات کی طرف سے گائے خریدی اور
و از جانب سرکس بیچ نکرد، و وقت قربانی فوت گرد	قربانی کر دی اور باقی تین حضرات کی قربانی نہ ہوئی اور

مسئلہ ۹۱ از ہنگار شہر اسلام آباد چانگام موضع ادھوگر مرسلہ مولوی عبدالجلیل صاحب ۴ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ

مسئلہ ۹۲ از ہنگار شہر اسلام آباد چانگام موضع ادھوگر مرسلہ مولوی عبدالجلیل صاحب ۴ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ

مسئلہ ۹۳ از ہنگار شہر اسلام آباد چانگام موضع ادھوگر مرسلہ مولوی عبدالجلیل صاحب ۴ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ

مسئلہ ۹۴ از ہنگار شہر اسلام آباد چانگام موضع ادھوگر مرسلہ مولوی عبدالجلیل صاحب ۴ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ

مسئلہ ۹۵ از ہنگار شہر اسلام آباد چانگام موضع ادھوگر مرسلہ مولوی عبدالجلیل صاحب ۴ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ

مسئلہ ۹۶ از ہنگار شہر اسلام آباد چانگام موضع ادھوگر مرسلہ مولوی عبدالجلیل صاحب ۴ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ

مسئلہ ۹۷ از ہنگار شہر اسلام آباد چانگام موضع ادھوگر مرسلہ مولوی عبدالجلیل صاحب ۴ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ

مسئلہ ۹۸ از ہنگار شہر اسلام آباد چانگام موضع ادھوگر مرسلہ مولوی عبدالجلیل صاحب ۴ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ

مسئلہ ۹۹ از ہنگار شہر اسلام آباد چانگام موضع ادھوگر مرسلہ مولوی عبدالجلیل صاحب ۴ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ

مسئلہ ۱۰۰ از ہنگار شہر اسلام آباد چانگام موضع ادھوگر مرسلہ مولوی عبدالجلیل صاحب ۴ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ

پس از براتی ساقط شود یا بمقدار آن صرفت راء و
مساکین را صدقہ کند شرعاً چ حکم است۔ بقیتموا
بسنۃ النکاح تو جبر و امن الملک الوهاب۔
قربانی کا وقت ختم ہو گیا تو کیا باقی حضرات کی قربانی
ساقط ہو جائے گی یا وہ حضرات قربانی کی مالیت کو
فقر اور مساکین پر صدقہ کریں، شرعاً کیا حکم ہے؟
بتاؤ اور اجر اپنے عطا کرنے والے مالک سے پاؤں دات

الجواب

از سہ باقی ساقط نشود فان الاضحية واجبة
عینا لا کفایة، و چون وقت گزشتہ است واجب
است کہ ہر یک از یہ سرکساں قیمت کو پسندے
کہ در اضحیہ کافی شود، بر فقر ا صدقہ کند فی الدما الخیار
تبرکت التضحية و مضت ایامها تصدق غنی
بقیمۃ شاة تجزئ فیہا او ملتقطا۔ واللہ
سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم
مسئلہ ۱۹۱ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ترقہ کے پاس مکان سکونت کے علاوہ دو ایک اور ہوں
قراس پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟ بقیتموا تو جبروا۔

الجواب

واجب ہے جبکہ وہ مکان تنہا یا اس کے اور مال سے کہ حاجت اصلیت سے زائد ہو مل کر چھین روپے
کی قیمت کو پسندیں، اگرچہ ان مکانوں کو کرایہ پر چلاتا ہو یا خالی پڑے ہوں یا سادی زمین ہو بلکہ مکان سکونت
اتنا بڑا ہے کہ اس کا ایک حصہ اسی کے جائزے گرمی کی سکونت کے لئے کافی ہو اور دوسرا حصہ حاجت سے زائد
ہو، اور اس کی قیمت تنہا یا اسی قسم کے مال سے مل کر نصاب تک پہنچے جب بھی قربانی واجب ہے، اسی طرح
صدقہ فطر بھی۔

فی الہندیۃ عن الظہیریۃ ان کان لہ
عقار و مستغلات ملک اختلف المشائخ
ہندیہ میں ظہیریہ سے ہے کہ زمین اور آمدن والی
ملکیت ہو تو متاخرین فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے

الصَّخْرُونَ وَحَمَلَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى فَأَلْزَعَهُمْ أَيْ وَ
الْفَقِيه على الرازي اعتبار قيمتها، و أبو علي
الدقاق وغيره اعتبار الدخل، واختلفوا فيما
بينهم، قال أبو علي الدقاق است كان
يدخل له من ذلك قوت سنة فعليه
الاضحية و منهم من قال قوت شهر،
ومتى فضل من ذلك قدر ما نبقى
درهم فصاعدا فعليه
الاضحية الخ ونحوه في رد المحتار ولم يذكر
ترجيحا ورأيتني كتبت على هامشه
ما نصه، اقول به جزم في الخانية
من صدقة الفطر ولم يحك
خلافا حديث قال وما زاد على
الدار الواحدة والد مستحبات
الثلاثة من الثياب يعتبر في القضاء ثم
قال واذا كانت له دار لا يسكنها
ويؤجرها ادلايواجرها يعتبر
قيمتها في القضاء وكذا اذا اسكنها و
فضل عن سكنه شئ يعتبر فيه
قيمة الفاضل في النصاب وتعلق بهذه النصاب
بحكائ وجوب صدقة الفطر والاضحية وحرمة
وضع الزكاة فيه وجوب نفقة الاقارب

اختلاف کیا ہے، تو زعفرانی اور فقیر علی رازی نے ان
کی قیمت کا اعتبار کیا ہے اور ابو علی الدقاق وغیرہ نے
ان کی آمدن کا اعتبار کیا ہے اور پھر آمدن کے اعتبار
والوں کا آپس میں اختلاف ہوا، ابو علی الدقاق نے
کہا اگر سال بھر کی آمدن حاصل ہو جائے تو قربانی
واجب ہے اور ان میں سے بعض نے یہ کہہ کر کہ
آمدن میں سے سال بھر میں دوسو درہم فاضل
بچ جائیں یا اس سے زائد، تو اس پر قربانی واجب
ہے الخ، اور رد المحتار میں اسی کی مثل مذکور ہے اور
انہوں نے ترجیح کو ذکر کیا، مجھے یاد ہے کہ میں نے
اس کے حاشیہ میں یوں لکھا ہے، عبارت یہ ہے،
اقول (میں کہتا ہوں) خانیہ میں اس پر جزم فطر
کے متعلق کیا ہے اور انہوں نے اختلاف کو ذکر کیا
جہاں انہوں نے فرمایا، جو ایک مکان اور میں چڑھے
بواس سے زائد ہو وہ خنار میں شمار ہوگا ۱۰۱، پھر
فرمایا اگر اسکی مکان جو جس میں رہائش پذیر نہیں
اس کو کرایہ پر دیا ہو یا نہ دیا ہو تو اس کی قیمت کے
اعتبار سے خنار میں شمار ہوگا، اور یوں اگر مکان میں
رہائش پذیر ہو اور رہائش سے کچھ کم سے زائد ہوں تو
زائد کی قیمت کو نصاب میں شمار کیا جائے گا اور اس
نصاب سے صدقہ فطر اور قربانی، زکوٰۃ لینے کی حرمت
اقارب کا نفقہ کے احکام متعلق ہو جائیں گے، ۱۰۲،

وهكذا نقل الكلام عنها بمرزوخ "خ" خزانة المفتين وكذلك ذكر في البرازية اقوال المتأخرين كالزحرفاني والدقاق وغيرهما مقدما قول الزحرفاني انت العبرة بالقيمة ثم قال وعند الشافعي رحمه الله هو موسر بالضياح، اهو في الهندية عن الخلاصة عن الاجناس لو كان له دار فيها بيتان شتوي وصيفي وفرش شتوي وصيفي، لم يكن بها غنيا فان كان له فيها ثلث بيوت وقيمة الثالث ما تساويهم فعليه الاضيحة في مثله في البرازية وقال قبله لو كان في دار اجارة فاشترى ارضا بنصاب ونجب فيها منزلا يسكنه لزمت له ارضا وبالجمل قد تظاهرت الروايات على الايجاب وهو الموافقة لاطلاق المتون والشروح، من قولهم كما في الهداية وغيرها واجبة على المحرم المسلم، اذا كان مال المقدار النصاب فاضلا عن

اور خزائن المفتين میں غانیہ کی اس کلام کو اس کی رمز "خ" کے ساتھ ذکر کیا اور یوں ہی برازیہ نے متاخرین کے اقوال کو ذکر کیا اور زحرفانی کے قول کو دوسروں پر مقدم کیا کہ قیمت کا اعتبار ہے اور پھر کہا کہ امام ثانی (امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ) کے نزدیک زمینوں کی وجہ سے غنی قرار پائے گا احد اور ہندیہ میں خلاصہ سے بجا لے اجناس ذکر کیا کہ اگر مکان میں دو کمرے ہوں ایک موسم سرما اور دوسرا موسم گرما کے لئے ہوا سردی اور گرمی کے بستر ہوں تو اس سے غنی شمار نہ ہوگا اور اگر مکان کے عین کمرے ہوں اور تیسرے کی قیمت دوسو درہم ہو تو اس پر قربانی لازم ہوگی الخ اور اس کی مثل برازیہ میں مذکور ہے انہوں نے اس سے قبل ذکر کیا کہ کوئی کرایہ کے مکان میں ہو تو اس نے نصاب برابر قیمت سے زمین خرید کر مکان بنایا اور اس میں رہائش پذیر ہو تو اس پر قربانی لازم ہے اور خلاصہ یہ کہ اس پر قربانی کو واجب کرنے والی روایات کثیرہ متفق ہیں اور یہی متون اور شروح کے اطلاق کے موافق ہے جیسا کہ ہادیہ وغیرہ کا قول ہے کہ آزاد مسلمان جب اپنی رہائش، لباس، ضروری سامان

- ۱۔ فتاویٰ برازیہ علی حاشی الفتاویٰ الہندیہ کتاب الاضحیۃ الفصل الثانی فورانی مکتبہ ناز پشاور ۶/۲۸۶
 ۲۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الاضحیۃ الباب الاول " " " " ۵/۲۹۳
 ۳۔ فتاویٰ برازیہ علی حاشی الفتاویٰ الہندیہ کتاب الاضحیۃ الفصل الثانی " " " " ۶/۲۸۶
 ۴۔ " " " " " " " " " " ۶/۲۸۶

سے زائد نقد اور نصاب کا مالک گھوڑے، ہتھیار اور غلام وغیرہ سے زائد نقد اور نصاب کا مالک جو تو قربانی واجب ہے، اور وہی مذہب کے ایک شیخ سے بھی منقول ہے اور اختلاف متاخرین میں پیدا ہوئے پھر یہی باعث احتیاط ہے تو اسی پر اعتماد ہونا چاہیے، اگر کوئی اعتراض کرے کہ فقہاء کرام نے قربانی کے میاں و جب کو صدقہ فطر کے میاں و جب کی طرف پھیلے اور تنزیہ میں قربانی کو صدقہ واجب کی حرمت کے میاں پر لاگو کیا ہے جہاں انہوں نے کہا کہ صدقہ فطر ہر ایسے مسلمان پر واجب ہے جو اپنی اصلی حاجت سے زائد نصاب والا ہو اگرچہ وہ نصاب نامی نہ ہو اور اسی نصاب سے صدقہ واجب لینا حرام ہو جاتا ہے احاد اور درختار میں مصارف زکوٰۃ کے باب میں کہا کہ زکوٰۃ غنی پر صرف زکوٰۃ جائے غنی وہ کہ اپنی اصلی حاجت سے خارج قدر نصاب کا مالک ہو غراہ کوئی بھی مالی ہوا اور رد المحتار میں کہا کہ فتاویٰ میں مذکور ہے ایسے شخص کے متعلق جو دکانوں اور مکانوں کا مالک ہو جن کو کرایہ پر دیا ہو لیکن ان کا کرایہ اس کو اور اس کے عیال کو کفایت نہیں کرتا تو وہ فقیر ہے، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کو زکوٰۃ حلال ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلالی نہیں ہے

مسکنہ و ثیابہ و اثاثہ و فرسہ و سلاحہ و عبیدۃ و هو المنقول من احد شیخی المذہب و الخلافات انما جاء عن التأخرین ثم هو الاحوط فعليه فليكن التعويل، فانت قلت اليس قد احوالوا يسار الاضحية على يسار صدقة الفطر و احوال في التنوير يسار على نصاب يحرم الصدقة، حيث قال صدقة الفطر تجب على كل مسلول ذي نصاب فاضل عن حاجته الاصلية وانت لم ينم و به تحريم الصدقة ثم وقال في الدر من مصارف الزکوٰۃ لا يصرف الم غنى يملك قدر نصاب فایغ من حاجته الاصلية من اى مال كانت ثم قال في الاحتاد ذکر فی الفتاوی فیمن له حوائت و درر الغلة، لکن غلتها لا تکفیه و لایاله انه فقیر و یحل له اخذ الصدقة عن محمد، و عند ابی یوسف لا یحل کذا لولہ کرم لا تکفیه غلته ثم

۱۸۸/۱ مطبع یوسفی لکھنؤ
مطبع مجتہائی دہلی ۱۴۲ - ۱۴۱
۱۴۱/۱ " " "

لے البدایہ کتاب الزکوٰۃ باب صدقة الفطر
لے در مختار شرح تنزیہ الابصار کتاب الزکوٰۃ " "
لے در مختار " باب المصروف

وف التارخانية عن الصغری له
 دار یسکنا لکن تزید علی حاجته بام
 لا یسکن کل یحل له اخذ الصدقة
 فی الصحیح ، و فیها سئل محمد
 عمن له ارض یزرعها ، او
 حیوان یستغلها ، او دار غلتها
 ثلثة الاف ، ولا تکفی لنفقته ونفقة
 عیاله سنة یحل له اخذ الزکوة
 وان کانت قیمتها تبلغ الوفاء ، و علیه
 الفتوی وعندہما لا یحل له
 کل مخصصات ، قلت نعم یفتی
 بهذا فی حرمة الصدقة ، وبہ
 جزم فی الخانیة وخزانة المفتیین ،
 قال لوکان له حیوانیت او دار
 غلة تساوی ثلثة الاف ، وغلتها
 لا تکفی لقوته وقوة عیالہ یجوز
 صرف الزکوة الیہ وکذا لوکان
 له ضیعة تساوی ثلثة الاف
 ولا یخرج منها ما یکفی لہ
 ولعیالہ یجوز لہ اخذ
 الزکوة ثم لم یمنعها هذا
 علی جزمہما فی مسئلة الاضحیة

اور یعنی اگر انکو در ہوں اور ان کی آمدن اسے کافی نہ ہو
 اور تارخانیہ میں فتاویٰ صغریٰ سے منقول ہے کسی
 کا مکان رہائشی جو کسی کے حرج حاجت سے زائد
 ہو اور سب میں پائش نہ ہو تو صحیح قول میں اس کو زکوٰۃ
 لینا حلال ہے ، اور اس میں ہے امام محمد رحمہ اللہ تھا
 سے سوال کیا گیا کہ کسی کی زراعت والی زمین چوبیادکانیں
 کرایہ پر دی ہوں یا مکانات کرایہ واسطے ہوں اور ان
 کی آمدن تین ہزار ہو اور وہ اس کو اور اس کے
 عیال کو سالی بھر کے لئے کافی نہ ہو تو اس کو زکوٰۃ
 لینا حلال ہے اگر ان کی قیمت خرچہ کو پورا کرتی ہو
 اور اسی پر قوتی ہے ، اور مفتیین کے نزدیک حلال
 نہیں ہے اور یہ تمام عبارتیں مخصص ہیں ، جواب میں
 کہتا ہوں ہاں زکوٰۃ کے حرام ہونے کے لئے یہ فتویٰ
 ہے اور اسی پر خانیہ اور خزانہ المفتیین میں جزم کیا ہے
 ان دونوں نے کہا کہ اگر دکانیں اور مکان کرایہ پر
 دستے ہوں جن کی آمدن تین ہزار ہو اور یا آمدن اس
 اور اس کے عیال کو کافی نہ ہو تو اس کو زکوٰۃ لینا
 جائز ہے اور یوں اگر زرعی زمین ہو جس کی قیمت
 تین ہزار ہو جبکہ اس سے حاصل ہونے والا غلاتنا
 نہیں کہ اس کو اور اس کے عیال کو کافی ہو تو اس کو
 زکوٰۃ لینا جائز ہے اور پھر یہ زکوٰۃ لینے کا جواز ان
 دونوں حضرات کے جزم کے مطابق قربانی کے مسئلہ

لہ رد المحتار کتاب الزکوة باب المصروف دار احياء التراث العربی بیروت ۶۵/۲
 لہ فتاویٰ تاضیحان فصل فیمین یوضع فیہ الزکوة نوکشور بکھنو ۱۲۳/۱
 خزانة المفتیین باب المصروف دار احياء التراث العربی بیروت ۴۶/۱

بما رأيت ولا ثلاثين مربيين حل الصدقة و سقوط الواجبات المالية ، حتى صرح العلماء ان من له نصاب سائمة لا تساوي مائتي درهم تحل له الزكوة ، وتلزمه الزكوة ، في رد المحتار عن الشرنبلالية عن الجوهرية عن الامام المرفي في ان اذا كان له خمس من الابل قيمتها اقل من مائتي درهم تحل له الزكوة وتجب عليه اذ وتمام تحصيله فيه ولا شك ان الزكوة اضيق وجوبا من صدقة الفطر والاضحية فلا غرو ان وجبتا على صاحب الضياع والمستغلات لملكه نصابا فاضلا ، وحت له الصدقة لعدم كفاية الغلة له ولعياله له نعم يبقى خلاف مفهوم ما افاده في التتوير ولا يخرج فيه بعد ما جاء من العلماء تلك النصوص بالتحشير ، والله تعالى اعلم۔

کے لئے مانع نہیں ، جیسا کہ تم نے دیکھا ، جبکہ زکوٰۃ کے حلال ہونے اور واجبات مالیہ کے ساقط ہونے میں تلازم نہیں ہے حتیٰ کہ علمائے تصریح کی ہے کہ جس کے پاس سائمہ جانوروں کا نصاب موجود ہو اور ان جانوروں کی قیمت دو سو درہم کے مساوی نہ ہو تو اس کو زکوٰۃ لینا حلال ہے اس کے باوجود جانوروں کی زکوٰۃ اس پر واجب ہے اور رد المحتار میں شرنبلالی بحوالہ جوہرہ امام مرفیانی سے منقول ہے کہ اگر کسی کے پاس پانچ اونٹ ہوں جن کی قیمت دو سو درہم سے کم ہو اس کو زکوٰۃ حلال ہے باوجودیکہ اس پر اونٹوں کی زکوٰۃ واجب ہے اور اس کی مکمل بحث وہاں موجود ہے اور اس میں شک نہیں کہ زکوٰۃ کا وجوب صدقہ فطر اور قربانی کے وجوب سے کڑا ہے تو اس میں کوئی رکاوٹ نہیں کہ صدقہ فطر اور قربانی زمین وغیرہ کی آمدن والے پر واجب ہوں جبکہ وہ آمدن اصلی حاجت سے نائد نصاب برابر ہو اور ساتھ ہی اس کو زکوٰۃ لینا حلال بھی ہو کیونکہ زمین کی آمدن اس کو اور اس کے عیال

کو کافی نہ ہو ، ان تئیر کے مفاد مفہوم کا خلاصہ باقی رہا تو اس میں علماء کی کثیر تعداد آجائے کے بعد کوئی حرج نہیں ہے ، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۲ مسئلہ مولوی ظفر الدین صاحب از بانگی پور پٹنہ ۲۳ صفر ۱۳۳۲ھ

ایک شخص برائے نام صاحب جائداد ہے ، سو روپیہ سالانہ آمدنی کی جائداد ہے ، وہ شخص مسکینہ ماہوار کا نوکر بھی ہے جو اس کی ضروریات و نیوید کو کافی ہے ، کسی سال میں کچھ نہیں بچتا

اس کی بیری کے پاس تقریباً معصوم و پیر کا زیور ہے۔ وہ کاٹائی باقی نقرئی، اب ایسی صورت میں یہ تو ہی ہے کہ زکوٰۃ میاں بی بی دو میں کسی پر واجب نہیں مگر صدقہ فطر و قربانی ان دونوں یا ایک پر واجب ہے یا نہیں؟ اور ہے تو کس پر؟

الجواب

شتر و پیر کا زیور اگر ملک زن ہے اور اس پر قرض نہیں تو اس پر نہ صرف اضحیہ و صدقہ فطر بلکہ زکوٰۃ بھی فرض ہے کہ اگرچہ صے کے سونے عصبہ کی چاندی میں کسی کی نصاب کامل نہیں، مگر سونے کو چاندی کرنے سے چاندی کی نصاب کامل مع زیادہ ہو جائے گی، ہاں شوہر پر صدقہ و اضحیہ بھی نہیں اگرچہ زیور نہ ہو مگر بھی اسی کی ملک ہو کہ تمام کا قرض محیط ہے مگر ان علماء کے نزدیک کہ ایجاب صدقہ و اضحیہ میں قیمت جائداد کا اعتبار کرتے ہیں اور رائج و مفتی بر اول ہے، واقعہ قائلے اعلم۔ ہندو میں تعمیر یہ ہے۔

ان كان له عقار ومستغلات ملك اخذت
المشائخ المتأخرون وحسبهم الله فالزعفراني
والفقيه علي الرازي اعتبارا قيستها، و ابو علي
الدقاق وغيره اعتبروا بالدخل، واختلفوا
فيما بينهم، قال ابو علي الدقاق ان كان
يدخل له من ذلك قوت سنة فعليه
الاضحية ومنهم من قال قوت شهر و
مقي فضل من ذلك قدر ما شق درهم
فصاعدا فعليه الاضحية۔

اگر کسی کی زمین اور آمدن والی ملکیت ہو متاخرین
مشائخ کا اختلاف ہے تو زعفرانی اور فقیہ علی رازی
نے قیمت کا اعتبار کیا ہے اور ابو علی الدقاق وغیرہ
نے آمدن کا اعتبار کیا ہے اور ان کا آپس میں
اختلاف ہوا ابو علی الدقاق نے کہا اگر اس کو ان
اشیاء سے سال بھر کے خرچہ کی آمدن ہو تو اس پر
قربانی واجب ہے اور ان میں سے بعض نے کہا
کہ ماہانہ خرچہ کی آمدن ہو اور جب سال بھر میں دو سو
درہم یا زائد فاضل پانچ بائیس تو اس پر ستر بانی
واجب ہے (ت)

رواجحار میں پانچ سے ہے،

مثل محمد بن محمد له ارض يزرعها او
حانوت يستغلها او دار غلتها ثلثة
الاف ولا تكلف لنفقة ونفقة

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا ایسے شخص کے
مستحق کہ اس کی زرعی زمین یا دکان یا مسکن کا
کرایہ آمدن تین ہزار ہے اور وہ اس کے اور

حیالہ سنۃ یعمل لہ اخذ الزکوۃ، وان کانت قیمتہ تبلغ الوفا علیہ الفتویٰ، وعندہما لایعمل ینہ

اس کے خیال کے سال بھر کے نفقہ کے لئے کافی نہیں اس کو زکوۃ حلال ہے اگرچہ ان کی قیمت کفایت کو پہنچتی ہو، اور اسی پر فتویٰ ہے اور شیخین کے نزدیک حلال نہیں (د)

درمنار کے صدقہ فطر میں ہے :

تجب علی کل مسلم ذی نصاب فاضل عن حاجتہ الاصلیۃ وان لہ ینم، وبہذا النصاب تحرم الصدقة، وتجب الاضحیۃ ونفقة المعارم علی الراتبین، فالدی لہ امر من قیمتہا التوف کما وصف لہ لو کان تجب علیہ الاضحیۃ لمحرمت علیہ الزکوۃ لکنہا لم تحرم فالاضحیۃ لم تجب، واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہر مالک نصاب مسلمان پر کہ اس کی اصلی حاجت سے زائد ہو اگرچہ یہ نصاب نامی نہ ہو تو رائج قول پر محرم کا نفقہ اور قربانی واجب ہے اور اس نصاب سے زکوۃ لینا حرام ہو جاتا ہے، میں کتاب پر جس کے پاس زمین ہے جس کی قیمت ہزاروں ہے جیسے بیان کیا گیا ہے اگر اس پر قربانی واجب ہے تو اس کو زکوۃ لینا حرام ہے لیکن زکوۃ حرام نہیں، لہذا قربانی واجب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (د)

مسئلہ ۱۹۳ از سرکار مارہرہ شریف مرسلہ حضور سیدنا سید محمدی حسن میاں صاحب سجادہ اقدس دست پرکاشم

۶، ر ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

اعلم حضرت محترم سہم خادمہ عرض ہے، فقیر رضوی کی عمر گیارہ سال کچھ ماہ کی ہے، زیور اس کے پاس غالباً ساٹھ روپے کا ہے، بالغ نہیں ہے، قربانی اس کے ذمہ واجب ہے یا نہیں؟ پر برکات عمر سترہ سالہ خلف بھائی جان مرحوم بے ماں باپ کا ہے لیکن اس کی والدہ کا زیور و ظروف مستی و پار چھانے پوشیدہ فی ہیں جو بھنب ایک شخص کے پاس ہیں جن کے ملنے کی کسی قسم کی امید اس کو کسی زمانہ میں نہیں، وہ مالک و وارث اُن چیزوں کا ضرور ہے مگر اس کے قبضہ سے قطعی باہر ہیں اور صحیح طور سے یہ بھی نہیں معلوم کہ اُن چیزوں کا وجود ہے یا نہیں، اس کے ذمہ قربانی ہے یا نہیں؟

الجواب

حضور والا آداب غلامانہ معروض، نابالغ اگرچہ کسی قدر مالدار چوں کہ اس پر قربانی ہے نہ اس کی طرف سے اس کے باپ وغیرہ پر، حضرت صاحبزادہ صاحب! اگر اس مال کے سوا اپنی حاجت اصلیکہ کے علاوہ چھین بڑے کے مال کے مالک ہیں تو ان پر قربانی ہے ورنہ نہیں، وہ مال کہ نہ کبھی اس کے ملنے کی امید نہ اس کا وجود ہی معلوم، مثل معدوم ہے، اس کے سبب وجوب نہ ہوگا، زیادہ حدادب۔

۲۲ صفر ۱۳۲۲ھ

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں، سائل دریافت کرتا ہے کہ قربانی ولی کرے تو سب گھر والوں کی طرف سے ہو جائے گی کیونکہ سب اولاد شامل ہے مثلاً بیٹے اور بیٹیوں کی اولاد، نواسے وغیرہ اور سب مال اسباب کا دادا جو کہ ولی ہے مالک ہے، اور دوسروں کو اختیارات بالکل نہیں ہیں اور ولی اپنے دل میں خیال کر کے قربانی یا دیگر صدقات یا زکوٰۃ یا میلاد شریف کرتا ہے، اسی صورت میں سب کی طرف سے قبول ہوگی یا ولی کی طرف سے؟ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

ایک قربانی نہ سب کی طرف سے ہو سکتی ہے، نہ سوا مالک نصاب کے کسی اور پر واجب ہے، اگر اس کی بالغ اولاد میں کوئی خود صاحب نصاب ہو تو وہ اپنی قربانی جدا کرے، یعنی زکوٰۃ جس جس پر واجب ہے یہ الگ الگ دیں، ایک کی زکوٰۃ سب کی طرف سے نہیں ہو سکتی، جو چیز واجب شرعی نہیں مثلاً صدقہ، نفل، میلاد مبارک وہ بھی ایک کے کرنے سے سب کی طرف سے نہ قرار پائے گا، ہاں کرنے والا ہر ایک کا اگرچہ فرض ہو اپنی اولاد اور گھر والوں جن کو چاہے پہنچا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۵ از مدرسہ نظر الاسلام مدرسہ مولوی احسان علی صاحب متعلم مدرسہ مودعہ، رازی الحجہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نصاب کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ ۵۲ ۱/۲ تو لے چاندی یا پٹا، تو لے سونا بقدر اس کے روپیہ موجود ہوں جب قربانی واجب ہے یا کہ اتنے مقدار کی مالیت ہو چاہے اس کے پاس کاشت ہو یا چرواہے ہوں، اگر ایک شخص کے پاس ۹۰ روپیہ کی بھینس یا بیل ہے تو اس پر قربانی ہے یا نہیں، کسی شخص کو بزار روپیہ ماہوار کی آمدنی ہے لیکن ہر ماہ قربانی ایک روپیہ بھی اس کے پاس موجود نہیں، وہ شخص قرض لے کر قربانی کرے گا یا کہ نہیں، علیٰ ہذا التماس کاشت فروخت کر کے قربانی کرے گا یا نہیں؟ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

24

24

قربانی واجب ہونے کے لئے صرف اتنا ضرور ہے کہ وہ ایام قربانی میں اپنی تمام اصلی حاجتوں کے علاوہ ۵۶ روپیہ کے مال کا مالک ہو، چاہے وہ مال نقد ہو یا بیل یا بھینس یا کاشت، کاشتکار کے بیل اس کی حاجت اصلیہ میں داخل ہیں ان کا شمار نہ ہو، ہزار روپیہ ہوا کر کی آمدنی والا آدمی قربانی کے دن ۵۶ روپیہ کا مالک نہ ہو، یہ صورت خلاف واقعہ ہے، اور اگر ایسا فرض کیا جائے کہ اس وقت وہ فقیر ہے تو ضرور اس پر قربانی نہ ہوگی، اور جس پر قربانی ہے، اور اس وقت فقہ اس کے پاس نہیں وہ چاہے قرض لے کر کرے یا اپنا کچھ مال بیچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۹۶ھ ۱۳ ذوالحجہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک بکری پارسال قربانی کے ارادہ سے لی گئی، اس نے گھر میں آکر دودھ دیا، اور لوگوں نے کہا یہ بکری دودھ کی ہے اس کی قربانی مست کرد، تو اس کے عوض ایک مینڈھا قربانی کر دیا اور بکری کو گاؤں بھیج دیا وہاں جا کر دھوا گا بھن ہو گئی، پھر اس کو مکان پر بلایا، یہاں آکر دو بکری بیائی، اور ان کا بھی یہی ارادہ کیا کہ جب یہ دونوں بکری سال بھر کی جو بھائیں لگیں ان کی بھی قربانی کر دی جائے گی، اس کا دودھ بھی اپنے کام میں آیا، بعد کہ بکری نے اس کے بچوں کے گاؤں بھیج دی گئی، پھر اب اس کو گاؤں سے منگوا لیا قربانی کے لئے، تو اس کے آثار سے معلوم ہوا کہ گا بھن ہے اس کی قربانی نہیں کی بلکہ اس کے عوض میں ایک مینڈھا قربانی کر دیا گیا۔

پس اس صورت میں بکری کا دودھ اپنے کام آسکتا ہے یا نہیں؟ اور آیا اس بکری کو فرد غست کرنا یا لینا جائز ہے اپنے لئے یہ بکری ڈھائی روپیہ میں پارسال خریدی گئی تھی، اور پارسال جو مینڈھا اس کے عوض میں قربانی کیا گیا اس کی قیمت یاد نہیں، اور اب کے جو مینڈھا قربانی کیا گیا دودھ روپیہ چھ آنہ میں خریدا گیا تھا۔ بقینہ ان وجہ۔

الجواب

دودھ کے جانور یا گا بھن کی قربانی اگرچہ صحیح ہے مگر ناپسند ہے، حدیث میں اس سے مخالفت فرمائی، سائدہ جبکہ غنیہ لاکھ نصاب ہے تو بہ نیت قربانی بکری خریدنے سے خاص اس کی قربانی اس پر لازم نہ ہوئی اسے بدل لینے کا اختیار تھا، دودھ دیتی دیکھ کر اس کے عوض مینڈھا کر دیا یا اس سال گا بھن خیال کر کے بھی مینڈھا کیا کچھ حرج نہ ہوا، اس بکری کا پالنا بیچنا، دودھ پینا سب روا ہے۔

وكراهة الاشتغال بدين الاضحية و صودها قربانی سے قبل اس جانور کے دودھ اور اون کے اشتغال

قبل التضحية انما كان لانه التزام اقامة
القرية بجسيم اجزائها كما في الدار فاذا
اقيم القرية بغيرها بقيت على حكم ملكه
المطلق المتصرف على ان منهم من
ايازها اعني الانتفاع بالبنين والصوف
للغنى مطلقا لوجوبها في الذمة فلا يتعين
حكمها في الدار عن النزيل قال الشافعي
والجواب ان المشقاة فتضحية متعينة
للقرية الى ان يقام غيرها مقامها - اما
كراهة الاستبدال فشيء خارج عما نحن
فيه لان الكلام في حل الانتفاع بها يعني
وحلها بعد ما ابدلت بل هي الكراهة
في غير هذا اذا وجدها ذات ذرا وحل لومرود
الحديث بالنهي عنهما ، والله تعالى اعلم .

اس لئے محروہ ہے کیونکہ اس نے اس جانور کو جس
اجزاء محبت قربت کے لئے لازم بنایا ہے جیسا کہ
در مختار میں ہے تو جب اس نے قربت دوسرے
جانور سے قائم کر لی تو اب یہ اس کی مطلق ملک والے
تصرف میں ہو گیا ، عذوہ از بن بعض نے دودھ اور اون
سے خنی کو انتفاع مطلقاً جائز قرار دیا ہے کیونکہ اس کے
ذکر واجب ہے لہذا یہ جانور متعین نہ ہوا جیسا کہ در مختار
میں زلیلی سے منقول ہے ، علامہ شامی نے اس کے
جواب میں فرمایا کہ خریداری قربانی کے لئے ہونے کی
وجہ یہ جانور متعین رہے گا جب تک دوسرا اس کے
قائم مقام نہ بنائے ، لیکن دوسرے سے تبدیل کرنے
کی کراہت علیحدہ معاملہ ہے وہ ہماری بحث سے خارج
ہے کیونکہ یہاں اس جانور کو تبدیل کرنے کے بعد
اس کی بیع اور دودھ سے انتفاع حلال ہونے میں
ہے اس لئے جوہر الغیر ہو سکتی ہے کیونکہ دودھ اور حل والی کبھی پریش

دارد ہے ، والله تعالى اعلم
میں ۱۹۰۱ء از شہر بریلی مستورہ خشی شرکت علی صاحب رضوی محرر چنگی شب ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ،

- (۱) قربانی کس پر ہے اور واجب ہے یا فرض ؟
(۲) آج کل ہندوستان میں گائے کی قربانی کو بعض مسلمان مشرکوں کی خوشنودی کے لئے منع کرتے ہیں
اور کہتے ہیں بکری کی قربانی کی جائے ۔ بیتنوا توجہوا ۔

الجواب

- (۱) صاحب نصاب چاہئے حوائج اصلہ سے فارغ شخص روپے کے مال کا مالک ہو اس پر قربانی
لے و لکھ در مختار کتاب الاضحية مطبع مجتبائی دہلی ۲۲۲/۲
لکھ رد المحتار دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۹/۵

واجب ہے۔

(۲) مشرکوں کی خوشنودی کے لئے گناہ کی قربانی بذکرنا حرام حرام سخت حرام ہے، اور جو بندہ کوسے گاہنم کے عذاب شدید کا مستحق ہوگا، اور روز قیامت مشرکوں کے ساتھ ایک رستی میں بانڈھا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۹ از موضع غنی پر ضلع نو کمال ڈاکخانہ صفحہ گنج مرسد مولوی عبدالعزیز ۲۶ محرم ۱۳۲۲ء
کیا فرماتے ہیں علمائے دین مقتضای شرع تین اسس مسئلہ میں، مثلاً تین بھائی ہیں کہ تینوں ایک ساتھ ہی رہتے ہیں، جبکہ قربانی کا وقت آیا تو تینوں آپس میں مل کر بڑا بھائی کو حکم کیا کہ تم ہمارے نام کی ایک بکری خرید کر قربانی کر دو، اس میں دو تین روپیہ جو بھی خرچ ہوں اس کا دعویٰ ہم نہیں رکھتے ہیں اس حالت میں قربانی ہو گا یا نہیں، میرے یہاں بعض علماء فرماتے ہیں کہ قربانی باطل جائز نہیں ہوگی، کیونکہ شریک دار کا حصہ معاف کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتا ہے، اس فساد میں بہت سے لوگوں نے قربانی چھوڑ دیا، کیونکہ بعض تو ایسے ہیں کہ انھوں نے مال حصہ کرنے سے صاحب نصاب نہیں رہتے ہیں، ان علماؤں نے فرماتے ہیں کہ جنھوں کا مال حصہ کرنے سے صاحب نصاب نہیں رہتے ہیں، انھوں کو قربانی ناکرنا چاہئے، اگر قربانی جائز ہے تو ان علماؤں کے حق میں کیا حکم ہے؟

الجواب المطول

مال شریعت میں جس کا حصہ بقدر نصاب نہ ہو نہ اس کے پاس اپنا اور کوئی خاص مال اتنا ہو کہ حصہ کے ساتھ مل کر نصاب کو پہنچ جائے اس پر قربانی واجب نہیں، یعنی نہ کرے گا تو گناہ نہ ہوگا نہ یہ کہ اس کو قربانی نہ چاہئے نہ محض غلط ہے بلکہ کرے گا تو ثواب پاسے گا بلکہ بے نیت قربانی جائز خریدے گا تو اس پر بھی حصاص اُس جانور کی قربانی واجب ہو جائے گی، نہ کرے گا تو گناہ نہ ہوگا، اور اس جانور کو دوسرے سے بدل نہیں سکتا کہ اس پر اسی جانور کی قربانی واجب ہوئی۔ درمیان میں ہے،

وفقیہ ما شراھا لھا لوجوبھا علیہ بذلک حقیق اور فقیر نے واجب نہ ہونے کے باوجود خریدی ہے
یستتم علیہ بیعھا لے اس لئے اس کو فروخت ممنوع ہے (ت)

ایک شریک اگر دوسرے شرکا کے اذن سے ذر مشرک سے جانور خاص اپنی قربانی کے لئے خرید کر اپنی طرف سے قربانی کرے تو بلا شبہ جائز ہے، اور قربانی صحیح ہو جائے گی، خواہ ان میں شریک عقدہ

یا شرکت ملک، بیان اس کا یہ کہ یہاں پانچ صورتیں ہیں،
 ایک شرکت ملک کی اور چار شرکت عقد کی، کہ شرکت مفادہ جو یا شرکت عنان، مطلق ہے خرید و فروخت
 میں، جیسے یہ کہیں کہ جو کچھ ہم خریدیں وہ ہمارے آپس میں مشترک ہے، یا شرکت جن خاص اجناس میں قرار پاتی ہے
 یہ جانور کہ اسے قربانی کو خرید اُن اجناس سے ہے۔ اخیر صورت یہ ہے کہ شرکت خاص ہے، اور جانور اس کی
 جنس تجارت سے نہیں، اول و اخیر یعنی شرکت ملک و شکل اخیر میں تو ظاہر ہے کہ یہ جانور خاص اس خریدنے والے
 کی ملک ہوگا،

لان الشراء متى وجد نفاذا على المشتري نفذ
 كما في الاشياء وغيرها، بل قال في الدرر
 وغيره لو اشترى لغيره نفذ عليه ان قال
 انشأى لانه اذا لم يكن وكيلًا بالشراء وقع
 الملك له فلا اعتبار بالاجازة بعد ذلك
 لانها انما تلحق الموقوف لا النافذ
 کی اجازت موقوف بیع کو لاحق ہو سکتی ہے نافذ کو نہیں لاحق ہو سکتی۔ (ت)
 رد المحتار میں ہے،

شريك العنان له ان يشتري ما ليس منه
 جنس تجارتهما ويقوم الشراء له ويطالب بالثمن
 وكذا يقيم الشراء له من جنس تجارتهما
 بعد ما صار المال عمر وضاع فقلت وله اذ كسر
 شرکت عنان میں شریک کو اختیار ہے کہ وہ مسئلہ تجارت
 کے غیر کو خریدے جبکہ خریداری شریک کی اپنی ہوگی اور
 بائع اسی سے ثمن کا مطالبہ کرے گا اور یوں نہیں جب انکی
 مسئلہ تجارت کی جنس کو خریدے نقد یا مال کے سامان بن جانے

- ۱/ ۲۲۲ ملہ الاشياء والنظار الفن الثاني كتاب البيوع ادارة القرآن کراچی
 فتاویٰ برائۃ علی ہاشم الفتاویٰ الہندیۃ ۲۱۹/۴ الفضل الثالث فورانی مکتب خانہ پشاور
 رد المحتار ۲۲۰/۴ كتاب البيوع باب المستزقات دار احیاء التراث العربی بیروت
 ۳۱/۲ ملہ در مختار ۲۲۰/۴ فضل الفضولی مطبع مجتبیٰ دہلی
 ۱۳۶/۴ ملہ رد المحتار ۲۲۰/۴ دار احیاء التراث العربی بیروت
 ۲۵۱/۴ ملہ رد المحتار ۲۲۰/۴ فصل فی الشركة الفاسدة ۲۵۱/۴ دار احیاء التراث العربی بیروت

هذا الاخير لان الفرض انه اشتري بدر احم
الشركة -
کے بعد ادا میں کرتا ہوں، میں آخری صورت کو ذکر
ذکروں گا کیونکہ یہاں مشترکہ دراجم سے حشریدنا
مفروض ہے (ت)

غایت یہ کہ میں جو مال شرکت سے ادا کیا ہے اس میں حصہ دیگر شرکار کا اسے تاوان دینا ہو گا جبکہ
شرکار نے قیمت خریداری میں اپنے اپنے حصہ سے ہر گئے ہوں کہ سخی قابل قسمت میں ہر حصہ صحیح نہیں
یا قبل شرکار اپنے حصوں سے ابرار کیا ہو کہ ابرار یعنی معافی دین سے ہوتی ہے یہاں ابھی دین نہیں، یا
ابرار سے معافی کیا ہو، یعنی جب تو اپنے لئے شرکت کے مال سے خرید سے تو ہم نے تجھے اپنے حصے معاف
کئے کہ ابرار صالح تعلیق نہیں، عالمگیر میں ہے

احد الشريكين اذا قال لشريكه، وهبت لك
حصتي من الربح قالوا ان كانت المال
قائما لا تقسم لكونها هبة المشاع فيها تقسم،
وان كان الشريك استهلك المال صححت
الهبة لكونها اسقاطا حينئذ كذا في الظهيرية
ہو گا کیونکہ اس صورت میں ہر حصہ کا مطلب حصہ کو ساقط کرنا ہے، ظہیر میں یوں ہے۔ (ت)

حينئذ يجر الزاتي يجره والمختار من
انه اى الابرء تملك من وجهه حتى يرتد بالرد،
وان كان فيه معنى الاسقاط فيكون معتبرا
بالقليكات فلا يجوز تعليقه بالشرط
کسی کو بڑی کرنا من وجہ تمليك ہے حتی کہ رد کر دینے
سے ابرار رد ہو جاتا ہے اگرچہ اس میں اسقاط
کا معنی ہے، لہذا تعلیقات میں معتبر ہو گا اس لئے
شرط کے ساتھ اس کی تعلیق جائز نہیں۔ (ت)

ايضا انكر باني يجره عليه يجره شايه من
قال ان دخلت الدار فقد ابرأتك
ایضاً انکر بانی پھر عریہ پھر شایہ میں ہے
قال ان دخلت الدار فقد ابرأتك

وقال لمدیونہ اذکفیلہ اذا ادیت الی کذا ، اور اپنے مدیون یا کفیل کو کہا اگر تو مجھے اتنے یا جب
او حق ادیت ، او ان ادیت الی خمساً مثلاً اور کھسے یا توئی کہا اگر تو مجھے پانسو ادا کرے تو
خانت برئ عن الباقی فهو باطل ولا ابراء لہ باقی سے بری ہے تو یہ باطل ہے کوئی برارت
نہ ہوتی۔ (نت)

ہندو میں قبیہ سے ہے ،

قال ائمة بلخ التحلیل یقع علی ما هو بلخ کے ائمہ نے فرمایا جو ذمہ میں واجب ہو اس سے
واجب فی الذمۃ لاعلیٰ عین قائمۃ واجب فی الذمۃ لاعلیٰ عین قائمۃ
مگر اس سے جانور میں شرکار کی ملک نہیں ہوتی ، غیر یہ میں ہے ،

لا یلزم من الشراء من مال الاب ان یکون المشتري للاب لہ لا یلزم من الشراء من مال الاب ان یکون المشتري للاب لہ
رد المحتار میں ہے ،

ما اشتراه احدہم لنفسہ یکون لہ ما اشتراه احدہم لنفسہ یکون لہ
یضمن حصۃ شریکائہ من ثمنہ اذا یضمن حصۃ شریکائہ من ثمنہ اذا
دفعہ من المال المشترک دفعہ من المال المشترک
اور تین صورتوں میں اگرچہ جانور سب شرکار کی ملک مشترک ٹھہرے گا مگر جبکہ سب اسے اذن
دے چکے کخاص اپنی طرف سے قربانی کرے ، اور یہ ناممکن ہے بے اس کے کہ جانور خاص اس کی ملک
ٹھہرے ، قرآن کا یہ اذن جانور میں سے اپنا اپنا حصہ اس کو جبہ کرنا ہوگا ، اور جانور قابل قیمت نہیں اور جو شئی
نا قابل قیمت ہو اس میں جبہ مشاع صحیح ہے ، تو تنہا یہی اس جانور کا مالک ہو گیا ، اور قربانی اس کی بلا و غلہ
صحیح ہو گئی ، اور اب اس پر تین میں حصہ شرکار کا بھی تاوان نہیں آسکتا ، فیحیط بھر کبسا الرائق پھر رد المحتار
میں ہے ،

۲۱۵/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب التفرقات	لہ رد المحتار کتاب البیوع
۲۸۲/۴	ذرائع کتب خانہ پشاور	الباب الثالث	لہ فتاویٰ ہندیہ کتاب البیوع
۲۱۹/۱	دار المعرفۃ بیروت		لہ فتاویٰ خیر فیہ کتاب البیوع
۳۳۵/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الشریکۃ	لہ رد المحتار

الشراء حال الشركة لو من جنس تجارتهما
فهو للشركة، وإن شهد عند الشراء أنه
لنفسه لأنه في النصف بمنزلة الوكيل
بشراء شيء معين، وإن لم يكن من تجارتهما
فهو له خاصة له
جواب میں ہے،

إذا أذن أحد المتفاوضين لصاحبه أن
يشترى جارية فيطأها ففعل فمى له بغير
شئ، لأن المجارية دخلت في الشركة على
البنات جبراً على مقتضى الشركة، أذهبما
لا يملكان تغييراً، فاشبه حال عدم الأذن،
غير أن الأذن يتضمن هبة نصيبه منه لأن
الوطئ لا يحل إلا بالملك، وزوجه المـ
اشباته بالبيع (أي أنه هلك بالشراء) لما بينا
أنه يخالف مقتضى الشركة فاشتتبا وبالهبة
الثابتة في ضمن الأذن أمه مخصوصاً بزيادة
عابدين الهالين للإيضاح ۷

اگر جنس تجارت کو شرکت کے مال سے خریدا تو وہ شرکت
کی ہوگی اگرچہ وہ خریداری کے وقت اپنی ذاتی ہونے
پر بھی گواہ بنائے کیونکہ وہ معین حسین کی خریداری میں
نصف کلاکیل ہے، ہاں اگر وہ چیز جنس تجارت
میں سے نہ ہو تو اس کی ذاتی ہوگی۔ (ت)

جب شرکت مفادہ کے ایک شریک نے دوسرے
کو لونڈی خرید کر وطن کی اجازت دے دی ہو اور
اس نے ایسے کر لیا تو وہ لونڈی بلا عوض اس کی
ہو جائے گی کیونکہ وہ لونڈی شرکت میں ہے شرکت
کا مقتضی یہی ہے کیونکہ عقد شرکت کے بعد دونوں میں
سے کوئی اس کو متغیر نہیں کر سکتا لہذا وہ وطن کو باک
بلا اذن تصور ہوتی مگر اجازت دینا اپنے حق کو ہر
کو دینے کو تضمن ہے کیونکہ وطن مستقل ملکیت کے
بغیر حلال نہیں ہوتی اور اس ملکیت کو بیع کی طرف
مٹا کر کرنا یعنی یہ کہنا وطن کرنے والا خریدنے سے
مالک ہو گیا درست نہیں کیونکہ یہ مقتضی شرکت کے
منافی ہے تو ہم نے ملکیت کو اس پر سے ثابت کیا ہے جو اذن کے ضمن میں پایا گیا اور مختصراً اور وجہاً
کے لئے ہلالین میں درج شدہ تجارت کا اضافہ کیا ہے۔ (ت)

یہ لوگ جنہوں نے قربانی ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا اور لوگوں سے قربانیاں چھڑا دیں فقہ سے
بے بہرہ و معلوم ہوتے ہیں، اور جو ایسا ہوا سے فتویٰ دینا حرام ہے، نساں اللہ العفو والعافیة و
حبیبنا اللہ ونعم الوکیل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب المختصر

صورتہ مستفسر میں قربانی بلاشبہ جائز ہے، اور بعض کا وہ شبہ محض بے اصل و باطل ہے، اباحت سے، اباحت ہے، اور اباحت و بیہ میں زمین آسمان کا فرق ہے، قربانی تو یوں جائز کر لی، مال مشرک سے شرکیں کا کھانا پینا کر زیادہ رسالت کے بغیر رائے سے سب حرام ہو جائے گا کہ یہ شارع ہو اور یہ شارع نہ جائز ہے حالانکہ رب عز و جل فرماتا ہے:

وَأَن تَخَالَطُوهُمْ فَافْخُوا فِيهِمْ
اِحْرَقْمْ آفِسْ مِیْ عِلْوِ تَرْتَهَارے بھائی ہیں (ت)
اور فرماتا ہے،

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَأْكُلُوا جَمِيعًا
فَعِیْ حَسْرَجْ نَعِیْ کَرْتَمْ اِکْطَعْ کَمَاؤْ یَا
اشْتَاتَا۔ (ت)
مستفرد (ت)

اس فتویٰ کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ فتویٰ دینے والے لوگ فقہ نہیں جانتے، نہ اس کام کے اہل ہیں، اور تاہل کو فتویٰ دینا حرام اور سخت گمراہی ہے۔ حدیث میں ہے:

مَنْ أَفْقَ بَغْيِهِمْ لَعْنَتُهُ مَذْفُوكَةُ السَّمَاءِ
بِوَلْفِیْ عِلْمْ کَے فتویٰ دے آسمان وزمین کے فرشتے
والارض کی۔
اس پر لعنت کریں۔

وَالْعِيَاذُ بِاللَّهِ تَعَالَى، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ۔

مستعملہ بمقام کموسیاضلع مرزاپور ڈاک خاد ادارائی
مرسدہ جناب کمال الدین صاحب
محرر ۲۸ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع اس بارے میں کہ ہمارے مریض میں زمانہ قدم سے تمام مسلمان حنفی المذہب ہوتے چلے آ رہے ہیں مگر ہر چند روز ہوا کہ سات آدمیوں نے مذہب اہلحدیث کو اختیار کر لیا ہے اور ہمارے بزرگوں نے بڑی سعی و کوشش سے قید کی مصیبت کو برداشت کر کے گورنمنٹ سے تین دن کی قیود کا حکم جاری کرایا تھا، لیکن اس سال اسی فرقہ اہل حدیث سے ایک شخص نے کپتان کے دروازے

۱۲/۶ القرآن الحکیم

۶۱/۲۴

۱۹۲/۱۰ حوسنہ الرسالہ بیروت ۲۹-۱۰۸ حدیث ۱۰۴۲ دار ابن جوزی ریاض

۲۲۷/۲ الفقیہ والمتفقہ باب ما یجوز من الوعیہ لمن فقی بغیر علم حدیث ۱۰۴۲ دار ابن جوزی ریاض

دستخط خود سنے کہ ہم لوگ ایک سو دو قربانی کرینگے لہذا ہم لوگوں کے خیال میں یہ بات آتی ہے کہ اسی سال میں دستخط کرنے کی وجہ سے دو روز کی قربانی منسوخ ہوگئی، آئندہ خدا جانے ایک دم سے منع ہو جائے تو کیا تعجب ہے، اور یہ گروہ تقلید کے باطل منکر ہیں لہذا دستخط کنندہ کے ذمہ عائد ہوتا ہے یا نہیں، اگر عائد ہوتا ہے تو مع دلیل کے تحریر فرمائیے اور ان لوگوں کو اپنے ساتھ مسجد میں نماز پڑھنے دیا جائے یا نہیں، دوسرے یہ کہ شار اللہ نے اپنی کتاب اہل حدیث کا مذہب کے صفحہ ۵۲ میں لکھا ہے کہ عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کے وقت چونکہ تطبیق کر گئے تھے دونوں باتوں کو زانو پر نہ رکھتے تھے، چنانچہ صحیح مسلم میں ان کا یہی مذہب ثابت ہے بلکہ اپنے شاگردوں کو تاکید مزید اسی عمل کی کیا کرتے، لہذا اس کی سند صحیح ہے یا لغو؟

الجواب

غیر مقلدین گمراہ بدوین ہیں ان پر بوجہ کثیرہ کفر لازم ہے جس کی تفصیل ”الکوکبة الشهابية“ میں ہے کہ حسب تصریحات قرآن عظیم و احادیث و ائمہ شیعہ سے لزوم کفر بیان کیا ہے، ان کا مساجد میں کوئی حق نہیں، اور قربانی کے دو دن چھوڑ دینے کا ان سے کیا تعجب، وہ سارا دین ہی قربان کئے بیٹھے ہیں جس کی تفصیل الکوکبة الشهابية و حسانہ الحرمین و الاستعداد علی اعیال الالہ تداد و غیرہ کتب میں شائع ہو چکی، خوشنودی ہنود کے لئے گاؤں کشی بدکن یا اس کی کوسیتیں جو اللہ و رسول نے دی، ان کی قبول کرنا مسلمانوں کا کام نہیں،

قال اللہ تعالیٰ ولا تکتوا الی الذین ظلموا
فتمتکم النار، وقال اللہ تعالیٰ واللہ ورسولہ
احق ان یروضوا ان کانوا مؤمنین۔ واللہ تعالیٰ
اعلم۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تم ظلم کرنے والوں کی طرف میلان
مذکورہ، تو تم کو آگ جہنم چھوئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے
فرمایا، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم زیادہ حق رکھتے ہیں کہ وہ ان کو راضی کریں
اگر مومن ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (دست)

مسئلہ ۲۰۱ ۱۳ جمادی الاول ۱۴۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شیعہ میں، شہر میں قبل نماز عید بعد طلوع شمس قربانی جائز ہے یا نہیں، اور اہل قریم یا کہ شہر واسلے اپنی قربانی کو کھوں پھیریں تو ان کو بعد صبح قبل نماز عید قربانی کر لیں تو جائز ہوگا یا نہیں؟ بیعتواتوجروا۔

الجواب

شہر میں قربانی اگرچہ ساکن وہ کی طرف سے ہو روز اول پیش از نماز عید (اور اگر نماز عید کسی عذر سے نہ پڑھیں تو پیش از خروج وقت نماز عید) ناجائز و نامعتبر ہے، اور بیرون شہر اگرچہ خانے مصر غیر متصل بمصر ہو، اگرچہ قربانی ساکن شہر کی ہو، پیش نماز بعد طلوع فجر تاریخ دوم جائز ہے،

في الدر المختار اول وقتها بعد الصلوة اذ ذبح في مصر اي بعد اسبغت صلوة و لسو قبل الخطبة ، لكن بعدها احب و بعد مضي وقتها لولم يصلوا العذر ، و يجب سؤف الغد و بعده قبل الصلوة لامت الصلوة في الغد تقع قضاء لا اداء ، زيلعي و غيره ، و بعد طلوع فجر يوم النحر ان ذبح في غيره والمعتبر مكان الاضحية لمكان من عليه فحيلة مصري ارادات يخرجها لخارج المصر فيضحي بها اذا طلع الفجر ، فبعدم الاحتار لخارج المصر الى ما يباح فيه القصر ، فمستافى الله ، وفيه ثمن باب صلوة المسافر يشروط مفارقة ماكان من توابع موضع الإقامة كريف المصر ، وهو ما حول المدينة من بيوت و مساكن فانه في حكم المصر و كذا القري المتصلة بالريف في الصحيح

در مختار میں ہے قربانی کا وقت نماز کے بعد ہے اگر شہر میں کرے یعنی نماز پڑھنے کے بعد اگرچہ خطبہ سے قبل ہو، لیکن خطبہ کے بعد مستحب ہے، اور اگر عید کی نماز نہ پڑھیں تو نماز کا وقت گزر جانے کے بعد، اور دوسرے اور تیسرے اور تیسرے روز نماز سے قبل کیونکہ دوسرے روز عید کی نماز قضاء ہوگی نہ کہ ادا، زیلعی وغیرہ۔ اور اگر کافوں میں ذبح کرنی ہو تو عید کے روز صبح طلوع ہونے کے بعد قربانی میں ذبح کرنے کی بگمعتبر ہے قربانی کرنے والے کی بگمعتبر نہیں، تو شہری کے لئے جلدی قربانی کا جملہ یہ ہے کہ وہ جانور کو شہر سے باہر لے جائے تو فجر طلوع ہونے کے بعد قربانی کر لے اور۔ در المختار میں ہے شہر سے باہر اتنی دور لے جائے جہاں سے مسافر کیلئے قصر شروع ہوتی ہے، فمستافى۔ اور اس کے باب صلوة المسافر میں ہے کہ قصر جائز ہوگی بشرطیکہ وہ اپنے شہر کے توابع سے نکل جائے شہر کے توابع کی مثال دیے وغیرہ اور وہ شہر کے اندر کے مکانات ہیں اور شہر سے متعلق رہائش گاہیں شہر کے حکم میں ہیں، اور یوں وہ دیہات جو شہر کے ہاٹوں سے متصل ہوں صحیح قول میں

بغلاف البساطين ولو متصلة بالبناء لانها ليست من البلدة، امداد، واما الغناء وهو المكان المعد لمصالح البلد كوكف الدواب ودفن الموتى والعاء القرب، فان اتصل بالمصر اعتبر مجاوزته وان انفصل بغلوة او مزبلة فلا آثم، والله تعالى اعلم.

تیراندازی یا زراعت تک ہو تو وہاں سے گزر جانا ضروری نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم (د)

مسئلہ از محمد پور، ڈاکٹر تربست، ضلع گیا، مرسلہ سید رضی الدین حسین صاحب ہفرہ جمادی الآخرہ ۱۳۱۴ھ

جناب مستطاب مخدومنا زاد مجدیم، دیہات میں قربانی حسب دستور چرپا نہ ہو، کیونکہ مسئلے اسی کے جمعہ کے مسئلے سے ملتے ہیں، زیادہ حد نیاز۔

الجواب

قربانی میں شہر وہ بلکہ آبادی و محل سب برابر ہیں جن شرائط سے شہر والوں پر واجب ہوتی ہے انہیں شرائط سے گاؤں بلکہ محل کے رہنے والے پر بھی واجب ہے، فقط مقیم ہونا چاہیے کہ شہر میں نہ ہو، پھر مسافر سے بھی اس کا وجوب ساقط ہے، نہ یہ کہ محالعت ہو، اگر کرے گا نفل ہو گا ثواب پاسے گا۔

فی الدر المختار تجب التضحية على حرم مسلم

مقیم بمصر او قریہ او یادیہ، یعنی، فلا تجب على مسافر آثم ملقطاً۔ والله سبحانه وتعالى اعلم

در مختار میں ہے آزاد شہر یا گاؤں یا یادیہ میں مقیم مسلمان پر قربانی واجب ہے، یعنی، تو مسافر پر واجب نہیں ہے احتیاطاً۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (د)

۱۳ ۱۴ ہادی الاضحیۃ بالشاة الہندیہ

(بھیڑ کی قربانی کے بارے میں راہنمائی کوئیوالا)

مسئلہ ۲۰۳ از کانپور مسجد رنگیان مرسلہ مولوی احمد حسن صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ فاضل عام کانپور
اداء غرضان مبارک ۱۳۱۴ھ

(تخللا احمد) ہدایت کے نشان، مسنونت مسیح کی بشارت
والہ نام میں رسول مقبول کے ہم نام، اور جناب کفنی
کے اسم مبارک کے ہم نام، مولانا احمد رضا خان صاحب
زید مجدہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پنجاب سے ایک
سوال آیا ہے جس کے جواب کے لئے بہت سے
علماء سرگرداں ہیں لیکن منزل مقصود مفقود ہے،
ایک پُر مغز عالم نے ایک جواب تحریر کیا وہ معمول
قدیم کے خلاف ہے اس لئے عوام اور علماء کوئی
قبول نہیں کرتا، میں سوال و جواب دونوں ہی خدمت
میں ارسال کر رہا ہوں، جواب اگر صحیح نہ ہو تو ذخیرہ

علم الہدی، سحی المصطفیٰ باسمہ
الذی بشربہ عینی، مزیادۃ
لفظ معناه المرقطوب، دامت
حنایتکم از احمد حسن عفی عنہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ولید
ازیں آنکہ وریں وقت یک استفتاء از پنجاب آمدہ
است، و نہایت غرر طلب است، اکثر علماء نے پنجاب
ویری امر کرشیو اندکن بمنزل مقصود زبیرہ اند، و جواب
استفتاء یک شخص کے مایہ علم اتم وارد فرشتہ لیکن چونکہ
جواب مخالفت معمول است قبول نمی کنند، اکثری جواب
تعلیل کردہ، بخدمت سالی ارسال است، ہر حق تحقیق جاتا

بتائیں اور صحیح ہو تو تائید مزید سے مزین
فرمائیں۔

سوال | غنائے اسلام بالخصوص اعلام اصناف
بھیر اور بھیرے (نروادہ) کے بارے میں کیا فرماتے
ہیں، ان کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

جواب | شرح وقایہ اور اس کے دو حاشیے
از علامہ علی، در مختار اور شامی، مفاتیح الجنان شرح
شرعۃ الاسلام، تعلیق المجد، اشعۃ النعمات
کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ قربانی کے جانوروں
کی ابتدائی تین قسمیں ہیں،

(۱) شاة یا غنم (یہ دونوں لفظ بطور تزاوت قربانی
کے جانور کی ایک ہی قسم کے لئے بولے جاتے ہیں)
(۲) بقرة اس کی دو قسمیں کرتے ہیں، گائے اور
بھینس)

(۳) حمل (اس کی ایک قسم شمار کرتے ہیں)
شاة کو پھر دو قسموں میں تقسیم کرتے ہیں،
ضان اور معز۔

اور بقرة کی بھی دو قسم کرتے ہیں، بقرة و جاموس۔
اس طرح اصل اور ذیلی قسموں کو ملا کر کل پانچ قسمیں
ہوتیں،

(۱) حمل (اونٹ) (۲) بقرة (گائے)

ست ارسال فرمائیے اگر مخالف رائے جناب باشد امید کہ بوجہ
اس روشن کنندہ اگر موافق باشد نیز زیادہ اولیٰ ثبت فرمائند۔

ما قول العلماء السعدیة الحنفیة علیہ افضل
الصلوة واکمل التحیات، فی حیوان ذات صوف
ولالیة له، ویقال فی اللغة الطلانیة لانشاء
بہیئتہ ولذکرہ کھلہ، اتجوز بہ التضحیة ام لا۔
بتنوا و توجروا من الملک العلام۔

الجواب : اقول وبہ نستعین، فی رأیت
کتب الحنفیة الموجودة عندی من شرح
الوقایة وحاشیتہا للجللی والدر المختار
وشرحہ الشامی، ومفاتیح الجنان شرح
شرعۃ الاسلام، والتعلیق المجد شرح
موطا امام رحمہ اللہ، واشعۃ النعمات ووجہت
فیہا انہم یخصرون الاضحیة فی الشاة والبقرة
والابل، اذ الغنم والبقرة والابل ولعموم
انشاء بقولہ ضاناکان او معز او کذا لک
الغنم ویفسرون الضان بما تكون له الیة و
یدخلون الجاموس فی البقرة ویقولون انہ
نوع منہ فصارت انواع الاضحیة
خمسة الضان والمعز والبقرة
والجاموس والابل ذکورا کانت

عہ سائل کی الجھن اصل یہ ہے کہ عرب میں ذنبہ ہوتا ہے اور بکری بھیر جو ہائے یہاں ہوتی ہے جس کی صرف دم
ذنبہ سے مختلف ہے، یہ کس میں داخل ہے، ذنبہ میں یا بکری میں، یا کوئی تیسری قسم ہے، تو اس کی قربانی
جائز ہے یا نہیں؟ عید المنان مٹل

کما یطلقون لفظ الضان علی ما تکتون له الیة
 كذلك الفرس یطلقون علیه لفظ معیش فوداھا
 واحد کما یشر بہ عبارة الغیاث ، گو سفند
 بمعنی معیش مقابل بُز چنانکہ معز در عربی مقابل
 ضان است کما استفاد من النعام موس و
 الصراح ، و بعضی فرشتہ اند کہ اطلاق گو سفند بر معیش
 بُز ہر دو آمدہ ، از سراج ، انتہی عبارة الغیاث .
 عمدہ ہے ، اور بھیڑ و دنبہ سے چکی میں ناقص ہے اس لئے یہ بات قرین قیاس ہے کہ اکمل اور عمدہ کو کامل کے
 ساتھ شمار کیا جائے ، اور یہ بات غلط ہے کہ ناقص کو کامل کے ساتھ جوڑا جائے ، اسی لئے بحینس کو گھٹے
 میں شمار کیا اور بھیڑ کو دنبہ میں نہیں ۔

دوسرا مشہد اہل لغت نے ضان کا ترجمہ فارسی کے لفظ معیش سے کیا ہے جو بھیڑ اور دنبہ دونوں کو عام
 ہے ، پس اہل لغت کے اس محاورہ کے موافق اہل شریع کو بھی بھیڑ کو دنبہ میں شامل ماننا چاہئے ۔
 جواب اہل لغت کی تشریح کے موافق فارسی لفظ معیش بھیڑ اور دنبہ دونوں کو عام نہیں بلکہ معیش صرف دنبہ کو
 کہتے ہیں ۔

فارسی میں لفظ گو سفند بھی لفظ معیش کی طرح لفظ بُز کا مقابل ہے جیسا کہ عربی میں لفظ معز
 ضان کا مقابل ہے ۔ قانوس و صراح دونوں سے یہی ثابت ہے ۔

البتہ بعض اہل لغت کہتے ہیں کہ فارسی کا لفظ گو سفند لفظ معیش کا ہم معنی نہیں بلکہ معیش و بُز (دنبہ و
 بکری) دونوں کو عام ہے ۔ (غیاث اللغات)

پس ازین عبارت صاف معلوم می شود کہ آن حیوان
 کہ عرب آن را ضان گویند فرس آن را معیش
 گویند ، و انچہ عرب آن معز گویند
 فرس آن را بُز گویند ، لا اشد
 لفظ معیش عام یطلق علی الضان
 اس عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ اہل عرب کے
 نزدیک جو جانور ضان کہلاتا ہے اہل فارس اسی
 کو معیش کہتے ہیں (اور اہل اردو دنبہ کہتے ہیں) اور
 اہل عرب جس کو معز کہتے ہیں اہل فارس اسی کو بُز
 کہتے ہیں ، نہ یہ کہ لفظ معیش کے اطلاق میں بھیڑ داخل ہے

وعلى الحيوان المسئول عنه ولو سلمت
لفظ ميث في لغة الفرس بمعنى ذوات
الصوت اعم من ان يكون لها الية او لا
ليشمل الضان والحيوان المسئول عنه
فتفسير اهل اللغة لفظا لفظا بل لفظ ميث
تفسير بالاعم وهو جائز اذا كان المقصود
هو التمييز عن بعض ما عدا ذلك، ذكره الفاضل
اللاهوتى في بحث خواص الاسم.

ایک اور جواب | اور اگر بطور تنزل ہم یہ تسلیم بھی کر لیں
کہ اہل لغت کے نزدیک ميث کا اطلاق اُون والے پر
ہوتا ہے، تب بھی ہم یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں
کہ اس سے ان کی مراد بھڑ ہے، اس کے بیان
کے لئے ہم کو تھوڑی تفصیل میں جانا ہو گا۔

کسی چیز کی تعریف اس کے مساوی لفظ سے بھی
کی جاتی ہے، جیسے انسان کی تعریف لفظ ناطق سے
کی جائے (کہ جن جن افراد پر انسان دلالت کرتا ہے
ناطق بھی اس پر دلالت کرتا ہے) اور کبھی تعریف کے لئے معرفت سے عام لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسے
السعدانة بنت (کہ سعدانہ ایک مخصوص گھاس کا نام ہے) جبکہ ثبت ہر گھاس کو کہا جاتا ہے، اول الذکر
تعریف کامل ہے اور ثانی ناقص، الفرض تعریف دونوں ہی ہے۔

اگر معرفت کو بعض امور سے ممتاز کرنا ہے تو عام لفظ سے بھی تعریف جائز ہے۔ (فاضل لاہوری بحث

خواص اسم)

وهنا كذا اذا المقصود من تسمية به
تميزه عن بعض ما عداه كالمعز والبقر،
فانهما من ذوات الشعر، ولوقيل ان
غرضهم من تفسير الضان بلفظ ميث
ان الضان ما كانت من ذوات
الصوت سواء كانت له الية او لا
كما ان ميث كذا لك في التفسير لا يصير
حجة علينا لان الحجة علينا في تفسير
الفقهاء لا في تفسير اهل اللغة،
ووجب علينا اتباع الفقهاء

تو یہاں بھی ضان کا ترجمہ لفظ ميث سے کر دیا جس کا
مقوم اُون والا، لیکن اس سے اہل لغت کی غرض
ضان میں بھڑ کو شامل کرنے کی نہیں تھی بلکہ نسب کو
محاسبے، بھینس اور بکری سے ممتاز کرنا ہے کہ وہ اُون
والے جانور نہیں، اور وہ اُون والا جانور ہے
اور جب ضان کو بھڑ سے بھی ممتاز کرنا ہوا تو اس کی
تعریف چکی والے جانور سے کی۔

جواب الجواب | اگر ہماری بات کا یہ جواب دیا جائے
کہ اہل لغت کے اطلاق کو یہاں تعریف مساوی
سے پھیر کر تعریف عام قرار دینا ایک بے دلیل

اور ادعائی بات ہے، اس لئے قابل تقسیم نہیں، ظاہر ہے کہ ان کا منشاء ضامن کا ترجمہ پیش کر کے یہی ظاہر کرنا ہے کہ وہی جافور ہے جس کے اون ہوتا ہے چکی ہو یا نہ ہو، اس سے ان کو کوئی غرض نہیں تو لغت بمعبر و نہ میں شامل ہوتی۔

جواب چلے اہل لغت کا مطلب وہی ہے جو آپ کہتے ہیں، لیکن ہمارے لئے محبت اہل لغت کی بات نہیں ہے اہل فقہ کی بات ہے، بب وہ ضامن کے معنی چکی والا کہتے ہیں تو وہی مانا جائے گا، اور بمعبر و نہ میں شامل نہ ہوگی۔

وہ گئی یہ بات کہ اہل فقہ اور اہل لغت کے معانی میں اختلاف ہوتا ہے، تو اس کی نظیر قربانی کے جافور میں ہی لفظ جذع ہے کہ اہل فقہ پچ ماہ کے جلی علی پر ہی دیا جاتا ہے۔

لا اهل اللغة وهم كثيرا ما يخالفون
اهل اللغة صمد الكما قال الجلي على شرح
الوقاية، في باب الاضحية قوله الجذع شاة
لها ستة اشهر اي في مذهب الفقهاء، و
انما قيدنا به هذا لان عند اهل اللغة الجذع
من الشاة ما تمت لها سنة كذا في النهاية
والعيني على الكنز، في باب الاضحية، وجاز
الجذع من الضان لا غير، وهو ما تمت له
سنة اشهر عند الفقهاء، وفي كتاب الزكاة
والمعز كالضان ويؤخذ الثمن في زكاتها
لا الجذع وهو ما اتى عليه اكثرها، وهذا تغير
الفقهاء، وعند اهل اللغة الجذع ما تمت
له سنة، وطعن في الثانية
بچے کو کہتے ہیں، اہل لغت ایک سال بچہ کو، اور مسئلہ کامل اہل فقہ کے قول پر ہی دیا جاتا ہے۔ (جلی علی
شرح الوقایہ، عینی علی الکنز)

واما تفسير الضان بما كان من ذوات

مشہد نمبر ۳ بعض فقہانے بھی قرضان کی تعریف

حبیب نے یوں تعبیر کیا ہے حالانکہ اصل کتاب
میں یوں ہے، ضان وہ ہے جو اون والا
ہو اور معز جو بالوں والا ہو۔ تہستانی ۱۲
عبد المنان الاعظمی

عہ عبر الحبیب ہکذا او العبارة في الاصل هکذا
الضان ما كان من ذوات الصوف
والمعز من ذوات الشعر قہستانی ۱۲
عبد المنان الاعظمی

۵۷۳/۴	نوٹشور کانپور	کتاب الاضحية	سنة ذخيرة العقبين عاصم شرح الوقاية
۲۰۵/۲	مکتبہ فوریرہ ضویہ سکھر	کتاب الاضحية	سنة رمز المتعاقب في شرح كذا الدقاني
۷۱/۱	مکتبہ اسلامیہ مہنسہ قاسمیں لایران	کتاب الزكاة باب سدة السوائم	سنة جامع الرموز
۳۰۶/۲			

الصوف ، والمعزب ما كان ذوات الشعر .
 كما فعل بعضهم فتفسيره كل واحد منهم
 تفسير بالاعم ، كما في شعره من ، لا المساوي
 ورضهم من هذا التفسير تمثيل كل واحد
 من الآخر ، الا ترى ان البقر والجواموس
 من ذوات الشعر ، فلو كانت تعريف
 بالمساوي بطل الظهور ،
 فهكذا تعريف الضان .
 ممتاز کرنے کے لئے نہیں (جب اس کی ضرورت ہوئی تو یہ تعریف کیا "مالہ الیہ" جس کی چلتی ہو ، تاکہ بھڑا
 نکل جائے)

ہماری اس بات پر قرینہ یہ ہے کہ تعریف میں لفظ میں استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی بعض ہوتے
 ہیں ، تو تعریف کی عبارت کا ترجمہ ہوا ضان اہل دالے جانوروں میں سے بعض ہے ، اور دوسرا قرینہ
 یہ ہے کہ بکری کی تعریف میں بھی کہا گیا ہے "ماکان ذوات الشعر" جو بالوں والی ہو۔ تو اگر اس عبارت کا یہ
 مطلب نہ لیا جائے کہ بکری بال دالے جانوروں میں سے بعض ہے تو بیل بھینس وغیرہ بھی بکری میں شامل
 ہو جائیں گے ، پس اس مجبوری سے جب بکری والی تعریف کو عالم قرار دیا تو ضان والی تعریف کو بھی تعریف بالعم
 قرار دیں (کیونکہ دونوں جملے ساتھ ساتھ ہیں تو دونوں کا حکم یکساں ہونا چاہئے)۔

الان نكتب عبارات الكتب الموجودة فانظر
 فيها حق النظر حق يتبين
 لك الحق ، والحق الحق بان يتبين (م) وصح
 الجذع من الضان (ش) الجذع شاة
 لها ستة اشهر ، والضان بما
 تكون له الیة (م) والثني فصاعدا من
 الثلاثة (ش) ای من الشاة اعم من
 ان يكون ضانا او معبرا
 ومن البقر ، و من

حوالے اب ہم کتابوں سے حوالے پیش کرتے ہیں جس
 سے حق واضح اور روشن ہو جائے گا ،
 (۱) ضان کا جذع قربانی میں جائز ہے یعنی شش ماہہ
 بچہ ، اور ضان چکی دالے جانور کو کہتے ہیں۔ ثنی اور اس
 سے بڑی عمر والے جانور تینوں اقسام کے جائز ہیں
 یعنی شاة میں دہرہ ہو یا بکری اور گائے میں گائے
 ہو یا بھینس اور اونٹ (تشریح وقایہ من عینی)
 (۲) مصنف کے مذکورہ بالا قول میں ان جانوروں
 کی طرف اشارہ ہے جن کے علاوہ قربانی جائز نہیں۔

الابلی، شرع وقایہ من عینف،
 قوله وصح العبدع الم قولہ
 من الثلثة اشارة الم بیان
 الانواع التي لا تجوز الاضحية الا بها
 وتصريح بينها التي لا تجوز فيما دونہ،
 چلی علی شرع الوقایہ، من عینف،
 وصح العبدع دوستہ اشهر من
 الضان ان کانت بحيث لو خلط
 بالثنا یا لا یکن التمييز من بعد، وصح
 الشئ فصاعدا من الثلثة والثوب
 هو اہل خمس من الابل وحولین من
 البقر والجاموس، وحول من الشاة اور درختہ
 من عینی، قوله من الضان هو مالہ الیہ، مخ،
 قید بہ لانہ لا یجوز الجذع من المعز وغیرہ
 بلا خلاف، کما فی المبسوط قہستانی، والجذع
 من البقر ابن سنہ، ومن الابل ابن اسبعہ
 بدائع، قوله من الثلثة، ای الاثنیۃ وہی
 الابل، والبقر، ینوعیہ والشاة ینوعیۃ
 مردالمختار من عینی، ومن سنن الاسلام
 التضحیۃ بالانعام التضحیۃ ذبح الاضحیۃ
 والانعام بالفتح جمع نعم یفتحین

اور ایسی عروں کا بیان ہے جن کے علاوہ قربانی جائز
 نہیں۔ (حاشیہ شرح وقایہ چلی من عینی)
 (۴) ضان کا اتنا بڑا بچہ جو چھ ماہ کا ہو لیکن دور سے
 دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو (در مختار عینی)
 ضان جس کے چلتی ہو، یہ چلتی کی قید اس نے
 نکالی کہ بکری، گائے اور اونٹ کے جزدہ کا اشتباہ
 مقصود تھا، بکری کا جزدہ چھ ماہ کا ہوتا ہے اور گائے
 کا سال بھر کا اور اونٹ کا چار سال کا، اور
 "من الثلثة" کا لفظ جس کا ذکر آگے آ رہا ہے
 یہ اونٹ اور بقران دونوں فروع کے ساتھ، اور
 اسی طرح اپنی دونوں قسموں کے ساتھ۔ (رد المحتار
 من عینی)

(۵) اور انعام کی قربانی مسنون ہے، (انعام چہا پر
 کو کہتے ہیں۔ اضمح کے معنی قربانی ہیں، مطلب یہ کہ
 ضان کا چھ ماہ بچہ یا سات ماہ بچہ کی قربانی مسنون
 ہے، اور یک سالہ بچہ کی بھی، لیکن اس کے لئے کوئی
 پابندی نہیں ہے، ضان جو کہ معز، اور اونٹ اور
 بقر کا شئی بھی قربانی کے لئے جائز ہے، اونٹ کا شئی
 پانچ سالہ اور بقر کا دو سالہ اور شاة کا ایک سالہ
 اور جزدہ کے لئے ضان کی قید اس لئے نکالی کہ
 بکری چھ ماہ جائز نہیں، اور ضان چلتی والے جانور کو

۱۳/۴	مطبع یوسفی دکنو	کتاب الاضحیۃ	شرح شرع الوقایہ
۵۴۳/۴	نورکشور کانپور	•	شرح ذخیرۃ العقبی حاشیہ شرح الوقایہ
۲۳۳ و ۲۳۲/۲	مطبع مجتہباتی دہلی	•	شرح در مختار
۲۰۴/۵	دارالایار التراث العربی بیروت	•	شرح رد المحتار

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تنالوا حسنة بغير ثمم وکسرین وفوق عشدرة، فرمودہ زکریا مگر منہ، الا ان یصور علیک فذا یحوا جذعة من الصنات، مگر آنکہ و شمار شود بجم رسانیدن منہ بر شما پس ذریعہ کنید جذعہ را از پیش و جذعہ بفتح جیم و ذوال رداء مسلطہ شرح ہیں حدیث تفصیلے وارد آئے ایم اقی تہ سبب حنفی بیان کنیم، و در شرح موافق تہ اسباب اربعہ ذکر کردہ شدہ است چنانکہ تفسیر جائز نیست، مگر از اہل و بعروہ فہم، و روایت کردہ شدہ است از آن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نہ از اصحاب مجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، جز اصناف ثلاث از زبان کونیم و دو صنف معرکہ آرا باز گیرند، و ضامن کہ از پیش خوانند و جابر بن صہبہن مملکہ کہ معرب گاؤ میش است ذرا از بقرت و جائز است، از جمیع این اقسام ثنی انتہی ما اردنا، اشعة المعات علی مشکوٰۃ۔

فان قبل قلت فیما سبق الحجة علینا تفسیر الفقہاء لا تفسیر اهل اللغة، و رأیت الآن ترجمة الشیخ لفظ الصنات بحیث و هو من اعظم مقلدی الحنفیة و انت نقلتہ ایضاً للسند، فلولا قول بجواز اخذیة الحیوات المسمول عنہ بعدہ قلت لا تفسر بترجمة الشیخ مثلاً کما فسر العامة بہا،

میں بڑھتے ہیں اور ضامن کہ میش اور جابر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ویش کا معرب ہے، یہ گاسہ کی ہی ایک قسم ہے، اور ان سب کاشنی جائز ہے (اشعة المعات)

سوال | آپ نے اس سے قبل کہا کہ ضامن کا ترجمہ میش (بجڑ) اہل لغت کرتے ہیں، اور اہل فقہ یہ ترجمہ کرتے تو ہم بھی تسلیم کر لیتے کہ ضامن بجڑ کو شامل ہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحب اشعة المعات تو انہ فقہ و حدیث میں سے ہیں، اور انہوں نے بھی وہ اہل لغت والا ترجمہ کیا ہے تو آپ کو کیا ضرر ہے۔

جواب | شیخ محقق کے اس ترجمہ سے جاہلوں کی طرح غش

وجوزوا التصحية بالحيوان المسئول عنه
 فضلووا وافضلوا نعموذا لله منها ، فان لفظ
 ميثل لغة الفرس لا لغتنا ، فاما حقيقة فيما
 له الية ومجاز في الحيوان المسئول عنه ،
 لكونه من ذوات الصور مثل ماله
 الية ، او بالعكس واما مشترك بينهما ،
 فعند تفسير انصاف به كما فسرك الشيخ
 به لا يجوز ان يراد به معا لانه يلزم الجمع
 بين الحقيقة والمجاز ، ولو بين معني مشترك
 في اطلاق واحد ، وبطلانها لا يخفى
 على الكل ، ثم انه حينئذ يصير لغتم
 لو انشأ اصناف ثلثة ، المعز و ماله
 الية و ماله الية له و يخالف قول الشيخ
 فيما بعد و غنم و صنعت است ، وقال النامي
 والشاء بنوعيه ، وهكذا وان اريد به
 عموم المجاز اي ما كان من ذوات الصور
 فلا يلزم الجمع بالمعنيين الا ان
 التخالف بينهما وبين قول الشيخ وغيره
 المنكوسين باق وهو ظاهر ، وكاف في
 عدم اسادتهم ، فاما ان يراد به الحيوان
 المسئول عنه فقط حقيقة كان او مجازا ،
 فيخرج ماله الية من باب التصحية ، و

ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ شیخ کے اس لفظ ميثل سے
 دُنبہ اور بھیڑ دونوں ہی مراد ہوں گے یا ان میں سے
 کوئی ایک ، اور دونوں مراد ہوں گے تو بطور حقیقت
 مجاز ، یا اشتراک ، یا عموم مجاز ، تو حقیقت و مجاز ، یا
 اشتراک کے طور پر دونوں معانی کا ایک ساتھ مراد لینا
 اصول لسان کے اعتبار سے ناجائز ہے ، اور بطور
 عموم مجاز و دونوں ایک ساتھ مراد لینے پر یہ غرابی لازم
 آتی ہے کہ قربانی کے کل چھ قسم کے جانور ہر جاستے ہیں
 حالانکہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ پانچ ہی ہیں ، اور ایک
 ہی مراد لیں ، اور وہ بھیڑ ہو تو دُنبہ چھوٹ جاتا ہے
 جو بالاتفاق قربانی کا جائز ہے ۔

مزید سوال | آپ کی یہ ساری تقریر ضان کے معنی دُنبہ
 مراد لینے پر ہی جاری ہوتی ہے ، تو یہ مراد لینا بھی
 منوع ہوا ۔

جواب | جب فقہاء نے چلکی والا کہہ کر اسی جانور کو
 متعین کر دیا تو اب ہم کو اس بحث میں پڑنے کی
 ضرورت نہیں کہ وہ معنی مجازی ہیں یا حقیقی یا بطور
 اشتراک ۔

پس ان نعصر فقہاء کی روشنی میں ہمارا فیصلہ
 تو یہی ہے کہ بھیڑ کی قربانی ناجائز ہے ، اگر دوسری
 کسی کتاب میں اس کے جواز کا حکم ہو بھی تو احتیاطاً
 اس سے بچنے میں ہی ہے کہ عدم جواز کے یہ دلائل

يصير النوع الخاص، من الافواع الخمسة
 بها الحيوان المسئول عنه، لانه الية و
 هو خلاص الاجزاء، او يرا به ماله الية فقط
 حقيقة كان او مجازا في حرور الحيوانات
 المسئول عنه من اليين كما هو حقه وهو
 المطلوب، واجزاء هذا التفصيل بعينه في
 لفظ الضان كما وقع في الحديث والفتوى
 بان يقال لفظ الضان لفظ لغة العرب
 لا لغتنا فاما حقيقة في ماله الية ومجاز
 في الحيوان المسئول عنه الى قولنا وهو
 المطلوب، فليل تفسيره بما تكون له الية
 يمكن ويحصل الفائدة منه، وهو
 الاستقراء على المطلوب، واما بعد تفسيره
 بماله الية كما فعل الفحول من العلماء،
 فلا فائدة فيه لانه يعلم من هذا
 التفسير ان مراد الفقهاء بالضاف
 ماله الية سواء كان معنى حقيقيا او مجازيا
 فما مطلبنا في الاجراء وتحويل المسافة
 فظننت بل علمت من هذا القول ان
 التضحية بالحيوان المسئول عنه لا تجوز
 وقد سمعت تحقيقه بما لا مزيد عليه انفا
 فاقول ما انا عليه، وعليه التعويل هو
 عدم جواز التضحية به، فان اصبحت فمن
 الله تعالى، وان اخطأت فمني ومن الشيطان،
 وان وجه الكتب الاخر المعتمدة عليها

کاہرہ جم نے ظاہر کر دئے۔
 اور یہ کہنا کہ بزرگوں سے ایسا ہوتا آیا ہے،
 یا عیش کے معنی بھیر ہیں، یہ تاریکیوں سے
 زیادہ حقیقت نہیں رکھتے، یہ فتویٰ صحیح ہو تو
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے، اور غلط ہو تو میری اور
 شیطان کی طرف سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 (نظام الدین مدرس مدرسہ اسلامیہ احمد پور
 شرقیہ)

الغیر الموجودة عندی جوازها، فم ترك
التصحية به اولى لان مقتضى الاحتياط
هو عدم الجواز على ما علم من اصول
الفقه، هذا با التواجد ولا يلتفت الى قول
المخالقين القائمين بالجواز، فان اقوى
دلائلهم وجدنا عليه اسلافنا وتعلم حاله
وما سوى هذا الدليل من تفسير الضان
بلفظ عيش وما كان من ذوات الصوف،
فاوهن من بيت العنكبوت كما مر، هذا ما ظهر
لى ولعل عند غيرى احسن من هذا، الجيب
نظام الدين مدرّس مدرسة الاسلاميه
احمد پور شرقية۔

الجواب

الحمد لله الذى خصنا بالاحكام وعصنا
بالانعام خلقنا الانعام، لتقرّب الاطعام، وكثير من
الحاج، ثمانية ازواج من الضان اثنين، و
من المعز اثنين، آ الصوف حظ، ام الشعر
حجر، ابا الاذنان امر، امر على الالاياء قصر،
ومن الابل اثنين، ومن البقر اثنين،
ايا لبخت جد، امر فى العراب حصر، الالاموس
ساد، امر طائف البقر، ابطول وقصر
وهنر وكبرى عضو او شعر، للنوع غير،
او بالحصص ضرر، نيشوفى بعلم ان كان
لكم خبر، والصلاة والسلام على السيد
الاعز واليه وصحبه كل كريم معز، عدد

اس خداى قمریت جس نے ہم کو اکرام کے ساتھ خاص
فرمایا اور انعام کو ہم پر عام فرمایا، اور حاجیوں
کے لئے اور ہمارے لئے چار پائے بنا لئے کہ
کھائیں بھی اور قربانی بھی کریں۔
یہ آٹھ جوڑے ہیں، ضان کے دو اور معز کے دو،
تو کیا اون والے منوع ہیں یا بال والے، یا دم
والوں پر روک ہے یا چلتی والوں پر، اور اونٹ کے
دو اور گائے کے بھی دو، تو کیا نجی اونٹوں پر انحصار
ہے یا اعراب پر، اور بھینس مردہ ہے یا گائے
کی مختلف اصناف لائى اور نائی، یا کسی عضو یا بال
کی چھڑائی پڑائی، نزع کو بدننے والی اور حصر کو قائم
کرنی والی ہے تمہیں علم ہو تو مجھے بتاؤ اور صلاۃ و سلام ہو

تمام معززین کے سردار پر، اُن کی آل پر، اصحاب پر جو
کویم لحد معزز ہیں، بھگڑوں کا اون اور بکریوں کے
بال برابر۔

حد و صلاح کے بعد بلاشبہ بھگڑ بکریوں اور انعام
میں شمار ہوتی ہے، مسلمانوں کا اس بات پر اجماع
ہے، اور اس کی قربانی جائز ہے، یہ مسئلہ خود واضح
اور بیان سے بے نیاز ہے، اس کی قربانی مسلمانوں
میں شروع ہی سے متواتر ہے، علماء کے تمام
گروہ اور مختلف جماعتوں نے اس میں کسی کوئی اختلاف
اور جدال نہیں کیا، تو بلا اختیار بھی کو گمراہ اور گمراہ گر
کہنا سرکشی اور غم ہے اور امر محبوب سے روگردانی،
جس کا انجام آئندہ معلوم ہوگا۔

اس مسئلہ پر خارج فرمائی سے چشم پوشی ہی
بہتر تھی کیونکہ یقیناً یہ جہاں دلائل کے پر جلتے ہیں
جو ایسی باتوں کا انکار کرے پھر کس بات کا اقرار
کرے گا اور کس پر ایمان لائے گا۔ لیکن باطل کو
بجھانا اور غافل کو بتانا، کمزور اہل اسلام کو گمراہی سے
روکنا، اور یہ خوش گمانی بھی کہ پھسلے والا سنبھالے
سنبھل بھی جاتا ہے، راہ دکھاؤ تو کوئی کوئی دیکھ بھی
لیتا ہے، اور واقعی عقلمند وہ ہے جو ہر بات پر خواہ مخواہ
امراء نہ کرے، اور حقیقت آشکار ہو تو یادہ کوئی اور
انکار چھوڑ دے تو پروردگار بخیر و رحیم ہے۔

ان سب باتوں نے ہمیں چند تنبیہات پر مجبور کیا
سبحان اللہ چکے سورج پر کیا عجب، میں تمہیں ہدایت
کرتا ہوں کہ یہ کارامیدوں یا حال کے چکر، یا طیش

اصوات الضامات واشعار المعزز، و
بعد فلا تلتامن هذا الحيوان
من بهيمة الانعام، ومن
الانعام، وما تجوز التضحية
به باجماع اهل الاسلام،
مسئلة واضحة جليلة التبيان، غنية
عن البيان، لا تتناطح فيها عتران
وقد توارث التضحية به المسلمون
وعلماءهم متطافرون طبقة
فطبقة وجيلاً بعد جيل من دون
تكبر منكر، ولا صراة عقيل فمن
نسبهم جميعاً الى الضلال والاضلال، فقد
عنا وعصى، وشق العصا، يولى ما يولى،
ولسوت يرى، وقد كان الاعراض عن مثل
هذا المثل واحرى، فان الامراء انفتحوا
الى انكار الواضحات كان السبيل ترك العقائد،
فانها هي المقاطيع للبحر الشامخات، واليوهين
الفر، فمن يسارى فيها فاذ يوتقن، وبإحدى حديث
بعد هاتين، ولكن وجوب اخذ الباطل واشار
الناقل، والفرق بضعفاء المسلمين، كيلا يقعوا
في ضلال مبين، وتحمين الظن بالمسلم العاقل
فانه ربما عثر، فاذا اذكر تذكرة، واذا اقتصوا بصراً،
وانما العاقل من اقر وما احتر، فاذا علم الخبر
هجر الهجر وانكر المنكر، وربك غفار لمن استغفر
كل ذلك يدعون ان تأتي في الباب بعد تنبيهاً

کے خورق میں بخش کر پوری بات دیکھے مئے بغیر جلد بازی
نہ کر بیٹھنا، میں تمہیں ادنیٰ سے اعلیٰ تک آہستہ آہستہ
سے چل کر سورج کے پاس کھڑا کروں گا جہاں تاریکیاں
کا فور ہیں، کیونکہ جہاں وہم پیدا ہوتا ہے اسس کا
ازالہ بھی ہوتا ہے اور رات کے بھیا تک خراب سے
صبح کو چھٹکارا بھی مل جاتا ہے۔

یہ جانتے ہوئے بھی کہ تو شیخ تو پوشیدہ امور کی
ہوتی ہے، اور برہمیت کی تفہیم مشکل ہے، میں
نے حق کی طرف رہنمائی میں کوتاہی نہیں کی۔

تنبیہ اول اس بات کے بیان میں اللہ تعالیٰ ارشاد
کرمہ انعام ہی قربانی کے جائز ہیں فرماتا ہے :
تھارے لئے سلالی کئے گئے انعام سوا ای کے
جن کی مانعت تم پر پڑی جاتی ہے تو دور ہو ان کی
گندگی سے، اور کچھ جھوٹی بات سے ایک اللہ کے
ہر کو، پھر اس کا ساجھی کسی کو نہ کرو، اور ہوا اللہ کا
شریک کرے کہ وہ گویا اگر آسمان سے کہ پرندے
اسے اچک لے جاتے ہیں یا ہوا اسے کسی دوسری

تقرر انصواب و تمیظ الحجاب، و یاسبغون اللہ هل
من حجاب، علی وجہ شمس تجلت من سحاب
هذہ ادایاک ثم ایاک ان یلہیک اکامل اویطغیک
الملل، اویستخفک الطیش، فیاخذک العین،
قبل ان تجمع الکلمات الاخری بالاول، فانی ارید
ان استدرجک من الرقیم الی الرقیم، ومن ذی
سم الی اشم، حق اوقفک علی شمس تنقضاء لا
وونها الظلم، فنعسی ان یعزیک وہم ویا تیک
ما یزیر، اوتنسی فی حلد، ویتصبیح فیما یرید،
علی انی قد علمت ان السبیل وعر الی ایضاح
الطبیات، واما الجادة السلوكة اظہار الخبیات
لکنی اتزل لک الی وهداة وقعت، ولا ألوان
ارفعک الی الحق ما استطعت فاقول و توفیق
بالقرب السجید، علیہ توکلت و الیہ اُنیب۔
الاولیٰ قال ربنا عز من قائل اُحلت لکم
الانعام، الہ قولہ عز وجل شتر
محلہا الی البیت وقال سبغہ و تعالیٰ
ولکل امۃ جعلنا منسکالین کذا اسم اللہ
تعالیٰ علی ما رزقہم من بہیمۃ الانعام فقد
افادجل جلالہ ان الانعام کلہا محل المنک،
وانہا النقی یقرب بنحرہا و ذبحہا الی ربنا
و سیرہا دون ساوا البہائم والحووانات، قال

جگہ پھینکتی ہے، بات یہ ہے، اور خواہش کے نشانوں کی تعظیم کرے، تو یہ دونوں کی پرہیزگاری سے ہے، تمہارے لئے انعام میں فائدہ ہے ہیں ایک مقررہ میعاد تک، پھر ان کا پہنچنا ہے اس آزاد گھر تک۔ اور ہر امت کے لئے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی کہ اللہ کا نام لیں اس کے دے ہوئے ہے زبان چوپایوں پر، تو تمہارا معبود ایک معبود ہے، تو اس کے حضور گردن رکھو۔ (سورہ حج، پ، ۱)

ان آیات کا مفاد یہ ہے کہ جانوروں میں صرف انعام ہی قربانی اور چرایا کے لئے مخصوص ہیں۔ حضرت امام بغوی نے اس مضمون پر تفسیر معالم میں دوسری آیت کے تحت تصریح فرمائی، یعنی ان جانوروں کے قربان اور خیر کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہو ان جانوروں کو انعام کہنے کی وجہ ان کا نہ ہونا ہے انعام کی قید اس لئے لگائی کہ کچھ بہائم ایسے ہیں کہ قربانیوں میں ذبح نہیں کئے جاتے، جیسے گھوڑا، خچر، گدھا — اتنا ثابت ہو جانے کے

بعد اس کی ضرورت تو نہ تھی کہ ہم بھیڑ کا انعام ہونا بھی ثابت کریں، اور یہ کہ یہ اہل ہے وحشی نہیں ہے، اور اگر والا چرایا ہے، مگر ہم شہادتیں فراہم کر رہے ہیں،

انعام گھردار جانور اور خف والے، یہ اہل، بقر، ختم ہیں (مصباح النیر) اگر اس کے بعد بھی شبہ ہو تو بتاؤ، کیا یہ وحشی ہے یا درندہ ہے، کہ پرندہ ہے یا حشرات الارض میں سے ہے، تم والوں میں ہے یا کوئی ایسی قسم جس کی نسل ختم ہوگئی ہے۔

الانعام مع الستة البغوی فی معالم التنزیل
لینذروا اسم الله علی ما رزقهم من بهیمة
الانعام، عند نحرها وذبحها، وسماها
بهیمة الانعام، لانها لا تتکلم، وقال
بهیمة الانعام قید بالنعم لان من البهائم
مالیس من الانعام، كالخیل والبغال
والحمیر، لایجوز ذبحها فی القرابین، و
لا یری من باب فی ان حیواننا هذا
من بهیمة الانعام، فانه اهل ذات قوائم
اربع وظلف، قال فی المصباح النیر لغة
الفقه، الانعام ذات الخف، والظلف،
وهی الابل، والبقر، والغنم، فان كنت
فی یریب من هذا فانتنا مبادا تراه، امن
الوحوش امر من السباع، امر من الطیور،
امر من الجوهر، امر ذوات الحوافر، امر
نوع آخر مقطوع الدابر، ما به علم ولا حنة
مخبر

الثَّانِي قَالَ جَلْ ذَكَرَهُ وَمِنْ الْأَنْعَامِ حَمُولَةٌ وَ
فَرَشَاتٌ، قَالَ الشَّاهُ عَبْدِ الْقَادِرِ الدَّهْلَوِي
رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى فِي تَرْجُمَةِ الْكَرِيمَةِ پیدائے
مراشی میں لہنے والے اور دبے۔ وَقَالَ فَبِ
فَوَائِدِهَا لِهْنَةً وَالْأَنْثَى أَوْ بِلْ، اُور پیلے
بکری اور بھیڑ۔

الثَّالِثُ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ وَاعْتَرَفَ الرَّجُلُ
أَنَّ الْغَنَمَ مِنَ الْأَضَاحِ، وَقَدْ عَلِمَ مِنْ يَفْرَقُ
بَيْنَ الْبَهْمِ وَالْبَهْمِ، أَنَّ هَذَا مِنَ الْغَنَمِ
قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَمِنْ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَمًا
عَلَيْهِمْ شَحُومُهُمَا، قَالَ الْفَاضِلُ رَفِيعُ الدِّينِ
الدَّهْلَوِي فِي تَرْجُمَتِهِ اُور گاسے سے اور بھیڑ
بکری سے حرام کہیں ہم نے اُپر ان کے چربیوں
ان کی۔

الرَّابِعُ أَنَا الْمَرْجِعُ فِي امْتِثَالِ الْأُمُورِ إِلَى
عِلْمَاءِ اللِّسَانِ، وَكَمَا عَلِمَ كُلُّ مَنْ يَعْلَمُ الْهَسْنَ
الثَّلَاثُ مِنَ الْحَيَوَانِ الَّذِي يَسْعَى
بِالْهِنْدِيَةِ بُكْرَى وَ ذَكْرَهُ بُكْرًا،

تنبیہ دوم اس بات کے ثبوت میں ارشاد الہی ہے
کہ بکری انعام میں سے ہے مِنْ الْأَنْعَامِ
حَمُولَةٌ وَفَرَشَاتٌ۔ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے
ترجمہ میں فرمایا: پیدائے مراشی میں لہنے والے اور
دبے۔ اور فوائد میں فرمایا: لہنے والے اونٹ
اور بیل، اور دبے والے بھیڑ اور بکری۔

تنبیہ سوم بھیڑ کے قربانی کے معنی سابق نے اُقرآن
جانور ہونے پر اجماع ہے کیا، اور تمام مسلمانوں
کا اجماع ہے کہ غنم قربانی کے جانوروں میں سے
ہے، اور چوپایوں کے درمیان فرق جاننے والے
پر خوب جانتے ہیں کہ بھیڑ غنم میں شامل ہے،
قرآن حکیم کی آیت وَمِنْ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَمًا
عَلَيْهِمْ شَحُومُهُمَا کا ترجمہ فاضل رفیع الدین
دہلوی فرماتے ہیں: اور گاسے سے اور بھیڑ بکری
حرام کہیں ہم نے اُپر ان کے چربیوں کی۔

ایضاً تنبیہ چہارم اس بات کا فیصلہ کہ بھیڑ غنم میں داخل
ہے یا نہیں، وہی حضرات علماء کر سکتے ہیں جن کو
غیر زبانوں میں مہارت ہو تو ان زبانوں کا عالم یہ
خوب جانتا ہے کہ جس جانور کو ہندی میں بکری اور

لے القرآن الکریم ۱۴۲/۶

لے موضح القرآن تحت آیت ۱۴۲/۶

لے

لے القرآن الکریم ۱۴۶/۶

لے ترجمہ القرآن رفیع الدین تحت آیت ۱۴۶/۶

مطبع مصطفائی انڈیا ص ۱۴۶

"

مکتبہ زکینی لاہور ص ۶۳-۶۴

اس کے نزدیک کہتے ہیں، فارسی میں اسی کو بُز اور عام بول چال میں گو سپند اور عربی میں معز، اور عام بول چال میں غنم و شاة کہتے ہیں، اسی کے ذکر کو "قیس" اور ماعز کہتے ہیں اور مونسث کو عزرا اور ماعزہ کہتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی معروف بات ہے کہ ہند کی میں جس جانور کو بھیڑ جس کا ذکر مینہ صا اور بعض کی زبان میں بھیڑا کہتے ہیں اسی کی مونسث کو بعض لوگ بھیڑ اور بعض بھیڑی کہتے ہیں، اسی کو فارسی میں میش، اور عام بول چال میں گوسفند اس کا ذکر مناطق قوج کہلاتا ہے، یہی عربی میں ضان اور دونوں الملاقول میں شاة و غنم کہلاتا ہے، اس کا ذکر ضان و کبش اور مونسث کو فخر کہا جاتا ہے۔

ثانیۃً ازواج من الضان اثنتین "پیدائش کے آٹھ نر مادہ بھیڑے اور بکری سے دو۔ (از موضع القرآن) آٹھ جڑے بھیڑوں میں سے دو، بکری میں سے دو۔ (شاہ رفیع الدین)

آفریدہشت قسم از گوسفند و قسم، و از بُز دو قسم۔ (شاہ ولی اللہ)

ضان، ضائق کی جمع ناعز کے خلاف، اور یہ غنم کی ہی دونوں میں ہیں، پہلے کو فارسی میں میش اور ثانی کو بُز

هو الذی یسمى بالفارسیة بُز، وفي الاطلاق الاعم گو سپند، وبالعربیة معز، وفي الاعم غنما و شاة، وذكره تیساو ماعز، وانشاء معز، و ماعزة، كذلك علموا ان الحيوان الذی یسمى بالهندیة بھیڑ و ذکره میندھا، وعند قوم و انشاء بھیڑ و لقوم بھیڑی هو الذی یسمى بالفارسیة میش، و بالاطلاقین الاخص و الاعم گو سفند، و ذکره المناطق قسوج، و بالعربیة ضانا، و بالاطلاقین شاة، و غنما، و ذکره کبشا و ضانا و انشاء نعجة و ضائنة، قال الله عز وجل ثنیة ازواج من الضان اثنتین ومن المعز اثنتین، قال فی موضع القرآن پیدائش کے آٹھ نر مادہ بھیڑ میں سے دو، اور بکری میں سے دو، و فی ترجمۃ الرفیعة آٹھ جڑے، بھیڑ میں سے دو، اور بکری میں سے دو۔ و قال الشاہ ولی اللہ علیہ السلام فی ترجمتہا آفریدہشت قسم از گوسفند و قسم، و از بُز دو قسم، و قال الفاضل یوسف چلبی فی ذخیرۃ العقبی حاشیۃ شرح الوقایہ،

سُورَةُ الْاَنْعَامِ الْاٰیَةُ ١٤٣

سُورَةُ الْاَنْعَامِ

تَحْتَ آیَةِ ١٤٣/٦

سُورَةُ الْاَنْعَامِ لِرَفِیعِ الدِّیْنِ

تَحْتَ آیَةِ ١٤٣/٦

سُورَةُ الْاَنْعَامِ (فارسی، لولی اللہ الدہلوی)

مطبع مصطفائی انڈیا

مطبع زکین لاہور

مطبع ہاشمی دہلی

ص ۱۴۶

ص ۱۶۲

ص ۱۴۸-۱۴۹

کچھ ہیں، اور غم کے ہی ہم معنی لفظ شاقہ ہے جس کا اطلاق
دونوں نوعوں پر ہوتا ہے اور اسی معنی میں فارسی لفظ
گوسفند بولا جاتا ہے، اسماء اور صحاح میں ایسا
ہی ہے (مختصر)، (ذخیرۃ المعنی چلی)

بھیرا فارسیہ میں بیش ز، اور عربی میں ضان
ہے (فنائن)

بھیرا ہندی میں غم ہے، اور غم ضان ہے، اور ضان
فارسی میں بیش ہے (تحفۃ المومنین)

ضان بیش، ضان بیش ز۔ (مختار رشیدی)

ضان بیش ز، خلاف ماعز، اور اس کی جمع ضان
خلاف معز۔ (صراح)

ان سب شہادتوں میں ضان اور بیش ایک ہی
چیز قرار دی گئی ہے، اور اسی کو ہندی بھیرا بتایا گیا
ہے، اگر اس کے بعد بھی شبہ ہو کہ یہ دونوں ایک
نوع نہیں ہیں، تو بھیراؤں کا ایک گلہ لے کر عرب اور
فارسی کے شہروں اور دیہاتوں میں پھر کر جنگلوں اور
پہاڑوں، آبادیوں اور ویرانوں میں گھوم گھوم کر ہر ایک

ضانا جمع ضان خلاف الماعز، وہما
نوعان من جنس الغنم، يقال للاول
بالفارسی بیش، وللثانی بُز، والشاة
اسم جنس یضمہا کالغنم ویقال لہا
بالفارسی گوسفند، کذا فی الصحاح،
والاسماء (م باختصار)، وقد ترجم فی التفاسیر
بہیڑا بالفارسیۃ بیش ز، وبالعربیۃ
بکبش وضان، وقال فی تحفۃ المؤمنین
بہیڑا ہندی غم است، ثم قال غم ضان
ست، ثم قال ضان بفارسی بیش نامند،
وفی المختار رشیدی ضان ضان بیش
ضان بیش ز، وفی الصراح ضان بیش ز
خلاف ماعز، والجمع ضان، خلاف معز،
فان کان فی مریۃ بعد، فلیقم ولیعد، فلیذهب
بقطیع منہ الی العرب، والفرس، ولیدر فیہا
بلاد اقرب وجبالا ومفاوز، ویسأل کل اهل
ناد من حاضر، وباد، ورجل، وامراة

۱۲۶/۱	فوکشور کانپور	کتاب الزکوۃ باب زکوۃ الاموال	لہ ذخیرۃ المعنی
			لہ التفاسیر
۱۶۹ ص	فوکشور کانپور	البار مع الہام	لہ تحفۃ المومنین مع مخزن الادویۃ
۲۲۵ ص	"	الفین مع المیم	لہ " " " " " "
۳۹۴ ص	"	الصاد مع الالف	لہ " " " " " "
۳۸۲ ص	ایچ ایم سعید پکنی کراچی	باب الضاد مع النون	لہ منتخب اللغات مع غیاث اللغات
۳۱۸ ص	فوکشور کھٹو	باب النون فصل الضاد	لہ الصراح فی لغۃ الصحاح

شہری و دیہاتی، عالم و جاہل سے سوال کرو، تو سارے عرب یہ کہیں یہ ضمان ہے، غم ہے، شاق ہے، کبش ہے، فخر ہے، اور فارسی کہیں یہ عیش ہے، گو سپند ہے، تو حق بات تسلیم کرو، اور اگر عرب اس کو گوریا، کشکٹ کتایا یا ہمتی یا اہل فارس اس کو گورخر یا چیتا یا آتو کہیں تو تم معذور ہو گے۔

تنبیہ پنجم تا سید مزید | لمبی اور دراز سونڈ والے ہاتھی کو کوئی فیل نہ مانے تو اس کے علاوہ کیا سبیل ہے کہ اہل عرب سے یہ کہلا دیا جائے کہ ہاتھریاں سب لوگ اسے فیل ہی کہتے ہیں، جیسے اگر کوئی بھینس کا انکار کرے، تو اس کی سبیل بھی یہی ہے کہ اسے بھینس شہر دکھا کر لوگوں سے کہلا دیا جائے کہ سب لوگ اسی کو بھینس کہتے ہیں۔

تنبیہ ششم بھینس کو گائے | یہ کہنا کہ بھینس کو گائے کے ساتھ لاحق نہیں کیا گیا | کے ساتھ از روئے قیاس لاحق کیا گیا، غلط ہے، کیونکہ یہ مسئلہ

وحد و امة، و عالم و جاہل، و سائرہ قافل، فان اخبرك العرب جميعا ان هذا ضمان، غم، شاق، کبش، فخر، و قالت الفرس این ست عیش، و گو سپند، و زادہ، فلیصدق بالحق، و ان اعربت العرب ان هذا عصفور، او کلب، عقور او فیل، ماسوم، و تقرست الفرس، فہب الت خیرگور، او چرخ پر زور او جعد شبکور، فہو معذور۔

الخاتمة من رأيت ان انكر منك، ان هذا الهيب الثقيل، ذا الخطوط الطويل، الذي يقال له بالهند هاتھی دیگر، ليس هو الذي يقال له بالعربية فیل، و بالفارسية پیل، فهل عندك عليه من حجة و دليل، الا الرجوع الى اهل اللسان، و ابانة انطباقهم على امثال ذلك من باب التواتر السورث ليقين، كما ان من جعد وضع ببني او كلكته، مثلاً لهذا البلد المعلوم فلا وادله الا الانباء بان الناس مطبقون على ان هذا البلد بهذا المسمى و به موسوم، فان عاند و عاد و عاود الداد، فماله من طب الا لاقتصاد۔

السادس من الظن من عم الحاق الجواب بالبقر، و انما عرفت الاضحية على خلاف القياس لكونها اقربا بارقة دم

وازهاق روح، فکیف یسوغ اللاحاق فیہا، ولو
 ساغ لکانت المعاول والوجول والظبا حتی انت
 تلحق بالبقرو المعز، قال العلامة الاتقانی
 فی غایۃ البیان، التضحیۃ امر مستفاد بالشرع
 بخلاف القیاس، لان کون اراقة الدم
 قربة غیر مد قول المعنی ما قصر علی مورد
 الشرع، ولهذا لم تجز التضحیۃ بشئ من
 الوحش، وقال العینی فی سبک الخفافی
 انها عرفت بالنص علی خلاف القیاس، فیتقصر
 علیہا، وقال العلامة الطوری فی تکملة
 البحر الرائق، جوازہ اعرف بالشرع فی
 البقر الاہلی دون الوحش، والقیاس
 مستبعد، وظل ذلك فی کثیر من الكتب، و
 انما لثان انہم علموا انہا من نوع البقر
 فتناولہما النص تناولاً اولیاً من دون حاجة
 الی الحاق، بهذا اطل کما نص علیہ فی
 الهدایۃ والخانیۃ والدرر وشرح النقایۃ
 البہرہندی، وفی جامع الرموز عن جامع
 المضرات، وصحیحہ الانہر عن المجیط،
 وغتم اللہ المعین عن التبیین، والبحر الرائق
 عن الولو الجیۃ، والہندیۃ عن البدائع،

قیاسی ہے ہی نہیں، اگر قیاس پر مدار ہوتا تو سفیر
 نیل گائے کو گائے کے ساتھ، اور پہاڑی بکرے اور
 ہرن کو بکری کے ساتھ لاحق کرنا بدرجہ اولیٰ بہتر ہوتا
 لیکن ایسا جائز نہیں۔

علامہ اتقانی نے غایۃ البیان میں فرمایا،
 "قربانی کا مسئلہ بالکل غیر قیاسی ہے کیونکہ خون بہانا
 کار ثواب ہو، یہ بات غیر محتوی ہے، اس لئے
 جن جانوروں کو شرع نے جائز قرار دے دیا ان کے
 علاوہ شکار وحشی جانوروں کی قربانی شرعاً جائز نہیں،
 علامہ عینی نے رمز المحتاق میں تحریر فرمایا، قربانی
 حکم الہی سے خلاف قیاس ثابت ہوئی ہے، تو اسی
 پر اقتصار کیا جائے گا۔"

علامہ طبری کلمہ بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں
 تصریح فرماتے ہیں: قربانی کا جواز شرعاً مسلمہ میں
 انھیں جانوروں میں ثابت ہے جو اہل ہوں، وحش
 میں نہیں، اور یہاں قیاس کو باریابی کی اجازت
 نہیں۔

توحیقت حال یہ نہیں ہوتی کہ اکل کو کامل
 کے ساتھ لاحق کیا گیا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ غلام
 کے نزدیک بھینس کا گائے کی ہی نوع میں ہونا
 ثابت ہوا، تو انھوں نے کہا کہ قرآن کا لفظ بقور

لغۃ غایۃ البیان

کلمہ رمز المحتاق فی شرح کنز الدقائق

کتاب الاضحیۃ

مکتبہ نوریہ رضویہ سکسٹر

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۲۰۵/۶

۱۴۴/۸

کلمہ تکلمہ من البحر الرائق

ورد المحتار عنہا، وعت المغرب
وامن اقتربت جلوت لك فقولها
قاف لم اشرف هذه الرسالة
شيئا الا من الكتب التي منحتني
سرف فهي عندي في ملك
ويدي، حتى انهم اخذوا
على لفظه توهم التباين بينهما
كقول الكثر الجاموس كالبقرة
كما في التبيين في البحر والنهر
والشربلية، ومجمع الانهر
واب السعد وغيرهما
انه انما هو كقوله ايضا
البخت كالعراب في المتن اول
المسئلة كانت هناك بلفظ الابل
فلم يوهم التشبيه، وهما
بلفظ البقر فادهم، ثم لما ذا
استكثر من هذا الفصل وانت
الناقل عن هذا المحتار قوله
البقر بنوعيته اء وعت مفاتيح
الجنات ان الجاموس داخل
في البقر اء وعن الاشعة جاموس

بجنس كوشا مل ہے، اس نے مسئلہ ہذا کے الحاق
والے قاعدہ کے سہارے کی بالکل ضرورت نہیں۔
یہ امور پرانی، خانیہ، دمر الحقائق، تلمذ طوری
مستخلص الحقائق، شرح ملا مسکین، طحاوی
عل الدر، شرح لغایہ برجندی، جامع الرموز،
جامع المقدمات، مجمع الانهر عن المحيط، فتح الله
لمعين من التبيين، بحر الزائق، ولوالجہ، ہندیہ
عن البدائع، رد المحتار عن البدائع وعن مغرب
منعوص میں، ضرورت پر ساری کتابیں پیش
کی جاسکتی ہیں، الحمد للہ ساری کتابیں میری ذاتی ہیں۔
ہاں ان محضرات نے ایک لفظ ایسا ضرور کہا ہے
جس سے یہ شبہ ہو گا کہ گائے اور بجنس میں تغایر
ہے، اور وہ کثر، تبيين، بحر، نهر، شربلية،
مجمع الانهر ابی سمود وغیرہ میں ذکر کیا جو لفظ الجاموس
کالبقر ہے، لیکن اس سے جو کلمہ نا غلط ہے
کیونکہ یہ ایسے ہی ہے جیسے علماء اونٹ کے سلسلہ
میں فرماتے ہیں البخت کالاعراب: بیان مسئلہ
میں اونٹ مقسم کی طرح پیش کیا گیا ہے، اس کے
باوجود جب بخت و اعراب دونوں نہ ہوئے تو
صرف کاف تشبیہ کی وجہ سے بقرو جاموس دونوں
کیے جوں گے، اور خاص کر عجیب صاحب کو

۴/۶	المطبعة الكبرى الاميرية بولاق مصر	کتاب الاضحية	۱۴۶/۸
۱۴۶/۸	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱۴۶/۸	۲۰۴/۵
۲۰۴/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	۲۰۴/۵	۲۱۸
۲۱۸	مکتبہ اسماعیلہ کراچی	۲۱۸	

نوع از بقرست فضائی اراک فعل العبارات
وتنبؤ عنها کانت لم تسمعها ، کلا
بل تسمع وتفهّم ثم تحیل ، اما
سمعناک نقول انهم یدخلون الجاموس
فی البقر ، ویقولون انه نوع
منه ، ثم عدت تعد الانواع
خمسة ، وتجعل النوع یقابل
جنسه ، وبالجمله قد تبین
بطولات تخمیس الانواع ، وعد
الجاموس نوعا براسه ثم لا یخفى
علی کل ذی حجب عالم ینک
اغلق طبعا من الجوامیس ، بابین
البقر والجاموس من البون
البین صورة ومعنی ، یبائن الوضع
الوضع ، والطبع الطبع ، واللحم
اللحم ، واللبن اللبن ، والنظم النظم
والحمل الحمل ، والمزاج المزاج ، والاثار
الاثار ، والانفال الانفال ، والمواضع المواضع
حتی حکم القیاس انها نوعان متباینان ، وان
الجوامیس لا تجوز التصحیح بها ، وانه التجزؤ
حکم الاستحسان ، قال فی الخلاصة ثم الاتعانی
فی شرح الهدایة والحبلی فی تکملة لسان
الحکماء الجاموس ینجوز فی الضحایا

تقریب شہد چرنے کی کوئی وجہ نہیں ، کیونکہ انھوں نے
خود ہی رد المحتار کی عبارت "البقرینو عبید" اور
مغایج الجنان کا حوالہ ان الجاموس داخل فی
البقر (بھینس گائے میں شامل ہے) اور
اشترک اللفات سے "جاموس نوع از بقرست"
(بھینس گائے کی ایک قسم ہے) فعل کیا ہے
حیرت ہوتی ہے کہ اس کے باوجود کس طرح
حبیب نے قربانی کے جانور کی پانچ قسمیں کیں اور
بھینس کو الگ ایک نوع قرار دیا ، پس واضح ہوا
کہ پانچ نوع قرار دینا غلط ، اور بھیڑ کو چھٹی قرار
دے کر اس سے انکار کرنا غلط در غلط ہے۔

ایک بات یہ بھی قابل غور ہے کہ گائے اور
بھینس میں صورت اور معنی بناوٹ ، طبیعت ،
گوشت اور دودھ ، مزے اور اعمال و آثار میں
تباہین ظاہری ہے جس کے پیش نظر عقل کا فیصلہ
یہی ہے کہ ان دونوں میں تباہین نوعی ہے ، اور
بھینس کی قربانی نہ ہونا چاہیے مگر جائز ہے ، تو
یہ ایک خلاف قیاس حکم ہے۔
خلاصہ اتفاق علی میں : بھینس کی قربانی
استحساناً جائز ہے۔

فاضل عبد الحمی لکھنوی کی شرح مختصر وقایہ میں

والہدیٰ استحصانا^۱ و فی شوم مختصا الوقایۃ
للفاضل عبد العلّی الجاموس کالبقرۃ لانه
نوع منها، فی الروضۃ هذا استحسان و
القیاس انه لا يجوز^۲، وتغایرہما فی العرف
ظاہر، ولذا لو حلف لا یأکل لحکم
البقر لم یحث باکل لحکم الجاموس^۳
حكما فی مکرکۃ الہدایۃ^۴ ولا بعکسہ،
حكما فی ایمان الخانیۃ، وماذا یعنی
مجرد الوفاق فی عدد الاعضاء مع الخلاف
فی جسم ما مر، فانت ذلک حاصل
فی الخیل والعبیر ایضا مع انها نوعان
متباہتان قطعاً عرفاً و شرعاً بل لکانت
تقول لا وفاق فی العدد ایضا، فان یفر
جلد استدلیا من مبدأ خلقہ الی
منحصر، و لیس ذلک للجاموس،
والشعر یعم بدنت البقر و لیس
علی جسم الجاموس الا شذر صرزی،
فاذا اهتمقنوا مع کل ذلک انت
الجوامیس یستاکام من نوع البقر،
کانت ضمیمۃ الہند احتیان
تعد من نوع اضواء العرب
فانہما لا خلف بینہما فی شوم

ہے: بھینس گائے کی طرح بنیہ اسی کی ایک نوع ہے۔
روضہ میں ہے: اس کی قربانی استحصانا جائز
ہے، قیاس میں تو جائز نہ ہونا چاہئے۔

عرف کے اعتبار سے گائے اور بھینس کا تغایر
ظاہر ہے، اسی لئے اگر کوئی قسم کھائے کہ گائے کا
گوشت نہیں کھائے گا، تو بھینس کا گوشت
کھانے سے حائث نہ ہوگا۔ یہ مسئلہ ہر آیت کتاب الزکوۃ
میں ہے، اور خانیہ میں ہے بھینس کی قسم کھانی
تو گائے کا گوشت کھانے سے حائث نہ ہوگا۔
اور اگر خالی اعضاء کی تعداد میں موافقت کی وجہ
سے گائے اور بھینس کے ایک نوع ہونے کا خیال
کیا جائے تو گوڑے گدھے میں اس سے زیادہ یکساہت
ہے حالانکہ وہ دونوں عرفاً اور شرعاً ہر لحاظ سے
دو متباہن نوعیں ہیں۔ اور تم چاہو تو کہہ سکتے ہو کہ
گائے اور بھینس میں اعضاء کی تعداد میں بھی موافقت
نہیں ہے، کیونکہ گائے کی گردن میں فاضل کمال
فلکی ہے اور بھینس میں نہیں ہوتی، اور گائے کے
جسم پر گھٹا بال پور سے بدن پر اگا رہتا ہے اور
بھینس کے جسم پر چند قلیل بال ہوتے ہیں، پس
جب ان سارے اختلافات کے باوجود استحسان
میں گائے اور بھینس کے ایک جنس ہونے، تو دہر
اور بھیر کے ایک جنس ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے

کیونکہ ان میں تو مذکورہ بالا اوصاف میں سے کسی میں اختلاف نہیں، اگر ایک رنگ کے دنبہ اور بھیر کو آگے سے دیکھئے تو فیصلہ مشکل ہوگا کہ کون بھیر ہے اور کون دنبہ ہے، ہاں صرف یہ بات ہے کہ دنبہ کی دم چوڑی اور چھوٹی ہوتی ہے اور بھیر کی دم لمبی اور بالدار ہوتی ہے، لیکن یہ کوئی بات نہیں، اس سے بڑے بڑے اختلافات ایک نوع کے افراد میں اختلاف آب و ہوا کی وجہ سے پائے جاتے ہیں اور ان کا لحاظ کر کے کوئی اختلاف نوع کا حکم نہیں لگاتا۔

امثلہ (۱) آدمیوں میں حبشیوں کا ہونٹ نہایت موٹا ہوتا ہے (۲) ترکوں کی آنکھیں چھوٹی ہوتی ہیں (۳) چینیوں کی ناک چھٹی ہوتی ہے (۴) اور بعض وحشی ترکوں کی دم کی ہڈی پر دم ہی کی طرح ایک بالشت تک لمبا گوشت کا ٹکڑا ہوتا ہے (۵) عام عورتوں کی شرمگاہ میں جو پارہ گشت ابھرا ہوا ہوتا ہے مراکشی عورتوں میں حنقلہ نہیں ہوتا (۶) ایسا بھی تو ہوتا ہے کہ آدمی کے کبھی چہرہ انکلی ہو جاتی ہے، چنانچہ فقہاء کا جزیہ ہے اگر کسی آدمی کے دو دو ہاتھ ہوں یا دو دو پاؤں، یا ایک ہاتھ میں دو ہتھیلیاں، تو کیا وضو میں دونوں کا دھونا واجب ہے؟ یہ مسئلہ بحر، نہر، درہ اور ہند یہ میں مطرح ہے (۷) میں نے بعض شہر میں ہونٹ دیکھے ہلکے پھلکے، لمبے بال والے، جن کے پشت پر دو دو گولے تھیں جن کے پچ میں ایک

مساو صفنا، حتی لو ان ضائعت متھما متشابھتا اللون، والهيئة نظريهما ناظر من قدام لم يكد يميز بينهما كضائعت كذا لك من ارض واحدة، نعم الالية من احد هما عن بضعة قصيرة ومن الاخرى ضئيلة طويلة، ومثل هذا الخلف بل اكثر منه كثيرا ما يوجد في افراد نوع واحد باختلاف الاراضى واختلاف المادة وغير ذلك۔

الاترى الى غلط شفاء الحبش، وصغر عيوت الترك، فطس افوت الصين، ولبعض من اتراك الوحوش على عصصه لحمة نهائدة قدر شبر يشبه الذنب، والهيئة الناتية بين الشفرين لا توجد خلقة في نساء المغرب، واما يكون لافسان ستة اصابع، وذكر الفقهاء ما اذا كان للمرد ييدان في يدا، او رجلان في رجل، او كفان في كف، هل يجب غسلهما في الوضوء، كما في البحر، والنهر، والدر، والهندية وغيرها۔ ولقد رأيت لبعض البلاد جملاً جميلة المنظر، لطاف الجسم، صغار الحجم،

طوال النور، لكل منها على ظهرة سنامان
 رفيضان، بينهما مجلس الراكب يكونان
 له كهودي الرجل، وقد قال العلامة
 القزويني في عجائب الموجودات، ثم
 الامام الداميري في حيوة الحيوانات
 انه يجلب من الهند نوع من الضأن
 على صدره الية، وعلى كتفه الستان
 وعلى فخذه الستان، وعلى ذنبه
 الية وربما تكبر الية الضأن حتى تمنعه
 من المشي، زاد القزويني فيتخذ ليلتهما
 عجلة توضع عليها وتشد الى صدرها
 فيمشي الضأن وتجر العجلة والالية
 عليها اه فلهذا اختلافات في الاعضاء
 باصل الوجود، والعدم، فضلا عن الصغرا
 والكبر، والطول، والقصر، فهل يجوز
 لعادل ان يحكم لذلك باختلاف النوع،
 وان احد من صنفى الابل ذات كومية و
 ذات كوم، مثلا ليس من نوع الابل،
 لا تجوز التضحية به، ولا تجب الزكاة
 في سائته.

المسابع اطلق اهل التفسير والحديث
 والفقه واللغة من العرب والعجم
 ان الغنم نوعان، ضان ومعز،

له حياة الميراث باب انشاء المعجزة (الضأن)

عجائب المخلوقات وغرائب الوجودات (الضأن)

آدمی کے بیٹے کی جگہ تھی (د) امام قزوینی نے عجائب
 المخلوقات میں، اور دمری نے حیوة الحيوان میں تحریر کیا
 ہندوستان کے بعض دیہے آتے ہیں جن کے سینے پر
 چمکتی ہوتی ہے اور دونوں مونڈھوں پر دو چمکتی اور
 رانوں پر دو چمکتی اور دم پر ایک چمکتی ہوتی ہے جو اتنی
 بڑی ہوتی ہے کہ لکڑی کی چھوٹی گاڑی پر وہ چسکتی
 رکھ دی جاتی ہے اور گاڑی دنیہ کے سینے سے باندھ
 دی جاتی ہے جسے وہ کھینچتا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا سارے اختلافات جو اعضا
 کی کمی بیشی میں واقع ہوئے، چہ جائیکہ
 ان کے بڑے اور چھوٹے ہونے کا اختلاف،
 تو کیا کوئی ماعل اس کے وجہ سے جانوروں
 کی نوع میں اختلاف ہونے کی بات کرے گا
 اور کچھ لاکھیر دو کو بان والے اونٹ، اونٹ
 ہی نہیں، نہ ان کی شتر بانی ہو سکتی ہے
 زیر سائر جانوروں میں شمار ہوں گے نہ ان
 پر زکوٰۃ ہوگی۔

تنبیہ منہم قرین مزید | عربی و عجمی اہل تفسیر و
 حدیث، اہل فقه و لغت اس بات پر متفق ہیں کہ
 بکری کی دو قسمیں ہیں، ضان اور معز، جس کی

معظم ابوابی مصر ۶۳۲/۱

ص ۲۲۹

میش و بُز، و امت الضائف و میث؛
 خلافت المعز و بُز، والمعز و بُز
 خلافت الضائف و میث، قال
 العلامة الخفاجی فی عناية القاضی و
 كفاية الراعی حاشيته علی تفسیر البیضاوی
 الضائف خلافت الماعز، و جمعه ضائف
 و قال فی مجمع بحار الانوار ضوائف
 ذات صوف عجاظ هو جمع ضائفة، و هی
 انشاة من الغم خلافت المعز ثم و قال فی الرقات
 الضائف خلافت المعز من الغم ثم و قال العلامة
 مسکین فی شوح الکنز الغم اسم یطلق علی
 الذکر و الانثی، من الضائف و المعز و الضائف
 خلافت المعز ثم و قال فی القاموس المعز هو خلا
 الضائف من الغم ثم و فی الضائف خلافت الماعز
 من الغم، جمع ضائف اضمین ضائفک اعز لها
 من المعز، و فی مختار الصحاح للعلاصة
 الرازی الضائف ضد الماعز، و
 و الجمع الضائف و المعز ثم،

تفسیر فارسی میں میث اور بُز سے کی جاتی ہے، اور
 دونوں میں ایسا اختلاف ہے کہ جو معز ہے ضائف
 نہیں، اور جو ضائف ہے معز نہیں۔ حوالہ،
 • ضائف ماعز کے خلاف، اور اس کی جمع ضائف
 ہے (علامہ خفاجی حاشیہ بیضاوی)
 • ضوائف ادب والی، ضائف کی جمع، یہ بکری کی ایک
 قسم خلاف ماعز ہے (مجمع بحار الانوار)
 • ضائف معز کے خلاف غم میں سے۔ (مرقات)
 • غم اسم جنس ہے، یہ ضائف و معز مذکر و مؤنث
 دونوں پر بولا جاتا ہے، اور ضائف اور معز میں
 اختلاف ہے (شرح کنز علامہ مسکین)
 • معز ضائف کے خلاف ہے، غم کی ہی ایک قسم
 ہے (قاموس)
 • ضائف، بکریوں میں معز کے خلاف، اور جمع ضائف
 مہاورہ ہے، اپنے ضائفوں کو ماعز سے الگ
 کر دے۔ (قاموس)
 • ضائف ماعز کا ضد ہے، اور جمع ضائف اور معز
 ہے (مختار الصحاح رازی)

۲۵۹/د	دار صادر بیروت	تحت آیت ۸۰/۶	لے عناية القاضی حاشیہ علی البیضاوی
۳۰۲/۳	مکتبہ دارالایمان المدینۃ المنورہ	ضائف	لے مجمع بحار الانوار باب الضائف المعزہ
۵۶۱/۳	المکتبۃ الجمعیۃ کوئٹہ	الفصل الاول	لے مرقات النایج کتاب الضلوة باب فی الاضیۃ
۳۸۱/۳	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	لے شرح الکنز لعلامہ مسکین مع فتح المعین کتاب الاضیۃ
۱۹۹/۲	مصطفیٰ البابی مصر	فصل المیم (المعز)	لے القاموس الجید باب الزار فصل المیم (المعز)
۲۳۴/۲		باب الثری	لے " باب الثری فصل الضاد (الضائف)
۳۷۶	مؤسسۃ علوم القرآن بیروت	تحت لفظ ضائف	لے مختار الصحاح تحت لفظ ضائف

وفيه المعز من الغنم ضد الضان ^۱ وقدمت
 ألقاباً مرات ذخيرة العقيد والصرح، و
 أنت المحتج بقول الغياث ^۲ كوسفند معنی میش
 مقابل بُز چنانکہ معز در عربی مقابل ضان است ^۳ الز
 وحشیت علیہ بقولك ازین عبارت ضان معلوم
 می شود کہ آن حیوان کہ عرب آن را ضان گویند فرس
 آن را میش گویند، و آنچه عرب آن را معز ^۴ گویند
 فرس بُز گویند، و نقلت عن الشيخ المحقق
 قدس سره غنم دو صنعت است معنیز کہ
 آن را بُز گویند و ضان کہ آن را میش خوانند
 و ایدت بقول المشاف الشاة
 بنوعیه ^۵ اح، فکانت اجباعاً
 علی ان ماکان من الغنم
 خارجاً عن الضان و میش
 فهو اخل فی المعز و بُز و ماکان منها خارجاً عن
 المعز و بُز، فهو اخل فی الضان و میش،
 وقد بینا ان حیواناً هذا من الغنم، و ان
 سترک فیہ فلن یستریح احد ممن له قسط
 من العقل، انه من بهیمة الانعام، ثم لعلک
 تنزه بفلسک ان تدعی کونه ایلاً او بقراً، قلنا

• معز بکریوں میں ضان کا ضد ہے۔ (عناار الصراح
 رازی)

• ذخیرہ عقیدے اور صراح کی عبارتیں (اوپر گزریں۔
 • کوسفند معنی میش کے، جو بُز کا مقابل ہے جیسا کہ
 معز عربی میں ضان کا مقابل ہے۔ (غیاث اللغات
 بحوالہ عجیب)

• جس حیوان کو عرب ضان کہتے ہیں فارسی میں میش
 کہتے ہیں (تقریر عجیب)

• غنم کی دو قسم ہے، معز کہ اسی کو بُز کہتے ہیں، اور
 ضان کہ اسس کو میش کہتے ہیں (شیخ محقق بحوالہ
 عجیب)

• بکری اپنی دونوں نگوں کے ساتھ۔ (شامی بحوالہ
 عجیب)

تو ایک طرح اجماع ہو گیا کہ غنم صرف دونوں
 میں منحصر ہے، جو غنم معز نہیں وہ ضان ہے، اور جو
 ضان نہیں وہ معز ہے، تو لامحالہ معز کو بھی ضان یا
 معز کسی میں داخل ماننا پڑے گا، اور اگر کچھ شبہ ہو
 تو اتنا قطعی ہے کہ یہ بہیمۃ الانعام میں داخل ہے
 اور یہ اتفاق علماء انعام کی طرف چار قسمیں ہیں۔
 اس امر کی تصریح امام بغوی نے معالم میں اور

۶۲۰ ص	مؤسستہ علوم الدہ آن بیروت	تحت لفظ (المعز)	۱۔ عناار الصراح
۳۳۱ ص	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	فصل کاف فارسی مع واو	۲۔ غیاث اللغات
۶۰۸/۱	الفصل الاول مکتبہ نورید رضویہ سکس	کتاب السلوة باب لا نھیة	۳۔ اشعة اللمعات
۲۰۴/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الاضحية	۴۔ رد المحتار

ان يكون من المعز او من الضان ، اذا الانعام
منحصرة في الاربع بتصريح العلماء كافة ، كما
نص الامام البغوي في المعالم ، والامام الرازي
في المفاتيح ، والعلامة الرومي في ارشاد العقل
والمولي القاري في السلك المستط ، و
الفاضل طاهر في مجمل البحار وغيرهم في غيرها
لكن الاول باطل اذا المعز ذات شعر ، وهذا
يا عترتك ذات صوف ، والمعز بز وبكوى و
هذا ليس بها عند احد من الصبيان ، فضلا
عن علماء اللسان ، فتعين ان يكون من الضان
فانظر الى حججك كيف كرت عليك بالهجاج ،
فان الضان وميش لو كان مختصة عند
العرب والعجم بآله الية وهذا لا يقدح
بزعمك فوجب ان يكون خارجا منها ، فوجب
ان يكون داخل في المعز و بز ، وقد قفيت
على نفسك انه ليس منها ، فبطل انحصار
الغنم في نوعين ، وقد كنت بهجت به نقلا
واستنادا ، وتويلا واعتمادا ، ثم بطلانه
يقضي ببطلان دعوتك ، فان مدار التضيعة
على النعمية دون خصوص الالسية و
الضانية .

الثامن كل ماشق ، ورقق ، و ظن
ان قد دقت من كون
ميش حقيقة في كذا او مجازا في
كذا او مشتركا بينهما الخ انما هو على زعم

رازی نے مفاتیح میں ، رومی نے ارشاد میں ، ملا علی
قاری نے مسلك المستط میں ، اور فاضل طاهر
نے مجمل البحار میں کی ہے ، اور ان کے علاوہ نے
دوسری کتابوں میں کی ہے ۔

اور آپ اس کو گائے یا اونٹ (میش) نہ کہ
کرنے کی جرات کر ہی نہیں سکتے ، لامحالہ یہ خدا
میں ہی شامل ہوگا ، معز یا بکری تو ہوگا نہیں کہ اس
کے اون ہوتا ہے اور معز کے اون نہیں ہوتا ،
کیونکہ آپ کا یہ خود کا اعتراف ہے کہ یہ اون والی
ہے ، تو دیکھئے آپ ہی کی دلیل نے آپ کا کیسا رد
کیا ، اور صاف ظاہر ہو گیا کہ چلتی ماہر الاخیار نہیں
ورنہ مجیز کو معز میں داخل کرنا ہوگا ، اور آپ اس
دونوں ہی سے خاص کر نے پرستے ہوئے تھے ،
اور اسی سے آپ کے دعویٰ کا رد بھی ہو گیا کہ یہ
قربانی کا جائز نہیں ۔

تنبیہ ہشتم حقیقت و مجاز اس پر مجیب کی اگر قسم
والی تہرق کا جواب کہ ساری تہققات
کو میش ذوات الہ میں حقیقت ہو گیا مجاز یا
مشترک ، سبب کا یہی یہ تھا کہ چلتی کو میش کی حقیقت

ان مالہ الیہ مغایر بالنوع لما لیست له
 الیة بالمعنی الذی توهم فظن ادخالهما
 جمیعاً یؤدی الی التثلیث ولہ یدرانہ
 ہوا الواقع فیہ لما بقیتا انت ہذا الخیوان
 من الانعام قطعاً واذلیس من البدن
 فمن الغنم فلو كانت فوہا مغایر الذوات
 الالیات لوجب التثلیث۔

التاسع احسنت اذا یقنت ان التفسیر
 بالاعم انما یجوز حیث یقصد التسییز
 عن بعض الاختیار وکن دعوائک ان ہنہنا
 کذلک فمفسروا الضان ہمیش انما قصدوا
 المیز عن البعض ، کلمۃ انت قائمہا
 لا برہان لک علیہا بل الحجۃ ناطقۃ
 بخلافہا حیث کان المحسن لبیان حکم
 لا یعد والضان کجواز الجذع کما فی عبارتہ
 الشیخ المحقق رحمہ اللہ تعالیٰ فی اشعۃ
 اللغات وغیرہا۔

العاشع انما الخطاب بلفظ العرب ،
 فما لم یثبت النقل فالاحتجاج باللفظ
 تام قطعاً ، ولا یدفع بالاحتمال بناء
 علی ان اهل الشرع قد یصطلحون
 علی معنی آخر ، بذلک استدلالا لمام
 المحقق علی الاطلاق محمد بن النہام۔

میں بنیادی دخل ہے ، اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ
 بنیادی غلط ہے ، تو یہ حقیقات بھی سب حقیقت
 ہو گئیں ، اور انہیں پر مبنی یہ حکم بھی کہ غنم کی دو ہی قسم
 نہ رہیں گی ، بھڑکے بھاس کی تین قسمیں بنیں گی۔

تنبیہ نم ذات الصوف | یہ بات بلاشبہ صحیح ہے کہ
 قرین بالاعم نسبیں | کبھی کبھی قرین و تفسیر
 لفظ اعم سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ عجیب نے دعویٰ
 کیا ہے ، لیکن یہ بات کہ لفظ ضان کی تفسیر میں
 ہمیش کا ذکر بھی یونہی ہے ، بے حقیقت بات ہے ،
 بلا شہادت اس کے خلاف ہے ، کیونکہ یہ تفسیر ایک
 ایسے حکم کے بیان کے سلسلہ میں ہے جو ضان کے
 ساتھ خاص ہے ، جیسے صاحب اشعۃ اللغات کا
 یہ کہنا کہ ضان کا چھ ماہ پر پور بھی جاتا ہے۔

تنبیہ دہم وہ بارہ | نیز یہ بات بھی صحیح نہیں ہے کہ
 لغت فقہاء و لوہاء | اعتبار فقہاء کی لغت کا ہے
 نہ کہ ادیبوں کی لغت کا۔ جب خطاب زبان عرب
 میں ہے ، تو جب تک منقول ہونے کا ثبوت
 نہ ہو ضروری ہے کہ لغوی معنی ہی مراد ہوں ، اس
 کی تائید ابن ہام رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کے اس

قرآن سے ہوتی ہے کہ لغت زمانہ سے پیدا ہوئی ہو
لڑکی کو سنت ہی کہا جاتا ہے، اس لئے قرآن کے
قرآن و بتا شکم میں یہ بھی داخل ہوگی، اور
زانی کا نکاح ایسی لڑکی سے حرام ہوگا۔ (امام
ابن ہمام، بحر، شامی)

تفسیر بازو ہم تفسیر | یہ امر بھی قابل غور ہے کہ علماء
بالعلم کی حقیقت | تفسیر و حدیث اور فقہ و لغت
کی بڑی تعداد نے ضامن اور معزز کی تفریق میں
صوف اور بال کا لفظ استعمال فرمایا ہے تو تفسیر
بالعلم وغیرہ کا تاویل ان کے کلام میں نہیں کرنی چاہئے
بلکہ ان قلیل القعد علماء کے کلام میں جو ایک لفظ
خاص "ذات الیہ" (چلتی والی) سے تعبیر
کرتے ہیں۔ حوالے،

- بغوی معالم التنزیل: ضامن و نجر، زود مادہ
اون والی بکری کو کہتے ہیں اور بال والی کو معزز۔
- امام رازی تفسیر کبیر: اون والی بکری ضامن؟
اور بال والی معزز۔
- مصباح النیر و حیوة الحیوان: بکری کی اون

عن تحریم البنت من الزنا، قال فی الفتح
لانہا بنتہ لغة و الخطاب انما هو باللغة
العربیة ما لم یثبت نقل، و تبعہ
علیہ البحر فی البحر، و الشامی فی رد المحتار
و غیرہما من العلماء الکبار، و ہذا اذا لم
یظہر منہم الوفاق، فکیف و قد ثبتت مواطعتہ
علیہ کما مر، و یناق بتوفیق اللہ تعالیٰ۔

الحادی شمسو تظاہرت کلمات علماء
التفسیر، و الحدیث، و الفقہ، و اللغة
و غیرہا علی البیزین الضامن و المعزز
بالصوف و الشعر، قال الامام رحمہ اللہ
البغوی فی معالم التنزیل الضامن النعاج
وہی ذوات الصوف من الغنم۔۔۔۔۔

والمعز ذوات
الشعر من الغنم۔۔۔ مختصراً و قال الامام
الرازی فی تفسیر الکبیر الضامن ذوات الصوف
من الغنم، و المعز ذوات الشعر من الغنم
ملخصاً و فی المصباح المنیر و
حیوة الحیوان و غیرہما الضامن
ذوات الصوف من الغنم۔۔۔ و

- ۱۱۸/۳ لہ فتح القدیر کتاب النکاح فصل فی بیان الحرامات مکتبہ فوریر رضویہ سکس
- ۱۹۲/۶ لہ معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن تحت کتبہ ۱۷۳/۶ مصطفیٰ البابا مصر
- ۲۶۶/۱۳ لہ منایح الغیب (التفسیر الکبیر) " " " " المطبعة البیہ المصریہ مصر
- ۱۲/۶ لہ المصباح المنیر الضام مع الراد الضامن مصطفیٰ البابا مصر

فی شرح النقاۃ ، ثم الطحطاوی ، و رد المحتار الضائفات ما کان من ذوات الصوف والمعز من ذوات الشعر ، وبہ فرقہ بینہما فی البحر الرائق وغنیۃ ذوی الاحکام ، وفتح اللہ المعین جمیعاً عن معراج الدراۃ ، والیہ یشیر حدیث الامام احمد ، وابن ماجہ ، والحاکم ، وقال صحیحہ الاسناد عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا رسول اللہ ! ما ہذا الاضاحی ، قال سنۃ بیکو ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام ، قالوا فما فیہا یا رسول اللہ ، قال بكل شعرة حسنة ، قالوا فالصوفت یا رسول اللہ ، قال بكل شعرة من الصوفت حسنة ، قال فی المرقاۃ لما کان الشعراء کناۃ عن المعز ، کنوا عن الضای بالصوف والیہ مآل النصوص التسمۃ المذكورة فی التفسیر السابغ ، عن النقاۃ ، والجمع ، والمرقاۃ ، وشرح النکت ، و ذخیرۃ العقب ، والعاموس ، والصراح ، ومختار الصحاح ،

والی قسم ضائق کلماتی ہے :
 • طحطاوی شرح نقایہ ، رد المحتار ضائق اونی والی اور معز بال والی .
 • بحر الرائق ، غنیۃ ذوی الاحکام ، فتح اللہ المعین عن معراج الدراۃ (ایضاً)
 • حدیث امام احمد بن حنبل ، ابن ماجہ کا اشارہ یہی ہے ، زید بن ارقم کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا ، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ! یہ قربانیاں کیا ہیں ؟ فرمایا ، تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت . پوچھا : ہم کر کیا ملے گا ؟ فرمایا ، اس کے ہر بال کے برابر نیکی . لوگوں نے عرض کیا ، اونی کے پاس سے میں کیا ارشاد سے ؟ فرمایا ، اس کے بھی ہر بال کے برابر نیکی ملے گی .
 • مرقاۃ میں ہے ، حدیث شریف میں ہاں سے اشارہ بکری کی طرف تھا ، تو لوگوں نے صوف کہہ کر ضائق کے پاس سے میں پوچھ لیا .
 ساتویں تنبیہ میں غنایہ ، مجمع ، مرقاۃ ، شرح کثر ، ذخیرہ عقبی ، عاموس ، صراح ، مختار الصحاح ،

۲۱۶/۱	کتبہ اسلامیہ کتب خانہ قادیان	کتاب الزکوۃ	سید جامع الرموز
۱۹/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب زکوۃ الفتم	رد المحتار
۲۶۸/۲	الکتب الاسلامی بیروت	حدیث زید بن ارقم رضی اللہ عنہ	سند احمد بن حنبل
۲۲۲ ص	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	ابواب الاضاحی	سنن ابن ماجہ
۵۴۸/۲	الکتبہ حبیبہ کوئٹہ	کتاب الصلوۃ باب فی الاضاحیۃ	مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ الصالح

وغيائلك الذي استغثت به من تفسير
النضان بما يخالف المعزو بالعكس ، اذ لو كان
الفصل بينهما بشئ اخص من الصوف لم يكن
كل ما ليس بنضان معزاً ولا بالعكس بقاء مادة
تعارض الصوف من ذلك الاخص خارجاً عنها
جميعاً عند من الضائقة لعد من الاخص وعدم
المعنية لوجود الصوف ، فهذه احد وعشرون
نصوصاً ، سبعة اصناف ما جئت به ، كلها قاضية
بهذه التفسير ، ولعل ما تركناه اكثر مما سردنا
وقد اعترفت الرجل وان لم يعرف فسيقتضي
العيان ان هذا الحيوان من ذوات الصوف
فهو من خصوص النضان فضلاً عن عموم الغنم
او الالعام ، والتعريف بالاعم وان جاز عند الاول
فليس بجيد بالاجماع ، قال المولى المحقق السيد
الشريف قدس سره الشريف في شرح المواقف
اهل ان اشتراط المساواة في الصديق مما ذهب
اليه المتأخرون ، واما المتقدمون فقالوا الرسم
منه تامر بميز عن كل ما يغاير منه وناقض يميز
عن بعض ، وصرحوا بان المساواة شرط للجودة
الرسم ، كيلا يتناول ما ليس من المرسوم ، ولا يخلو
عاهونه ثم مختصراً ، وقال العلامة حسن چلبي في
حاشية التلويح لاخلان في اشتراط المساواة للجودة التعريفية.

غياث اللغات کی عبارتوں کا مفاد بھی یہی ہے ، اگرچہ
نضان اور معزز کے علاوہ کوئی اور نوع ہوتی جس کی وجہ
اختیار چلتی ہو تو نضان اور معزز میں جنس غنم کا انحصار
باطل ہوا جاتا ہے ۔

یہ ۲۱ فقرے ہیں ، اور چونکہ گرد نہ ہوئے اس سے
بہت زیادہ ہیں ، سب اس بات کا فیصلہ کر رہے
ہیں کہ نضان اور معزز میں فرق ان سے ہے چلتی ہے
نہیں ، اس طرح عجیب نے فاطمی میں ہی سہی ، یہ
اعتراف کر لیا کہ بھیڑ ضائن میں شامل ہے ، آگے
علی الاطلاق اعتراف کرنا پڑے گا ، امام کے تفسیر
ماننے میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ متقدمین نے
اسے صرف ہرمانا ہے ، ایسی تعریف خود نہیں
ہے ۔ میر سید شریف رحمۃ اللہ علیہ نے شرح المواقف
میں فرمایا ،

”متأخرین نے تعریف میں مساوات کی شرط
لگائی ، اور متقدمین نے کہا کہ جو تمام مشارکات سے
تمیز دے دے وہ دیم تام ہے ، اور جو بعض سے
تمیز کرے دیم ناقص ہے ، اور تعریف بھی
عمدہ ہے کہ مساوی سے ہو کہ اختیار کامل حاصل ہو ۔
اور حسن چلپی نے بھی حاشیہ تلویح میں فرمایا ،
تعریف کی عمدگی کے لئے مساوات شرط ضروری
ہے ۔“

اخوان ای ہما مترادفات، ویدل علی
ذٰلک انہ قال فی الفاظہ والحمد ہو المدح
والوصف بالجہیل الخ فقد استدل بتفسیر
اللغة علی الترادف مع انہ مصوب لجواز
التفسیر بالاعم کما سیأتی، وبالجملة فجواز
شیء شیء وجواز الحمل علیہ شیء آخر،
فقد یجوز شئ فی نفسہ ولا یجوز حمل
الکلام علیہ لکونہ خلاف الظاہر

فلا عدول عنہ الی بدلیل ظاہر۔
الثالث عشر ^{۱۱} الحق عندی ان
التفسیر بالاعم انما یجوز ان جانہ حیث
وضوح المقادیر قامت القرینۃ علی السداد،
والافلا قطعاً لغرق التغلیط، لما فیہ
حج من التلبیس، والتخلیط، وطریقتہ اهل
اللغة معروفۃ، انہم اذا نکرہ عرفوا واذا عرفوا نکرہوا
قلیل أحد جبل وسعدانۃ نبت، لعرفہم
منہ الا انہ جبل معین ونبت مخصوص
ولئن قال ان أحد الجبل وسعدانۃ النبت
لکان مخطئاً قطعاً، وان کان لیرتکب الا
تفسیراً بالاعم، کیف دانہ افہم ان احدی ارباب
الجبل، والسعدانۃ النبت وهذا ان کان
خفیاً علی غیبی، فلیس یخفی علی ذکی، و
اذا کان هذا فی اللغة، فما ظنک بالشرعیۃ

پس ثابت ہوا کہ قبلاور سے پھر نے اور
حمل پر کلام حل کرنے کے لئے واضح قرینہ
ضروری ہے۔

تنبیہ سیزدہم توضیح مزید | اور پوچھ پوچھ تو ہمارے
نزدیک اہم سے تفسیر اسی وقت جائز ہے جبکہ
اس سے مراد خاص ہو، مثلاً اہل لغت کا یہ
مستور ہے کہ نکرہ بول کر معرفہ اور معرفہ بول کر نکرہ
مراد لیتے ہیں، اب انہوں نے کہا "أُحَدِّثُ جَبَلٌ"
و "سَعْدَانَةُ نَبْتٌ" تو اس کا ترجمہ ہوا احد
ایک خاص پہاڑ ہے اور "سعدانۃ ایک خاص
گھاس ہے" تو یہاں تعریف احد میں ایک
عام لفظ جبل بول کر بھی مراد خاص پہاڑ ہو،
اور محاورہ نکرہ بول کر معرفہ مراد لیا ہو۔ اس موقع
پر کرتی جبل کے بجائے الجبل بولے تو
خلاف محاورہ اور غلط ہوگا حالانکہ اس پہاڑ سے
نے معرفہ کی تعریف میں لفظ معرفہ ہی استعمال
کیا ہے، لیکن اس عبارت سے کوئی یہ نہ سمجھے گا

کہ اُحد اور الجبل میں تراویح ہے، تو ہر اس میں یہی ہے کہ تعبیر اول میں محاورہ عام سے مراد خاص ہے اور ثانی میں خاص سے مراد عام ہے اور محاورہ کا یہ فرق ہر صاحب فہم پر واضح ہے تو جب لغت کا یہ حال ہے کہ بولیں عام اور مراد لیں خاص، تو شریعت مقرر جس میں خاص کشتی کے احکام مخصوص کا بیان ہوتا ہے، عام بول کر عام ہی کس طرح مراد لیں گے؟ یہاں بغیر قرینہ کے تفسیر بالاعلم غلط اور باطل ہوگی۔

دلیل تخریری | روزہ کا کفارہ قرآن مجید میں ایک گدون آزاد کرنا آیا ہے، اگر اب کوئی شخص لفظ تحریر و قید کے معنی عام (زندہ کی قید و کرنا) مراد لے تو غلط ہوگا کیونکہ ترجمہ کی بنیاد پر بندہ سے آدمی کو کرنا، عورت کو طلاق دینا، اور جائزہ کو چھوڑ دینا، سبھی مراد ہو سکتے ہیں، تو لازم آئے گا کہ یہ سب چیزیں روزہ کا کفارہ بنیں۔

یہیں سے علمائے محققین، فقہاء و محدثین کے اس طرز عمل کی وجہ سمجھ میں آتی ہے کہ وہ عام طور سے تقریفات میں قیود احترازی اور جمعیت و منعیت کا لحاظ کیوں نہیں کرتے، حالانکہ جو کچھ بیان کرتے ہیں اس کی مراد ایک جامع مانع محدود ہی ہوتا ہے۔ علامہ غزالی ترمذی سے ”شامی“ نے نقل کیا کہ،

”حضرت علامہ نے الفاظ عامہ کو محل تفسیر میں بھی عام مراد لینے والوں کے خلاف فرمایا،

حيث المحل لبيانات الاحكام الالهيّة الخاصّة بالشئ، فانت التفسير بالاعم ثم من ابيّن الا باطيل من دون اقامة قرينة و ايتاء دليل. الاترك ات من عليه كفارة صوم، اذ سال ما تحريم رقبته، فزعم من اعم انه دفع قيد عن شئ حي، فقد اخطأ، وجعل سائله عرضة للخطأ فانه انت قنع بقوله فسيفظ انه يجزى عنه اطلاق انسان، او طلاق نسوان، او تسبيب حيوان، و لذا ترى العلماء المحققين من الفقهاء والمحدثين لم يزالوا يؤخذون بترك القيود، وبانضمام في عكس، او انضمام في طرد ياخذون على الحدود، و لقد احسن واحباد المولف المحقق محمد بن عبد الله الغزالي في منه الغفار كما اشر عنه في رد المحتار اذ يقول في بيان شناعة الاطلاق في محل التقييد، ما نصه

”جو مقام تعلید میں لفظ کے اطلاق کا سہارا لے کر احکام عامہ جاری کرے گا وہ بیشمار احکام کے فیصلہ میں قضا اور افتاء غلطی کرے گا۔“

مثلاً ہم مسئلہ وارثہ میں ہی لے لیں، خنان کی حقیقی تفسیر میں جیسے اون والی، جو معززہ چل اور میٹھس، یہ سب تفسیریں تعریف بالاعلم ہیں اب کوئی اون والی تعریف کے الفاظ پر خود کر کے بھڑک دیا کر دے، تو اس نے بقول عجیب غلط نہیں کیا مگر آپ پڑھ لکھتے ہیں کہ انھوں نے ایسے مقام لوگوں کو جاہل اور جاہل کر بنایا، یا مثلاً کسی نے اپنی عورت کے طلاق کو قربانی کرنے پر معلق کیا، اور بھڑک کر قربانی کو دی، تو ایک ایسا شخص جو کلمات علماء کے مفہوم مراد کو سمجھتا ہے، بھڑک کر قربانی کو قربانی قرار دے کر طلاق بائن واقعہ مانے گا، جبکہ عجیب صاحب عام کو عام رکھتے ہوئے بھی اس کو قربانی کے جانور سے نکال کر طلاق نہ واقع ہونے کا فتویٰ دیں گے، اب الہ دونوں باتوں میں حقیقت امر سے قطع نظر جس کو پہلے صاحب حرام کہہ رہے ہیں، دوسرے صاحب حلال ہونے کا فتویٰ دے رہے ہیں، تو یہ سارے قبائح اسی تفسیر بالعام کا شاخسانہ ہیں، تو معلوم ہوا کہ یہ قول ہی غلط ہے۔

فیظن من یعتمد علی مسائلہ الاطلاق، فیجری الحکم علی اطلاقہ، وهو مقید، فیرتکب الخطأ فی کثیر من الاحکام فی الافتاء والقضاء، ثم مثلاً فی مانع فیہ ان کان تفسیر النان بذات الصوف، وبخلاف المعز وبمیش حکم ذلك تفسیر بالاعم، فمن وقف علی کلماتہم المتطافرة المتکاشرة المتوافرة فی ذلك،

فرہما یجترؤ فی التضحیۃ بذات صوف لیست من النان فیأثم بترك الواجب والاصرار علیہ سنین متطاولة، کما هو حال عامة المسلمین بالدیار الهندیۃ عالمہم وجاہلہم عند هذا الرجل قد حکم علیہم بالضللال والاضلال فما اضللہم ان ضلوا الا الی هذه التفاسیر بالاعم، وان کان رجل علق ابانۃ عروسہ بالتضحیۃ فضحی بہذا یحکم الواقف علی کلماتہم بوقوع البینونة، وہی لہرتین، فیحرم المحلل او بعد مہا ففعل ذلك بحکم بعد الوقوع وہی قد بانت فیحلل المحرام الی غیر ذلك الشائع العظام، ما جہمت تلک الامن تلقاء ذلك التفسیر بالعام، فکیف یسوغ ان یحمل کلامہم علی مثل هذا

الایبرهان و این البرهان هاتوا برهانکم
ان کنتم صدقین۔

السراج عشق مسألة التحديد ان كانت
تؤخذ من جهة التقليد ، كما يدل
عليه الاستنفا لاهوري ، فاجلة ائمة
الدين وجهابذة النقاد المحققين مثل
الامام فخر الدين الرازي في شرح
الاشارات ، والامام صدر الشريعة
في التقييد ، والعلامة القاضى عضد الدين
فخار المواقف ، والقاضى النحسري
ناصر الدين البيضاوى في طالع الانوار ،
والعلامة سعد الدين التفتازانى في التمهيد
والفاضل قطب الدين الرازي في شرح
الشمسية ، والمحقق شمس الدين محمد
بن حمزة الفارسي في فصول البدائع في
اصول الشرائع وغيرهم من الاكابر
المصنفين بان المعروف لا بد له من
التساوى ، فلا يجوز التعريف بالاعم ، و
لا بالاخص ، احق بالاتباع ، وان شئت
نقلت لك نصوصهم ، ولا يخفى عليك ان
المسألة شهيرة دائرة ، وفي كتب الكلام و
الاصول والميزان ساورة ، فالاستاذ الح
اللاهوري كيفما كان من ابعاد النجعة لاسيما
وكتابه في النحو ، وليست المسألة من
مسائل ذالنحو۔

تتبع چار دم حد کے | تعریف کا مسئلہ اجتہادی
تعریفی ہونے کی بحث | نہیں تعریفی ہے ، مطلب
یہ کہ عام سے اگر تعریف جائز ہے تو بزور قیاس
اس کو دور نہیں کر سکتے ، جیسا کہ مجیب نے اس
مسئلہ میں فاضل لاهوری کی سند پکڑی ہے
ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ مسئلہ تعریفی ہے لیکن
یہ بھی تو دیکھنا ہوگا کہ تعریف کن لوگوں کی کی جائے
اور جن کی تعریف کرتا ہے وہ کیا کہتے ہیں۔

تو امام رازی شرح اشارات میں صد الشریعہ
تقیید میں ، قاضی عضد الدین مواقف میں قاضی
بیضاوی طالع الانوار میں ، تفتازانی تمہید میں
قطب رازی شرح شمسیہ میں ، امام فاری اصول
بدائع میں ، وغیرہ اکابر علمائے اعلام تحریر فرماتے
ہیں کہ تعریف کے لئے تساوی ضروری ہے ،
تو معروف عام تعریف میں جملے نہ خاص ، تو ان
علماء کی بات مافی جائے کہ فاضل لاهوری کی
جگہ ان کی کتاب فہم کی کتاب ہے ، اور یہ مسئلہ
علم نحو کا نہیں۔

والخاص^{۱۵} عشر اول اول ان جو نوا
التعريف بالاعم ، وهو الاقرب حيث
لا بُد ، كما قدمت فقد جوزوا التعريف
بالاخص ايضا ، والدليل الدليل فان عند
ليس من شريطة التفسير الا التمييز عن
بعض ما يغاير ، وهو حاصل في الكل ببل
قد يمكن ان يحصل بالمباين فالقصر
قصور ، بل لك ان تقول ان من قبل
الاعم فهو للاخص اقبل ، لانه يميز المعرفة
عن كل ما عداه ، كما هو ظاهر وقد
نص عليه المحسن چلی فی حواشی المواقف
وغیره فی غیرها ، قال المحقق الشریف
فی شرحها اما المتقدمون فقد جوزوا
الرسم بالاعم والاخص ، وايد بان المعرفة
لا بد ان يفيد التمييز عن بعض الاغيار ،
واما عن جميعها فليس شرطاً له ، فالسواة
شرط للمعرف التام دون غيره ، حد اكان
اور سماه وكذلك ايد ايضا في حواشيه على
شرح المطالع كما نقله چلی فیها ،
وقال قد سمع مرة في حواشيه على
شرح التسمية الصواب ان المعتبر في المعرفة
تمييزه عن بعض ما عداه ، اما عت
الكل فلا ، فالاعم والاخص يصحان للتعريف

لكن شرح المواقف المرصد السادس المقصد الثاني
لكن فوامع الاسرار حاشيه على شرح مطالع الانوار

تنبیه پانزوم متقدمين كالمسلك متقدمين نے
جس طرح اعم سے تعریف جائز رکھی (اور اس میں
کوئی بُعد بھی نہیں ، جیسا کہ ہم نے بھی بیان کیا)
انہوں نے اخص سے بھی تعریف کو جائز رکھا اور
مباہن سے بھی امتیاز ہو جائے تو اس سے بھی تعریف
جائز ہوگی ، کیونکہ ان کے یہاں جمیع ماعداء سے امتیاز
ضروری نہیں ، بعض مشترکات سے بھی امتیاز حاصل
ہو جائے تو تعریف جائز ہے ۔

پس لفظ عام کی ہی کوئی خصوصیت نہیں رہی
اخص بلکہ مباہن سے بھی تعریف جائز ہوئی ، بلکہ اخص
تو جمیع ماعداء سے امتیاز بھی کر دیتا ہے البتہ کچھ فرد کو
اپنے سے بھی خارج کر دیتا ہے ۔

شہادتیں : متقدمين نے اعم اور اخص دونوں سے
تعریف جائز رکھی ۔

دلیل یہ دی کہ تمام مشترکات سے تیز و سین
مقصود نہیں ، بعض اغیار سے تیز مقصود ہوتی ہے
البتہ معرفت تام کے لئے مساوی ہونا ضروری ہے ،
اور یہ بات حد و رسم سب کے لئے عام ہے ۔

وحاشیہ شرح مواقف میر سید شریف و شرح مطالع
حسن چلی

• معرفت میں بعض ماعداء سے امتیاز مطلوب ہوتا ہے
تمام ماعداء سے نہیں ، تو خاص اور عام دونوں تعریف
کی صلاحیت رکھتے ہیں (شرح تفسیر میر سید شریف)

غشوات الشریف الرضی قم ایران ۲ / ۶۵

وكن ذلك صحيحه المولى العلامة بحر العلوم
قدس سره في شرح السلم، فقال المتقدمون
قالوا ان كان الغرض الامتياز عن كل ما عدا
فلا يجوز الا المساوى والاختصاص، ان لم يكن
الاخص ذاتياله، وان كان الغرض الامتياز
عن بعض الاختيار، فيجوز باللائم الاختصاص
والمساوى، واما البين فان كان يورث
الامتياز فلا حرج في التعريف به لكنه نادراً
جداً، ووجه حقيقة هذا المذهب ظاهر،
فان الحاجة الى جميع الاقسام المذكورة
ثابتة، فاسقاط البعض عن درجة الاعتبار
غير لائق آخر الشكل مختصر. واذا جاز الامر ان
فمن اين لك ان اطباق المترجمين قاطبة
على التفسير بمش، وتفسير اكا برا العلماء
من الفقهاء، والمفسرين، والمحدثين،
والنظريين، بذات الصوف، وبخلاف المعز،
هو الخارج من جادة الجودة، دون تفسير
البعض لصاحبة الالية، وما يدريك لعل الثلثة
الاولى هي التفسير بالمساوى، وهذا تفسير
بالاختصاص، ولو تكن بيدك علقه شبهة، تدعوك
الى ما ادعيت الا لاختار بهذا اللفظ فحسب،
وقد شرد عنك وبرئنا ما قد منا وتذكو بعد، و
لله الحمد من قبل ومن بعد.

• متقدمین کہہ کہ کل ماعدا سے امتیاز مطلوب ہو، تو
مساوی یا اخص کے سوا جبکہ عام اس کا ذاتی
نہ ہو، کسی سے بھی تعریف جائز نہیں، اور اگر غرض
بعض ماعدا سے امتیاز ہو تو اعم و اخص اور مساوی
کبھی سے جائز ہے، اور مباحث سے امتیاز ہر کے
تو اس سے بھی تعریف جائز ہے، لیکن ایک نادر الوجود
بات ہے، اور اس مذہب کی حقانیت ظاہر ہے
کیونکہ وقت و وقت سے ضرورت سارے ہی قسم
کی پڑتی ہے، تو بعض کو ترجیح دینا اور بعض کو ترک کرنا
غلط ہے۔ (شرح سلم بحر العلوم)

تو ثابت ہوا کہ عام کی کوئی تخصیص نہیں، خاص
عام دونوں ہی سے تعریف ہو سکتی ہے پس آپ
کو یہ حق کب پہنچتا ہے کہ علمائے محققین، مفسرین
محدثین کہ ان تینوں تعریفوں کو (مش، اعم و اخص،
خلاف معز)، تو آپ اسقاط الاعتبار گردانیں، اور
بعض حضرات نے صاحب الیہ "تفسیر کردی تو وہ
قابل اعتبار ہو گئی، کیا ایسا ممکن نہیں کہ وہ تینوں
تعریفیں مساوی کے ساتھ ہوں، اور چکنی والی
تعریف تعریف بالاختصاص ہو، ہمارے اس نظریہ
کے خلاف خوش اعتمادی کے سوا اور کوئی دلیل نہیں
تو مستلماً بالکلیہ ہمارے موافق ہو گیا۔

تفسیر شانزدہم قرین میں | صرف شرح نقایہ کی
 مِنْ تَبْعِيضِيَّةٍ كِي تَحْقِيقٍ | جبارت میں لفظ مِنْ
 آیا ہے، ماکان مِنْ ذَوَاتِ الصُّوْفِ (جو
 اون دار میں سے ہو) اس کو بعض کے معنی میں
 لے کر یہ سہارا پکڑنا کہ یہاں مراد تمام صوف والے
 نہیں بلکہ بعض صوف والے ہیں (یعنی دہر) غلط
 ہے، کیونکہ اس سے قبل ماکان ہے، جو
 استغراق کے لئے ہے، تو یہاں مِنْ جو
 تبعض کے لئے آئی ہے کل کے افراد پر فرداً فرداً
 دلالت کے لئے ہے، اور معنی یہ ہے کہ حضرات
 نام ہے اون والے جانوریوں سے ہر ہر فرد کا، تو
 مِنْ کی تبعض بھی سلامت دہی اور مسا کا استغراق
 بھی۔

یہ ایسے ہی ہے کہ فلاسفہ نے انسان کی اونڈھی بیگ
 جو قرین کی ہے، الانسان حیوانٌ ناطقٌ۔
 اس کی تعبیر کوئی یوں کرے، الانسان اسم
 لكل ماکان من اهل النطق (انسان ہر اس
 کا نام ہے جو نطق والوں میں سے ہو) تو کیا اس
 مثال میں کوئی یہ گمان کر سکتا ہے کہ ناطق انسان
 سے اعم ہے۔

مجیب اگر غور اپنی جبارت پر غور کرے تو اپنے اس غلط استشہاد سے رجوع کرے، کیونکہ جب
 اس پر یہ اعتراض ہوا کہ علماء نے فارسی میں ضان کو میٹھ کہا، اور یہی چیز اردو میں بھیڑ لکھی جاتی ہے، لہذا
 بھیڑ ضان میں داخل ہوئی، تو اس نے کہا اسی تفسیر کا مطلب یہ ہے کہ ماکان مِنْ ذَوَاتِ الصُّوْفِ

الساد من العشر استشهدك بمن
 التبعية ان تمشي، ففي عبارة شرح
 النقاية دون سائر عبارات التي نقلت
 بعضها، ثم لاجبة لك فيها الاضافات ما
 في قوله ماکان مِنْ ذَوَاتِ الصُّوْفِ
 للاستغراق والفردية تأتي بالتبعية، فمن
 في محلها قطعاً من دون دلالة على عموم
 العدد، والمعنى ان الضان اسم كل فرد
 من ذوات الصوف، كان تقول على ما
 اشتهر باقتضاء آثار الفلاسفة المبطلة
 ان الانسان اسم لكل من كان من اهل
 النطق، افيهم منهم ان الناطق يعصم
 الانسان وغيره وانظر الى عبارة نفسان
 حيث نزلت عن اداء التفسير بالاعم و
 اتيت على تعبير المساواة بين الضان وذات
 الصوف على قول مخالفك۔ فقلت لو قبل
 ان غرضهم من تفسير الضان بميش ان الضان
 ماکان مِنْ ذَوَاتِ الصُّوْفِ سواء كان له
 الية اولا، كما ان ميش كذلك الخ۔ فايين
 ذهب عنك ههنا من التبعية۔

میش سوا، کان له الیة اولاً“ (جو اون والی ہے میث ہے، اس کے چکتی ہو یا نہ ہو)
 دیکھتے یہاں بھی من تبیضیہ ہے، لیکن عجیب نے اس چکتی دار اور غیر چکتی دار دونوں میں عام
 مانا، یہاں من تبیضیہ کا سہارا لے کر صرف دار کو ضان سے عام نہیں مانا۔
 پس معلوم ہوا کہ ان تعریفوں میں من کا سہارا لینا بھی غلط ہے۔

السابع عشر استنادك بعنود محد
 المعز لا یغنی عنك شیئاً، فان عموم قرین
 لا یدل علی عموم صاحبہ، وقد نصب
 العلماء علی ان الاستدلال بالقران
 فی الذکر من افسد الدلائل، والاضنا
 لیس اسلوب الکلام فیہ کمثلہ فی الضان
 لعدم ما الا فرادیة هنا، وكان هذا هو
 نکتة التعلیل ان کان القیاس فی لا یخص
 الشعر بالمعز، علی انما یتأیذ العطاء یغفلون
 قال العلامة علی القاری فی المرقاة
 تحت حدیث ترمذی الذکور رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ ان الشعر مختص بالمعز،
 حکمان الاول مختص بالایل، قال
 تعالیٰ ومن اصواغها و اوبارها واشعارها
 اثاثاً ومتاعاً فی حیث ولكن قد یتوسع
 بالشعر فیعممہ و سیأتیک من کلام
 المفسرین ما یمیل الیہ میلًا هراء
 مع ان الکلام ههنا فی الغنم فغیرہ
 خارج عن المقسم، فلو یکن فی شئ

تنبیه ہفدم قران (علماء نے ضان کی تعریف
 فی اللفظ کی بحث میں ساکان من ذوات
 الصوف کہا (جس کے اون ہو) اور معز کی تعریف
 میں ساکان ذوات الشعر (جو بال والا ہو)
 کہا، اس سے ان لوگوں کی تائید ہوتی تھی جو بھیڑ
 کو ضان میں داخل مانتے ہیں کہ علماء نے ضانیت
 کا مدار اون پر رکھا چکتی پر نہیں)
 اس کا جواب عجیب نے یہ دیا تھا کہ یہ تو
 جب ہو جب ہم تسلیم کر لیں کہ مالہ صوف
 کا لفظ ضان کے مساوی ہے حالانکہ یہ لفظ یہاں
 بھی ضان سے اعم ہے، دلیل یہ ہے کہ اسی کے
 ساتھ مالہ شعر کہہ کے بکری کی تعریف کی گئی
 ہے، تو اگر اس تعریف میں بھی بال بال پر رکھا جائے
 تو گائے اور بھینس بھی جو بالہ اریں، بکری بھی شامل
 ہو جاتے ہیں، اس لئے حقیقت یہی ہے کہ اس
 مقام پر علماء نے ضان اور معز دونوں ہی کی تعریفیں
 لفظ عام سے فرمائی ہیں۔
 عجیب کی یہ بات صحیح نہیں، کیونکہ اس جواب
 کا مدار اس قاعدے پر ہے کہ جو دو جملے لفظ میں

من التعريف بالاعصم۔ ساتھ ساتھ ہوں، ان دونوں کا حکم بھی ایک ہی ہوتا ہے، جیسی تو عجیب یہ کہہ رہا ہے کہ معرک کی تعریف ”مَالَةٌ شَعْرٌ“ میں شعور عام ہے تو حالہ صوف ”میں صوف عام ہونا چاہئے، حالانکہ یہ استدلال ہی سہے سے فاسد اور غلط ہے۔
(الف) علماء اسلام کا فیصلہ ہے کہ ”قِرَانٌ فِي اللَّفْظِ قِرَانٌ فِي الْحُكْمِ“ لفظ میں ساتھ ہونا حکم میں ساتھ ہونے کو مستلزم نہیں ہے، اس لئے یہ بالکل ضروری نہیں ہے کہ مَالَةٌ شَعْرٌ عام ہو، تو مَالَةٌ صُوفٌ بھی عام ہو۔

(ب) شاید اسی نے قسستانی نے ضان کی تعریف میں ”مَا كَانَ مِنْ ذَوَاتِ الصُّوفِ“ لفظ ماکان کے ساتھ، اور معرک کی تعریف میں صرف ”مِنْ ذَوَاتِ الصُّوفِ“ لفظ ماکان کے بغیر کہا، یعنی یہ اسلوب بدلنا اسی نے ہوا کہ ایک جگہ عام اور ایک جگہ مساوی مراد ہو۔
(ج) معرک کی تعریف میں لفظ شعور، فعز کے مساوی ہے یہ خیال غلط ہے کہ عام ہے۔
قائل قاری وغیرہ علماء کے نزدیک بکری کے بال کو ہی شعور کہا جاتا ہے، اس نے بھینس اور گائے کے شمول کا کوئی سوال نہیں۔

”بیشک بال بکری کے ساتھ خاص ہے، جیسا ڈیراڈنٹ کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں ”مِنْ أَصْوَابِهَا وَأَوْبَارِهَا وَأَشْعَارِهَا“ فرمایا، کہ صوف ضان کے لئے، ذبہ ادنٹ کے لئے، اور شعور بکری کے لئے، البتہ محاورہ میں مجازاً دوسرے بال کے لئے بھی شعور کا اطلاق ہو جاتا ہے۔“ (ملاحظہ قاری، مرقات زیر حدیث زید)

(د) گائے، بیل اور بھینس سے اعتراض یہ کہ یہاں مقسم میں شامل ہی نہیں، کلام تو غنم میں ہے کہ غنم کی دو قسمیں ہیں مالہ صوف و مالہ شعور، تو لفظ مساوی مان کر بھی صحیح کامل ہو گیا۔

التشام من شتر حلا بل لا صباغ ههنا لا دعاء العموم، فان العلماء صرحوا ان الصوف مخص بالضان قال العلامة كمال الدين الميرى	تنبیہ ہیزو ہم لفظ ضان ضان کی تعریف مَالَةٌ اور صوف کی تحقیق صُوفٌ میں لفظ صوف ضان سے اعلم ہو ہی نہیں سکتا، اور یہ کہنے کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ تعریف بالاعصم ہے
--	--

کیونکہ علمائے تصریح کی سہ کد صرف ضان کے
بال ہی کو کہتے ہیں،

• صرف ضان کے بال کو کہتے ہیں۔

(حیوة الحیوان د میری)

• اہل تفسیر ولغت فرماتے ہیں کہ صرف ضان کا

بال، ڈبر اونٹ کا بال، اور شعر معز کے بال

کے لئے خاص ہے (مفاتیح الغیب للرازی)

• صوف ضائزہ کے لئے، اور ڈبر اونٹ کے لئے،

اور شعر معز کے لئے۔ (قاضی بیضاوی)

• ضائر انعام کے لئے ہیں، اور اس کے ہر فرع پر

تقسیم بھی ہے، یعنی تھارے لئے ضان کے صرف

اونٹ کے ڈبر اور معز کے بال بنائے۔ (ارشاد عقل

لمفتی ابو سعید)

• یعنی ضان کے صرف، اونٹ کے ڈبر اور معز

کے بال۔ (تفسیر خازن)

کلام الہی میں ان تینوں ضمیروں کا مرجع جو

تینوں بالوں کے ساتھ ہیں، لفظ انعام ہے، تو

اگر فی نفسہ انعام میں سے کسی اور جانور کا بال بھی

صوف کہلاتا، تو مفسرین کو ہرگز یہ جرأت نہ ہوتی

فی حیوة الحیوان لیس الصوف الاضغان أم

وقال الامام الرازی فی مفاتیح الغیب

تحت الآية المتلوۃ أنفاً قال المفسرون

واهل اللغة الاصوات للضان، والاویار

للابل، والاشعار للمعز أم وقال المفاتیح

فی انوار التنزیل الصوف للضائزہ،

والوبر للابل، والشعر للمعز أم قال العلامة

المفتی ابو سعید فی ارشاد العقل

الضائر للانعام علی وجه التنبیہ

ای وجعلکم من اصوات الضبان

والاویار، والابل، واشعار المعز اثباتاً

وقال معی السنۃ فی المعالم یعنی

اصوات الضبان، و اویار الابل، واشعار

المعز أم فلو وجد الصوف لشیء من

الانعام سوى الضبان، والکنایۃ

الانہیۃ انما هی للانعام، ما سلخ لہم

ان حکم علی حکام اللہ عز وجل بمخصوص

العنایۃ مع عموم الکنایۃ، وقد

اسمعناک حکام المراقاة مفروقاً

۱ حیوة الحیوان باب الفین المہمۃ تحت الغنم

۲ مفاتیح الغیب (تفسیر اکبر) تحت آیت ۱۶/۸۰

۳ انوار التنزیل (تفسیر بیضاوی) " "

۴ ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعد) " "

۵ معالم التنزیل علی ہش (تفسیر الخازن) " "

مصطفیٰ البابی مصر ۱۲۲/۲

المطبعة البیة المصریۃ مصر ۹۲/۲۰

مصطفیٰ البابی مصر نصف اول ص ۲۴۴

دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۳/۵

مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۴/۲

فی موضعین . فاجمعہ فانہ

یبدلک بقولہ علی ان الصوف
مختص بالضان ، وهو المستفاد من
تفاسیر اللغة ، وبالجملة من عرب لسان
العرب لم یصر بہ عنہ ان الصوف لیس الا
للضان ، فاما ان یعم افرادہ کما ہوا واقع
فیسا واولا فافخص وعلی الکل فلا تكون
ذات الصوف الا من الضان ، وقد اعترفت
ان حیوانا هذا من ذوات الصوف فوجب
ان یکون من الضان ، وفيہ المطلوب
بانتم شان .

التاسع عشر کان من قول فیما سلف
ما یدریک لعل الثلثة الاول ہی التفسیر
بالمساوی وهذا بالافخص ، والآن أقول
قائضا للعتان بعد ما ارجیت ما فی ترجیت
وقد قضیت ، اما قطننت بما فی السابغ
والحادی عشر الفیت ، ان لو قصرت الضانیت
علی شیء افخص من الصوف یطل حصر الفم
فی نوعین فوجب ان یکون التفسیر بذات
الصوف هو التفسیر بالمساوی ، والتعریف
بذات الالیة التعریف بالافخص ، علی
ما توهمت من معانہا والنظر حقیقة
لم تبلغ مرماہا .

العشرون هل لك اجالة نظرف
کلمات الائمة الکرام ، فانہم یتکلمون

کراۓ تعالیٰ نے جس کو عام فرمایا ، یہ خاص کریں ،
صاحب مرقات کے متفرق کلام جو ہم نے
دو جگہ لکھا ، ملا و توان کا فرمان بھی یہی ہے کہ صرف
صرف ضان کے لئے ہے ، پس ایسی صورت میں
صوف کو اگر دونوں (بھیر اور دہر) کے لئے عمام
مانا جائے تو مساوی کے ساتھ تعریف ہوتی
ورنہ انحص کے ساتھ ، اعلم کے ساتھ تعریف کا
تو کوئی سوال ہی نہیں۔

تو ثابت ہوا کہ ضان صوف والا ہے ، اور
ہمارا یہ جانور بھی صوف والا ہے ، لہذا اب بابت
واضح طور پر ثابت ہو گئی کہ بھیر بھی ضان ہی ہے ۔
تنبیہ فوز دہم تعریف بالاعلم میں نے پہلے کہا تھا
اور تعریف بالافخص ہو سکتا ہے کہ ضان
کی پہل تعریف لفظ مساوی سے ہو ، اور " الیہ"
چکنی والی تعریف انحص کے ساتھ ہو ، اب میں
قطعیت کے ساتھ اسی بات کو دہراتا ہوں کیونکہ
میں بتا چکا ہوں کہ اعلم ماننے میں " فم" کا حصر
اس کی دو نوعوں میں ختم ہو جائے گا ، اور بھیر
تیسری قسم ہو جائے گی ۔

تنبیہ ستم ائمہ و علمائے حق سے | یہ لطیف بھی قابل غلط
ہے ، دہر جس کے چکنی ہوتی ہے اگر کسی کے خلقت

فیما اذا خلقت شاة بلا الیة هل تجوز
التضحیة بها ، فذهب امامنا الاعظم
والهمام الاقدم سراج الامة کاشف الغمة
امام الاثنیة ابی حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ
وعنہم ان نعم ، وهو الاصح عند الاثنیة
الشافیة بحمہم اللہ تعالیٰ ، وقال محمد
رحمہ اللہ تعالیٰ لا تجوز التضحیة بشاة
کذا ، وانا سمعتہ او لا کلمات العلماء
قال الامام الاجل فقیہ النفس فخر الدین
الاوزجندی فی الخانیة ، الشاة اذا لم یکن
لہا اذن ولا ذنب خلقة تجوز ، قال محمد
رحمہ اللہ تعالیٰ لا یكون هذا ولو کان لا یجوز ،
و ذکر فی الاصل عن ابی حنیفة رضی اللہ
تعالیٰ عنہ انه یجوز آثم ثم قال وان
کان لہا الیة صغیرة مثل الذنب
خلقة جائز اما علی قول ابی حنیفة رحمہ اللہ
تعالیٰ فظاہر لان عندہ لو لم یکن لہا
اذن ولا الیة اصلا جائز ، فصغیرة الاذنین
اولی ، واما علی قول محمد رحمہ اللہ تعالیٰ
صغیرة الاذنین جائز ، وان لم تکن
لہا الیة ولا اذن خلقة لا تجوز آثم وفی
الاجناس ، ثم الخلاصة ، ثم الهندیة ، وعن

چکتی ہو ہی نہیں ، اس کی قربانی جائز ہوگی یا نہیں ؟
امام اعظم ہمام اقدم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : ایسے
ذبیحہ کی قربانی جائز ہے ۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : یہی صحیح ہے ۔
امام محمد بن حسن فرماتے ہیں : ایسے کی قربانی صحیح نہیں
ہے ۔

بکری کا کان اور دم پیدائشی طور پر غائب ہو تو قربانی
جائز ہے یا نہیں ؟

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : ناجائز ہے ۔
امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ روایت ہے : جائز
ہے ۔ (فقیہ النفس امام قاضی خاں)
اگر ذبیحہ کی چکتی دم ہی کی طرح غلط چھوٹی ہو ؟
امام اعظم جب بے کان اور دم کی جائز فستار
دیتے ہیں تو چھوٹے کان میں کیا رکھا ہے ، یہ
بھی جائز ہوگی ۔

امام محمد کے یہاں صرف صغیرہ الاذن کی جائز ہے ،
غلطی کان چکتی نہ ہو تو جائز نہیں ۔ (قاضی حسان
امام فقیہ النفس)

اجناس میں ہے کہ اگر ذبیحہ کی چکتی کان کی طرح
چھوٹی ہو تو قربانی جائز ہے ، اور اگر مطلقاً ہو ہی نہیں
تو امام کے یہاں ناجائز ہے ۔ (اجناس ، خلاصہ)
حاکمیری ، اخیرین میں میں نے خود دیکھا جبار

الآخرین ، ثقلت واللفظ للوسطی ، فی الاجزاء
ان كانت لشاة الیة صغیرة خلقت شبه
الاذن تجوز ، وان لم تکن لها الیة
خلقت کذلک قال محمد رحمه الله تعالی
لا تجوز أمه وفی وجیز الامام الکردی التی
لها الیة صغیرة تشبه الذنب تجوز ، وان
لم تکن لها الیة خلقة فکذلک وقال
محمد رحمه الله تعالی لا تجوز أمه وفی خزانه
المفتین لا تجوز السکار وهی التی لا اذن لها
خلقة ، کما لا ذنب لها خلقة اولی الیة لها
خلقة أمه وفی الانوار للامام یروسف الاردبیلی
الشافعی تجزئ التی خلقت بلا صرع او الیة
او قرن أمه وفی حیوة الحیوان للکمال الدیمکی
الشافعی تجزئ الشاة التی خلقت بلا صرع
او بلا الیة علی الاصح أمه فظهر باتفاق
القولین ان الالیه لیست من اس کانت
حقیقة الضان بحدیث ان لوحد مت لم تکن
ضائاً ، اما علی قول الاصام الاعظم فظاهر
فانه یجیز التضحیة لها وان لم تکن
لها الیة خلقة اصلاً ، واما علی قول محمد

غلاصہ کی ہے ،

”وہ ذنب کہ اس کی چکی چھوٹی دم کے مشابہ ہو
یا ہو ہی نہیں اس کی قربانی جائز ہے ، امام محمد کے
یہاں ناجائز ہے۔“ (وجیز امام کردی)

”سکار جس کے خلقت کان نہ ہو اس کی قربانی
جائز نہیں ، ایسے ہی جس کی دم یا چکی نہ ہو۔“

(خزانة المفتین)

”جس کے خلقت تھیں یا چکی نہ ہو اس کی قربانی
جائز ہے۔“ (امام یروسف اردبیلی شافعی)

جوید النسی طور پر بے متن اور چکی کا جالور جو صحیح
یہی ہے کہ اس کی قربانی جائز ہے۔“ (حیوة الحیوان

دیمکی)

ان دونوں فتروں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ
چکی خنان کی حقیقت کا جز نہیں کہ یہ نہ ہو تو جالور
خنان کے بجائے کچا اور ہر جائے ، امام اعظم رحمۃ اللہ
علیہ کے قول پر قویہ امر باطل واضح ہے ، امام محمد
رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر بھی ، کیونکہ بے چکی شاة کی بات
کر رہے ہیں اگر کچی حقیقت کی جز ہو تو انکی عبادت ”لا الیة له“
کے معنی یہ ہو جائیں گے اگر بکری بکری ہی نہ ہو تو
اس کی قربانی ناجائز ہے ، اور ایسی ردی عبادت

۳۲۱/۴	مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ	الفصل الخامس	کتاب الاضحیۃ
۲۹۷/۵	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب الخامس	فتاویٰ ہندیہ
۲۹۳/۶	”	الفصل الخامس	کتاب الاضحیۃ
۲۰۷/۲	قلی نسخہ	کتاب الاضحیۃ	سے خزانه المفتین

کے اقوال لا اعمال الابرار

صی حیاة الحیوان باب الشیش العجم (الشاة) مصطفیٰ ابیانی مصر ۵۹۲/۱

تو کوئی عام عربی بھی نہیں بولی سکتا، چہ جائیکہ
امام الفتنۃ والفقہ امام محمدؒ امام حنبلیہ امام شافعیہ
رحمۃ اللہ علیہ۔

مرحمہ اللہ تعالیٰ، فلا نہ یتکلم علی شاة
لا الیة لہا، فلو كانت الایة رکن حقیقتہا
لکان معنی قولہ ان لو لم تکن الشاة شاة
لم تجز الاضحیة بہا، وهذا قول
غسل بذل اشبہ شیء بالہزل، لا یجوز
صدورہ عن عاقل، فضلا عن امام
یجتہد کامل، فانظر الآن الی ذلک
من مدت عنک فی غایة امر قفار بل
اجتثت من فوق الارض عالہا من
قرار، والحمد للہ علی توالی الالہ کقطر
المطر و امواج البحار۔

تنبیہ بہت دیکم حیران | میری مان تو میں تم کو نور حق
کے اعضاء کا حکم کے سامنے کھڑا کر دوں گا
جہاں کوئی حجاب نہ ہوگا، اور ہر قسم کے خطرات
دور ہو جائیں گے،

واقعہ یہ ہے کہ جانوروں کے اعضاء و جوارح
اوصاف کے مرتبہ میں جوتے ہیں جس کے مقابلہ
میں دام کا کوئی حصہ نہیں ہوتا، اس پر سانس
فقہاء کا اتفاق ہے۔

”کسی نے ایک باندی خریدی، ابھی بائع
کے ہی پاس تھی کہ بھینگی ہو گئی، دام میں سے
کچھ کم نہ ہوگا، یونہی کسی نے باندی خریدی وہ
مشتری کے قبضہ میں اگر بھینگی ہو گئی اور مشتری
کسی دوسرے کے ہاتھ اس کو منافع پر (دراخت)
بیچنا چاہتا ہے، تو اسے بتانے کی ضرورت نہیں

الحادی والعشرون یا هذا الصنع
و اتبع، ان اطعنی ذہبت بک الی حیث
یلزم الحق من دون حجاب، و یزیل عنک کل
تجیر واضطراب، حقیقة الامران الاطراف
فی الحيوان تجری مجری الاوصاف، کما نصوا
علیہ قاطبة، ولذا لا یقابلہا شیء من الشئ
حتى انه اذا اشتری جاریة فاعورت فی ید
ابا ثم قبل التسليم لا ینتقم شیء من الشئ
وکذلک اذا اشتری جاریة فاعورت فی ید
المشتری، ثم اراد ان یبیعہا مرا بحت کان
لہ ذلک من دون حاجة الی البیان کما
فی المہدایة و شروحہا، کفتح القدر و
غایة البیان و غیرہما و انت سألت
سرودت لک نصوصہا و اوصاف الشئ

لا تدخل في مستخرج قوامه ، وقد افادوا كما علمت انها كالأعراض المفارقة ، لا انتفاء للحقيقة بانفائها ، فانعدام الالية رأسا لا يخرج الضأن عن الضائية ، كما لو خلق انسان بلا يد لا يخرج عن الانسانية وانما مدار التعريف ههنا ان هذا الوصف لا يوجد الا في هذه الحقيقة ينتقل اليها الذهن منه بهذا الوجه لانها لا توجد الا به ، فمعنى قول القائل الضأن ما هو الية انه النوع الذي يتحقق فيه الالية لانه لا يكون ضانا ما لم تكن له الية ، اتفق هذا فقد جليت لك جليلة الحال بغير صرية۔

کہ یہ میرے یہاں اگر جینی ہو گئی ہے۔
میں اس موضوع پر کثیر تفصیل پیش کر سکتا ہوں
کہ اطراف حیوان کا حکم اوصاف کا ہے ، اور
اوصاف کسی شے کی حقیقت میں داخل نہیں
ہوتے ، جیسا کہ علماء نے بیان فرمایا ہے ، اور
آپ بھی جانتے ہوں گے یہ ان اعراض مفارقة
کی طرح ہیں جن کے انتفاء سے حقیقت متعلق نہیں
ہوتی ، تو ضأن بھی چمکتی نہ ہونے کی صورت میں
ضأن سے نہیں نکل سکتا ، جیسے وہ آدمی آدمی ہی
رہتا ہے جس کے پیدائشی ہاتھ نہ ہو ، اس وصف
کے ساتھ تعریف کرنے کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے
کہ یہ وصف صرف اس حقیقت میں پایا جاتا ہے
تو اس وصف سے ذہن صرف اس حقیقت کی

طرف منتقل ہو جاتا ہے یہ مطلب نہیں ہوتا کہ یہ حقیقت اس وصف کے بغیر پائی ہی نہیں جاتی ۔

تو ”ما تكون له الية“ کا مطلب یہ ہوا کہ ضأن جانور کی وہ قسم ہے کہ اس میں چمکتی ہوتی ہے
یہ مطلب نہیں کہ بے چمکتی کا ضأن ہو گا ہی نہیں۔ اسی کو ذہن میں اس طرح کر کہ میں نے یہ دو شے ال کو تفریق کی ہے کہ

تنبیہ بست و دوم چمکتی کی بحث | اب تھوڑی دیر
چمکتی پر بحث ہو جائے ، آپ سوچتے ہوں گے
کہ ”الیه“ (چمکتی) جیسی ہو گی جب اس پر
خوب گوشت ، چربی ، اور وہ خوب چوڑی ہو
جس کو ہندی میں چمکتی کہتے ہیں ، تو یہ ایک زعم
باطل اور بلا دلیل ہے ، ”الیه“ بکری کی کم کو
کہتے ہیں ، اس میں چھوٹے اور بڑے ، لانسے اور
ناتے ہونے کی شرط نہیں ، لانسے ملائے نہ ہوں ،
”الیات“ الیه کی جج بکری کی دم کو کہتے

الثانی والعشرون هذا ما سائرناك
فيه ، وانت تزعم ان الالية هي
الضخمة الكبيرة العريضة السمينة
المحتوية على لحم كثير وشحم غزير ،
المعروفة في لسان الهند بچمکتی ، وهو
منعهم باطل لا دليل عليه ، وانما الالية
طرف الشاة لا يشترط فيها كبر ولا صغر
ولا طول ولا قصر ، قال في مجسم
البحار فعلا عن نهاية اجن الاشیر

الایات جمع الیة وهی طریقت الشاة اتم وفسرها
فی القاموس ببارکب العجز من شحم ولحم
وقد شرحنا عن العضو لهذا الحيوان الذي
نتج اورفيه ، فوجدناه يحتوى على لحم وشحم
فتم معنى الالیة ، وقد منا كلمات العلماء
الكرام ان الالیة ان كانت صغيرة تشبه
الذئب جازت الاضحية ، وهذه الایا الشاة
التي توجد فی بلادنا ، فجزئيتها منصوب
عليها فی الكتب المذهبية ، وظهر انها یمدق
عليها ما لها الیة ، وان ابیت الا احجاج
فابره لنا عندك فی الحجاج وأین ما حدد
الالیة ورسمها ، وعلى ای حد یجب ان یكون
حجمها ، بحیث لو صغرت عنه لم تكن الیة
وبین الالیة التي تشبه الذئب خلقة ، وكيف
تكون هذه فی حیاتها ، وكم تكون فی بسطتها
واثبت كل ذلك بكلام ائمة الشان ، لا بهوى
النفس وهفوات اللسان ، فان لم تفعل و
لم تفعل فاقف الحق حیث ظهر ، فان من
لمیر الشمس وهی بانغة ، فعليه التسليم
لاهل النظر.

الثالث والعشرون تقریر ما تحدد
امت الفقهاء فسر واضافات بثلة تقامیر

ہیں۔ (مجمع نقلا عن ابن اثیر)
”پر رکھ کر آخری ہڈی پر جو چربی، یا چربی اور گوشت
دونوں چڑھ جاتی ہے اسی کو ایر کہتے ہیں (قاموس)
اور بھڑکا بھی یہی حال ہے کہ اس کی دم پر بھی
گوشت چربی آلود ہوتا ہے تو اس کو الیہ کوٹ لکے گا
علماء کے حوالہ سے ہم لکھ آئے ہیں کہ معمولی چکنی والے
کی قربانی جائز ہے، تو کیا یہی مسئلہ بھڑکا جو زیادہ تھا
تو بیشک اس بھڑ پر بھی لھا الیہ کی تعریف صادق ہے،
اور اگر اس پر بھی تسلی نہ ہو تو سوال یہ ہے کہ
چکنی کی لبان چڑان کیا ہوگی کہ اس سے کم کو چکنی
کے بجائے دم کھا جائے، اور ذرا اس چکنی کا بھی
خیال رہے، جس کو فقہائے دم کی طرح چھوٹا کھائے،
ظاہر ہے کہ یہ سب باتیں ائمہ اعلام کے کلام سے
ثابت کرنی ہوگی۔ قربانی میں خراج کی سند نہیں۔

تنبیہ بست و سوم | گزشتہ تحریروں سے یہ واضح
تقریریں میں معلوم ہوا ہے کہ علماء نے ضان

ذات الصوف و ذات الالیه ، و خلافت المعن
من الغنم ، و ترجمہ بے بیش ، و القینا
علیک ان عند بیان الاحکام لا یجوز
التعریف و کذا الترجمة الا بالمساوی ،
لما فی غیره من المساوی ، فثبت ان الاربعۃ
بل الخمسة خاصہا بحد ، کلہا متساویۃ فیما
بینہما ، و مساویۃ لحدودہا ، و ان کل ذات
صوف ، ذات الیہ ، و بالعکس و انما مظهر
النظر کما وصفنا انشان النوعی لا الفعلیۃ الفرعۃ
کما هو السووم فی کثیر من الرسوم ، کالتحریک
الامرادی ، و المشی ، و الضحک ، و الكتابة ، فی
المیوان ، و الانسان ، کما لا یخفی علی ذوی
انشان فظہران الذی یضئین بلادنا الیہ جزماً
و ان کان شابه الذنب حبیباً ، و انه النصوص
علیہ صورتہ ، و حکما و ان لا خلافت بین
التفاسیر ، و ان لیس هنا باعم ولا اخص
تفسیر ، و ان کل متحد مآلاً ، و ان لا تثلیث
فی الکنواع ببالہ الیہ ، و مالا ، و انما کان
حکل ذلك شقشقة هدرت عن و اہمة
بذرت ، ہکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی
التوفیق ۔

بے چکتی کی بنیاد پر ایک تعمیری قسم نہیں پیدا ہوتی ، یہ سب و مافی خدشات اور وہی خیالات ہیں ۔
الرابع والعشرون یہ تبیین ان صغر الالیه
و دقتہا حیث تشبہ الذنب کما فی
اضوتنا ہذا لیس من النقص فی شیء ،

کی تین تفسیریں کی ہیں ، اون وال ، چکتی وا ، معز کے
علاوہ ۔ اور فارسی والوں نے اس کا ترجمہ بیش کیا اور
ہم یہ ثابت کر آئے کہ احکام مخصوصہ کے بیان کے
وقت ترجمہ ہوا تعریف ، مساوی کے علاوہ نہیں
ہو سکتی ، تو پتہ چلا کہ مذکورہ بالا چاروں لفظ بلکہ ہندی
کا بھیر مل کر پانچوں لفظ آپس میں مساوی ہیں ، ان
کا محدود و مفہوم شے واحد ہے ، ترجمہ اون والی ہے
وہی چکتی والی ہے ، اور چکتی والا ہے وہی اون
والا ہے ، کیونکہ ایسے مواقع پر تعریف کا مقصد
وصف نوعی بیان کرنا ہوتا ہے ، افراد کے وصف
فعل کا ذکر نہیں ہوتا کہ یہ تو عام طور پر رسم میں ملحوظ
ہوتا ہے ، جیسے انسان اور حیوان کی تعریف میں
تحریک ارادی یا ششی یا فہمک اور کتابت وغیرہ
اوصاف — تو ہماری تقریر سے ثابت ہو گیا کہ
بھیر کی دم جو ہمارے بلا میں ہوتی ہے وہ چکتی ہی
ہے ، اور فقہ حنفیہ میں اس کی صورت اور حکم
دفعوں کا جزئیہ موجود ہے ۔

اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ ان بظاہر مختلف تعریفوں
میں کوئی تضاد نہیں ، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہاں
تعریف نہ تو اعم کے ساتھ خاص سے نہ اخص کے
ساتھ ، بلکہ سب مساوی ہیں اور یہ کہ غنم میں چکتی اور

تبئہ بست و چارم | یہ بھی واضح ہوا کہ بھیر کی دم میں
ناقص کامل کی فہمی کوئی کمی نہیں کہ کہا جائے
وہ ناقص ہے اور چکتی کامل ہے ، لہذا ذنب کے ساتھ

حق نہیں ہو سکتی۔

ولذا اجازت التصحیحة معه كما نصوا عليه
فترجم ان هذا ناقص فلا يلحق بالكامل قول
ناقص ، مخالف لمصوص الاثمة الاكامل۔

الخامس والعشرون ^{۲۵} لن تنزلنا عن
حكم هذا وسلمنا ان لایة لهما ، فخر تانی

الخلافية بين الامام الاعظم ، والامام
الثالث رضي الله تعالى عنهما ، وینجب
بحكم الجواز بناء ان الفتوى على قول
الامام رضي الله تعالى عنه على الاطلاق ، اعم

ما لو يتفق ائمة الفیاء على الفتوى بقول صاحبیه
اذا حدیثا كما نص عليه فی الفقه والبحر والخیرة
ورد المختار وغیرها من محمّدات الاسفار ، و

قد سردنا نصوصها فی کتاب النکاح من
فتاویٰ سنا هذا اذا المیرجح قول الامام فکیف اذا
مرجح قول الامام فکیف اذا مرجح ، وقد رجح
هنا قوله رضي الله تعالى عنه من نصوص على انه

لا يعدل عن تصحيحه لانه فقيه النفس استدري
من هو هو الامام قاضي خاں كما قاله العلامة
قاسم فی تصحيح القدوري ، ونقله السيد الحموي
فی غمض العیون ، وسيد الشامي فی حاشية الدنا

سنة بجزائري کتاب القضاة فصل المفتي

فتاویٰ شیریں کتاب الشهادات

رد المحتار کتاب القضاة

رد المحتار کتاب المہر

سنة غریب البصائر مع الاشباه ضمن المثانی کتاب الاجازات اداة القرآن کراچی

تنبیہ بست و نجم امام اعظم کے اور اگر ہم سب چھوڑ دیا
فتویٰ کی بنیاد پر فیصلہ کر ہی مان لیں کہ

بھڑبھڑاتی کہتا ہے تب بھی یہ انعام میں داخل ہے
تو قربانی کا جائز ہے ، اور اسی جائز کی قربانی جائز
ہونے نہ ہونے میں امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ کا

اختلاف ہے ، اور یہ معلوم ہے کہ المرجح تک کسی
مسئلہ میں امام اعظم کے خلاف کسی اور امام کے قول
پر متفق نہ ہوں ، فتویٰ امام کے قول پر ہے ، یہ مسئلہ
فتح ، بحر ، شریعت ، شامی وغیرہ مستند اسفار میں منصوص

ہے ، میں نے ان سب کو اپنے فتاویٰ کی حسب
کتاب النکاح میں تفصیل سے نقل کیا ہے ۔
یہ حکم تمام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا
ہے جس کی اثر ترجیح میں سے کسی نے ترجیح نہ دی ہے

اور اس قول کی تمام فقہ النفس قاضیوں نے
ترجیح فرمائی ہے کہ اپنے اصول کے موافق اسی کو
مقدم کیا ، یہ مسئلہ بھی امام شامی اور امام غزالی نے
منصوص فرمایا ۔

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

دار المعرفۃ بیروت

دار احیاء التراث العربی بیروت

دار احیاء التراث العربی بیروت

ادارة القرآن کراچی

۲۶۹/۹

۱۳۳/۶

۳۰۲/۴

۵۱۳/۴

۵۵/۴

پس ایسی صورت میں بھڑکی قربانی کے جواز کا
فتویٰ دے بغیر چارہ نہیں۔

فان كنت عارفا بهذه المسالك صدك لتلك
المدارك فقد عرفت تصحيحه هناك وان
لم تعرف فاسمع مني فاني لك من عيم بذلك، الموقر
قد قد مر قول الامام وهو رحمه الله تعالى كما صرح
به في صدر رفاؤا لا نقد مر الا الاظهر الاشهر قال
السيد ان الفاضلان الطحطاوي والشامي في
حواشي الدر ان ما يقدمه قاضيان يكون
هو المعتمد، واني قد اجمعت لك ههنا القول
ظنا بك ان لك اشتغالا بالعلم فتكون قد وقفت
على هذه المطالب الدائرة السائرة الظاهرة
الزاهرة، فان خفي عليك شيء منها فراجعني، و
لا تأس من التعميم فقد قلت لك الخب لك
بأظهار كل ذلك من عيم، فثبت بحمد الله تعالى
ان لو فرض عدم الالية، لهذا الحيوان لكات
جواز التصحية به هو المذهب وقول امامنا
الاعظم الا واحد، وهو الباخذ الصحيح المعتمد
والحمد لله الاحد الصمد علينا ما اسبح من نعم
الاعمد.

تذیل | آپ کی سات مستند کتابیں میں سے تین
(ذخیرہ عقبی، درمختار، اشعة اللمعات) میں توضیح
کی تفسیر میں "بما له الية" کا کہیں پتہ نہیں بلکہ
ذخیرہ عقبی اور اشعة اللمعات میں تو آپ کے مدعا
کے خلاف سب جہاں کہ مذکور ہوا، لیکن صاحب تعلیق مجدد

تذیل الکتب السبعة التي اسندت اليها ليس
في ثلاثة منها اعني ذخيرة العقبى والدر
المختار واشعة اللمعات اثر من التفسير الضمان
بما له الية، بل في الاول والثالث ما يورد
عليك كما سمعت باذنك، واما عبارة

تعلیق المسجد لبعض ابناء الزمان فتعد
كانت تستأهل ان تزد الى الحق، وتعمل على
ما اعطاه كلام العلماء بجعل الوصف لزيادة
الكشف، دون الاحتراز، بيد اني احطت
علما بان الرجل يشكر كون ضئيل الهند
من الضئيلين اعتراء الوهم، كما اعتراك
انها الالية لها، وما يدري لعلك اما قلدا تسه
فيه لكنه وقف دونك ولم يتجاوز قدر تجاوزك
بانكار التضحية بها اصلا، وانما زعم انها
لا تجوز التضحية بجذع منها، حيث قال
في فتاياه بکری اور بھیر اور ایسے ہی گائے اور
اونٹ چھ مہینے کا درست ہے، فقط
دوبہ چھ مہینے کا درست ہے۔

فالظاهر ان مراده هو التقييد
زعمائمه بان الصوف اعلم من الالية
نكن ليس كلام المنع الذي عزاه اليه بهذا
الاسلوب، وانما جارتها كما نقل بنفسه
ثم، والسيدات الفاضلات المخططات
والشاعرات في حواشي الدرر ان الضأن
ما تكون لها الية اح فليس فيها ذكر
الصوف، ثم التقييد بالالية واليتك

نے قرآنوں نے حق کی تلاش میں تساہل برتا، اور
کلام علماء میں ذکر وصف کو زیادتی کشف کے بجائے
قید احترازی سمجھا، اور بھیر کو ضان میں شامل نہ مانتے
میں وہ بھی اسی طرح وجم میں گرفتار ہوئے جیسے آپ
نے "الیه" کے لفظ سے دھوکا کھایا، اغلب ہے
کہ آپ نے اس معاملہ میں انھیں کی تقلید کی ہو، مگر
ان سے آگے بڑھ گئے۔ کیونکہ وہ تو صرف یہ کہہ کر رہ گئے
کہ چونکہ یہ ضان نہیں اس لئے اس کے سٹشٹا پہنچنے
کی قربانی بائز نہیں، اور آپ نے سرسے سے اس
کو قربانی کے جانور سے ہی خارج کر دیا۔

یہ بات غافل کھنڈی کے فتویٰ سے ظاہر ہے،
وہ کہتے ہیں بکری اور بھیر، ایسے ہی گائے اور اونٹ
کا چھ ماہہ درست نہیں ہے، فقط ونبہ چھ ماہہ
درست ہے۔

اس سے اندازہ یہ ہوتا ہے کہ انھوں نے یہ سمجھا
کہ "منہ الخالق" کی عبارت میں (جس کا حوالہ
انھوں نے دیا ہے) ضان کے بیان میں صوف کا
ذکر ہے جس کو "عالم الیہ" سے متعین کیا ہے تو
اس کا مطلب یہی ہے کہ الیہ کی قید احترازی ہے
حالانکہ خردان کی عبارت اور امام طحاوی اور شامی کی
روایت میں صوف کا ذکر نہیں ہے صرف عالم الیہ

سہ بحر فتاویٰ عبدالحی کتاب الاشیئہ
سہ مائتہ المخطوطی علی الدر المختار " "
رد المختار " "

مطبع یوسفی فرنگی محل کھنڈی
دارالمعرفۃ بیروت
دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۵۹/۴
۱۶۴/۴
۲۰۴/۵

ہے ، تو آپ کو بھی ان کی تعلیم کرنی تھی تو اتنی ہی بات میں کسے نہ کہ آگے بڑھ کر ایک محال بات کا دعویٰ کر دیا ، اور سب مسلمانوں کو گمراہ اور گمراہ گر کا خطاب دیا۔

مجھ سے لکھنؤی صاحب کے ایک شاگرد نے ان کا یہ فتویٰ ذکر کر کے صورت حال دریافت کی تھی میں نے چند جملوں میں اس کا خلاصہ لکھ دیا تھا ، اور مسئلہ حق واضح کر دیا تھا ، یہ کلام تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حافل اور کافل ہے ، ان دونوں وجہوں کو دفع کرنے والا ، بلکہ اس کا تور و شہید ہے جو ان کی مستربانی جائز کرتا ہے ، اور ان کے بچے کی نہیں۔

بلاشبہ بیڑ کا چھوٹا بہرہ جتہ جو دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوا اس کی قربانی جائز ہے و صلّی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و علی آلہ و اصحابہ اجمعین ، اس رسالہ ہادی الاضحیۃ بالشّاع الہندیۃ سے ۱۳۱۴ھ میں فراغت حاصل ہوئی۔

اذ قلندہ اتممت تقلیدہ فلو تعد الی حاصرہ من المحال ، ولم تنسب المسلمین الی الضلال والاضلال ، وقد کان سألنی بعض تلامذہ هذا المعاصر اعنی صاحب التعلیق المجدد من بنارس فی اول هذه السنۃ عن فتیاء المذكورۃ فاجبت باحرف تکفی وتکفی و بینت ان المحبذع من هذه یجوز ویکفی ، وما ذکرنا ہینا بتوفیق اللہ تعالیٰ ، فهو حافل کافل بل قد کلا الوہین بل الرادشہ علی من یجزا الضحیۃ بہا لا یجزعہا فانہ اذ قد جازا الضحیۃ فقد کانت من الانعام ولا انعام الا الانواع الاربعۃ و اذ لیست من اہل و بقر و معز ، وجب ان تكون من الضان فوجب اجزاء المینع منها اذا کان بحیث لو خلط بالثایا لم یتیمز من بقدر ، وللہ الحمد تعالیٰ من قبل و من بعد و صلّی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ اجمعین کان القراغ من هذه العجالة السیاقہ ہادی الاضحیۃ بالشّاع الہندیۃ۔

مسئلہ ۲۰۴ از بنارس محلہ کنفی گڑھ نور مسجد بی بی راجی شفا خانہ مرسلہ مولوی حکیم عبد الغفور صاحب
۲۵ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ

ماقونکم ایھا العلماء (اے علمائے کرام! آپ کا کیا ارشاد ہے۔) اس مسئلہ میں کہ قربانی بھیر ششماہ
کی درست ہے یا نہیں؛ اکثر حدیثوں میں جلفظ جذعۃ من الضان آیا ہے اس سے ششماہ بھیر مراد ہے یا
دُنبہ یا دونوں؛ عبارت نہایت شرح ہدایہ مندرجہ ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی ششماہ بھیر کی جائز نہیں؛ اسی
پر مولانا استاد مولوی عبدالحی صاحب نے عمل فرمایا ہے، چنانچہ یہ مسئلہ مولوی صاحب مرحوم کے مجموعہ فتاویٰ کی
جلد اول ص ۱۹ میں موجود ہے، عبارت شرح ہدایہ،

ویجزئی من ذلک کلمۃ الشخی فصاعد الااض
فان الجذع منه یجزی، والتقیید
بالضان لان الجذع من الابل والبقر
والفحم لا یجزی منها الا الشخی۔ یتینوا
بالکتاب تو جو دایعہ الحساب۔

ان تمام جانوروں میں کمال سال یا اس سے زائد
عمر والا جائز ہے ماسوائے بھیر کے کہ اس کا جذع
یعنی کمال چھ ماہ والا جائز ہے اور ضان یعنی بھیر
کی قید اس لئے کہ اونٹ، گائے اور بکری میں
صرف کمال سال والا ہی جائز ہے۔ کتاب سے
بیان کیجئے، یوم حساب اجر حاصل کیجئے۔ (د ت)

الجواب

ششماہ بھیر کی قربانی بلاشبہ جائز ہے جبکہ یکسالہ بھیروں میں دُور سے تمیز نہ ہو سکے،
فی الدر المختار ص ۱۵۸ الجذع ذو ستہ اشھر من
اضان ان کان یحیث لو خلط بالثیاب لا یمکن
التمییز من بعدئذ
در مختار میں ہے بھیر میں چھ ماہ کا جذع جو سال والا
جانوروں میں غلط ہو تو تمییز نہ ہو سکے تو وہ حبس
ز ہے۔ (د ت)

یہی شرط دُنبہ میں ہے، اور دُنبہ بھیر ایک ہی نوع میں اور دونوں کا ایک ہی حکم، اس قدر میں تو کسی کو کلام ہو ہی
نہیں سکتا کہ ہجاز ششماہ کا حکم امارت صحیحہ و کتب فقہیہ سب میں بلفظ ضان وارد ہے، اب ہمارے صرف
ادراک معنی ضان پر رہا، اگر یہ لفظ اس بھیر کو بھی شامل تو قطعاً یہ بھی اس حکم میں داخل و اطلاق اگر بالیقین
معلوم کہ ضان وہی چیز ہے جسے فارسی میں بیش، اردو میں بھیرا اور اسکا کہ ایک صنف کو دُنبہ کہتے ہیں،

عرب دونوں معروضات کے سوا نہیں جانتے، نہ یہاں عیسوی نوٹ ہے۔

(۱) قال الله تعالى ثمانية اموال وجبت الضمان اشئین ومن المعزاشئین لیه مرانا شاه
عبد القادر دہلوی مرحوم موقع القرآن میں اس آیت کریمہ کا ترجمہ فرماتے ہیں،

پیدا کئے آٹھ زو مادہ بھیڑ میں سے دو اور بکری میں سے دو

دیکھو ضمان کا ترجمہ بھیڑ کیا۔ اسی طرح مولانا رفیع الدین نے ترجمہ کیا، یونہی نفاس میں اس کا عکس یعنی
بھیڑا کو میش زو ضمان سے مترجم کیا۔

تحفة المؤمنین میں کہا: بھیڑ ہندی غنم سے ہے۔ پھر کہا، غنم خان سے ہے

(۲) سب جانتے ہیں کہ بھیڑ کا ترجمہ میش ہے، اور اہل لغت نے یہی ترجمہ خان کیا۔ غنم رشیدی
میں ہے، خان میش، خان میش زو

مراح میں ہے، خان میش زو خلافت ماعز، والجمع خان خلافت معز۔

تحفة المؤمنین میں ہے: خان بغاری میش نامند

(۳) علمائے لغت و تفسیر و حدیث وفقہ ضمان کی تعریف ادن والی غنم فرماتے ہیں، اور محسن کی

تفسیر بالوں والی۔ مصباح النیر و حیرۃ الحیوان و غیرہ جہاں ہے،

الضمان ذوات الصوف من الغنم یعنی بکری کی ادن والی جنس کا نام ضمان ہے۔ (ت)
تفسیر کبیر میں ہے،

الضمان ذوات الصوف من الغنم، والمعز۔ بکری کی ادن والی جنس ضمان ہے اور بالوں والی

۱۳۳/۹ لے القرآن الکریم

۱۴۲ ص ۱۳۳/۹ لے موقع القرآن

۱۶۹ ص ۱۳۳/۹ لے تحفة المؤمنین مع مخزن الادویۃ الباری مع الحار

۳۲۵ ص لے الفین مع المیم

۲۸۲ ص لے غنم اللغات مع غیاث اللغات باب الضاد مع النون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۳۱۸ ص لے الصراح فی لغة الصحاح باب النون فصل الضاد نوکشتہ رکھنہ

۲۹۷ ص لے تحفة المؤمنین مع مخزن الادویۃ الضاد مع الالف نوکشتہ رکھنہ

۱۲/۲ لے مصباح النیر الضاد مع الواو (الضالک) مصطفیٰ البابی مصر

ذوات الشعر من الغنم

جنس معز ہے۔ (د ت)

معالم التنزیل میں ہے،

بکری کی اون والی جنس ضان اور ضاج ہے اور بالوں والی
معز اور معزی ہے۔ (د ت)

الضان والنعا جہی ذوات الصوف من الغنم
والمعز والمعزی ذوات الشعر من الغنم
جامع الرموز پھر رد المحتار میں ہے،

ضان وہ ہوتی ہے جو اون والی ہو اور معز
بالوں والی۔ (د ت)

الضان ما كان من ذوات الصوف والمعز
من ذوات الشعر

اس پر دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ بھیر کے بدن پر اون ہوتی ہے یا بال۔

(۴) علامہ دمیری نے حیرۃ الجہان الکبریٰ میں صفات معز فرمادیا کہ اون صرف ضان کے لئے ہوتی ہے،
لفظ غنم میں فرماتے ہیں،

بھیر کی اون بکری کے بالوں سے افضل اور قیمت
میں گراں ہے اور اون صرف ضان کی ہے دتا

صوف الضان افضل من شعر المعز واعز
قیمۃ وليس الصوف الا للضان

اب بھیر کو ضان سے خارج ماننے والے پر لازم ہو گا کہ بھیر کی اون سے انکار، اور اس کی پشت پر
بکری کے سے بال آشکارا کرے، وانی لہ ذلک۔

(۵) زبان عرب و خود قرآن شاہد ہے کہ ذب غنم میں صرف دو صنفیں ہیں، ایک وہ جسے عربی میں معز نر کہتے
تھیں، مادہ کو غمز، فارسی میں بڑ کہتے ہیں۔ دوسری جسے عربی میں ضان نر کہتے تھے۔ مادہ کو
ویش کہتے ہیں۔ رب العزت جل وعلا نے آیہ مذکورہ میں آنٹی جڑ سے بتائے، ضان، معز، اہل، بقر
ہر ایک سے دو، مادہ و نر، اہل زبان نے معز کو خلاف ضان، ضان کو خلاف معز سے تفسیر کیا معلوم
ہوا کہ ان کے لئے ثالث نہیں۔ قاموس میں ہے،

المعز خلاف الضان من الغنم

بکری کی جنس میں معز انک ہے ضان سے۔ (د ت)

۲۱۶/۳ سہ مخارج الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیت ۱۳۴/۹ المطبعة البیہ المصریہ مصر

۱۹۲/۲ سہ معالم التنزیل علی جامع تفسیر الخازن مصطفیٰ البابی مصر

۳۰۶/۱ سہ جامع الرموز کتاب الزکوة مکتبہ اسلامیہ کتبہ قاسم ایران

۱۹/۲ رد المحتار باب زکوة الغنم دار احیاء التراث العربی بیروت

۱۲۲/۲ سہ حیاة الجہان باب الغنم (الغنم) مصطفیٰ البابی مصر

۱۹۹/۲ سہ القاموس المحیط فصل الغنم باب الزای المعز

اشعة النعمات میں فرماتے ہیں،

بدانکہ اضحیٰ جائز نیست مگر از اہل ولع و غم، و غم دو
صنف است، غم کہ آزار بزرگویند، و ضحان
کہ آزار میشناسند، و در جمیع این اقسام ثنی شرط
ست، مگر از ضحان کہ چند ہم درست است، و
درست نیست از غم۔

دفعہ (۱) میں یہ جائز نہیں ہے۔ (ت)

کیا اس ارشاد سے بھی زیادہ کوئی تصریح صریح درکار ہے، اور بغرض باطل اگر بھڑکھڑا کر
داخل نہ مانتے، اور اس کا اہل ولع و غم، اونٹ گائے بکری سے نہ ہونا بدیہی، تو حاصل یہ رہے گا کہ ■
بہیمۃ الانعام کی چاروں قسم سے خارج ہے، اور بالا جماع قربانی صرف انھیں چار قسم پر محدود، تو بھڑکھڑا کر
ضحان نہیں، تو واجب کہ سرے سے اس کی قربانی بھی باطل ہو اگرچہ کتنی ہی ٹکر ہو، نہ یہ کہ قربانی جائز ہونے
کو تو دضحان میں داخل اور ششماہہ جائز نہ ہونے کو ضحان سے خارج، یہ جمل صریح و قسطنطینیہ ہے، مگر
محکم واضح ہے، اور مستدر روشن، اور اس کا خلاف نہ بین، نہ بین، بلکہ باطل بین، عبارت نہایت
منقولہ استغفار، مذکورہ فتاویٰ کو اگر بعد ازاں معنی ضحان لحاظ کیجئے تو صراحت ہمارا ہی مطلب اس سے ثابت
اور تحقیق معنی ضحان کی نظر سے دیکھتے تو راستا بے علاقہ و ساکت، بات عجیب نکھنوی کہ وجہ اشتباہ عبارت
منح الغفار واقع ہوئی کہ الضحان ما تکنون له الیہ (ضحان وہ ہے جس کی چٹل ہوتی ہے۔ ت) وہم گزرا
کہ الیہ خاص چڑی چٹلی چکتی کو کہتے ہیں جس میں بکثرت چرتی ہو، لہذا ضحان بالتحفیس صنف و نسبہ کا نام
خیال کیا حالانکہ غم میں الیہ مطلقاً وہم کو سپنہ کا نام ہے، کبر و صغرو طول و قصر وغیرہ کچھ اس میں شرط
نہیں۔ نہایت ابن اثیر و مجمع بحار الانوار میں ہے،

ایہ کی جمع آیات ہے اور وہ ہمیشہ کی وہم

آیات جسم الیہ وہی طرفہ الشاة

ہوتی ہے۔ (ت)

۶۰۸/۱	کتب الصلوٰۃ باب الاضحیۃ الفصل الاول	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۲۰۳/۵	کتب الاضحیۃ	دار احیاء التراث العربی بیروت
۱۶۳/۴	حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار بحوالہ المنح الغفار	دار المعرفۃ بیروت
۹۰/۱	مجمع بحار الانوار باب المعزۃ مع الاطام (الشی)	مکتبہ دار المدینۃ المنورۃ

صرّاح میں ہے: اَلَّذِي بِالْفَتْحِ ذَنْبٌ - برہان میں ہے: ذَنْبٌ بَعْضٌ مَعْنَى دُمٌّ لَا حَرَمَ فِتَاوَى اِمَامِ اَهْلِ
قَاذِي خَانٍ وَرَوَاهُ رُوغَيْرِهَا فِي تَصْرِيحِ فَرَمَانِي كَرَامَاتِ خَلْقَةِ صَغِيرَةٍ مَشَابِرُ دُمٍّ يَوْمَ رَوَاهُ هُوَ: خَانِدَہ مِی ہ ہے :
ان کان لہا الیۃ صغیرۃ مثل الذنب خلقة اگر اس کی پتلی چھوٹی دُم کی مانند پیدا کی ہو
جائز ہے۔

یہ بعینہ ہمارے بلاد کی بھڑوں کی صورت ہے ہم نے ان بھڑوں کی دُم کو تشریح کر کے دیکھا وہ ضرور گوشت
اور چربی پر مشتمل ہوتی ہے بخلاف دُم بڑ، بس یہی فرق اَلِیۃ وَ ذَنْبِ مِی ہ ہے، طول و قصر، عظم و صغر و
کثرت و قلت لحم و شحم کو ہرگز اس میں نہ لغت دخل ہے نہ فقہاء، و ہذا اصلاً لا یخفی علی جاہل فضلۃ
عن فاضل (یکسی جاہل پر مخفی نہیں ہے جاسیکے کسی فاضل پر مخفی ہو۔ ت) بات یہ ہے کہ جانوروں جگہ آدمیوں
کے بھی بعض اعضاء صورت و بدیت جگہ نفس وجود و عدم میں اختلاف ممالک سے مختلف ہوتے ہیں اس نے
وہ دونوں میں ہو جائیں گے، نہ ان کے احکام مختلف، فقیر نے بعض بلاد کے اونٹ دیکھے چھوٹے چھوٹے
نہایت خوشنما، بدن پر بڑے بڑے بال مشابہ بریال، پشت پر دو کوہان بلند دم تھیں، بیچ میں نشست
کی جگہ خالی کہ سوار کو آگے پیچھے دو ٹکیوں کا کام دیتے، چینیوں کی ناکیں کس قدر پست و پین، تانایوں کی
آنکیں چھوٹی، رنگیوں کے لب فرود ہشتہ و سطر ہوتے ہیں۔ جسے نا تیرہین الاسکتین کہ مختلف ض
کیا جاتا ہے، زمان مغربیہ میں خلعت نہیں ہوتا، بعض اتراک و خوش کے عصص پر لمحہ زائدہ بقدر
ایک بالشت مثل ذنب ہوتا ہے۔ امام کمال الدین و میری و علامہ زکریا بن محمد بن محمد الساری قزوینی نے
ایک قسم کی بھڑ ذکر کی جس کے چھ اَلِیۃ ہوتے ہیں، ایک سینہ پر، دو شانوں پر، ایک پیچھے، دو رانوں پر۔
یہی اختلاف ممالک دُم کو پسند میں ہے، ان دیار میں پتلی لمبی ہوتی ہے جس میں اُسی کے لائق گوشت اور
چربی، سب میں اکثر چڑی چھوٹی قدرے زیادہ گوشت اور چربی مشتمل، اور بعض خوب پین و دراز
بکثرت لحم شحم، یہ کابل وغیرہ میں کثیر الوجود ہے، اور بعض کی چمکی قراتی بڑی ہوتی ہے کہ اسے چلنے سے
معذور کر دیتی ہے ایک ہلکی گاڑی بنا کر اُسے جوتے اور دُم گاڑی پر رکھ دیتے ہیں جسے وہ کھینچتی
چلتی ہے، کیا ان اختلافات سے یہ انواع مختلف ہو جائیں گی، اور ان کے احکام جدا، ایسا کوئی مائل

لہ الصراح فی فہمہ الصحاح باب الواو والیا (فصل العت) نو کشور لکھنؤ ص ۴۲۹

سہ البرہان

سہ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الاضیۃ فصل فی العیوب نو کشور لکھنؤ ص ۴۲۹

خیال نہیں کر سکتا، عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات میں ہے،

يجلب من الهند نوع من الضان على صفة
الية وعلى كتفه اليتان، وعلى فخذه اليتان
وعلى ذنبه الية، وسهما تكبر الية الضان
حتى تمنعه من المشي فيتخذ لآليتها عجلة
توضع عليها، وتشد إلى صدرها فتمشي
الضان، وتجبر العجلة الالية عليها
ہندوستان سے ایک قسم کی بھیر لائی جاتی ہے اس
کی چھاتی پر چکی، اس کے کندھوں پر دو چکیاں اور
اس کی دونوں رافوں پر دو چکیاں اور اس کی ٹم
پر ایک چکی جوتی ہے اور کبھی یہ چکی اتنی بڑی ہوتی ہے
کہ اس کا بوجھ اس کے چلنے سے مانع ہوتا ہے
تو اس کی چکی کے نیچے ریڑھی بنائی جاتی ہے جس کو
اس کی چھاتی سے باندھ دیتے ہیں تو وہ ریڑھی چکی کو
اٹھائے پھرتی ہے (ت)

اسی طرح حیاء الخیران میں ہے، الی قوله تمنعه من المشي (چکی اس کے چلنے سے مانع ہے، تنگ)
چھ اس قدر کافی نہ ہو ہمارا رسالہ عربیہ ہادی الاضیاع بالاشاء الهندیة طاعت کرے کہ توفیق ملام تحقیق
مقام بالامریز علیہ ہے، واللہ العمد، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۰۴ مسئلہ از ضلع آبرہ ڈاکخانہ وقصہ داتی ساگر مسئلہ محمد یوسف

نقصی سال حکم عمر والے کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

چھ مہینے تک کا ایسا فریضہ حاکم سال بھروالوں کے ساتھ جو تو دور سے تمیز نہ ہو اس کی قربانی
جائز ہے اگرچہ خصی نہ ہو۔ اور بکر سال بھر سے کم کا جائز نہیں اگرچہ خصی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۰۵ مسئلہ از ریاست جے پور سوئی تکیہ آدم شاہ گھاٹ دروازہ مرسلہ مولانا عبدالرحمن عظمیٰ موسیٰ صاحب
۲۰۶ مورخہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بکرا بکری اگر سال بھر سے کسی قدر کم کا ہو، مثلاً گیارہ
مہینہ یا کم و بیش کا، تو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو اس جانور کو جس پر نیست
قربانی کی جو چکی ہے اور پورے سال بھر کا نہیں ہے تو کیا کرنا چاہئے، اور اگر جائز ہے یک سال سے

۱۔ عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات تحت لفظ ضان مصطفیٰ البانی مصر ۲۲۹ ص

۲۔ حیاء الخیران باب الضاد المعجمۃ تحت لفظ الضان " ۶۳۴/۲

کم مدت کا، تو اس کتاب کا درجہ کر دیا جائے تاکہ یہاں دیگر کراٹھینان حاصل کیا جائے۔ بیتوا توجروا۔

الجواب

بکر بکری ایک سال سے کم کا قربانی میں ہرگز جائز نہیں، نہ اس پر قربانی کی نیست صحیح، وہ اس کی ہلک ہے جو چاہے کرے، قربانی کے لئے وہ سراجا نور ہے، ہاں اگر یہ نیست کی ہو کہ آئندہ سال اس کی قربانی کروں گا تو اسے قربانی ہی کے لئے رکھے، اس کا بدن مکروہ ہے۔ در مختار میں ہے،

صح ابن خمس من الابل، وحولیت من البقر والجواموس، وحوول من الشاة والمعنیزہ
پانچ سال کا اونٹ، دو سال کی گائے اور بھینس، اور ایک سال کی بکری اور بھیڑ کی قربانی صحیح ہے۔ دت،

رد المحتار میں ہے،

فی البدائع تقدیرہن الاشارة ذکر لکنہ التقصان ولا الزیادة، فلو حقی بسن اقل لا یجوز، و باکبر یجوز، وهو افضل
بدائع میں ہے کہ ان عروا کا بیان ذکر لہ کی کر و کئے کیلئے ہے زیادتی کو مانع نہیں، تو عمر میں اگر قلیل سی کی ہو تو جائز نہ ہوگا اور بڑا ہو تو جائز ہے جبکہ بڑا افضل ہے۔ دت،

ہاں میں ہے،

لو اشترب بقرة یزید امت یضاحی بہا عن نفسه ثم اشرك فیہا ستة معه جاز استحسانا، و فی القیاس لا یجوز لانه اعدھا للقربة فیمنع عت بیعھا تمولا، وجہ الاستحسان دفع المحسوس والاحسن امت یفعل ذلک قبل الشراء، لیكون ابعد عن صورة الرجوع فی القربة، وعن اچی حنیفة انه یکرہ الاشتراك بعد
اگر اپنے لئے گائے خریدی تاکہ قربانی دے پھر بعد میں چھو اور شریک کر لئے تو استحساناً جائز ہے جبکہ قیاس کے لحاظ سے جائز نہیں کیونکہ اس نے قرین کے طور پر یہ تو مال کے حصول کیلئے فروخت کرنا منع ہے اور استحساناً جواز کی وجہ یہ ہے کہ حرج نہ پیدا ہو اور بہتر یہ ہے کہ خریدنے سے قبل حذر دار بنائے تاکہ قرینت کے معاملہ میں رجوع کی صورت پیدا نہ ہو، جبکہ امام اعظم رحمہ اللہ قضاے سے خرید لینے کے بعد

الشراء لمبايشت۔ (مختصاً) واللہ تعالیٰ اعلم۔ شریک بنانا حکم وہ ہے (مختصاً)۔ (ت)

مسئلہ ۲۰۵۔ مسئلہ عبد اللہ خاں از شہر انبالہ محلہ وکیل پور یکم صفر ۱۳۳۵ھ

جناب مولانا صاحب! بعد سلام علیک کے واضح ہو کہ بقرعید کی قربانی میں بکرا خسی جائز ہے یا نہیں، اور جو کہ قربانی کرے اس کو روزہ رکھنا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب

خصی کی قربانی افضل ہے اور اس میں ثواب زیادہ ہے، اور عید کے دن کاروزہ حرام ہے، ان پہلی سے نویں تک کے روزے بہت افضل ہیں، اس پر قربانی ہو یا نہ ہو، اور سب فعلی روزوں میں بہتر روزہ عرفہ کے دن کا ہے، ان قربانی والے کو یہ مستحب ہے کہ عید کے دن قربانی سے پہلے کچھ نہ کھائے قربانی ہی کے گوشت میں سے پہلے کھائے، مگر یہ روزہ نہیں، نہ اس میں روزہ کی نیت جائز، نہ اس دن اور اس کے بعد تین دن روزہ حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۶۔ مسئلہ قاضی سید واجد علی صاحب مقام جاوہ ضلع ندوہ ریاست گوالیار

نیچ دروازہ ۱۴ صفر ۱۳۳۵ھ

ایک بچہ بکری کا ہے اور وہ گشت کے دودھ سے پرورش پایا، اس کی قربانی کریں تو جائز ہے یا نہیں؟ بیٹنوا توجہ دوا۔

الجواب

جب سال بھر کا ہو جائے اس کی قربانی جائز ہے والمسئلة فی الخانیة وغیرھا (یہ مسئلہ خانیہ وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جملہ صیغۃ التقر واحکم۔

مسئلہ ۲۰۷۔ از بنگالہ محین سنگھ قصبہ کمولہ مرسلہ میاں جاں سرکار ۲۶ جمادی الاول ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، ما قولکم وحکمکم اللہ تعالیٰ (اللہ آپ پر رحم کرے) آپ کا کیا فرمان ہے کہ ہندو نے بکری پالی تھی اس نے ایک بچہ جنا، بعد وہ بکری بقتضائے الہی مری اس بچہ کی ہندو نے ذکرہ نے اپنے پستان کے دودھ سے پرورش کیا، پھر خسی کر دیا، اب وہ بچہ بڑا ہو گیا، ہندو اس کو قربانی کرنا چاہتی ہے، اگر قربانی کرے تو ہندو ذکرہ اور اس کے خاوند کو

اس کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ یقیناً توجہ دو۔

الجواب

بلاشبہ جائز ہے جس کے جواز میں اصلاً گنجائش کلام نہیں۔ فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے،
لو ان جد یا غدی بلبنت الخنزیر کا باس
باحکله، لان لحمه لا یتغیر، وما غدی
به یصیر مستهلكا لا یبقی له اثر یلے

فتاویٰ کبری و فتاویٰ عالمگیری میں ہے،
الجد یحکم اذا کان یرقب بلبنت
الانام والخنزیر، ان اعتلفت
ایا ما فلا باس، لانه بمنزلة
الجلالة، والجلالة اذا
جست ایما فاعلفت لا باس بها
فکذا هذا۔

اور شوہر کے حق میں اگر رضاعت کا خیال ہو تو محض تہل، اول تو حر رضاعت کے بعد رضاعت
نہیں، اور شوہر اتنی ہی عمر کا بچہ جو بھی تو شیر زن مستہک ہو گیا، گوشت کھانا دودھ پینا نہیں۔
در مختار میں ہے،

لا یحرم المخلوط بطعام وکذا لو جئته
لأن اسم الرضاع لا یقع علیه،
بحر، احد مخلصاتہ و الله تعالیٰ
اعلم۔

طعام میں دودھ مخلوط ہو جانے
سے حرمت پیدا نہیں ہوتی اور یونہی اگر دودھ
سے فیز بنا لیا تو صحیح نہیں کیونکہ دودھ پلانے کا
اطلاق اس پر نہیں ہوتا، بحر، احد مخلصاتہ و الله
تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۰ مسئلہ سیدہ منیر الدین پیشکار محلہ کلال ٹولہ، گئی ۱۳۳۹ھ
 کیا فرماتے علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مثلاً کسی نامعلوم شخص کا بیل یا
 گائے زید کے جانوروں میں شامل ہو گیا، اور زید نے اس کو پکڑ کر اپنے قبضہ و تصرف میں رکھا، اور ایام
 قربانی میں چونکہ وہ دو برس سے مکہ کا تھا اس لئے اس کو اپنی لڑکی کی گائے سے بدلہ لڑکی کے بدل کر اس
 لڑکی کی گائے کو قربانی دیا اور غیر سے ذبح کرایا اور اس غیر کو گائے کے کل قصہ مذکور سے واقفیت نہیں،
 (۱) ایسی قربانی جائز ہے یا نہیں؟
 (۲) ذبح کرنے والا گنہگار ہو گیا یا نہیں؟
 (۳) تین سال کی گائے جس کے سینک پہنوز نمودار نہ ہوئے پھر اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) جانور کو تصرف میں رکھنا حرام تھا، اسے بیل کی گائے سے بدلنا حرام تھا، اس گائے کی
 قربانی حرام تھی۔
 (۲) ذابح پر اس کا ذبح کرنا حرام تھا، دونوں سخت گنہگار ہوئے، پھر اگر بیل نے اپنی گائے کی
 قیمت نادانی میں اپنے باپ سے لے لی تو اس کے باپ کی قربانی ادا ہو گئی ورنہ نہیں۔ درمختار میں ہے،
 یصح لو ضعی شاة الغصب ان ضمنہ قیمتھا اگر منصوص بکری قربان کر دی اور اس پر ضمان زندہ بکری
 حیة ای قیمتھا لو كانت حیة۔ واللہ تعالیٰ واللہ سے دیا تو مستحب بانی صحیح ہوگی۔
 اعلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۳) جب دو سال کامل کی ہو گئی قربانی کے قابل ہو گئی اگرچہ سینک کبھی نہ نکلیں۔ واللہ تعالیٰ
 اعلم۔

مسئلہ ۲۱۳ مسئلہ عبد اللہ عرف دین محمد صاحب ساکن شہر کاندھلوی محلہ روہیل ٹولہ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں نے ایک اہل ہندو سے گائے
 مبلغ پینتالیس روپیہ میں خرید کی تھی، اس ہندو نے خرید کرتے وقت دریافت کیا تھا کہ تم کس واسطے اس گائے
 کو لیتے ہو، میں نے اس شخص سے کہا کہ پالنے کو لیتا ہوں، اور اصل میں واسطے قربانی کے لیتی تھی، تو ایک
 مسلمان نے اس شخص سے کہا کہ انھوں نے قربانی کے واسطے لی ہے، اور میں ریلوے کے بڑے بابو کی

ماتحتی میں کام کرتے ہوں وہ بھی اپنی ہنود میں، اس نے باپ سے آکر کہا کہ وہ میری گائے واپس کرادی جائے، انھوں نے میرے مکان پر آدمی روانہ کیا کہ اُس کو مبلغ پانچ روپیہ نفع لے کر واپس کر دو، میں نے نہیں واپس کی، میں کام پر اپنے گیا تو باپ نے کہا کہ وہ گائے واپس کر دو، میں نے اس سے انکار کیا، تو انھوں نے ایک پولیس کے داروغہ سے بہت بڑا زور ڈال کر کہا، اور یہ بھی کہا کہ اگر نہیں دو گے تو ہم تم کو نوکری سے برخاست کر دیں گے تو میں نے بسبب نوکری جانے کے پانچ روپیہ نفع لے کر گائے واپس کر دی، اور مبلغ چالیس روپیہ کی فدا اور گائے قربانی کے واسطے دیا، اب اس میں سے دس روپیہ بچے اس کا کیا کیا جائے، اور لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ تم نے پانچ روپیہ لے کر گائے دی، اور میں نے مجبورادی، اور مجھ کو یہ بھی اندیشہ تھا کہ میری ملازمت جاتی تھی، اور مجھ کو یہ بھی اندیشہ تھا کہ میں ملل گودام ریلوے میں کام کرتا ہوں شاید کچھ الزام نہ لگا دیں، یہ وجہ تھی فقط۔ بیتنا تو جبر واد۔

الجواب

اگر وہ شخص صاحب نصاب ہے، اور اگر یہ بیان واقعی ہے تو اس پر کچھ الزام نہیں، اور پانچ روپیہ نفع کے لئے ان کا تصدق کر دینا چاہئے، اور یہ گائے جو پانچ لم کر کے خریدی اُس کی کوئی معادضہ اس پر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۱۵
مسئلہ از کرتوی ضلع بلایں مسئلہ برآمد عزیم مولوی محمد رضا خاں صاحب مسئلہ

۶ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

(۱) بحضور قبلہ و کعبہ دارین مظلوم العالی بجاہ النبی الرؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و سلام سنت اسلام کے بعد عرض ہے کہ قربانی کی غرض سے دو گائیں خریدنے کو چاروں کو روپیہ دے کر بھیجا، وہ دو گائیں خرید لئے جو ان قیمت ثابت ہوئیں، اس پر اور دو گائیں منگوائیں، وہ بھی بسبب گرانی قیمت کے، اور یہ کہ ان موخر گائیوں ہی سے ایک پر گا بھن کا خیال ہے، جس نے فروخت کی وہ بولا ہا ہے کہتا ہے کہ گا بھن ہو گئی ہے مگر ابھی کھل تھن ہے جس کو اور لوگ بھی گا بھن کہہ سکیں، صرف دو جانیں کا خیال قربانی کا تھا آیا ان گائیوں کا فروخت کرنا جائز ہو گا یا نہیں، ان کے عوض میں اپنی گائیں دے سکتا ہوں یا نہیں ایک گائے یا رسال قربانی کے واسطے منگوائی تھی (ان چاروں کو وقت آنے کے قربانی کے واسطے نامزد نہیں کیا، یا رسال والی کو نامزد کر دیا تھا) روانگی کے وقت لنگڑی ہو گئی بریلی جانے کے قابل نہ رہی اب اچھی ہے دو مہینہ بعد اندازاً بیبا چلے گی، اس کی نسبت کیا حکم ہے؟ آیا وہ میرا مال ہے یا قربانی کا؟

(۲) قرآن مجید بانیں ماتہ میں بادھو لے کر تلاوت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) جان برادر بلکہ از جان بہتر مولوی محمد رضا خاں سلطہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

جو گائے قربانی کے لئے تھی اور وہ ٹنگڑی چوکی اور اس کے عوض دوسری کر دی، اب وہ گائے تمہارا مال ہے جو چاہو کرو، جب روپیہ دے کر گائیں خریدنے کو بھیجا اس سے اگر یہ نیت تھی کہ دیکھنے کے لئے خریدتے ہیں جس کی قربانی مناسب ہائیں گے کریں گے ورنہ اور پس گے، تو وہ گائیں قربانی کے لئے مخصوص نہ ہوتیں اور ان کے بدلے اپنے پاس سے یا اور خرید کر قربانی کرو، اور اگر مخصوص قربانی کے لئے خریدیں، اور اب اس وجہ سے کہ یہ زائد قیمت کی ہیں، انہیں نہ کرنا چاہو، اور ان کے بدلے اپنے پاس سے یا کوئی اور بے کر ان سے کم قیمت کی قربانی کرو تو قربانی ہو جائے گی اور وہ پہلی گائیں جو بارگاہ اختیار ہے، مگر ایسا کرنا جائز نہ ہوگا کہ جب ان پر مخصوص قربانی کی نیت ہوئی تھی، تو ان کو اگر بدلے تو ان سے بہتر سے بدلتے دکر کتر سے جبکہ کتر سے بدلا تو جتنی زیادتی رہی، اتنے دام تصدق کرنے کا حکم ہے، مثلاً دس روپیہ کی گائے قربانی کو خریدی تھی پھر اس کے بدلے سات روپے کی قربانی کر دی تو تین روپے تصدق کئے جائیں، یہ تو سال گذشتہ کا علاج ہے اور ہر سال کہ ابھی قربانی نہیں ہوئی وہی پہلی گائیں اگر قربانی کے لئے خریدی تھیں خواہی خواہی قربانی کی جائیں اور ان سے کم قیمت کی ہرگز نہ بدلی جائیں کہ قصداً خلاف کر کے ہرمانہ دینا جہارت ہے بلکہ خلاف حکم کیا ہی نہ چاہئے، قربانی میں یا مخصوص ارشاد ہو کہ دل کی خوشی سے کہ وہ صراط پر تمہاری سہاریاں ہیں، پہلوں کو گراں سمجھ کر جو دوسری خریدیں اور ان میں ایک گناہن ہے یا نہیں، ہر حال ان کا تم کو اختیار ہے کہ سرکاری مطالبہ پہلی گائیوں سے متعلق ہو چکا اسی شرط پر کہ آدمی ارادہ سے بچے ہوں کہ جو جانور یہ لائیں قربانی کریں گے نہ اس ارادہ سے کہ دیکھ کر مناسب سمجھیں گے کرینگے۔

(۲) قرآن مجید با وضو ہاتھ میں لے کر تلاوت کر سکتا ہے، جبکہ اُس کے لئے کوئی وجہ ہو مثلاً داہنا ہاتھ خالی

نہیں یا چھک گیا۔ والسلام، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۶ مسئلہ امام علی صاحب ازبکینی ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو گائیں خریدی گئیں شرکت میں، قیمت جدا جدا کی گئی چودہ حصے کئے گئے، قربانی کے بعد دونوں کا گوشت یکجا لیا کر برابر حصوں میں تقسیم کر دیا گیا، ایک گائے کم قیمت یعنی دس حصوں کی اور دوسری دس حصوں کی، ان چودہ حصوں میں ہر شخص کا برابر حصہ قیمت و گوشت میں کیا گیا، یہ صورت جواز کی ہوئی یا نہیں؟

الجواب

دو دنوں مشترکوں کی رضا سے اس میں کچھ حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۴ از موضع سرشیاں خلیع بریٹی مرسلہ امیر علی صاحب مورخہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ
(۱) ایک شخص نے قصاب سے گائے منگائی اس نیت سے خرید کر کہ وہ آجائیکے تو بے شریک حصہ ہوئے
شریک سمجھوں گا۔

(۲) ایک جگہ دیکھا کہ فقراء کے گوشت میں آنت، او جھڑی بالکل ذال کے تقسیم کرتے ہیں، دوسروں
میں نہیں۔

(۳) ایک جگہ دیکھا ہے کہ سر اور پیر سقے اور عمام کو، اور ایک پارچہ قصاب کو۔

(۴) بعض لوگوں کو دیکھا ہے قربانی یا فقیہ یا نیاز میں کھانا بھنگی کو دیتے ہیں۔

(۵) قربانی گائے میں نصف ایک شخص ہو اور نصف میں دو شریک یا تین، درست ہے یا نہیں، اور
نصف میں چار جو جائیں، یہ کیونکر ہے؟ بیٹھا توجروا۔

الجواب

(۱) جائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) یہ بجا کہتے ہیں، مستحب یہ ہے کہ تھائی حصہ گوشت کا فیروں کو ملے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) سقے، عمام، قصاب کا قربانی میں کوئی حصہ نہیں، دینے کا اختیار ہے، مگر قصاب کی اگر یہ اجرت قرار
پائی تو حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) بہت بُرا کرتے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) نصف میں تین تک شریک ہو سکتے ہیں اور نصف گائے ایک کی جو ۱۰ اور دوسرے میں چار شریک ہوں

تو ان پانچوں میں کسی کی قربانی ادا نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۲ از جگہ ام شریف خلیع بردوی محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم میاں صاحب

۲۶ ذی قعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو یا چار یا سات آدمیوں نے ایک گائے قربانی کے
واسطے خریدی منجملان کے ایک شخص نے قیمت نہ وقت خرید کے ادا کی نہ بعد اور وہ شریک رہا، پس اس
صورت میں کسی کی یا اس کی قربانی میں حرج یا غیر یا تو واقع نہیں ہوا، جواب اس کا بجا عبارت مرحمت
فرمایا جائے کہ ضرورت ہے۔ بیٹھا توجروا۔

الجواب

بیع نفس ایجاب وقبول سے نام پر بیع ملک مشتری میں داخل، اور ثمن ضرر لازم ہوتی ہے اور اسے ثمن حصول ملک کے لئے شرط نہیں، اگر نہ دے گا تو بائع کا دیون رہے گا، بیع میں ملک تام ہے،
فی التذویر اذا وجد (ای الایجاب والقبول) تنزیہ میں ہے، جب ایجاب وقبول پایا جائے
لزم البیوع

اسی میں ہے،

وصحہ ثمن حال وموجب الی معلومیتہ نقد اور ادھار مقرر مدت ہر تو بیع حبانز
ہے (ت)

پس جب شرکائے مشتری ملک کا دیتے اور انھوں نے بنیت انھیں قربانی کی، سب کی قربانی ادا ہوگئی،
ثمن کا مطالبہ اس شریک پر رہا، اگر بنیت قربانی ہی سے دست بردار ہو کر اصلاً ذبح نہ چاہتا یا خالی گوشت
وغیرہ امور غیر قربت کی نیت سے ذبح چاہتا، اور ایسی حالت میں بغیر شریک بنیت قربانی ذبح کر لیتے تو
کسی کی قربانی ادا نہ ہوتی کہ ان میں ایک شریک کی نیت تعزب نہیں،

فی التذویر ان کان شریک الستة نصرانیا او تنزیہ الابصار میں ہے اگر قربانی کو نیوالے کے ساتھ
مورید الختم لم یجز عن واحد: واللہ تعالیٰ باقی چھ میں کوئی نصرانی یا گوشت کے ادا سے ہے
اعلم۔ شریک ہو تو کسی کی قربانی صحیح نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۲۳ مسئلہ مرسل صاحب علی طالب علم از جاوہر ۱۴ صفر المظفر ۱۳۳۵ھ

ایک گائے کو چھ شخصوں نے قربانی کی، ایک کے دو حصے نفلی اور پانچ شخصوں کے واجبی، تو کیا دو
حصہ والا شخص بعد ذبح گائے، قبل تقسیم گوشت کے ایک حصہ میں دوسرے شخص کو شریک کر سکتا ہے یا
نہیں؟ بتیوا تو جروا۔

الجواب

قربانی اراۃ دوم کا نام ہے، اور اب اراۃ دوم ہوگئی، تو دوسرے کی طرف اس کا اشتغال نامکن ہے،

سہ درمیان شرح تنزیہ الابصار	کتاب البیوع	مطبع مجتہبی دہلی	۵/۲
۱۰	۱۰	۱۰	۶/۲
۱۰	۱۰	۱۰	۲۳۳/۲

ہاں اس کا ثواب یا گوشت چھپے چاہے دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۲ از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئلہ عزیز احمد فرید پوری ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ
کیا قربانی میں ملائے دیں اس مسئلہ میں کہ قربانی عید اضحیٰ کے پوست کی قیمت گوشت کی طرح تین
حصوں پر تقسیم کی جائے یا تمام و کمال قیمت خیرات کر دی جائے اور کمال کا اپنے صرف میں لانا صاحب قربانی
کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اور کمال قربانی کی قیمت سید کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ در صورت عدم جواز
کوئی شرعی حیلہ تحریر فرمائیے۔ بتینواتوجروا۔

الجواب

کمال اپنے اپنے صرف میں لاسکتا ہے جس میں کمال باقی رہے، مثلاً مشک، ڈول یا کتاب
کی جلد بنا سکتا ہے۔ کمال اگر اپنے خرچ میں جانے کی نیت سے دامن کو بیچے تو وہ دام تمام خیرات کرے، یعنی
فقیر محتاج صرف زکوٰۃ کر دے، سید کو نہیں دے سکتا، اور اگر سید کو دینے کی نیت سے بیچے تو وہ دام سید
کو دے، تین حصوں کا حکم گوشت میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۲۲۳ از موضع ذوالہوزیم تحصیل ضلع آترکٹرہ مسئلہ میان شمس الدین صاحب خنی قادری

۷ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

مولوی غلام قادر صاحب بھروی نے مسئلہ قربانی اور کتاب اسلام میں لکھا ہے کہ اگر خنی قبل از پیام
عید قربانی خریدے، وہ واجب بالذکر ہو جائے گا، وہ سب گوشت فقرار کو صدقہ کرے آپ نہ کھائے،
ایسے ہی فقیر جس پر قربانی واجب نہیں، لیکن اس نے کتاب کا حوالہ نہ دیا، اس لئے بعض جہلاء احناف
کو تردد ہے، براہ مہربانی حوالہ کتب سے ارشاد ہو، اور یہ بھی آپ تحریر فرمائیں کہ کس قریہ میں قربانی قبل
از عید بعد طلوع آفتاب عند الخفیہ جائز ہے، یا باوجود قریہ جامع ہونے کے بھی بعد طلوع قربانی درست ہے
کیونکہ کتب فقہ میں لفظ دیر یعنی گاہل واقع ہے، اور بعض کتب میں لکھا ہے کہ جس گاہل میں چند کس
حر باغ آزاد ہوں بعد واجب ہے، جب بعد واجب ہوا تو عید بھی وہاں درست ہوگی، پھر بعد عید
قربانی ہوگی یا بعد طلوع قبل از عید؟ جواب ہر ایسی ڈاک مرمت ہو۔ والسلام

الجواب

فقیر اگر نیست قربانی خریدے اس پر خاص اس جانور کی قربانی واجب ہو جاتی ہے، اگر جانور
اس کی ملک میں تھا اور قربانی کی نیت کر لی یا خرید، مگر خریدتے وقت نیست قربانی نہ تھی، تو اس پر واجب
نہ ہوگا۔ خنی پر ایک اضحیہ خود واجب ہے، اور اگر اور نہ دیکھتے تو وہ بھی واجب ہوگا، اس

جہالت میں بھی یہی ہے کہ واجب با نذر ہو جائے گا یعنی نذر کہنے سے واجب ہو گا نہ کہ غنی پر مجرد خریداری سے۔
در مختار میں ہے،

نذر دالا اور فقیر جس نے قربانی کی نیت سے خریدا
تھا، یہ صدقہ کیلئے کیونکہ نذر اور خریدنے کی بنا پر
ان پر واجب ہو گیا تھا (طعناً)۔ (دست)

ردالمحتار میں ہے،

فَوَكانَ - في ملكه فَنَوَى ان يَصْطَفِي بَهَا ، او
اشْتَرَاهَا ، وَلَمْ يَنْوِ الاَضْحِيَةَ وَقت الشراء
ثُمَّ نَوَى بَعْدَ ذَلِكَ لا يَجِبُ ، لان النية
لَمْ تَعَارَفَتْ الشراء فَلَا تَعْتَبِرُ ،
بِدا ثَمَّ يَكُنْ

در مختار میں ہے،

لَوْ مَاتَتْ فَعَلَى الْغَنِيِّ غَيْرَهَا لا الْفَقِيرَ ، وَلَوْ
ضَلَّتْ او سُرِقَتْ فَشَرَى اخْرَى فَظَهَرَتْ
فَعَلَى الْغَنِيِّ احدا هَا وعلَى الْفَقِيرِ كلاهما
شُمْنِي يَكُنْ
اگر مرے تو غنی پر دوسرا واجب ہے فقیر پر نہیں،
اور اگر گم ہو جائے یا چھدی ہو جائے تو دوسری
خریدی اور پہلی مل گئی تو غنی پر ایک ہی لازم
ہوگی جبکہ فقیر پر دونوں کی قربانی واجب ہوگی،
شمنی۔ (دست)

جو شہر نہ ہو اس میں نہ نماز جمعہ ہے نہ نماز عید، سو دوسروں کی آبادی کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ اُس میں
متعدد محلے ہوں، دائم بازار ہوں، دو پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات گئے جاتے ہوں۔ اُس میں
فصل مقدّمات پر کوئی حاکم مقرر ہو وہ شہر ہے، جہاں ایسا نہیں صبح سے قربانی جائز ہے، ہوا نسیم
الذی علیہ المحققون کما فی الغنیۃ (وہی صبح ہے جس پر محقق حضرات ہیں، جیسا کہ غنیہ میں ہے۔ تہذیب اللہ
تعالیٰ اعظم۔

۲۴۲/۲	مطبع مجتہبی دہلی	کتاب الاضحية	۱۷ در مختار
۲۰۴/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۱۸ ردالمحتار
۲۳۳/۲	مطبع مجتہبی دہلی	"	۱۹ در مختار

مسئلہ ۲۲۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سات شخصوں نے ایک دوسرے کے واسطے قربانی خرید کی، وہ گائے خراہ ہو گئی، اس کو ہر چہ تلاش کیا سب کا بچہ پاؤس اور اس شخص کے مکان پر، اور اس کے نواح میں بھی جہاں سے اس کو خریدا تھا، آج وہ گائے بقتلہ تعالے ہاتھ آگئی، اب اس گائے کے واسطے کیا حکم ہے اور کس طرح سے ہم کو ثواب قربانی کا حاصل ہوگا؟

الجواب

ساتوں شخص اس گائے کو زندہ خیرات کر دیں کسی فقیر کو دے ڈالیں، بیان سائل سے معلوم ہوا کہ ان میں پانچ شخص صاحب نصاب تھے، ان پانچوں پر واجب تھا کہ اگر وہ گائے گم ہو گئی تھی، اور گائے یا بکریاں لے کر بارہویں تاریخ تک قربانی کر لیتے، اب کو بارہویں گزار دی اور قربانی نہ کی، یہ پانچوں گنہگار ہوئے، ان پر توبہ و استغفار واجب ہے، اور گائے کی نسبت ساتوں پر واجب ہے کہ زندہ خیرات کر دیں۔ رد المحتار میں ہے :

فَكَرَى الْبِدَايَةُ النَّمَانُ الصَّحِيحُ أَنْتَ الشَّاةُ
الْمُشْتَرَاةُ لِلْأَضْحِيَةِ إِذَا لَمْ يَضْمَحْ بِهَا أَحَقُّ
مَضَى الْوَقْتُ يَتَصَدَّقُ الْمَوْسِرُ بِعِيسَتِهَا
حَيَّةٌ كَالْفَقِيرِ بِإِخْلَافِ بَيْنِ أَصْحَابِنَا فَأَمَّا
مَحْمَدٌ إِذَا قَالَ وَهَذَا أَقُولُ ابْنِي حَنِيفَةً وَابْنِي يَوْمًا
وَقَوْلُنَا اللَّهُ وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ.

جائع میں ذکر کیا کہ صحیح یہ ہے کہ جو قربانی کے لئے خرید شدہ بکری کی قربانی نہ کر سکا اور وقت گزر گیا تو غنی شخص اس زندہ کو ہی صدقہ کرے جیسا کہ فقیر کے لئے یہ حکم بلا خلاف ہمارے اصحاب میں ہے کیونکہ امام محمد نے فرمایا: یہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف اور ہمارا قول ہے رحمہم اللہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم (دست)

مسئلہ ۲۳۰

۱۰ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید پر دیس میں ہے اس کی جانب سے اس کا کوئی عزیز قربانی کر دے تو فرض زید پر سے اتر جائے گا یا اجازت کی ضرورت ہے؟

الجواب

قربانی و صدقہ فطر عبادت ہے اور عبادت میں نیت شرط ہے تو بلا اجازت ناممکن ہے، یاں اجازت کے لئے عراضہ ہونا ضرور نہیں ولایت کافی ہے، مثلاً زید اس کے عیال میں ہے، اس کا کھانا پہننا سب اس کے

پاس سے ہونا ہے، یا یہ اس کا ذکیل مطلق ہے، یا اس کے کاروبار یہ کیا کرتا ہے، ان صورتوں میں ادا ہو جائیگی، درمختار میں ہے۔

لا عن زوجته ولادة الكبير العاقل، ولو ادعى
عنهما بلا اذن اجزا استحصانا للاذن عادة ای
لوفی عیالہ والا فلا قہستانی عن المحيط،
فلیحفظ، قلت و مسئلة القائم باسورة
بامرہ اظہر وانہر لوجود الاذن ولو
فی ضمن العام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

میں کہتا ہوں اگر دو بیٹا والد کے کام میں مشغول ہو والد کے حکم سے تو پھر یہ مسئلہ زیادہ ظاہر اور بہتر ہے
کیونکہ اذن پایا گیا اگرچہ عام کے ضمن میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (د)

مسئلہ ۲۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آیا آدمی پر اولاد صغار کی طرف سے قربانی
مثل صدقہ فطر واجب ہے، اپنے مال سے کرے یا ہر شخص اپنی علیحدہ کرے، اور جس قدر چاہے اس
قدر کرے۔ بیّنوا تو خبر ذی۔

الجواب

اولاد صغار کی طرف سے قربانی اپنے مال سے کرنا واجب نہیں، بانی مستحب ہے، اور شربانی
جس پر واجب ہے اس پر ایک ہی واجب ہے زیادہ نفل ہے، چاہے ہزار جانور قربانی کرے گا
ثواب ہے، نہ کرے گا کچھ مواخذہ نہیں۔

فی الدار المختار تجب التضحية عن نفسه
لا عن طفله علی الظاہر، بخلاف
الفطرة، شاة او سبع بدنة
او ملتقطا، وفي الخانیة
فی ظاہر الردایة یشحب

درمختار میں ہے قربانی خود اپنی طرف سے واجب ہے،
نابالغ اولاد کی طرف سے اس پر واجب نہیں
بخلاف فطرانہ کے، قربانی کے لئے بکری یا اونٹ
یا گائے کا ساتواں حصہ واجب ہے اور ملتقطا،
اور خانہ میں ہے کہ ظاہر روایت یہ کہ نابالغ کی طرف

ولا يجب بخلاف صدقة الفطر، والفتوى على ظاهر الرواية اخصا، والله تعالى اعلم۔
سے مستحب ہے واجب نہیں بخلاف صدقہ فطر کے، اور فتویٰ ظاہر روایت پر ہے اخصا، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۹ از دیورنیاں ضلع بریلی مسئلہ چیم بخش بروز شنبہ ۱۱ مارچ ۱۳۲۳
جناب مولوی صاحب قبلہ! بعض اداۓ آداب کے عرض ہے، دیگر احوال یہ ہے، ایک شخص نے ایک راس بکری میدائے قربانی کی اور اس کی کلجی ٹول اور خاسریں باندھ کر قربانہ میں دفن کیا اور راس مذکور کا گوشت سب تقسیم کر دیا، اپنے لئے قلعی نہیں رکھا، محلہ والوں نے سبب دریافت کیا تو اُس نے جواب دیا کہ مجھ کو اپنے فعل کا اختیار ہے، تحریر فرمائیے کہ یہ قربانی جائز ہے یا کیا قصہ ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے کوئی ٹٹکا کیا ہے، تحریر فرمائیے کہ کیا وجہ ہے؟

الجواب

کلجی دفن کرنا مال ضائع کرنا ہے اور اضافت مال ناجائز، اگر اس نے بہ نیت قربانی جانور مولا تعالیٰ کیلئے ذبح کیا تو قربانی ہوگئی اور بعد کو اس کا یہ فعل منافق قربانی نہیں، اور اگر سرے سے اس کا ذبح ہی کسی ٹٹکے یا غل کیلئے تھا نہ بہ نیت اداۓ واجب تو قربانی نہ ہوئی۔ دھو تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۲۳۰ از موضع بہدور ضلع پٹنہ مرسلہ مولوی عبدالحکیم صاحب ڈاکخانہ سرورہ بروز چار شنبہ ۳ ذیقعدہ ۱۳۲۳

ورثۃ الانبیاء کیا حکم دیتے ہیں اس مسئلہ میں کہ منہانب میت جو قربانی دی جائے اُس گوشت کو کس طرح تقسیم کیا جائے، اس کا رواج ہے کہ ایک حصہ خویش و اقربار اور ایک وقف علی المساکین، اور تیسرا حصہ وقف کیا جاتا ہے۔ مع دلیل جواب ارشاد ہو۔ بیٹنوا توجہ روا۔

الجواب

اس کے بھی یہی حکم ہیں جو اپنی قربانی کے، کھانے، کھانے، تصدق، سب کا اختیار ہے، اور مستحب تین حصے ہیں، ایک اپنا، ایک اقارب، ایک مساکین کا۔ ہاں اگر میت کی طرف سے حکم میت کرے، تو وہ سب تصدق کی جائے۔ رد المحتار میں ہے،

من ضعی عن الميت یصلہ کما یصلہ فی الخبیۃ اگر میت کی طرف سے قربانی کی تو صدقہ اور کھانے میں

نفسه من الصدق والأكمل والاجر للميت و میں اپنی ذاتی قربانی والا معاملہ کیا جائے اور اجر و ثواب
 الملك. لهذا يجوز قال الصدق والمختار انه امت باہر میت کے لئے ہوگا اور ملکیت ذبح کرنے والے کی
 الميت لا ياكل من ذبوا الا ياكل بزانية ہوگی، فرمایا احمد نے اور مختاریہ ہے کہ اگر میت کی
 وصیت پر قربانی اس کے لئے کی تو خود نہ کھائے ورنہ کھائے، برازیرہ (۱۰۷)

اور فقیر کا معمول ہے کہ قربانی ہر سال اپنے حضرت والد ماجد خاتم الحقیقین قدس سرہ العزیز کی طرف سے
 کرتا ہے اور اس کا گوشت پوست سب تصدق کر دیتا ہے اور ایک قربانی حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ علیہ
 وسلم کی طرف سے کرتا ہے، اور اس کا گوشت پوست سب نذر حضرات سادات کوام کرتا ہے، تقبل اللہ
 تعالیٰ عنی ومن المسلمین (آمین) (اللہ تعالیٰ میری طرف اور سب مسلمانوں کی طرف سے قبول فرمائے، آمین)
 واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۱ از قصبہ حافظ گنج ضلع بریلی مرسلہ ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۳۱ھ

گوشت قربانی کا جو بقر عید میں اہل اسلام میں ہوتا ہے وہ اہل ہند کو دیا جائے یا نہیں؟ اس مسئلہ کی
 ہم کا ضرورت ہے، جواب سے مطلع فرمائیے گا۔

الجواب

قربانی اگر فقیر نے کی ہو اس کا گوشت کسی کافر کو دینا جائز نہیں، اگر دے گا تو اتنے گوشت کا تاوان دینا
 لازم ہوگا، اور اگر غنی نے کی تو ذبح کرنے سے اس کا واجب ادا ہو گیا، گوشت کا اسے اختیار ہے، مگر مستحب یہ ہے
 کہ اس کے تین حصے کر لے، ایک حصہ اپنے لئے، ایک عزیزوں غوثیوں کے لئے، ایک تصدق کے لئے، یہاں
 کے کفار کو دینا ان تینوں مدوں سے خارج ہے، لہذا انھیں دینا خلاف مستحب ہے، اور اپنے مسلمان بھائی
 کو چھڑ کر کافر کو دینا حماقت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳۲ از چنور گڑھ محلہ چھپیاں مسؤل جمیع مسلمانان گنہ گار ۱۵ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قربانی کا، حقیقہ کا گوشت کافر کو دینا جائز ہے یا
 ناجائز؟ اسی طرح قربانی کے روده اور آنت کا کافر کو دینا کیسا؟ اور اگر کسی نے نہ جاننے کی حالت میں
 گوشت یا روده وغیرہ دلایا تو اس کی قربانی ادا ہوئی یا نہیں؟

الجواب

آنت کھانے کی چیز نہیں، پھینک دینے کی چیز ہے، وہ اگر کافر لے جائے یا کافر کو دے دی جائے تو حرج نہیں،

الْمَخْبِثَاتُ لِلْمَخْبِثِينَ وَالْمَخْبِثُونَ لِلْمَخْبِثَاتِ۔ یعنی خبیث چیزیں خبیث ذائقے والے اور خبیث لوگ خبیث چیزوں کے لئے (دست)

یہاں کے کافروں کو گوشت دینا جائز نہیں، وہ خاص مسلمانوں کا حق ہے،
وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ۔ طیب چیزیں طیب لوگوں کے لئے اور طیب لوگ طیب چیزوں کے لئے (دست)

پھر بھی اگر کوئی اپنی جہالت سے دے گا قربانی میں کوئی حرج نہ کرے گا۔ وھو اعلم۔
مسئلہ ۲۳۳ مسئلہ اکبرایارخان باسٹندہ سوداگری محلہ بریلی سوداگر چشمہ بروز جمعہ ۱۱ رزد القعدہ ۱۳۳۲ء
ایک شخص نے ایک قربانی تین آدمیوں کے نام جو مر گئے ہیں، کیا، وہ فرماتے ہیں قربانی درست ہوتی یا نہیں؟

الجواب

قربانی اللہ عزوجل کے لئے کی، اور اس کا ثواب جتنے مسلمانوں کو پہنچانا چاہا اگرچہ عام امت مرعور کہ تو قربانی درست ہوگی، اور ثواب سب کو پہنچے گا، اور اگر ان تینوں بچوں نے اپنی طرف سے قربانی کی وصیتیں کی تھیں، تو ہر ایک کے مال سے بجا قربانی لازم ہے، ایک قربانی دو کی طرف سے نہیں ہو سکتی اگر کی جائے تو کسی کی طرف سے نہ ہوگی محض گوشت ہوگا۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۴ از سیٹیا پور ڈاکخانہ خیر آباد حدسہ نیازہ مرسلہ لشکر رائہ صاحبہ

۲۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید نے نیت قربانی کی اور عمرو نے حقیقہ کی نیت، جانور واحد میں کر کے جانور سلال کیا، اور دونوں نے آپس میں برابر گوشت تقسیم کر لیا، عمرو کا حقیقہ اور زید کی قربانی صحیح ہوتی یا نہیں؟

الجواب

گائے یا اونٹ میں دو سے سات تک شریک ہو سکتے ہیں، اور صحیح یہ ہے کہ کسی طرح باہم

معہ اصل میں بیاض تھی اندازہ سے درست کیا۔

حصہ کریں جبکہ ایک حصہ سے کم نہ ہو جائز ہے، ہاں اگر ایک نے سوا چھ حصے لئے دوسرے نے پون 'تو وہ جائز
نرا گوشت ہو گیا قربانی و حقیقہ کچھ نہ ہوا، نہ اس پون والے کا نہ سوا چھ والے کا، کہ ایک حصہ سے کم میں اقرب
نہیں ہو سکتا، اور جب اس کے ایک جز میں نہ ہوا تو کسی جز میں نہ ہوا، اشرع و جل ہر شریک سے غنی ہے
یہ نہیں ہو سکتا کہ بعض اُس کے لئے اور بعض غیر کے لئے، جس کا ایک ذرہ غیر کے لئے ہو وہ کل غیر کے لئے ہے،
یہاں جبکہ دو شخصوں میں گائے نصف نصف ہے تو ہر ایک کے ساڑھے تین حصے ہوتے، ایک حصہ ڈاکٹر اور سالم
جسے موجود ہیں، اور قربانی حقیقہ دونوں کا ہی کے لئے ہیں لہذا دونوں صحیح ہو گئے سدا شدہ حصے اعلیٰ
مسئلہ ۲۳۵ ۹ ر ذی الحجہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ بکرے دو وطن غصی کے جاتے ہیں، ایک یہ کہ رئیس کوٹ
دی جائیں اس میں کوئی عضو کم نہیں ہوتا، دوسرے یہ کہ آلت تراش کر پھینک دی جاتی ہے، اس
صورت میں ایک عضو کم ہو گیا، آیا ایسے غصی کی بھی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ بوجہ مذکور مانعت کرتے
ہیں۔ بیتنا اتوجروا۔

الجواب

جائز ہے کہ اس کی کمی سے اس جانور میں عیب نہیں آتا بکرہ مسنن بڑھ جاتا ہے کہ غصی کا گوشت نسبت
قل کے زیادہ اچھا ہوتا ہے فی الہندیۃ عن الخلاصۃ یجوز المجبوب العاجز عن الجماع الخ (ہندیہ
میں خلاصہ سے منقول ہے کہ ذکر کثا جحفی کے قابل ذرا بہ قربانی میں جائز ہے الخ۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۲۳۶ ۹ ر ذی الحجہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ ایک گائے کا کان چرا ہوا ہے بیسے گاؤں کے لوگ پھین
میں کان چر دیتے ہیں کہ طول یا عرض میں شق ہو جاتا ہے مگر وہ ٹکڑا کان ہی میں لگا رہتا ہے جدا نہیں ہوتا اور
اس کے سینک جو گھوم کر چہرے پر آئے، اور ایک سینک آنکھ تک آیا جس سے آنکھ کو نقصان پہنچنے کا احتمال
تھا اُس کی نوک تراش دی گئی، ایسی گائے کی قربانی شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بیتنا اتوجروا۔

الجواب

بلاشبہ جائز ہے، مگر مستحب یہ ہے کہ کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں یا نکل سلامت ہوں،
فی العالکیریۃ تجزئ الشرقاء وھـ عالمگیری میں ہے قربانی شرعاً جائز ہے یہ وہ ہے

جس کے کان لمبائی میں چرسے ہوئے ہوں، اور مقابلہ جائز ہے یہ وہ جائز ہے جس کے کان کا انکلا کچھ حصہ کٹا ہو لیکن جہاز ہو بلکہ لٹکا ہوا ہو، اور مدبرہ جائز ہے یہ وہ ہے جس کے کا پچھلا حصہ اسی طرح کٹا ہو۔ یہ صفات بکری کی ہیں، اور جو مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شرقاء، مقابلہ، مدبرہ اور خرقاء کی قربانی سے منع فرمایا ہے، تو شرقاء، مقابلہ اور مدبرہ میں یہ بھی تنزیہ پر محمول ہے جبکہ کثیر کی حد میں اقوال کا اختلاف ہے، ہاتھ میں یوں ہے۔ (ت)

مشقوقۃ الاذن طولاً، والمقابلۃ ان یقطع من مقدم اذنها شحٹ ولا یمان بل یترک معلقاً، والمدابرة ان یفعل ذلک بمؤخر الاذن من الشاة، وما روی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہی ان یضعی بالشرقاء والمقابلۃ والمدابرة والخرقاء، قالہ فی الشرقاء والمقابلۃ والمدابرة محمول علی السند وفي الخرقاء علی اکثر علی اختلاف الاقوال فی حد اکثر کذا فی البدائع

رواۃ الخماریں ہے،

جہاز کی قربانی جائز ہے یہ وہ ہے جس کے سینک پیدائشی طور پر نہ ہوں، اور یوں غلط بھی جائز ہے یہ وہ ہے جس کے سینک کا کچھ حصہ ٹوٹا ہوا ہو، اور غیر میں اگر سینک ٹخ سمیت ٹوٹا ہو تو ناجائز ہے، قسمتانی، اور بدائع میں ہے اگر سینک کا ٹوٹنا مشاش تک ہو جائے تو ناجائز ہے، اور مشاش یہ ہڈی کا براہ ہے جیسے گھٹنے اور کنڈیاں ہیں واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

یضعی بالجسماء ہی التی لا قرۃ لہا خلقة و کذا العظام التی ذهب بعض قریہا بالکسر او غیرہ فان بلغ الکسر الموضع لم یجز قہستانی، وفي البدائع ان بلغ الکسر المشاش لا یجزی والمشاش مرؤس العظام مثل الرکبتین والمرقیقۃ اللہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مشکلہ ۲۳ ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۴۳ھ

ایک راس عقیقہ کے لئے خریدی اس کا سینک ٹوٹ گیا، اب دوبارہ پھر نکل آیا یہ راس قابل قربانی ہے یا نہیں؟ بیٹو! توجروا۔

الجواب

سینگ ٹوٹنا اس وقت قربانی سے مانع ہوتا ہے جبکہ سر کے اندر جڑ تک ٹوٹے، اگر لوہر کا حصہ ٹوٹ جائے تو مانع نہیں،

في رد المحتار يضيح بالجاء وهي التي لا قوت لها خلقة، وكذا العظام التي ذهب بعض قرونها بالكسر أو غيره، فأنه بلغ الكسر إلى الصخر لم يجز قهستاناً، وفي الابدان بلغ الكسر المشاش لا يجزئ والمشاش رأس العظام مثل المركبتين والمر فقين الله۔

رد المحتار میں ہے جہاں کی قربانی جائز ہے یہ وہ ہے کہ جس کے سینگ پیدائشی نہ ہوں، اور یوں غلطاً بھی، یہ وہ ہے کہ جس کے سینگ کا کچھ حصہ ٹوٹا ہو، اور مخ تک ٹوٹ چکا ہو تو ناجائز ہے، قسمستانی۔ اور جہاں میں ہے اگر یہ ٹوٹ مشاش تک ہو تو ناجائز ہے اور مشاش ہڈی کے سر سے کہہ سکتے ہیں جیسے گھٹنے اور کہنیاں اور۔ (ت)

اور پھر اگر ایسا ہی ٹوٹا تھا کہ مانع ہوتا، مگر اب زخم بھر گیا، عیب جاتا رہا تو حرج نہیں لانے لیا۔
قد زال وهذا ظاهر (یہ زمانہ جاتا رہا اور۔۔۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۳۹۰ مقررہ مسئلہ ضروری عقل الرحمن منقطع رہے نظر انظاراً منقطع ہو گئی است و جماعت بریل
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کا جانور کس قدر صحیح ہونا چاہئے اور کس قدر سینگ جانور کا ٹوٹا ہوا ہو تو قربانی ہو سکتی ہے، اور ہر قسم ٹوٹ گیا ہو تو کیا حکم ہے؟ نیز اگر جانور

الجواب

آکھ، کان، ہاتھ، پاؤں سب اعضاء سلامت ہونا ضروری ہے، سینگ ٹوٹا ہونا مفادقہ نہیں رکھتا مگر جہاں سے اگلے ہے اگر وہاں تک ٹوٹا تو جائز ہے۔ رد المحتار میں ہے،

قوله (ويضيح بالجاء) هي التي لا قوت لها خلقة وكذا العظام التي ذهب بعض قرونها بالكسر أو غيره فان بلغ الكسر إلى الصخر لم يجز قهستاناً، وفي الابدان بلغ الكسر المشاش لا يجزئ والمشاش رأس العظام مثل المركبتين والمر فقين الله۔

اس کا قول کہ جہاں کی قربانی جائز ہے یہ وہ ہے جس کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں، اور یوں غلطاً بھی، جس کے سینگ کا ٹوٹنا وغیرہ کچھ حصہ میں ہو، اور یہ ٹوٹ مخ سمیت ہو تو ناجائز ہے، قسمستانی۔ اور جہاں میں ہے اگر ٹوٹ مشاش

المشاش لايجوز والمشاش رؤس العظام
مثل المركبتين والمرقتين آه، واللہ تعالیٰ اعلم۔
بک ہو تو ناجائز ہے، مشاش بڑی کے برے کو کہتے
ہیں جیسے گھٹنے اور کتیاں آہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۳۹ از چوئیاں ضلع لاہور۔ ارذیقہ ۱۳۲۱ھ

انجن مذکور کے اشتہار مذکور میں ہے جس جانور کے پیدائشی کان دم نہ ہوں وہ جائز ہے ہمارے
امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک، اور ناجائز ہے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک۔ مگر چونکہ وہ روایت
اصل ہے اس واسطے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کے اوپر فتویٰ دیتے ہیں کہ جس جانور کے پیدائشی
کان دم نہ ہوں وہ جائز ہے۔

اب حضرت مولانا صاحب جواب خود تحریر فرمابں کہ ایسا مذکورہ بالا جانور واقعی قربانی میں جائز
ہے یا ناجائز؟ کیونکہ میں نے سنا ہے کہ اکثر علماء میں ایسے جانور کو ناجائز سمجھا ہے، حضرت صاحب
انجن کے اشتہار شائع شدہ میں یہ دونوں مسئلے اسی طرح لکھے ہیں، آیا یہ دونوں مسئلے درست لکھے ہیں
یا کہ نہیں؟ مفصل طور پر تحریر فرمائیں بحوالہ کتب معتبرہ۔

الجواب

جس جانور کی اصل پیدائش میں کان اور دم نہ ہوں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس کی
قربانی جائز ہے، اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ناجائز، اور محمد قری امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ
عنہما، خاتمہ میں ہے۔

انشاء اذا لم يكن لها اذن ولا ذنب خلقة
يجوز، وقال محمد رحمه الله لا يبيحون
هذا، ولو كان لا يجوز، وذكر في الاصل
عن ابى حنيفة رضي الله تعالى عنه
انه يجوز
بکری کی اگر پیدائشی طور پر کان اور دم نہ ہو تو جائز ہے
اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرمایا ایسا جانور
نہیں ہوتا اگر ہو تو قربانی جائز نہیں ہے، اور بیسوط
(اصل) میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
منقول ہے کہ یہ جائز ہے۔ (ت)

اسی طرح اجناس و علاقہ و برازیہ میں ہے، غالباً یہ ہے جس پر اشتہار میں اعتماد کیا، اور

واقع میں وہ قابلِ اعتماد نہ تھا۔

اولاً مترن و شروح نے عدم جواز پر مجرم کیا اور قول خلاف کا نام نہ لیا، مختصر امام کرخی پھر غایۃ البیان علامہ
آتمانی میں ہے،

قال هشام وسألت أبا يوسف عن السكاء التي
لا قرن لها قال تجزئ فان لم يكن لها
اذن لا تجزئ وهو قول أبي يوسف رحمه الله
تعالى ۛ

ہشام نے کہا کہ میں نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ
سے سکاء کے متعلق سوال کیا اور یہ وہ ہے جس کے
پیدائشی طور پر سینک نہ ہوں، تو انہوں نے فرمایا
جائز ہے اور اگر کان نہ ہوں تو ناجائز ہے یہ امام
ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے (تسا)

پدائش میں ہے،

السكاء وهي التي لا اذن لها خلقة لا تجوز
لان مقطوع اكثر الاذن اذا كانت لا يوجد
فعدم الاذن اولي ۛ

سکاء وہ ہے جس کے پیدائشی طور پر کان نہ ہوں
جائز نہیں، کیونکہ جب کان کا اکثر حصہ کٹا ہو تو
ناجائز ہے، تو بالکل کان نہ ہوں تو بطریق اولیٰ
ناجائز ہو گا۔ (تسا)

غایۃ وغایۃ البیان و نتائج الآذکار وغیرہ میں اس پر تقریر کی، مسکت متوسط میں ہے،
لا يجوز الذي لا اذن له خلقة اوله اذن
واحدة ۛ

جس کے پیدائشی کان نہ ہوں یا صرف ایک کان ہر
تو ناجائز ہے (تسا)

مسکت متوسط میں اس پر تقریر کی، تنویر البصار و درمختار میں ہے،
ولا السكاء التي لا اذن لها خلقة ۛ

اور سکاء جس کے پیدائشی کان نہ ہوں، ناجائز
ہے (تسا)

طحاوی و شامی میں اس پر تقریر کی، بدائع امام حاک العلامہ میں ہے،

لغایۃ البیان

لکھ اہدایۃ

کتاب الاضیحة

۴۴۶/۴

مطبع برسنی لکھنؤ

دارالکتاب العربی بیروت

ص ۳۱۴

مطبع مجتہائی دہلی

۲۳۳/۴

باب الہدایۃ

کتاب الاضیحة

لکھ درمختار

لا تجوز مقطوعة أحد الاذنين يكملها ،
والتي لها اذن واحدة خلقة رتبة

تبيين الحقائق امام زليحي میں ہے ،
السكاء وهي التي لا اذن لها خلقة لا تجوز
سکاء وہ ہے جس کا پیدائشی کان نہ ہو ، ناجائز
ہے (د ت)

مناسک امام کرمانی پیر شلبي علی الزليحي میں ہے ،
لانه فاست عنه عضو من ماله
شرح طحاوی امام اسحاق بن پیر خزانة المفتين میں ہے ،
لا يجوز السكاء وهي التي لا اذن لها
خلقة اولا اليه لها خلقة بركة
اتقانی علی البزیه میں ہے ،

قال محمد رحمه الله تعالى في الاصل بلفظنا
عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
انه قال استشرفوا العين والاذن ، وروى في
السنن عن علي كرم الله وجهه عن رسول الله
صلى الله تعالى عليه وسلم ان تستشرف العين
والاذن وقد اعتبر رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم بفقاء الاذن فمنهم فواتها من
جواز الاضحية ۵

سے برائے الصنائع کتاب الاضحية فصل في ما شرع الله من الواجب ايچ ایم سید کینی کراچی ۵/۵
سے تبیین الحقائق کتاب الاضحية المطبعة الکبری الامیریہ بولاق مصر ۶/۶
سے حاشیہ الشلبي علی تبیین الحقائق " " " " ۶/۶
سے خزانة المفتين " " " " " " ۲/۲۰۶
۵ غایۃ البیان

فتح اللہ المعین میں ہے :

لا يضيئ بالسماء، وهي التي لا اذن لها خلقة
بخلات صغيرة الاذن
مجمع الاثر میں ہے :
ولا السماء وهي التي لا اذن لها لفظة
اور سماء، جس کے پیدائشی کان نہ ہوں، جائز
نہیں۔ (ت)

سراجیہ میں ہے :

لا تجزئ التي لم يخلق لها اذن
ثانیاً یہی قضیہ حدیث ہے، کما علمت من غاية البيان (جیسا کہ تم نے غایۃ البیان سے
معلوم کر لیا ہے۔ ت)

تثانیاً اس کی وجہ ظہور ہر ہے کما علمت من الهدایة و مناسک الکرمانی (جیسا کہ تم نے
ہدایہ اور مناسک کرمانی سے معلوم کر لیا ہے۔ ت) ایراث نقص میں ہم طاری و اصل میں نقص قد کی
کوئی وجہ ظاہر نہیں۔

رابعاً یہی اکثر کتب میں والعمل بما علیہ الاكثر (عمل اس پر ہوگا جس پر اکثریت ہو۔ ت)
خامساً یہی اوسط ہے، تو بوجہ اسی کو ترجیح، اور اسی پر اعتماد و عمل و فتویٰ واجب۔ واللہ

تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۲۴۰ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گائے کی دُم تھاتی کے قریب کٹی جاتی ہے اور
ایک کان چرا ہوا ہے مگر مقدمہ اس کا بڈانہ ہوا کان ہی میں لگا ہے، تو اس صورت میں اس کی قربانی
جائز ہے یا نہیں؟ بیئتوا تو جسدوا۔

۳۸۰/۳	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب الاضیحة	فتح اللہ المعین
۵۲۰/۳	دار احیاء التراث العربی بیروت	مجمع الانہر شرح ملحق البحر	فتح اللہ المعین
ص ۸۹	فولکشور ٹیکسٹ	کتاب الاضاحی	فتاویٰ سراجیہ

الجواب

جائز ہے،

تویر الابصار میں ہے جہاں جس کا پیدائشی سینک نہ ہو، کی قربانی کی جائے، نہ کہ اس کی جس کا کان یا دم اکثر کٹی ہو۔ و مختار میں ہے اکثر کا حکم کل والا ہوتا ہے بقاء اور ضیاع میں، تو اکثر صدقہ کی بقاء کافی ہے اور اسی پر فترتی ہے۔ ہندیہ میں ہے شرفاء جائز ہے یہ وہ جس کا کان لبائی میں کٹا ہو۔ اور مقابلہ جائز، یہ وہ ہے جس کا کان آگے سے کٹا ہو اور جہاز ہوا ہو بلکہ لٹکا ہو۔ اور بارہ جائز ہے یہ وہ جس کا کان پیچھے سے ایسے کٹا ہو اور ان سے نہی

فی التویر یضاحی بالجماء لا مقطوع اکثر الاذن او الذنب، فی الدر المختار لا اکثر حکم الکلی بقاء و ذهاباً، فیکفی بقاء اکثر و علیہ القوی فی الہندیۃ تجزئ الشرفاء و ہی مشقوقۃ الاذن طویلاً، و المقابلة ان یقطع من مقدم الذنبا شحاً، و لا یبان بل یتروک معلقاً و المدبرۃ ان یفعل ذلک بوضوئ الاذن، و النہی محمول علی الذنب کذا فی البدائع اہ مختصراً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تزیید پر محمول ہے۔ - برائے میں یوں ہے اہ مختصراً۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ قصیر کسی کاں ضلع مختار، مجلس ہندی، حافظ محمد رمضان پیش امام برودیک شنبہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ

قربانی کی کمال سستیہ گویا والدین کو دینا درست ہے یا نہیں، کتاب مالا بدینہ کے اندر صدقہ نفل مید کہ جائز لکھا ہے، اب یہ امر قابل تحقیق ہے کہ کمال قربانی صدقہ واجب ہے یا نفل ہے۔ سستیہ کہ قربانی کی کمال سے یا نہیں؟ اکثر لوگ قربانی کی کمال دے دیا کرتے ہیں، درست ہے یا نہیں؟

الجواب

قربانی کی کمال سادات کرام کو دینا جائز ہے، اپنے ماں باپ اولاد کو بھی دے سکتا ہے، شوہر زوجہ کو زوجہ شوہر کو دے سکتی ہے، وہ پر نیت تصدق ہو تو صدقہ نافلہ ہے ورنہ ہدیہ، مستحق کو دینے میں

۲۳۳/۲	مطبع مجتہبی دہلی	کتاب الاضحیۃ	لے در مختار شرح تویر الابصار
۲۳۳/۲	"	"	"
۲۹۸/۵	فرانی کتب خانہ پشاور	الباب الخامس	مسئلہ فتاویٰ ہندیہ
۵۹	مطبع علی بکھنو	کتاب الزکوۃ	لکھ مالا بدینہ (فارسی)

بھی حرج نہیں۔۔۔ وہو تعالیٰ اعلم۔

30
30

مسئلہ ۲۲۲ مرسلہ حاجی الزیادہاں صاحب صاحب کتب ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ

قربانی کی کمال کو بریت تصدق فروخت کرنا یا اس کی قیمت سے پوریا وغیرہ خرید کر مسجد میں رکھا جائز ہے یا نہیں؟ بیٹو! توجہ روا۔

الجواب

جائز ہے کہ تصدق کے لئے بیچا یا مسجد کے صرف میں لانا دونوں قربت میں، اور یہاں وہی مقصود لا یعین التصدق ولا تصدق العین (نہ کہ عین التصدق اور عین چیز کا تصدق۔ ت) عالمگیری میں ہے، لا یبیعہ بالدرہم لینفق الدرہم علی نفسه و عیالہ، ولو باعہا بالدرہم لیتصدق بہا جائز، لانہ قربۃ کا تصدق کذا فی التبین المخلص۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اپنے یا اپنی عیال پر خرچ کرنے کے لئے قربانی کی کمال کو درہم سے فروخت نہ کرے اور اگر درہم کا صدقہ کرنا ہو تو جائز ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح عبادت ہے تبیین الحقائق میں یوں ہے اہل علقما۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

ایضاح الجواب اصل یہ کہ اضیہ مثل دم قرانی و جمع و ذبح قلع، دم شکر ہے ان میں قربت مقصودہ صرف اراۃ دم لوجہ اللہ سے حاصل ہو جاتی ہے، ولہذا ان کے لحم وغیرہ کا تصدق واجب نہ ہوا، اور خود کھانے کی بھی اجازت عطا فرمائی،

قال تعالیٰ فکلوا منها واطعموا القانم والمعتق، وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلوا واطعموا وادخروا۔ اخرجہ احمد والشیخان عن سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا قربانی سے خود کھاؤ اور قناعت والے اور محتاج کو کھلاؤ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کھاؤ، کھلاؤ اور ذخیرہ کرو۔ اسس کو احمد اور شیخین نے سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اور کمال کی کوئی چیز مثل مشکیزہ وغریب، دوپٹین و توشہ دان و فرش و کیکہ و جلد کتاب وغیرہ

۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الاضیہ ابواب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۳۰۱/۵

۲۔ القرآن الکریم ۳۶/۲۲

۳۔ صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب ما یؤکل من لحوم الاضاحی تہذیبی کتب خانہ کراچی ۸۳۵/۶

یو میں اغنیاء کو گوشت یا کھال یا اس کی کوئی چیز بنا کر یا اسی قسم کی اشیاء ان کے عوض خرید کر ہدیہ دینا بھی جائز ہوا

لانہ لما جاز التصرف بنفسه ، فجواز الهدیۃ
من باب اولی حکما استدلال فی الهدایۃ
لجواز اطلاق العنق بقولہ حتی جاز اکلہ
وهو غنی جاز ان یوکل غنیاً
کیونکہ جب خود اپنا تصرف جائز ہے تو ہدیہ کا جواز
بطریق اولیٰ ہوگا جیسا کہ ہدیہ میں غنی کو کھلانے کے
جواز پر استدلال فرماتے ہوئے فرمایا جب خود غنی
ہونے کے باوجود کھانا جائز ہے تو کسی غنی کو کھلانا
بھی جائز ہے۔ (ت)

ولهذا فقیر کو دینے میں تملیک شرط نہ ہوتی ، بلکہ اباحت بھی روا ٹھہری ، یعنی دسہ نہ ڈالے ، بلکہ دسترخوان
پر بٹھا کر کھلا دے۔ شرح نقایۃ علامہ برجنیدی میں ہے ،

ویوکل ای یطعم من شاء منها علی طریق
الاباحۃ سواء کان فقیراً او غنیاً ، ویہب
من یشاء علی سبیل التملیک ، فقیراً او
غنیاً
قربانی کے گوشت میں سے جس کو چاہے
دسہ اباحت کے طور پر ، اور ہبہ کے
طور پر تملیک کرے فقیر کو خواہ غنی
کو۔ (ت)

شرح باب میں ہے ،

کل دم واجب شکر ، فلصاحبہ ان یشاء
منہ ما شاء ، ویوکل الاغنیاء ولو بالاباحۃ
والفقراء تملیکاً واداباحۃ ولا یجب
التصدق بہ ، لابلکہ ، ولا ببعضہم مطلقاً
ہر قربانی جو بطور شکر واجب ہے تو مالک کو اختیار
ہے جتنا چاہے کھائے ، اغنیاء کو کھلانے
اباحت کے طور پر خواہ تملیک کے طور پر ، فقیر کو خواہ
غنی کو ، کل یا بعض گوشت کا صدقہ واجب نہیں
ہے مطلقاً۔ (ت)

اور یہ معنی خود آیت و حدیث سے استفادہ کہ اطعموا فرمایا نہ کہ اعطوا ، البتہ یہ ناجائز ہے کہ اپنے بھائی

۲۲۸/۲	مطبع دوسنی کھنور	کتاب الاضیحة	۱۱۱
۱۹۹/۲	نور کھنور	شرح نقایۃ طبرجندی	۱۱۱
۲۱۱/۲	فصل فی الاکثر من الہدیاء دار الکتاب بیروت	المسائل المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری باب الہدیاء	۱۱۱
۸۲۵/۲	قدیمی کتب خانہ کراچی	کتاب الاضاحی باب ما یوکل من لحوم الاضاحی	۱۱۱

اپنے اہل و عیال یا اور اغنیاء کے صرف میں ورنے کو گوشت یا کھال یا کسی چیز کو بعض ایسی اشیاء کے فروخت کرے جو استعمال میں خرچ ہو جائیں اور باقی نہ رہیں جس طرح روپیہ پیسہ یا کھانے پینے کی چیزیں یا تیل پھیل وغیرہ کہ ان کے عوض اپنی نیت سے بیچنا قبول ہے، اور نیت اغنیاء مثل اپنی نیت کے ہے، اور یہ جائز جس سے آفات قربت نہ ہوئی، اس قابل نہ رہا کہ اس کے کسی جنسے قبول کیا جائے۔ ہدایہ میں ہے،

لا یشترى به مالا ینتفع به الا باستهلاكه کما للخل
والابازیر واعتبارا بالبیع بالدرہم، والمعنی
فیہ انه تصرف علی قصد التناول
قربانی کی کھال سے ایسی چیز نہ خریدے جس کو ہلاک کر کے نفع اٹھائے جیسے سر کر یا بیج جس طرح کہ درہم سے نفع بطریق ہلاک ہوتا ہے تو یہ بھی منع ہے منع کی وجہ مال حاصل کرنے کی غرض سے تصرف کرنا ہے۔

علامہ عینی بنیاد میں فرماتے ہیں،

والمعنی فی عدم اشتراء مالا ینتفع به
الا بعد استهلاكه انه تصرف علی قصد
القول، وهو قد خرج عن جهة التناول
ایسی چیز خریدنے کی مخالفت میں وجہ یہ ہے کہ ہلاک کر کے نفع کی صورت میں مال حاصل کرنے کی غرض سے تصرف کرنا ہے حالانکہ قربانی میں تو مال سے خارج کرنا مقصود بننا ہے (ت)

بخلاف اس کے کہ اس قسم کی اشیاء سے صرف غیر میں صرف کرنے کو مبادا کرے کہ اس میں معنی ممنوع یعنی تحمل متحقق نہیں، تو اس نیت سے یہ استبدال بھی جائز، و لہذا تبیین میں فرمایا،
لو باعها بالدرہم لیتصدق بها جائز لانہ
قربة کا التصدیق بہ
اگر درہم سے اس لئے فروخت کیا تاکہ درہم کو صدقہ کرے تو جائز ہے کیونکہ یہ بھی صدقہ کی طرح قربت ہے۔ (ت)

خلاصہ یہ کہ بعد قربانی اس کے اجزائے ہر قسم کا تصرف غنی کو حلال ہے، مگر وہ جس میں معنی تناول پائے جائیں، اسی لئے مجمع الانہر شرح طحقی الا بحر میں تصریح کی کہ المعنی انه لا یتصرف علی قصد التناول

۴۴۸/۴	مطبع یوسفی مکتبہ	کتاب الاضیحة	سہ الہدایۃ
۱۹۰/۴	المکتبۃ الادادیۃ مکتبہ المکرمة	•	سہ البنایۃ فی شرح الہدایۃ
۹/۶	المطبعة الکبریٰ بولاق مصر	•	سہ تبیین الحقائق
۵۲۱/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	•	سہ مجمع الانہر شرح طحقی الا بحر

(مقصود ہے کہ مال کے حصول کی غرض سے صرف نہ کرے۔ ت)

اس تحقیق و تنقیح سے واضح ہوا کہ علماء جو ایک شق تصدق کی سمجھتے ہیں اس کے یہ معنی نہیں کہ تصدق عین ضروری ہے یعنی خاص اُسی چیز کو بغیر بدلے خیرات کرے بلکہ مطلقاً ہر شے کے عوض بچ کر خیرات کرنی جائز ہے خواہ روپے پیسے ہوں یا اشیاء کے خوردنی یا اعیان باقیہ، نہ عین تصدق ضرور ہے، جس کے حقیقی معنی فقیر کو مالک کرنا،

کما فی الزکاة من فتح القدير حقيقة الصدقة جیسا کہ فتح القدير کے زکوٰۃ کے باب میں ہے کہ تمليك القدير۔ صدقہ کی حقیقت فقیر کو مالک بنانا ہے (ت) بلکہ مطلقاً ہر صرف خیر میں صرف کرنا جائز ہے اگرچہ اس میں کسی کی تمليك نہ ہو، جیسے کعبہ نونی و نفقہ مسجد وغیرہ ذلک، ولہذا اہل سنت و داعی، اور علماء زہد کی عبارت مذکور نے صاف واضح کر دیا کہ قربت پاس ہے خاص تصدق کی کوئی خصوصیت نہیں، اور خود ظاہر ہے کہ جب بے صورت قبول اپنے اور اغنیاء کے صرف میں لانا روا ہوا، اور جانور کا قربت کے لئے ہونا اس کا مانع نہ ٹھہراتو مصارف خیر جس میں اصلاً مجھے قبول نہیں اور خود امور قربت ہیں، بدرجہ اولیٰ جائز ہوں گے۔

اب حکم مسئلہ بحمد اللہ روشن ہو گیا، برہنیت تصدق و احوں سے پہنچا عبارت فتاویٰ ہندیہ سے گزرا اور مسجد کی چٹائی وغیرہ میں صرف کرنا بھی قربت ہے، نہ اپنا قبول جو ممنوع ٹھہرا، پس دونوں صورت مسئلہ سائل کا حکم جواز ہے، یہ بحمد اللہ تعالیٰ وہ تحقیق ہے جس سے اس فصل کی تمام جزئیات کا حکم نکل سکتا ہے،

فاتقن هذا الطلک لا تجدہ بهذا الايضاح و التحریر فی غیر هذا التحریر، ولا علیک من خفاءہ علی بعض ابناء الزمان۔
المدین العلم العزیز، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

اس کو مضبوط کر دیا جاسکتا ہے اس وضاحت اور صفائی سے تمہیں کسی اور تحریر میں نہ ملے اور موجودہ زمانہ کے مدین علم پر اس کے غنی ہونے پر تمہیں تعجب نہ ہو۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ (ت)

عہ مولوی رشید احمد لکھنوی

مسئلہ ۲۳۳ از بنارس عملہ گندی ٹولہ مسجد بی بی راجی شفا خانہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب
۲۵ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چرم قربانی واسطے تعمیر مسجد و اشیائے متعلقہ مسجد مثل
بوریا، بدعت، فرش، شامیانہ وغیرہ یا برائے درستگی قبرستان کے دینا جائز ہے یا نہیں؟ در صورت
عدم جواز کے اگر کوئی شخص مصروف مذکور میں صرف کرے، یا برپا یہ وغیرہ ہندو کا فرکودے، تو اسی کی قربانی درست
ہوگی یا نہیں؟

الجواب

قربانی اراقبہ دم لوجہ اللہ سے ہو جاتی ہے کما نص علیہ العلماء قاطبہ (جیسا کہ تمام علماء نے اس پر نص
فرمائی ہے۔) تنہا اس کے بعد کھاتے، کھلانے، دینے، دلانے سے اس میں کچھ فرق نہیں آتا اگرچہ کسی کو دے، اور
چرم کے باب میں ابھی بیان ہوا کہ ہر قربت روا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۴ از موضع کٹرہ ڈاکخانہ ادبہ ضلع گیا مرسلہ مولوی عبدالکریم خاں صاحب غزوہ جہاد الافرہ ۱۳۱۴ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قیمت پوست قربانی مرمت مسجد اور بوریا وغیرہ مسجد میں
صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور غسل خانہ، پاخانہ وغیرہ مسجد کے لئے اس قیمت سے بنانا جائز ہے
یا نہیں؟ بیٹو اتوجہ دوا۔

الجواب

اصل یہ ہے کہ اراقبہ دم سے اقامت واجب کے بعد اجزائے اخیرہ سے صرف قبول منوع ہے خاص
تصدق ضرور نہیں بلکہ جمیع اغراض خیر کہ مثل تصدق قربت میں، سب جائز ہیں، اور بلا بیع خود اپنے تصرف میں
لانا دیگر اجاب اختیار نہ کرہ یہ دینا بھی جائز،

کما طمحت بنقول ذلك كتب المذهب المعتمد
ولنا في خصوص ذلك رسالة حافلة سميناها
"الصافية الموحية لحكم جلود
الاضحية" رخصت
جیسا کہ تم نے مذہب کی کتب معتدہ سے فائدہ پایا،
اور خاص اس مسئلہ میں ہمارا جامع رسالہ ہے
ہم نے اس کا نام "الصافية الموحية لحكم جلود
الاضحية" رکھا ہے۔ (ت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

صلوا وادخروا وامت جسدوا
کھاؤ اور ادھار کھو، اور وہ کام کرو جس سے ثواب

لے سکن ابی داؤد کتاب الضحایا باب میں لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۲

و مضائقہ نہیں،

وذلك لان الطريق في الجلود اما الادخار، واما
الاشتجار، فاذا اعطاها المسجد، او باعها
لامور القرب، واعطى الثمن فيه، فقد
اتى بما ينبغي، اما اذا باعها للمتولى، فقد
خالف فما حصل خبيث، و سبيله التصديق
وانما التصديق قليلك للفقير، اما اذا ملك
فقيرا، فاعطى المسجد فلا حرج، فانس
الصدقة قد بلغت محلها - والله تعالى
اعلم -

یہ اس لئے کہ قربانی کی کھاؤں میں طریق ذخیرہ کرنا یا
اجر و ثواب حاصل کرنا ہے تو جب مسجد کو دیں یا ان کو
فروخت کر کے قریب والے امور کئے یا ان کی
قیمت ان امور میں خرچ کرنے کئے تو اس نے مناسب
عمل پورا کر دیا لیکن اگر مال حاصل کرنے کی غرض سے
فروخت کیا تو خلاف ورزی کی بسنڈا جو مال بنایا
خبیث ہوا اس کا راستہ یہی ہے کہ اس کو صدقہ کرے
جبکہ صدقہ فقیر کو مالک بنانا ہے تو فقیر کو مالک بنایا
تو اس نے مسجد کو دے دیا تو کوئی حرج نہیں کیونکہ صدقہ
اپنے عمل پہنچ چکا ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم دست)

مسئلہ ۲۲۶ مسئلہ جناب حکیم سراج الحق صاحب، شہداء آباد دروازہ جناب حضرت شاہ محمد اہل صاحب
۵ رذی الحجہ یک شنبہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کا چہرہ ۱۱ فروخت کر کے مسجد
کی جانا زاد مسجد کی مرمت کرنا اور مسجد میں لگانا، عام اس سے کہ مسجد کی دیوار ہو یا مسجد کا پائخانہ، غسل خانہ
وغیرہ ہو، جائز ہے یا نہیں؟ بیتنا توجروا۔

الجواب

قربانی کی کمال ہر اس کام میں صرف کر سکتے ہیں جو قربت و کار خیر و باعث ثواب ہو۔ صورت میں ہے
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قربانی کی نسبت فرماتے ہیں،

كلوا وادخروا واشجروا - دوا ابو داؤد و ابن
نبتة الہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
کھاؤ اور ادخار کرو اور لکھو اور وہ کام کرو جس سے ثواب ہو
(اسے ابو داؤد نے حبشہ بنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے روایت کیا۔ مت)

تلمیح المعانی شرح کنز الدقائق میں ہے،

لو باعھا بالدرہم لیتصدق بہا جاز، لکنہ
 قربۃ کا تصدق یہ
 ہو تو جائز ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے (ت)
 مگر فناء مسجد میں پانچ خانہ بنانا قربت نہیں بلکہ ممنوع ہے کہ مسجد کو بڑے بڑے پچانا واجب، اور اس کی
 فنا کا ادب بھی اس کی مانند ہے یہاں تک کہ علماء نے فناء مسجد میں بعد مسجدیت جدیدہ دکان بنانے کی حالت
 فرمائی کہ باعثِ بیکرتی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

تیم المسجد لایجوز لہ ان یتبخی حوانیت فی
 حد المسجد، او فی فناءہ، لان المسجد
 اذا جعل حانوتا و مسکنا تسقط حرمتہ،
 و هذا لایجوز و الفناء تبع المسجد، فیکون
 حکمہ حکم المسجد، کذا فی محیط الشریعہ۔
 مسجد کے منظم کو جائز نہیں کہ مسجد کی حدود میں دکانیں
 بنائے، کیونکہ مسجد یا فناء مسجد کو دکانیں بنایا
 تو مسجد کی حرمت ساقط ہوگی اور یہ جائز نہیں ہے
 جبکہ فناء مسجد بھی مسجد کے تابع ہے تو اس کا
 حکم بھی مسجد والا ہوگا، محیط شریعی میں یوں ہے (ت)

ہاں اگر حدود و فناء مسجد سے دور کوئی پانچ خانہ مسافروں اور بے گھر فانیوں کے شعلہ مسجد ہے
 تو اس کی تعمیر یا مرمت ضروری بھی نیت صالحہ سے ضرور قربت و موجبِ اجر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ ۲۴ مولانا مولوی بشیر احمد صاحب علی گڑھ بالائے قلعہ مدرسہ اول مدرسہ منظر الاسلام

یوم یک شنبہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کمال قربانی بیچ کر مسجد بنانا
 درست ہے یا نہیں؟ اور کوئی عمارت مثل مسافر خانہ، نشست کی چوپال جس میں مسافر یا اپنے
 ہم قوم مقیم ہو سکیں۔ بیعتوا توجروا۔

الجواب

مسجد یا وجہ اللہ مسافر خانہ وغیرہ آرام مسلمانان کی عمارت بنانا جس میں اجر ہوا اور حصولِ اجر
 ہی کی نیت ہو، بالکل ہر اس کام میں جو شرعاً قربت ہو، قربانی کی کمال صرف کرنا ہرگز ممنوع نہیں رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اضمحیل کی نسبت جیسا قصد قوا فرمایا، صدقہ کرو، یونہی وائتجر و ا بھی

۱۔ تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ المطبعۃ الکبریٰ بوقت مصر ۹/۶
 ۲۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقت الباب الحادی عشر الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۶۹۲
 ۳۔ سنن ابی داؤد کتاب الضحیٰ باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۳۲/۶

ارشاد فرمایا، وہ کام کرو جس میں ثواب ہو، رواد ابو داؤد عن نبیۃ المہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(اسے ابو داؤد نے نبیۃ ہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت) امام ذہبی شرح کثر میں فرماتے ہیں:
لو باعہا بالدرہم لیتصدق بها جاز لانہ اگر ان کو درہم کے بدلے فروخت کیا تاکہ درہم کو
قرۃ کا تصدق بنے صدقہ کرے تو جائز ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح
قربت ہے (ت)

معلوم ہوا کہ عین تصدق لازم نہیں، بلکہ قربت ہونا درکار ہے، تصدق بھی اسی لئے مطلوب ہوا کہ
قربت ہے، قریب قربت ہر سب کی وسعت ہے، ہاں بریت تحول اپنے صوف میں لانے کو اس کے دام
کرنا جائز نہیں، حدیث،

من باع جبلاً اضعیۃ فلا اضعیۃ لہ - رواہ الحاکم والبیہقی عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
جس نے قربانی کی کھال فروخت کی تو اس کی قربانی
نہ ہوئی۔ اس کو حاکم اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)
کابھی محمل ہے، اور حدیث صحیحین میں مولیٰ علیٰ کرم اللہ وجہہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے
شتران قربانی حج کی نسبت حکم فرمایا کہ ان کا گوشت پرست تصدق کر دیتے۔ جواز تصدق کی دلیل ہے نہ کہ تعین
تصدق کی، ورنہ اکل و اخراج بھی منوع ہو جائے حالانکہ بالا جماع جائز و منصوص ہے، وہ واقعہ حال ہے،
اور واقعہ حال کے لئے غرم نہیں، اسی حدیث میں ان کی نکلیں اور جھولیں تصدق کر دینے کا بھی حکم ہے تو
یہ چراؤ کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بخشش تھی نہ کہ عام تشریع، ہاں جس نے قول کے لئے بھی وہ ان داموں
کو تصدق ہی کرے کہ اول ان کا حصول بدوہ جہیت ہے، اور جو مال یوں حاصل ہوا اس کی سبیل تصدق
ہے عبارت ہدایہ کا یہی مطلب ہے، خود ہدایہ میں فرمایا:

المعنی فیہ انہ تصرف علی قصد القول بکے وجہ یہ ہے کہ اس نے مال بنانے کی غرض سے
تصرف کیا۔ (ت)

۹/۶	المطبعة الکبریٰ لا میریہ ذلاق مصر	کتاب الاضحیۃ	۱۰ تبیین الحقائق
۲۹۰/۶	دار الفکر بیروت	کتاب التفسیر	۱۱ المستدرک للحاکم
۲۳۲/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	باب تصدق بجلود الہدی	۱۲ صحیح البخاری
۲۴۸/۶	مطبع یوسفی لکھنؤ	کتاب الاضحیۃ	۱۳ الہدایۃ

اس مسئلہ کی تحقیق تمام مع اذاعت اداہام فقیر کے رسالہ الصافیۃ الموجیۃ لحکم جلود الاضحیۃ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳۸ ازجیت پور کا شہادہ وار مسئلہ مولوی نور محمد عرف بادامیاں بن قاضی محمد ہاشم امام مسجد جامع جیت پور
۳ رزی الحجہ ۱۳۲۹ھ

بخدمت اقدس عالی جناب فیضیاب اعلم اہلسنت وجماعت مجددانہ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ
اعلیٰ حضرت مولانا مولوی مفتی حاجی شاہ محمد احمد خاں صاحب اداہام اللہ برکاتکم و مد فیوضکم علینا آمین،
از جناب احقر العباد نور محمد بن قاضی محمد ہاشم کے بعد السلام علیکم درجۃ اللہ و برکاتہ کے گزارش یہ ہے کہ
قربانی کے چڑوں کو یہاں کے مسلمان اپنے اپنے محلہ کی مسجد میں نہ خیرات دیتے ہیں اور متولیٰ مسجد ان کو بیچ کر قیمت
جمع رکھتے ہیں، اور حسب ضرورت امام کا پکار اس رقم میں سے دیتے ہیں۔

پس یہ قربانی کے چڑوں کا مسجد میں خیرات دینا اور اس پیسوں کا امام کو دینا یا دوسرے فردی خرچ
مسجد ڈول رستی وغیرہ میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیٹنوا توجہ روا۔

الجواب

قربانی کے چڑوں کو نہ مسجد میں دے و نہ کہ انہیں یا ان کی قیمت کو متولی یا منتظران مسجد، مسجد کے
کاموں مثلاً ڈول، رستی، چراغ، بجی، فرش، مرمت، تنخواہ مؤذن، تنخواہ امام وغیرہ میں صرف کریں،
بلکہ شہر جائزہ باعثِ اجر و کارِ ثواب ہے۔ تبیین الحقائق میں ہے، جازا لاندہ قربۃ کالتصدق (جائز
ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ ت) اسی طرح ہر ایہ کافی و عالمگیری وغیرہ میں ہے۔

ابوداؤد کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، اکلوا و ادخروا و انفقوا
(کھاؤ اور اٹھا رکھو اور وہ کام کرو جس سے ثواب ہو۔ ت) امام اگر چہ غنی ہو اس کی تنخواہ دینے کو متولی یا منتظم
ان چڑوں کو بیچ سکتے ہیں یا پھلے سے انہوں نے مصارف مسجد کے لئے دام رکھے ہیں، تو ان میں سے تنخواہ دے
سکتے ہیں۔

فان الجبل قد وصل موضع التقرب
و عطاء وظيفۃ امام المسجد ایضا قربۃ،
کیونکہ کمال تقرب کے مقام کو پہنچ گئی، امام مسجد کو
وظیفہ دینا بھی قربت ہے اگر چہ غنی کو لینا قربت نہیں

وان لم یکن اخذها قربة للغنی بل مباحا علی
 الغنی بہ ، فلم یکن فی معنی البیع بالدرہم
 لہدیۃ غنی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
 جگہ مفتی بہ قول پر مباح ہے تو غنی کو ہدیہ دینے کی
 غرض سے فروخت کے معنی میں نہ ہوتی۔ واللہ
 تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۹ مسئلہ حنفیہ عارفہ ایاز صاحب از قصہ نجیب آباد ضلع بجنور علیہ پٹمان ۱۵ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چرم قربانی امام یا مؤذن مسجد کو دینا یا اس کی قیمت
 فروخت کر کے دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر پیش امام تنخواہ پاتے ہیں تو کیا حکم ہے؟ اور جن کی کوئی تنخواہ بھی مقرر
 نہیں صرف عید کا کچھ بطور ہدیہ چندہ کر کے دے دیا، عید الاضحیٰ کو قربانی کے چرم وغیرہ دے دیئے، یا مسلسل میں
 نکاح خوانی لیں، یا کسی پران کی گزراوقات ہے، تو ایسوں کے واسطے چرم قربانی یا اس کی قیمت دینا کیسا ہے
 اور کیا حکم ہے؟ بیتوا تو جورو۔ کاجی دوس کے نیلام کی راس اور عدالت سے کسی شخص کے قرضہ کی
 بابت کے نیلام کی راس قربانی کے واسطے طہرہ طہرہ کیا حکم رکھتی ہے؟

الجواب

(۱) امام و مؤذن غیر تنخواہ دار کو بطور احانت چرم قربانی یا اس کی قیمت دینے میں حرج نہیں، اور
 تنخواہ دار کو بھی جبکہ تنخواہ میں نہ دیں، یعنی زید نے امام کو نوکر رکھا اور اس کی تنخواہ اس کے ذمہ ہے، پر
 قربانی کی کھال بیچ کر اسے ادھر سے قربان روپیہ بچاتا اور اپنا مطالبہ اس سے ادا کرتا ہے، اور یہ قریب ہے اور
 قربانی سے قریب جائز نہیں، ہاں اگر اہل محلہ سے امام و مؤذن کو مسجد کا نوکر رکھا جس کی تنخواہ ذمہ مسجد ہے
 تو چرم قربانی یا اس کی قیمت مسجد میں دے کر اس سے تنخواہ ادا کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) کاجی دوس کے نیلام کی راس خریدنا جائز نہیں، نہ اس کی قربانی ہو سکے کہ وہ فضولی کی بیع ہے،
 یعنی خیر مالک کی بے اجازت مالک، اور ایسی بیع اجازت مالک پر موقوف رہتی ہے، اور بیع موقوف قبل
 اجازت مفید مالک نہیں ہوتی، اور مالک خیر کی قربانی نہیں ہو سکتی، اسی طرح پھری کا نیلام جبکہ قیمت اُس مالک سے
 تراخ نہ دی گئی ہو جس میں وہ نیلام ہوا، وہ نیلام بھی بے رضائے مالک ہے، ہاں مثلاً اگر سورو پے کا
 مطالبہ تھا اور ایک سو ایک کو نیلام ہوا، سورو پے ڈھری داد کو دیئے گئے اور باقی روپیہ اصل مالک کو،
 اور وہ اس نے لے لیا، تو یہ اس بیع کی اجازت ہو گئی، اب خریدار اُس شے کا مالک ہو جائے گا اور
 اس کی قربانی صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۵۱ مسئلہ از مرضیہ سید ڈاکٹر مراد کلان ضلع میرٹھ مرسلہ مجید اللہ خاں ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ
 حامد اومصلحتاً، کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین مسائل چار میں؟

(۱) کمال قربانی کی اگر ہم لوگ بجا رعایت کسی استحقاق خدا کے واسطے خیال کر کے اگر اپنے امام مسجد کو دیں تو جائز ہو گا یا نہیں؟

(۲) آج ہمارا امام غریب ہے کلی کو خدا کے فضل سے صاحب نصاب ہو گیا تو کمال قربانی اس صورت میں بھی دینا جائز ہو گا یا نہیں؟

(۳) سید صاحب کو کمال قربانی اور تہذیب سے مسلک ہوتا جائز ہو گا یا نہیں؟

(۴) صاحب قربانی اپنی قربانی کی کمال کو اپنے صرف میں لا سکتا ہے تو کس کس خرچ میں؟ ڈول، مصلیٰ، مشک وغیرہ کے علاوہ تازی سائی وغیرہ بھی جو اسکتا ہے یا نہیں؟

فیض اللہ خاں، حبیب خاں، حمد و خاں، کالے خاں پسر جنگ بازار خاں۔

الجواب

واجب اضحیٰ اراقتہ دوم سے ہو جاتا ہے، اس کے بعد لحم و جلد اس کی ملک ہیں، اس میں ہر تصرف مالکانہ کر سکتا ہے صرف تہذیب منوع ہے، تو کمال یعنی، خواہ اس کا ڈول، مشک، کتاب کی جلد وغیرہ بنا کر اپنے صرف میں لا سکتا ہے، سید کو بھی دے سکتا ہے، ہر غنی کو دے سکتا ہے تو امام نے کیا قصور کیا ہے، عام ازیں کہ صاحب نصاب ہو یا نہ ہو، ہاں اُسے دامنوں سے بچنا اس غرض سے کہ وہ دام اپنے یا کسی غنی کے صرف میں لا سکتے جائیں، جائز نہیں، وہ غنی امام ہو یا غیر، یونہی اگر امام اس کا نوکر ہے اور اس کی تنخواہ کے بدلے کمال دی تو ناجائز ہے کہ یہ بھی قبول ہو یعنی کمال دے کر مال بچانا، اور اگر کمال اس لئے بچی کہ اس کے دام تصدق کرے تو امام غیر صاحب نصاب کو دے سکتا،

و. حفل ذلك مفصل في فتاؤنا و فـ
رسالتنا الصافية الموحية لحكم جلود
ير تمام ہمارے فتاویٰ اور ہمارے رسالہ "الصافية"
الوحية لحكم جلود الاضحية" میں مفصل بیان ہو چکا ہے
(ت)

بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، نہ انھیں لینا جائز، نہ ان کے دے دیا ہو، یہی ظاہر الروایۃ ہے، اور یہی صحیح ہے، کما یقتضیٰ فی رسالتنا "الذہر الباسم فی حرمة الزکوٰۃ علی بنی ہاشم" (جیسا کہ ہم نے اس کو اپنے رسالہ "الذہر الباسم فی حرمة الزکوٰۃ علی بنی ہاشم" میں بیان کیا ہے۔ ت) امامت کے معاد وغیرہ میں بھی جرم قربانی دینا ایک صورت میں جائز ہے، وہ یہ کہ متوہان مسجد یا اہل محلہ نے اسی طرح آئے مقرر کیا کہ تم امامت کرو قربانی کی کھالوں سے تمہاری خدمت کی جائے گی، یہ صورت بھی صورت قبول نہیں، جرم قربانی جس طرح مذکور ہوا اپنے مصرف میں مطلقاً لا سکتا ہے، رنگوانے کی شرط بعض رنگ آمیزی حاکم

ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۵۵۔ مسئلہ محمد حسن علی قاضی، حمید آباد، علاقہ اندور، علیہ جلال پورہ۔ بروز یک شنبہ

تاریخ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کی کمال کیسے شخص کو دینا درست ہے اور جائز ہے، اور اگر قربانی کی کمالی صاحب نصاب کو دے دیں تو قربانی اس کی جائز ہوئی یا نہیں؟ اگر اگر قربانی کی کمال صاحب نصاب کو کہ وہ پیش امام بھی مسجد کا ہے، دے دیں تو قربانی اس کی درست اور جائز ہوئی یا نہیں؟ اور اگر قربانی کی کمال مسجد کے پیش امام کا حق سمجھ کر اس کو دے دیں جلتے یا وہ پیش امام ان کمالوں کو اپنا حق سمجھ کر بزدلے تو ان کمالوں کا اس شخص کو دینا درست اور جائز ہے یا نہیں؟ اور قربانی ان لوگوں کی درست اور جائز ہوئی یا نہیں؟ اگر قربانی کی کمالیں کسی مسجد کی تعمیر کے کام میں لائیں یا ان کو فروخت کر کے مسجد کے جانماز بنالیں، یا مسجد کے اور کام میں لائیں مثلاً مسجد کا ستوا و بنوالیں یا مسجد میں اس کی قیمت کا پانی ڈالوائیں تاکہ سب نمازی وضو کریں، یا مسجد میں آفتاب بے خزانے جائیں تاکہ نمازی وضو کریں، ان سب صورتوں میں قربانی درست اور جائز ہوئی یا نہیں؟ بحوالہ حدیث و آیات کتب معتبرہ تحریر فرمائیں اجر ملے گا دن قیامت کے نزدیک اللہ جل شانہ کے۔

الجواب

قربانی اراقہ دم لوجہ اللہ کا نام ہے، واجب اس قدر ہے ادا ہو جاتا ہے، پھر اس کے گوشت پوست کے لئے تین صورتیں ارشاد ہوئی ہیں: بعینہ اپنے صوف میں دیا جائے یا وقت حاجت کے لئے ذخیرہ رکھا جائے، یا اس سے ثواب کا کام کیا جائے،

حطوا وادخروا وانشجروا۔ کھاؤ اور اٹھا رکھو اور ہر وہ کام کر دو جس سے

ثواب ہو۔ (ت)

ثواب میں وہ مسجد کے سب کام داخل ہیں جو سوال میں مذکور ہوتے ہیں اسے ذخیرہ سے صرف تمول منوع ہے کہ اس کے دام کر کے اپنے کام میں لئے جائیں،

من باع جلد اضحیۃ فلا اضحیۃ لہ۔ جس نے اپنی قربانی کی کمال فروخت کی اس کی قربانی

نہ ہوئی۔ (ت)

۴۳/۲ لے سنی ابی داؤد کتاب الضحایا باب میں لوم الاضاحی آفتاب عالم پریس
۲۹۰/۲ لے المستدرک علیہ کتاب التفسیر دار الفکر بیروت

کمال کی جس طرح جاننا یا کتابوں کی جلدیں یا مشکیزہ اپنے لئے بڑا سکتا ہے وہی کسی غنی کو بھی ہدیہ دے سکتا ہے اگرچہ وہ غنی امام ہو، جبکہ اس کو خواہ میں نہ دی جائے، اور اگر خواہ میں دے تو امام اگر اس کا نوکر ہے جس کی خواہ اسے اپنے مال سے دینی ہوتی ہے تو دینا ناجائز، کہ یہ وہی قول ہوا جو منوع ہے، اور اگر وہ مسجد کا نوکر ہے جس کی خواہ مسجد دیتی ہے تو جائز ہے کہ یہ مسجد میں دے دے اور مسجد کی طرف سے امام کی خواہ میں دی جائے، قربانی کی کھالوں میں امام کا کوئی حق نہیں اور اسے جبراً لینا حرام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ لا تأکلوا أموالکم بینکم واللہ تعالیٰ اعلم۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے مالوں کو آپس میں طیل طریقہ سے نہ کھاؤ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (دست)

مسئلہ ۲۵۶ از کثیر الاثر اذکمانہ بازپور ضلع نئی تال مرسلہ عبدالبیہ صاحب دارالافتاء ۱۳۲۵ھ
اس علاقہ میں یہ رسم ہے کہ بقرعید کی قربانی کی کھال مسجد کے پیش امام کو دیتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

قربانی کی کھال امام مسجد کو دینا جائز ہے اگر وہ فقیر بڑا اور بطور صدقہ دیں، یا غنی ہو اور بطور ہدیہ دیں، لیکن اگر اس کی اُجرت اور خواہ میں دیں تو اس کی دو صورتیں ہیں: اگر وہ اپنا نوکر ہے تو اس کی خواہ میں دینا جائز نہیں، اور اگر وہ مسجد کا نوکر ہے اور کھال ہتم مسجد کو مسجد کے لئے دے دی اس نے مسجد کی طرف امام کی خواہ میں دے دی تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۵۷ محمد عبدالخالق صاحب، مین سنگھی مدرس مدرسہ پاکہ سرپست لکھیا ضلع مین سنگھی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کی جلد سے مسجد بنانا اور مسجد کے چونا لگانا اور مرمت کرنا اور چٹائی و فرش خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ بدلائل کتب صافیہ و جہارات صحیحہ سے بیان فرمایا جائے، فقط۔

الجواب

جائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کَلُوا وادْخُرُوا وَاُتَجَرُّوا - سواہ
ابوداؤد عن نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کھاؤ اور ادھار کھو اور تجارت کرو (۱) سے ابوداؤد نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے

سۃ القرآن المکرم ۲۹/۴

سۃ سنن ابی داؤد کتاب النضایا باب جس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲۳/۶

تعالیٰ عنہ ۔ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے ۔ (ت)

تبیین الحقائق و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہا میں ہے :

لو باعها بالدر اھم لیصدق بها حیثاً اگر در اہم کے بدلے فروخت کیا تاکہ در اہم کا صدقہ کئے

لانہ قربۃ کا تصدق ہے۔ تو جائز ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے (ت)

ثابت ہوا کہ خاص تصدق ضرور نہیں بلکہ ہر قربت ، ہاں اس سے اپنا قول منوع ہے کہ اپنے خرچ

کے لئے روپوں یا کسی ایسی ہی چیز سے بدلے جو خرچ ہو جاتی ہے ۔ بنایہ شرح ہدایہ الامام العینی میں ہے :

المعنی فی عدم اشتراء ما لا ینتفع بہ الا کمال کے بدلے ایسی چیز نہ خریدنا جس کو ہلاک کرنے

بعد استھلا کہ انہ تصرف عن قصد التمولیٰ کے بعد انتفاع حاصل کی ممانعت کا مطلب مال

وہو قد خرج عن جهة التمولیٰ حاصل کرنے کی غرض سے تصرف مراد ہے جبکہ

اس صورت میں تول کی جہت خارج ہو گیا (ت)

ظاہر ہے کہ مسجد میں صرف کرنا تول سے کوئی علاقہ نہیں رکھتا بلکہ تصرف باطل ہے ، کوئی ذی شعور

ایسا نہیں کہہ سکتا ، نہ کہ ذی علم ، اُن مدعوں پر فرض ہے کہ اولاً شرع مطہر سے اس کا ثبوت دیں کہ جس مسجد کی

مرمت پوست قربانی سے ہوتی ہو اس میں نماز ناجائز ہے ، جب وہ ثبوت دینے کا ارادہ کریں گے

اُن پر کھل جائے گا کہ ان کی وہ نوبتیں محض بے اصل و باطل تھیں ، اُن پر تو یہ فرض ہے کہ شرع مطہر پر افزا

بہت سخت چیز ہے ، اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کو توفیق فرمادے ، آمین ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

میں ۲۵۸۸ از رنگون گولی اسٹریٹ ، یونانی ڈسپنسری (یونانی شفا خانہ) مسئلہ حکیم محمد ابراہیم مانی پری

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

اس بستی میں دستور ہے کہ قربانی کی کھالیں مسجد کے پیش امام کو دے دیتے ہیں ، اگر نہ دی جائے تو

جھگڑا بھی ہوتا ہے اور پیش امام صاحب بھی یوں فرماتے ہیں کہ قربانی کی کھالوں کا میں حقدار ہوں ، ضرور مجھے

دی جائیں ، اور اہل جماعت یوں کہتے ہیں کہ پیش امام صاحب کو قربانی کی کھالیں تبرعا دینا جائز ہیں نہ کہ ہبہ ،

عنه فی الاصل هكذا العلم من قلم الناصح والصحيح بل كما اس كقول كذا تصرف باطل ہے ۱۲ عبد المنان الاخطی

جب تبرعاً دینا جائز ہے تو کچھ حصہ قیمت حرم قربانی کا امام صاحب کو دینگے، اور کچھ حصہ دیگر مساکین کو دیا جائے تو زیادہ افضل ہے، پس اختلاف طرفین کی جانب سے ایک مولوی صاحب منصف قرار دیئے، منصف مولوی صاحب نے یوں حکم دیا کہ قربانی کی کمال سب کی سب مسجد کے پیش امام صاحب کو دے دو اور کسی دیگر مساکین کو نہ دو، اس واسطے کہ وہ لوگ تمہاری حیات و موات کے حقدار نہیں، اور پیش امام صاحب پر جبراً لینے سے بھی گناہ نہیں، اور گناہ واقع ہو تو میں یہ اقرار کرتا ہوں کہ شرک کے دن اُس گناہ کی جزا سزا میں نے لی، تم لوگ بے خوف قربانی کے سب چڑھے پیش امام صاحب کو دے دو۔

حاضرین محفل میں سے کسی صاحب نے ان مولوی صاحب سے یہ عرض کیا کہ میں نے ایک گائے کی قربانی کی، اور دو مسکینوں نے ایک ساتھ چرمانا نگاؤں کو دیا جائے یا نہیں؟
مولوی صاحب نے جواب دیا کہ ایک چڑے کی قیمت یا چرہ دو مسکینوں کو دینا مکروہ و منع ہے، اُس نے پھر کہا کہ وہ سراسر مسکین بھی تو سائل ہے، مولوی صاحب نے کہا کہ دوسرے سائل کا سوال اُس کی دُور میں جانے دو۔

اب سوال یہ ہے کہ،

- (۱) اس طرح جبراً قربانی کی کمال پیش امام کو لینا جائز ہے یا نہیں؟
- (۲) اگر جبراً لے لیا تو اس پیش امام کے حق میں حکم شرعی کیا ہے؟
- (۳) اور اسی طرح جو شخص جبراً لینے والے کی مدد کرے، اس مددگار کے حق میں کیا حکم ہے؟
- (۴) اگر کوئی شخص اس خیال سے کہ امام صاحب کو تنخواہ ملتی ہے، قربانی کی کمال نہ دے تو اس شخص پر امام صاحب کو حاضرین مجلس کے ساتھ غضب خدا پڑنے کی بددعا کرنا جائز ہے یا نہیں؟
- (۵) اُس منصف مولوی صاحب کے حق میں جس نے شرک کے دن مواخذہ خداوندی کی ضمانت لے لی ہے، کیا حکم ہے، نیز منصف مولوی صاحب ایک مسجد کے پیش امام ہیں، اُن کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۶) جو شخص حق کو باطل کرے اس کے حق میں حکم شرعی کیا ہے؟

(۷) ایک کمال کئی مسکینوں کو حصہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اس شخص نے جھوٹ کہا کہ قربانی کی کمالیں اُس کا حق ہیں، شریعت مطہرہ نے کمالوں میں اتنے اختیار دئے ہیں، صورت کرے کہ بعینہ ان کو باقی رکھ کر استعمال میں لائی جائیں، مثلاً مشک یا

ڈول یا کتابوں کی جلدیں بنوائے، یا کسی ایسی ہی چیز سے جو باقی رکھی جاتی ہے بدل لے، مثلاً اُن کے بدلے برتن یا کتاب خرید لے، یا بے عینہ کھال اپنے عزیزوں، قریبوں خواہ کسی غنی کو دے دے، یا مسجد یا مدرسہ دینی میں دے دی جائے، یا اُسے قریب الی اللہ کے لئے بیچ کر اُس کے دام فقرا مساکین طلبہ و غریبہ ہم مصارف خیر کو دیتے جائیں، خواہ ایک کو یا سو کو، یہ جو اس شخص نے کما کہ ایک چمڑے کی قیمت یا ایک چمڑا دو کو دینا منع ہے، محض جھوٹ کما، اور شریعت مطہرہ پر اقرار کیا، اور اس کا یہ کہنا کہ پیش امام کو جبراً لینے سے بھی گناہ نہیں، شریعت پر اس کا دوسرا اقرار اور ظلم کو جائز کرنا ہے، اور اس پر وہ سخت جرات کہ اُس پر جو ہذا ہو وہ اپنے ذمہ داری، عذاب الہی کو ہلکا سمجھنا اور معاذ اللہ کفر ہے، اس کی امامت جائز نہیں، اور یہ پیش امام اگر کمالیں لینے پر جبر کرے اور اس سے باز نہ رہے تو یہ بھی فاسق ملعون ہے، مادہ اس کا امام بنانا گناہ، اور اس جبراً لینے میں جو اس کی مدد کرے وہ سخت شدید گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، حدیث میں ہے،

من مشى مع ظالم لم یبعثہ و هو یعلم انه ظالم فقد جرد انفسه ظالم کی مدد کو چلا وہ اسلام سے نکل
خروج من الاسلام

گیا۔ (د ت)

اور جو شخص امام کو کھال نہیں دیتے خواہ وہ خواہ پاتا ہو یا نہ پاتا ہو اس میں ان پر کوئی شرعی الزام نہیں کہ امام کو دینا شرع سے واجب نہ کیا تھا، نہ کھال امام کا حق تھی کہ اس کی حق تلفی ہوتی، اس پر جو امام نے اُس مسلمان کو وہ سخت بد دعا دی کہ وہ خود ہی مستحق غضب ہوا، العیاذ باللہ تعالیٰ کہ اس نے مسلمان کو ناحق ایذا دی، اور یہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فمن اذی مسلماً
فقد اذی اللہ بک

جس نے بدو پر شرعی کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی، اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔ (د ت)

والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۹ از سنبل علمہ رحمہ اللہ مرسلہ احمد خاں صاحب ۹ رجادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ

کیا فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ قربانی کے جانور کی کھال کے دام صاحب قربانی اپنے صرف میں دے یا نہیں؟ اور قربانی کا گوشت کس طرح تقسیم کرے؟ اور قربانی کے چمڑے کو کتنی پیش امام دے یا نہیں؟

اور مسجد میں صرف کوسے یا مدرسہ علم قرآن و حدیث میں؟ اور بڑی قربانی کی حجام اپنا حق سمجھ کر لے تو دوسے یا نہیں؟

الجواب

قربانی کی کمال کے دام صاحب قربانی اپنے صرف میں نہیں دے سکتا۔ حدیث میں ہے،
 من باع جلد اضحیٰ فلا اضحیٰ لہ۔
 جو اپنی قربانی کی کمال بیچے اس کی قربانی نہ چلتی۔
 مستحب یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کرے، ایک حصہ اپنا، ایک احباب کا، ایک مسکین کا۔
 پیش امام کا اس میں کوئی حق نہیں، دو تو اختیار ہے، لیکن اگر وہ اس کا نوکر ہے تو تنخواہ میں نہیں دے سکتا،
 مسجد اور مدرسہ دینیہ دونوں میں صرف کرنا جائز۔ حجام کا اس میں کوئی حق نہیں، دینے کا اختیار ہے۔
 واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از موضع میوندی بزرگ ضلع بریلی مسکول سید امیر عالم حسین صاحب ۶ شعبان ۱۳۴۰ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ قیمت جلوہ قربانی مسجد میں لگانا
 درست ہے یا نہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ فرش و چھت میں لگانا درست نہیں، یعنی جس جگہ مسجد کیا جائے وہ
 جگہ قیمت جلوہ قربانی سے نہ بنائی جائے کہ وہ قیمت صدقہ ہے اس جگہ مسجد کرنا حرام ہے، ہاں اس قیمت
 سے حدود و دیوار مسجد یا فسطائے وغیرہ بنایا جائے تو درست ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ کنواں وغیرہ بنادیا جائے
 تو کچھ عرق نہیں نوالہ مسجد میں ہو یا اور کہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ کنواں بھی نہ بنایا جائے کہ وہ قیمت صدقات
 سے ہے کہ اس کے پانی سے وضو جائز نہ ہوگا اور نہ اس کا پانی پینے کے قابل ہوگا، تو جناب قبلہ سے امیدوار
 ہیں کہ اس کا ثبوت خدا مان کو کیوں نہ دیا جائے کہ قیمت جلوہ قربانی کس کام میں صرف کی جائے، آیا مسجد یا
 کنویں وغیرہ میں لگانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر قربانی کی کمال مسجد میں دے دی تو متولی کو اختیار ہے کہ اسے مسجد کے جس صرف میں چاہے صرف
 کرے، اور اگر مسجد میں دینے کی نیت سے خود اس کے دام کے تو وہ دام بھی مسجد کے ہر کام میں صرف
 ہو سکے ہیں، ہاں اگر اپنے خرچ لاسنے کی بدنیت سے کمال بیچے تو یہ دام خبیث ہیں، مسجد میں نہ دے، نہ مسجد
 کے کسی کام میں صرف ہوں، بلکہ فقیر مسلمان پر صدقہ کئے جائیں و تحقیق المسئلة فی رسالتنا الصافیة
 الموجبة لحکمہ جلود الاضحیة "اس مسئلہ کی تحقیق ہمارے رسالہ الصافیة الموجبة لحکمہ جلود الاضحیة"

میں ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷۱ از جر میرہ ضلع فرید پور ڈاک خانہ خاص مرسلہ مولوی مفتی الدین صاحب قاضی

ارفریقہ ۱۳۳۷ھ

ماقولکم ونفع المسلمین بعلومکم ورحمکم اللہ تعالیٰ انہیں کہ تعمیر مسجد از چرم اخیہ جائز است یا نہ، و تصدق چرم اخیہ از قبیل قطعات است یا از واجبات، و در ادائے صدقہ واجیہ تملیک مشروط است، بکذا در ادائے صدقہ نافذہ تملیک مشروط است یا نہ؟

الجواب

صدقہ باطلاق عام و در گرو تملیک نیست کما نطق بہ الاحادیث الکثیرہ و حققناہ فی فتاوانہا قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما اطعمت زوجتک فهو لک صدقۃ، و ما اطعمت ولسدک فهو لک صدقۃ، و ما اطعمت خادمک فهو لک صدقۃ، و ما اطعمت خادمک و نظار و یمن غرہ واجب است، و شک نیست کہ از قسم صدقہ است، ولہذا فتی را ردہ نیست، مہذا تملیک لازم نکرده اند، اباحت دارد کما فوضوا علیہ قاطبہ بر چرم اخیہ رأساً بیع و خلیفہ از شرع معین نیست، ردہ است کہ باستعمال خود دارد و یا یعنی ہدیہ کند، پس ابغنی

مطلق صدقہ تملیک کا پابند نہیں ہے جیسا کہ کثیر احادیث اس پر ناظر ہیں اور اس کی تحقیق ہم نے اپنے فتاویٰ میں کی ہے، ایک حدیث یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے جو ترے اپنی بیوی کو کھلایا صدقہ ہے اور جو ترے اپنی اولاد کو کھلایا ہے وہ تیرا صدقہ ہے اور جو ترے اپنے خادم کو کھلایا ہے وہ تیرا صدقہ ہے۔ بلکہ کفارہ صوم ظہار اور قسم واجب ہے اور شک نہیں کہ از قسم صدقہ ہے اسی لئے غنی کو کھانا جائز نہیں اس کے باوجود تملیک لازمی نہیں ہے بطور اباحت دینا جائز ہے جیسا کہ تمام فقہار نے اس پر نص فرمائی ہے چرم قربانی پر تو کوئی شرعی حکم معین نہیں ہے خود استعمال کرنا جائز ہے یا کسی غنی کو ہدیہ کر کے تو شرعی مطالبہ کے

مطالبہ شرعیہ اصلاً صدقہ نیست، نہ واجب، نہ نافلہ، نہ عامہ، نہ خاصہ، پس شرط تملیک فقیر زیادست بر شرع است، آری اگر بفقیر بخشید صدقہ خاصہ نافلہ شود، و این معنی موجب آن نبود کہ چیزی کار آنجا بیج رود انیست، نہ یعنی کہ زرے کہ بہ بنائے مسجد یا تکفین میت صرف کنی، اگر بفقیر دہی، نیز صدقہ خاصہ نافلہ بود، و این معنی منع نہ کند از صرف زر در کار خود یا در کار خیر، بلکہ آنجا خود مطالبہ شرعیہ بود کہ بنائے مسجد بحمل حاجت، و تکفین میت ہر دو واجب است، و بصرف اضمحیر یا حرم ادبکار و اگر اصلاً مطالبہ نیست تا گویند کہ مطلوب شرع صدقہ او هست مگر فقیر جز تملیک یا شد بہ صدقہ اش زینداد از شرع مطالبہ نیست، بلکہ ایں با سرکار فرمودہ اند کلوا و ادخروا و انتجروا غوریہ، و برائے حاجت بردارید، و بکار ثواب صرف کنید، رواہ ابوداؤد عن نبشۃ الہدای رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ایں سوم خود جمیع میراث و مشوات را شامل است، تعمیر مسجد نیز از ان است، پس بالیقین رواست و اللہ تعالیٰ اعلم۔

طور پر ہرگز صدقہ نہیں ہے نہ واجب، نہ ہی نفلی، اور نہ عام نہ خاص، پس اس میں تملیک فقیر کی شرط کرنا شرع پر زیادتی ہے ہاں اگر فقیر کو دے گا تو خاص نفلی صدقہ ہوگا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ فقیر کے بغیر کسی کے لئے روا نہیں، دیکھئے جو زر آپ نے مسجد کی تعمیر پر کیا یا میت کے کفن پر خرچ کیا اگر فقیر کو دیتا تو وہ بھی خاص نفلی صدقہ ہو جاتا بلکہ وہ اس چیز کو مانع نہیں کہ آپ خود اپنے صرف میں یا کسی بھی کار خیر میں صرف کریں بلکہ مسجد کی تعمیر ضروری ہو یا کفن دینے کی حاجت ہو تو شرعی مطالبہ ہے اور یہ دونوں واجب ہو جاتے ہیں مالا کہ حرم قربانی کو کسی کام پر خرچ کرنے کا شرعاً کوئی مطالبہ نہیں ہے تاکہ یہ کہا جاتا کہ اس کو صدقہ کرنا شرعاً مطلوب ہے اور اس صدقہ کا مصرف تملیک کے بغیر نہیں ہو سکتا بلکہ شرع نے اس کو صرف کرنے کا کوئی بھی حکم نہیں دیا۔ ابوداؤد نے حضرت نبشۃ الہدای رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کھاؤ، ذخیرہ کرو اور اجر کھاؤ، یہ تین کام کرنے کا حکم فرمایا جبکہ تعمیر احکم تمام نیکیوں اور ثواب والے مقامات کو شامل ہے اور مسجد کی تعمیر بھی نیکی کا کام ہے

لہذا اس کا مصرف تعمیر مسجد کہنے بالیقین جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۲ از ملا محمد سمیع بن محمد رمضان در مسجد رنگریزاں پالی تاریخ ۱۱ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ ہم لوگ سب محلہ قربانی کی کھالیں ہمارے محلہ کی مسجد میں دیتے ہیں تاکہ مسجد کی ڈول، رسی و چراغ و بجلی میں امداد پہنچے، اور اگر سوائے ہماری مسجد کے اور جگہ ان

سے ششمن ابی داؤد کتاب النضایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۲

کھا۔ کو صرف کر دے، تو اس کو ہم محلہ سے خارج کر دیتے ہیں، عند الشرح ایسا کرنا کس حکم میں داخل ہے؟

الجواب

مسجد میں چیم قربانی صحت کر دینا جائز ہے مگر واجب نہیں، دوسرا اگر اور کسی جائزہ صرف میں خرچ کرے اس پر کوئی مواخذہ نہیں، اس بنا پر اسے محلہ سے خارج کر دینا ظلم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳۳ از انبیٹہ تحصیل نکور ضلع سہارنپور مسئلہ سید مظفر صاحب ۱۲ محرم الحرام ۱۳۲۹

ملاسے ذی شان مسئلہ حرۃ ذیل میں کیا ارشاد فرماتے ہیں،

(۱) زید پوست قربانی بعینہ مسجد میں دینے کو اور اس کی ضروریات میں خرچ کرنے کو خواہ تنخواہ کو زن ہو یا دیگر حوائج مسجد، جائز کہتا ہے۔ اور نیز قربانی کرنے والے کو اپنے استعمال میں لانا، خواہ ڈول بنا کر یا دیگر کسی طریقہ سے معتد اپنے لئے تیار کرانے کو شرعاً جائز کہنا، تو اسی ڈول کو جو اس نے اپنے استعمال کے لئے تیار کر لیا تھا مسجد میں اگر دے دے تو زید مذکور اس کو جائز رکھتا ہے اور کہہ ان دونوں امر کو ناجائز کہتا ہے، اور استدلال ہر دو کاتب فقہ مثل ہدایہ و مشامی کی جہاں سے جیسا کہ عبارت چاہیے مطبوعہ اصح المطابع صفحہ ۴۴۴ میں ہے،

و یجوز فی بجلد ہا لکن جزاء منہا اذ یعمل قربانی کی کمان کو صدق کیا جائے کیونکہ قربانی کا جز ہے
منہ آلة تستعمل فی البیت کالمنظم والجواب یا اس کو خواہ کام میں لا کر گھر میں خوان یا تحصیل یا
والغیر ہا و نحوہا الخ۔ چھلنی وغیرہ بنائے انوارت،

زید کہتا ہے جبکہ پوست قربانی کی اشیاء قربانی کرنے والا اپنی ذات کے لئے تیار کر کر استعمال کر سکتا ہے، تو وہ ان کو مسجد میں دے دے تو کیا عرج ہے، خود کہتا ہے کہ صدقہ و فطر کے معنی تملیک بلا عرض ہے، تو مسجد میں پوست قربانی دینا جائز نہ ہوگا، کیونکہ مسجد تملیک کی صلاحیت ہی نہیں رکھتی، ایسے ہی شارع علیہ السلام نے پوست قربانی کی اشیاء تیار شدہ کو اپنے نفس کے لئے اپنے گھر میں استعمال کرنے کے لئے حکم فرمایا نہ کہ مسجد میں اسی شئی کو اپنی طرف سے دے دینے کو۔

(۲) دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر کسی گائے وغیرہ کے سینک کے اوپر کا حصہ نیچے تک ڈٹا ہو تو ہاتھ میں تو مطلقاً مکسورۃ القرن کو جائز رکھا ہے، اور شامی میں تفصیل اس طرح کہ اگر کسر خیمک پسینی تو ناجائز ہے، و نیز مشامی یعنی ردس عظام تک اگر کسر پیچے تو ناجائز۔ تو جس جانور کا اوپر والا حصہ نیچے تک

اگر گیارہ جائز ہو گا یا ناجائز ہو گا؟ یہ بتواتوجروا۔

الجواب

(۱) زید کا قول صحیح ہے، بیشک اسے امورِ بد و خیر میں صرف کر سکتے ہیں، اور اپنے لئے ایسی چیز جو باقی رکھ کر استعمال کی جائے، جیسے ڈول و مشک، کتاب کی جلد وغیرہ بنا سکتے ہیں اور اسے درجہ اولیٰ مسجد میں دے سکتے ہیں، تصدق جس میں تملیک فقیر ضرور ہے، صدقات و اجر مثل زکوٰۃ میں ہے ہر صدقہ واجبہ میں بھی نہیں، جیسے کھار و صیام و ظہار و یمن نہ ان کے طعام میں تملیک فقیر کی حاجت نہیں اباحت بھی کافی ہے، کما فی فتح القدیر وغیرہ عامۃ الکتب (فتح القدیر وغیرہ عام کتب میں جیسا کہ موجود ہے)۔ چرم قربانی کا تصدق اصل واجب نہیں، ایک صدقہ نافذ ہے، اس میں اشترط تملیک کہاں سے آیا، بلکہ ہر قربت جائز ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حکلو وادخروا وانشجروا الخ کھا وادور ذخیرہ رکھو اور ثواب کا کام کرو۔
کیا مسجد میں دینا ثواب کا کام نہیں، امام زلیحی تبیین الحقائق میں فرماتے ہیں: لانه قربۃ کا تصدق (کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ ت) کیا مسجد میں دینا قربت نہیں، اور عجیب منطق یہ ہے کہ مسجد میں دینا تو جائز نہیں کہ تملیک فقیر نہ ہوگی، اور نہ ہی کا اپنے صرف میں رکھنا جائز اس میں تملیک فقیر ہوگئی و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) قرنِ اوپر ہی کے متھے کو کہتے ہیں، جو ظاہر ہوتا ہے وہ اگر کل ٹوٹ گیا حرج نہیں دلسدہ ہدایہ میں کسورۃ القرن کو جائز فرمایا، ہاں اگر اندر سے اس کی جڑ نکل آئی کہ سر میں جگہ خالی ہوگئی، تو ناجائز ہے۔ رد المحتار کا یہی مفاد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۴۵ھ از قلعہ ضلع شاہجہانپور محلہ ہندو پٹی مرسلہ مولوی ضیاء الدین صاحب

۲۰ رمضان ۱۳۳۷ھ

مفتیانِ کرام ذوی الاحترام کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے، زید کہتا ہے کہ جلد قربانی و حقیقہ مسجد و مدرسہ کے صرف میں آسکتی ہے؟ بکر کا قول ہے کسی فقیر کو دی جائے وہ خرچ کر سکتا ہے

۱/۲۰۹ فتح القدیر کتاب الزکوٰۃ باب من یجوز دفع الصدق الخ مکتبہ فوریرہ رضویہ سکھر

۲/۳۳ سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور

۶/۹ تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ المطبعۃ الکبریٰ الامیریہ بولاق مصر

فکرواداد خسروا واثجروا - رواة
ابوداؤد وغیرہ عن نبشۃ الہندی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ۔
کھاؤ اور اٹھا رکھو اور ثواب کا کام کرو۔ اسے
ابوداؤد وغیرہ نے حضرت نبشۃ الہندی رضی اللہ تعالیٰ
عنه سے روایت کیا ہے (ت)

مسجد و مدرسہ وغیرہ اہلسنت میں دینا بھی ثواب کا کام مثل اطعام اور اسی اثجروا کے حکم میں
داخل ہے، ہاں اگر کوئی شخص اس کی جگہ اپنے صرف میں دینے کی نیت سے روپوں پیسوں کو بیچے تو بیشک
قیمت اس کے حق میں خبیث ہوگی،

لانہ جزء من القول کما نصوا علیہ و فی
حدیث المستدرک من باع جلد اضحیۃ
فلا اضحیۃ لہ
کیونکہ یہ مالہ اری کا جز ہے جیسا کہ انھوں نے نص
فرمائی ہے، اور مستدرک کی حدیث میں ہے، جس
نے اپنی قربانی کی کمال فروخت کی تو اس کی قربانی
نہیں (ت)

وہ قیمت در مسجد میں دے نہ مدرسہ میں فان اللہ طیب لایقبل الا الطیب (اللہ تعالیٰ طیب ہے وہ فقر
طیب کو قبول فرماتا ہے۔ ت) بلکہ فقر اور تقسیم اور صدق کرے کما هو حکم مال الطیب (جیسا کہ
نما پاک مال کا حکم ہے۔ ت) اور اگر نہ اپنے لئے بلکہ مسجد و مدرسہ یا کسی فقیر کی کو دیتے پیلے روپوں پیسوں
کو بیچے، خود یہ خواہ متولی مسجد و مدرسہ وکیل فقیر، بہر صورت جائز ہے، اور وہ دام مدرسہ و مسجد میں
صرف ہو سکتے ہیں کہ منوع تولی ہے ذکر قرب،

وقد مر عن التبعین انہ قربۃ کالتصدقۃ و
تمامہ التحقیق فی رسالتنا الصافیۃ الموجیۃ
لحکم جلود الاضحیۃ - واللہ تعالیٰ اعلم۔
تبعین سے گزرا کہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ کل
تحقیق ہمارے رسالہ الصافیۃ الموجیۃ لحکم جلود
الاضحیۃ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۵ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

مسئلہ انجمن اسلامیہ رانا دارڈ کاٹھیاوار

۲۴۹
محکمہ دامت حاضریہ امام اہلسنت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب قبلہ مدظلہ العالی ! بعد تسلیم

۲۳/۲ سنن ابی داؤد کتاب الضایا باب حبس لوم الاضامی آفتاب عالم پریس لاہور
۳۹۰/۲ المستدرک للحاکم کتاب التفسیر دار الفکر بیروت
۲۲۸/۲ مسند امام احمد بن حنبل مسند ابوہریرہ المکتب الاسلامی بیروت
۹/۹ تبیین المعانی کتاب الاضحیۃ المکتبۃ الامیریۃ بولاق مصر

بعد تحریم و قد مجوسی عرض یہ ہے کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ :

(۱) قربانی کے چمڑے کے پیسے جو معلم کہ مدرسہ کی دینی اور دنیاوی تعلیم پر مقرر کئے گئے ہیں آیا ان کو بطور مایانہ تنخواہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) قربانی کے چمڑے کے پیسے سے غریب اور تو نگر کے بچوں کو تعلیم دینے کے لئے مدرسہ کیلئے عمارت بنانے کے کام میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) قربانی کے چمڑے کی آمد سے عمارت بنا کر اس کا سود یا کرایہ کر آئے، اس کو بچوں کی تعلیم میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) قربانی کے چمڑے کی آمد سے غریب یا تو نگر طلباء کو کتاب دے سکتے ہیں یا نہیں مانند قرآن شریف وغیرہ۔
بیٹنوا توجسروا۔

الجواب

اقول وبالله التوفیق اختیار جو ایام غرمیں قربانی کرتے ہیں کہ ابتداءً شرع مطہر نے ان پر واجب فرمائی اس کی کمال میں یہ احکام ہیں :

(۱) وہ اسے باقی رکھ کر اپنے استعمال میں دے سکتے ہیں مثلاً ان کے مشک، ذول یا کتابوں کی جسدیں بنوالیں لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وادخروا (منور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق کہ "اور ذخیرہ کرو"۔ ت)

(۲) اپنے استعمال کے لئے اس سے وہ چیزیں خرید سکتے ہیں جو باقی رکھ کر استعمال ہوتی ہیں، جیسے برتن، کتابیں وغیرہ فان قیام البذل کی قیام البذل منہ (بدل کا قیام بدل کے قیام کی طرح ہے۔ ت) در مختار میں ہے :

یتصدق ببجلدھا، او یعمل منہ نحو غریبال کمال کا صدقہ کرے یا غود غریبال، تحیلہ، مشکیزہ، وجواب وقربۃ وصفرۃ ودلوادی بدلہ بھا خواں یا ذول بنا لے یا ایسی چیز سے تبادلہ کرے ینتقم بہ باقیہا صریحاً جس کو باقی رکھ کر خفیہ حاصل کرتا رہے، جیسا کہ

گزارہ (ت)

(۴) اسے اپنے لئے دامن کو نہیں بیچ سکتے، اگر بیچیں تصدق کریں لانہ سبیل ما حاصل

لے سنن ابی داؤد کتاب البضایا باب حبس لحوم البضایا آفتاب عالم پریس لاہور ۳۴/۲
لے در مختار کتاب الاضیحة مطبع مجتہائی دہلی ۲۳۴/۲

بوجہ نجیث (نجیث طریقہ سے حاصل شدہ کا یہی حکم ہے۔ ت) رد المحتار میں ہے ،
تصدق بالدمہ اہم فیما لو ابدلہ بھذا اگر اسے دراہم سے بدلا تو دراہم کو صدقہ کرے (ت)
یہاں تک کہ اگر داموں کو بچے پھر چاہے کہ ان داموں سے کوئی چیز ایسی خریدے جس کی خرید جائز
تھی، جیسے برتن وغیرہ، تو اب اس کا اختیار نہیں، وہ دام تصدق ہی کرنے ہوں گے۔ غلطی علی الدہ المختار
میں ہے ،

قولہ بیا ینتفع بعینہ نفاہرا انہ لایجبوز قولہ وہ چیز جس کے عین سے فسخ حاصل کرے
بیعہ بدر اہم ثم یشتری بها ما ذکر یتہ اس کا ظاہر یہ ہے کہ کھال کو دراہم کے عوض
فروخت کر کے پھر دراہم کے ساتھ کوئی چیز خریدنا جن کو ذکر کیا، جائز نہیں (ت)
رد المحتار میں ہے ،

وینفیدہ ما مذکور عن البدائع یتہ اس کا فائدہ دے گا جو ہم ہائے کے حوالہ سے
ذکر کریں گے۔ (ت)

(۴) یوں ہی اپنے لئے کسی ایسی چیز سے بچیں جو خیر ہو کر کام میں آتی ہے، جیسے کھانے پینے
کی چیزیں، یہ ناجائز ہے، اور ان کی قیمت تصدق کرنی ہوگی۔ در مختار میں عبارت مذکورہ ہے ،
لا یستھلک کتبی و لحم و نحوه کدراہم ہلاک ہونے والی چیز کے عوض نہیں جیسے سرکہ، گوشت
فان بیع اللحم او الجلد بہ اعب یستھلک وغیرہ مثلاً دراہم، تو اگر گوشت یا کھال کا ایسی
او بدر اہم تصدق بشئ یتہ ہلاک ہونے والی چیز یا دراہم کے عوض فروخت
کیا تو اس کی قیمت صدقہ کرے۔ (ت)

(۵) اسے باقی رکھ کر یا باقی رہنے والی چیز سے بدل کر اسے پر نہیں دے سکتے، مثلاً کھال
کی مشک بنائی یا اس سے کوئی برتن خریدا، اور اس مشک یا برتن کو کراپہ پر دیا، یہ ناجائز ہے، اس
کو اسے کو تصدق کرنا ہوگا۔ در مختار میں ہے ،

۲۰۹/۵	دارالاجیاء التراث العربی بیروت	کتاب الاضیحة	رد المحتار
۱۶۲/۴	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الاضیحة	حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار
۲۰۱/۵	دارالاجیاء التراث العربی بیروت	•	رد المحتار
۲۳۴/۲	مطبع مجتبائی دہلی	•	رد مختار

لَا يُؤْجِرُهَا قَاتُ فَعَلِ تَصَدَّقَ بِالْأَجْرَةِ ۚ
 حاوی الفتاویٰ، فتاویٰ علیمیہ، پھر در مختار، پھر رد المحتار میں ہے،
 نو عمل الجلد جرابا و اجرة لم یجوز، اگر کمال کو تھیلانا یا اور اجرت پر دیا تو اجرت کو
 وعلیہ التصدق بالاجرة۔ صدقہ کرے، اجرت لینا جائز نہیں۔ (ت)
 (۶) اپنے اوپر کسی آتے ہوئے کے بدلے میں، مثلاً فزکرتی خواہ یا کسی کام کی اجرت میں نہیں دے سکتے
 فانہ ایضاً فی معنی البیوع للتمول (کیونکہ یہ بھی تمول کے معنی میں ہے۔ ت) رد مختار میں ہے،
 لا یعطى اجر الجزار منها لانه کبیع ۚ قصاب کو اجرت میں نہ دے کیونکہ یہ بیع کی طرح
 ہے۔ (ت)

کفایہ، پھر رد المحتار میں ہے،
 لان کلامہما معاوضة لانه انما یعطى الجزار بمقابلۃ جزرہ، والبیع مکروه فکذا صافی
 کیونکہ یہ دونوں معاوضہ ہیں کیونکہ قصاب کو اس کی مزدوری کے عوض دے گا، اور بیع مکروہ ہے
 تو اس کا ہم معنی بھی مکروہ ہے۔ (ت)
 (۷) یونہی اپنی زکوٰۃ کی نیت سے فقیر کو نہیں دے سکتے لانه ایضاً معنی البیوع بالدرام
 (کیونکہ یہ بھی دراہم کے بدلے بیع کے معنی میں ہے۔ ت) اور اگر دیں گے فقیر اس کا مالک ہو جائیگا
 اور زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ فقیر پھر شرعاً فقیر نہیں رہتا پھر ابن عابدین علی الدرد میں ہے،
 اذا دفع النعم الی فقیر بنیۃ النکوة لا یحسب جب فقیر کو زکوٰۃ کی نیت سے گشت تو ظاہر الروایۃ
 عنہا فی ظاہر الروایۃ ۚ میں زکوٰۃ نہ ہوگی۔ (ت)
 (۸) فقیر کو دینے کی نیت سے دامن کو بھی بیچ سکتے ہیں کیونکہ اپنے لئے تمول نہیں، تبیین الحقائق
 پھر عالمگیری میں ہے،

۲۲۲/۲	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب الاضحیۃ	۱۰ در مختار
۲۰۹/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۱۰ رد المحتار
۲۳۲/۲	مطبع مجتہائی دہلی	"	۱۰ در مختار
۲۰۹/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۱۰ رد المحتار
۲۰۹/۵	"	"	۱۰ رد المحتار

لا یبیعه بالدرہم لیتفق الدرہم علی نفسه وعیالہ ، ولو باعہما بالدرہم لیتصدق بہا جاز لانہ قربة کا تصدق۔
 درہم کے عوض اپنے یا اپنے عیال پر خرچ کرنے کے لئے فروخت نہ کرے اگر درہم کے عوض فروخت کیا درہم کو صدقہ کرنے کے لئے، تو جائز ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ (دست)

(۹) غنی کو بہرہ کر سکتے ہیں کہ وہ اپنا قول نہیں، پھر اس غنی کو اختیار ہے چاہے دامنوں کو بیچ کر اپنے خرچ میں لائے چاہے کسی کی اجرت یا تنخواہ میں دے چاہے اپنی زکوٰۃ میں دے، اور اس کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی کہ اب حکم اخیر منقطع ہو گیا، وہ اس کی ملک ہے جو چاہے کرے،

نقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہو لہما صدقۃ ولنا ہدیۃ یتہ
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ اس کے لئے صدقہ اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔ (تتبع)

فقیر پھر جامع الرموز پھر رد المحتار میں عبارت مذکورہ ہے،

لکن اذا دفع لغنی ثم دفع الیہ بنیتہا یحسب احدی دفع الموعوب لہ بنیۃ الزکوٰۃ جاز واجزا۔
 لیکن اگر غنی کو دیا اور غنی نے اپنی زکوٰۃ میں دیا تو زکوٰۃ شمار ہوگی، یعنی موعوب لہ اپنی زکوٰۃ کی نیت سے دے تو جائز ہے۔ (دست)

(۱۰) مسجد میں دے سکتے ہیں،

نقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وان تجروا رواۃ ابو داؤد عن نبیۃ الہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی بنا پر کہ اجر کماؤ۔ اس کو ابو داؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے (دست)

پھر مہتممان مسجد کو اختیار ہے کہ اسے بیچ کر مسجد کے جس کام میں چاہیں لائیں اگرچہ مال یا خرچ یا فراش کی تنخواہ میں،

لانہ صار ملک للمسجد کما لہ الخفی المذکور فانقطع حکم الاضعیۃ۔
 کیونکہ مسجد کی ملک ہو گئی جس طرح غنی والا ذکر مسئلہ تو قربانی کا حکم ختم ہو گیا۔ (دست)

۱۔ تبیین الحقائق کتاب الاضعیۃ ۹/۶ و فتاویٰ ہندیہ کتاب الاضعیۃ الباب السادس ۴۰۱/۵

۲۔ صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ علی موالی از دواع النبی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۰۲/۱

۳۔ رد المحتار باب الاضعیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۹/۵

۴۔ سنن ابی داؤد کتاب الاضعیۃ باب حبس لولم الاضاحی کوفت عالم پریس لاہور ۳۳/۶

(۱) مدرسہ دینیوی میں نہ دیں کہ وہ قربت نہیں ، اور مدرسہ سانی مدرسہ دینی اگر اس کے نوکر ہیں جن کی تنخواہ اس پر واجب ہوتی ہے اس میں نہیں دے سکتا کہ یہ اس پر آتا ہے ، ورنہ مہتمم مدرسہ کو دینے وہ تنخواہ میں دے ، یا جس کار دینی مدرسہ دینیہ میں چاہے صرف کرے ۔

(۲) مدرسہ دینیہ کی عمارت میں خرچ کر سکتا ہے کہ قربت ہے ۔

(۳) لا الہ الا اللہ سُوْد حرام قطعی ہے ، صحیح حدیث میں ہے کہ سُوْد کھانا شتر بار اپنی ماں سے زنا کرنے سے بدتر ہے ۔ ہاں جو عمارت کا ذخیرہ مثل تعلیم علم دین کے لئے وقف کریں کہ اس کے کوایہ سے وہ کار ذخیرہ جاری ہو ، اس کی تعمیر میں صرف کر سکتا ہے ۔

(۴) اسے کتابوں سے بدل کر طلبہ کو دے سکتے ہیں ، اگرچہ وہ طلبہ غنی ہوں کہ کتاب باقی رہ کر کام آتی ہے اور ایسی چیز کے عرض اپنے لئے پہنچا جاتا ہے ، طلبہ کے لئے بددعا اولے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ مدرسہ حافظ محمد حسین صاحب مدرسہ طہیز مولوی رشید احمد صاحب گنہ گوی
ہنتم ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قیمت پوست قربانی کو تنخواہ دین میں دینا جائز ہے یا نہیں ؟ بیتنا وجہروا ۔

الجواب

جو مدرسہ تعلیم علوم دینیہ کے لئے چندہ سے مقرر ہو اس میں قربانی کی کمال خواہ بیچ کر اس کی قیمت پہنچا کر مصارف مدرسہ مثل تنخواہ مدرسین و خوراک طلباء وغیرہ میں صرف کی جائے ، مذہب صحیح پر جائز ہے کہ ایسے مدارس کی اعانت قربت ہے ، اور قربات میں صرف کرنے کے لئے گوشت پوست قربانی بیچنے کی مطلقاً اجازت ہے ،

فی الہندیۃ لا یبیعہ بالدرہم لینفق	بنیدہ میں ہے کہ اپنے اور اپنے عیال پر درہم
الدراہم علی نفسہ و عیالہ ، و اللہم	خرچ کرنے کے لئے فروخت نہ کرے اور گوشت
بسنزلۃ الجبل فی الصحیح ، ولو باعہا	بجز کہ کمال ہے صحیح قول میں ، اور درہم فقیر کو
بالدراہم لیصدق بہا حیاتیہ لانہ	صدقہ کرنے کی غرض سے فروخت کیا تو جائز ہے
قربۃ کالتصدق ، کذا فی التبعین	کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے ۔ یوں تبیین ،

معنی لاعانہ علم الدین میں قربت ہونے کے معافی نہیں، جیسے مقامائے ستائیدہ و مودائی مسجد کی اجرت؛
وقد فصلنا القول فیہا فی فتا وفتا
المسئلة رسالة كافلة كافية سيستها
"الصافية الموجية لحكم جلود الاضحية"
والله تعالى اعلم.

اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۸۶ از طالب پود ضلع مرشد آباد کوٹھی راجہ صاحب مرسلہ محمد جان صاحب محمد

۶ رمضان مبارک

چمے فرمایند علامائے شریعت فرمادیں مسئلہ
کہ اگر چرم اصاحی بتریان دارس وغیرہ تملیک
دادہ شود و ایشان بصوابہ یہ خود یا باشارہ
استشارة دہندگانی چرم اور اور ضروریات مدرسہ
صرف نمایندگے از جواز وارد یا نہ؟ بیعتنوا
توجروا۔

روشن شریعت کے علماء کیا فرماتے ہیں اس
مسئلہ میں اگر چرم قربانی دارس کے متولیوں کو تملیک
کر دی جائیں اور وہ اپنی صوابدید پر یا دینے والوں
کے مشورہ سے مدرسہ کی ضروریات میں صرف
کریں تو جواز کی صورت ہے یا نہیں۔ بیان
کرد اجر پاد۔ (ت)

الجواب

در جواز بعد اراقہ دم و اقامت قربت صورت
مذکورہ جائے سخن نیست، متولیان اگر فقراء
باشند این تملیک تصدق باشد ورنہ ہر یہ،
و ہیکہ ازینہاد اجزائے اضحیہ ممنوع نیست،
فہ النقایۃ و شرحہا للبرجندی
یہب من یشاء علی سبیل التعلیل
فقیرا و غنیاً، آنچه کہ ممنوع و مکروہ است
بیع بر وجہ تمول ست لحدیث
من باع اضحیتہ فلا

قربانی کے خون بہا دینے اور قربت قائم کر دینے
کے بعد مذکورہ صورت کے جواز میں کوئی شعبہ
نہیں ہے، متولی حضرات اگر غریب ہوں تو ان پر
صدقہ ہو گا ورنہ ہر یہ جو گا، ان میں سے کوئی بھی
قربانی کے اجزاء میں ممنوع نہیں ہے۔ نقایہ اور
اس کی شرح برجندی میں ہے جس کو چاہے دے کہ
مالک بنا کر فقیر کو خواہ غنی کو اور منع صرف تمول کے
طور پر فروخت کرنا ہے اس حدیث کی بنا پر
کہ جس نے قربانی کی کمال فروخت کی اس کی

الاضحية للذبيحة رواه الحاكم في المستدرک و
البيهقي في السنن عن ابی هريرة رضى الله
تعالى عنه عن النبی صلی الله تعالى
عليه وسلم ، و پیداخت کہ ہریر از بیع حنیہ
نباشد ، بالجملہ ایں مبنی خود در لحم اضحیہ رواست ،
و جلد بالاتر از و نیست ، بالاتفاق ، و فی الهدایة
والکافی والتبیین و غیرہا اللحم
بمنزلة الجبل فی الصحیح ، باز
آن گاہ کہ جلد بتلیک مضی در ملک متولی آمد ،
حکم اضحیہ ختمی شد ، متولیان را ہر گز
تعرف و درود و ادا باشد لحصول المطلق
وانتهاء الحاجز ، و ذلک قوله
صلی الله تعالى علیه وسلم
فی اللحم المتصدق به علی ہریرة
رضی الله تعالی عنہا ہولہا
صدقة و لنا ہدیة رواہ البخاری
عن ام المؤمنین رضی الله تعالی
عنہا ، از یہاں است کہ اگر کھے لحم اضحیہ
خودش بہ نیست زکوٰۃ بر فقیر تصدق کند
زکوٰۃ ادا نشود ، و اگر بغنی ہریر داد و ادا از
زکوٰۃ خویش بہست فقیر نہاد زکوٰۃش ادا شود ،
زیرا کہ حکم اضحیہ بآن ہریرہ پایاں رسید ، حالا ایں حنیہ

قربانی نہیں ، اس کو حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی
نے اپنی سنن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ
عنه سے اور انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے روایت کیا ہے ، اور ظاہر ہے کہ ہریرہ فروخت
کی قسم نہیں ہے ، خلاصہ یہ کہ قربانی کے گوشت میں
بھی یہ معنی موجود ہے جبکہ کھال اس سے اہم نہیں
ہے بالاتفاق ، اور ہدایہ ، کافی اور تبیین وغیرہ میں
ہے کہ گوشت کھال کے حکم میں ہے صحیح قول میں ،
پھر جب کھال قربانی دینے والے کی طرف سے
متولی کی ملک کر دی گئی تو قربانی کا حکم تام ہو گیا ، متولی
حضرات کے ہر طرح اس میں تصرف کا اختیار ہے
حقانعت ہونے اور اجازت پانے جانے کی وجہ سے
اور یہ اس طرح کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا
ارشاد اس گوشت کے متعلق جو حضرت ہریرہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کو صدقہ ملا کہ وہ اس پر صدقہ ہے اور
ہمارے لئے ہریرہ ہے اس حدیث کو بخاری نے حضرت
ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت
کیا ہے اسی سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ اگر قربانی کا
گوشت فقیر کو زکوٰۃ میں دے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور
اگر غنی کو ہریرہ کے طور پر دیا اور اس نے وہ زکوٰۃ میں
دے دیا تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی کیونکہ غنی کو ہریرہ دینے
سے قربانی کا حکم تام ہو گیا اور اب غنی کے لئے یہ مملوک

۳۹۰/۲	دارالنگر بیروت	کتاب التفسیر	ملہ المستدرک
۳۳۸/۴	مطبع روضی مکہ	کتاب الاضحیہ	ملہ البدایہ
۲۰۲/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	کتاب الزکوٰۃ باب الصدقة علی برائی از دلج النبی	ملہ صحیح البخاری

سست از آن آں غنی در رنگ سائر مخلوقات او کہ با نمانا
 ہر چہ خواہد کند فی رد المحتار اذا دفع اللحم الی
 فقیر بنیۃ الزکوۃ لا یحسب عنہا فی ظاہر
 الروایۃ ، لکن اذا دفع لغنی ہم دفع الیہ بنیتہا
 یحسب۔ پس اگر ایشان در غیر صورت قرب استہلاک
 کردندے ، بیع مانع نبودے کہ آنکہ قبول کرد مضی
 نبود ، و آنکہ مضی بود قبول نہ کرد ، کما اذا تصدق
 بہ علی فقیر فباعہ بدس اہم لتفقتہ ، ایں جا
 کہ صرف ہم با مور قربت سست ، و قربت خود یکے از
 مصارف ، اضمیہ است لقولہ صلی اللہ تعالی علیہ
 وسلم و انت جروا ، سوا ما ابوداؤد عن نبیۃ
 الہندی رضی اللہ تعالی عنہ ، و من فقیر
 و رفقاؤی غرم بقدر کفایت ، و در رسالہ
 "الاضافیۃ الوجیۃ لحکم جلود الاضحیۃ"
 بمالامزید ملیہ تحقیق نمودہ ام کہ اگر مضی بخودی خود
 بے تحمل تملیک بدیگرے جلد اضافی را بچو امور قربت
 صرف نماید مخدورے نیاید ، لا جرم ایں صورت
 ادلی بکراست کما لا یخفی علی ادلی النہی ،
 واللہ سبحنہ و تعالی اعلم۔

قرارد پائی۔ رد المحتار میں ہے جب قربانی کا گوشت
 فقیر کو زکوۃ کی نیت سے دیا تو ظاہر الروایۃ میں زکوۃ
 میں شمار نہ ہوگا ، لیکن جب غنی کو دیا اور غنی نے فقیر
 کو اپنی زکوۃ میں دیا تو غنی کی زکوۃ ادا ہوگی ، اگر
 قربانی واسلے کمال کو قربت کے علاوہ بھی صرف کریں
 تو کوئی مانع نہیں ہے کیونکہ قربانی والا قبول نہیں بنانا
 اور قبول واسلے نے قربانی نہ بنائی مثلاً جب فقیر پر صدقہ
 کیا اور فقیر نے درام کے عوض فروخت کر دی تو یہاں
 کمال قربت میں صرف ہوئی جبکہ قربت خود احوال قربانی
 سے ہے ، حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اسس
 ارشاد کی بنا پر کہ "ثواب کماؤ" اس کو ابو داؤد نے
 حضرت نبی اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے روایت
 کیا ہے ، اور اس فقیر نے اپنے فتاویٰ میں بقدر
 کفایت اور رسالہ "الاضافیۃ الوجیۃ لحکم جلود الاضحیۃ"
 میں انتہائی بیان کر دیا ہے کہ اگر قربانی والا خود بلا واسطہ
 تملیک دوسرے کو خود صرف کرے تو کوئی حرج
 نہیں ہے تو یہ صورت بطریق اولیٰ جائز ہوگی ،
 جیسا کہ صاحب فہم پر مضی نہیں ہے۔ واللہ
 سبحنہ و تعالی اعلم (د)۔

مسئلہ ۲۸۳ از سہرام ضلع مرسلہ حکیم سراج الدین احمد صاحب ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۱ھ
 قیمت کمال قربانی جو پہلے سے بیوہ و بیس ، یتیم و بے بس ، مسکین سکناے جاہ و اقربائے دیار
 پر تقسیم ہوتی ، و مساجد کے فرش ، جانماز ، روشنی ، ڈول ، رتھی و جہاز و وغیرہ کے مصارف میں صرف ،

ہوا کرتی تھی جس کو اہل بیان مدرسہ جاز مشہور کرا کے اب مسلم کھالی یا نکل قیمت باغواں اہل بیان مدرسہ باغواں سے بیان و عقیدین داخل مدرسہ ہوجاتی ہے، اور مسکینان محروم رہتے ہیں، ستم ہے یا نہیں؟ اور اہل بیان و مہتممان مدرسہ کو اس رقم کا لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

حرم قربانی کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اُسے بغیر بیع اپنے کسی حرف میں نہ لے کر لے سکتا ہے، مثلاً کتابوں کی جلدیں بنائے یا مشک، ڈول بنوائے، اور ایسے ہی کاموں کے لئے کسی غنی کو ہدیہ بھی دے سکتا ہے، اور بہتر یہ ہے کہ اسے معارف خیر میں صرف کرے، مثلاً یتامی و یتیم گاہ و مساکین کو دیں یا مساجد کے معارف مستقیم میں صرف کرنا یا سستی مدارس وغیرہ میں امداد علم دین کے لئے دینا، یہ سب صورتیں جائز ہیں بقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلاوا وادخروا وادعوا (تحتضر علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے ارشاد کی بنا پر کہ کھاؤ، ذخیرہ بناؤ اور ثواب کماؤ۔ (ت) ان میں سے جن میں زیادہ مناسب اور حاجت وقت کے ملائم جانے صرف کرے، کسی صورت کو ظلم نہیں کہہ سکتے، ہاں یتیموں اور یتیم گاہوں اور مسکینوں کو دینا ناجائز بتائے وہ ظلم کرتا ہے کہ یہ اس کا شریعت مطہرہ پر افتراء ہے، یونہی اگر کچھ لوگ اپنے یہاں کی کالیں حاجتمند یتیموں، یتیم گاہوں، مسکینوں کو دینا چاہیں کہ ان کی صورت حاجت روائی یہی ہو، اُسے کوئی داخلہ یا مدرسہ والا روک کر مدرسہ کسے لے لے تو یہ اس کا ظلم ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک غریب شخص کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی، وہ اس قابل نہیں ہے کہ حقیقت کرے ساتھ قربانی کے، مگر بسبب سنت ادا ہونے کے اس کو کسی شخص نے کچھ عطیہ کیا تھا اس کو فروخت کر کے اُس نے قربانی کی، اور اس کے پاس کسی طرح کا مقدور نہیں ہے، اور اس قربانی کی کمال کے دام اپنے خرچ میں لانا جائز ہے یا ناجائز؟ جینوا تو جروا۔

الجواب

حقیقت کے احکام مثل اضمحیر ہیں، اس سے بھی مثل اضمحیر قربانی اللہ عزوجل مقصود ہوتا ہے، اور جو چیز قرب کے لئے رکھی گئی وہ قول یعنی اپنا مال بنانے سے محفوظ رکھنا چاہئے، کھالی بھی جائز کا جزو ہے، تو دامن کو بیچ کر اپنے حرف میں لایا جیسا کہ اضمحیر میں ناجائز ہے، یہاں بھی ضرور نامناسب ہونا چاہئے

کہ رجوع عن التقرب نہ ہو، ہاں اس سے کتاب کی جملہ یا مشک، ڈول بنا کر اپنے حرف میں لاسکتا ہے یا اسے کسی محتاج کو دے دے، پھر اس سے خفیف قیمت کو اس کی مرضی سے خرید کر دوسرے کے ہاتھ پوری قیمت کو بیچے، هذا ما ظهر لي (یہ وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا۔ ت) والله تعالى اعلم۔

مسئلہ ۲۸۵ از تکرر، محلہ ہندو پٹی، ضلع شاہجہاں پور۔ مرسلہ مولانا مولوی ضیاء الدین صاحب محلہ ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس سلسلہ میں کہ قیمت جلد قرآنی یا عقیقہ براہ راست مسجد یا مدرسہ دینیہ میں صرف کی جاسکتی ہے، یا تملیک مسکین کی ضرورت واقع ہوگی، بیتنا بالذلیل و توحید و بالاجرا الجذیل (ذلیل کے ساتھ بیان کرنا اور کثیر اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

ہاں جلد براہ راست صرف کی جاسکتی ہے۔

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم (ت) والله تعالى اعلم۔

اور اگر مسجد و مدرسہ میں دینے کے لئے دامن کو فروخت کی تو دام بھی براہ راست صرف کئے جاسکتے ہیں۔ تبیین المحتائق میں ہے، لانه قربة كالصدق (کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ ت) ان صورتوں میں تملیک مسکین ضروری جاننا شرع مطہر میں زیادت کرنا ہے جس پر کوئی دلیل نہیں، تو اپنی طرف سے ایجاد ایجاد ہوا، ما انزل الله بها من سلطان (اللہ تعالیٰ نے اس پر کوئی دلیل نہ فرمائی۔ ت) ہاں اپنے فرج میں لانے کے لئے دامن کو بیچے تو اس کی سبیل تصدق ہے کہ ملک خبیث ہے براہ راست مدرسہ مسجد میں نہ دے، فان الله طيب لا يقبل الا الطيب (میشک اللہ تعالیٰ طیب ہے اور صرف طیب کو قبول فرماتا ہے۔ ت) اس سوال کا جواب پہلے فتویٰ میں نظر نہ آنا عجیب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۔ سنن ابی داؤد کتاب الصلوات باب حبس لوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۳۲/۶

۲۔ تبیین المحتائق کتاب الاضاحی المطبعة الکبری الامیریہ بلاق مصر ۹/۶

۳۔ القرآن الحکیم ۲۳/۵۲

۴۔ مسند امام احمد بن حنبل علی ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳۲۸/۶

مسئلہ ۲۸۶ از کانپور مرسلہ مولوی سلیمان صاحب

قربانی کے چھڑا کاروپہ مسکینوں کو نہ دے بلکہ اس روپیہ سے فوائد عوام کے واسطے کتب خانہ میں قرآن شریف و کتب عربیہ و فارسیہ و انگریزی و ہنگلہ وغیرہ خرید کر کے رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے جبکہ وہ دینی کتابیں ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸۷ از بارہنگلی مسئلہ ریاض حسین ناظم انجمن نور الاسلام ۱۶ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کی کھال کی قیمت ایک ایسی انجن میں جس کے اخراجات و مقاصد دستور العمل غسلک سے واضح راستے عالی ہونگے، صرف ہو سکتی ہے؟

الجواب

مقاصد کے عام الفاظ ہمیشہ دل خوش کن ہوتے ہیں، اعتبار واقع کا ہے، اگر یہ انجن حقیقتہً اہلسنت کی ہے، جن کے مقاصد و ہدایت و دیوبندیت وغیرہ ماضیات سے پاک ہیں اور بچوں کو اسی مذہب حق کے مطابق تعلیم ہوتی ہے، تو بیشک حرم قربانی اس میں صرف کرنے کو دیا جاسکتا ہے، اور اس کے مصارف کے لئے بیچ کر قیمت بھی اس میں دی جاسکتی ہے۔ تبیین المتعانی امام زلیخا میں ہے، لانه قربانہ کالتصدقات (کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸۸ از چٹہ سبٹی، اشرف منزل مرسلہ سید محمد فرید الدین صاحب ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے شہر ٹنہ میں ایک انجن جس کا نام حفظ المساجد ہے قائم ہوئی ہے، اس کا مقصد محض مرمت مساجد و تعمیر مہندم مسجدوں کی ہے، اس انجن میں تمامی امرار و غریار علی قدر مراتب داسے در سے امداد کرتے ہیں، اب یہ انجن چاہتی ہے کہ حرم قربانی عید الاضحیٰ بھی اس کی مد میں شامل کیا جائے اگر حرم قربانی عید الاضحیٰ یا قیمت حرم اس انجن میں دیا جائے تو جائز ہے یا ناجائز؟ بیٹنوا تو جبروا۔

الجواب

جائز ہے، قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و انت جبروا (حنوز اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

زلفی و عالمگیری میں ہے، لہذا قریبہ کا تصدق (کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ ت) دائرہ

تعالیٰ اعلم
 مسئلہ ۷۸۹ از قصبہ کٹرہ، تحصیل تلہ، ضلع شاہجہانپور محلہ مرغی، مسلسل عبد الغفار خاں
 ۱۵ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں نے اگلے سال گائے قربانی کی تھی، اس کی کھال فروخت کر کے اور وہ روپیہ میں نے خدا کی راہ میں اس طرح پر خیرات کیا کہ کھانا پکایا اور بھوکوں کو تقسیم کیا، اور بچہ کو محرم میں چھٹی ملی، اور ادھر ادھر نہیں ملی، تو مجھ سے دو چار لوگوں نے کہا یہ بیکار خرچ کیا، اس کا عذاب ناقیامت تجھ کو ہوگا، اس واسطے کہ تم نے محرم میں اماموں کو خیرات دی، تم کو چاہئے کہ مسجد میں یا اسلامیہ مدرسہ میں خرش دے دے، یا یہاں ایک فقیر صاحب ایک پرکار غرض کرتے ہیں اُن کو دیا ہوتا، تو تم کو تاقیامت ثواب ہوتا، ورنہ تم عذاب میں داخل ہو گئے یا حضرات کو بھیجوا دے ہوئے تو ثواب ہوتا۔

جناب! یہاں اسلامیہ مدرسہ میں سرکاری انتظام ہے، اور مسجد میں بھی بہت خرش تھے، اس وجہ سے بھوکوں کو کھلا دیا میں نے اچھا بچہ کر، اور آپ کا حال نہیں معلوم تھا کہ جناب کو کٹرو والے روپیہ دوا کر دیا کرتے ہیں، خیر مجھ سے خطا ہوئی، اب جو حضرت ارشاد فرمائیں وہ غدویدہ کر سے، یا تو اگلے سال کا خرچہ دے یا اس سال کا بھی ویسے ہی خرچ کر دے۔ مجھ کو محرم میں چھٹی ہو گی۔ بیٹھنا تو جبر واد

الجواب (غدویدہ مدرسہ نسواں اسلامیہ کٹرہ)

آپ نے بہت اچھا کیا کہ مساکین کو کھانا کھلایا، یہ بہت بڑے ثواب کی بات ہے نہ کہ عذاب کی، اُن لوگوں کا کتنا محض غلط ہے، خیرات مروتی تعالیٰ کے نام پر ہوتی ہے اور اس کا ثواب اماموں کی اور واج پاک کو پہنچا سکتے ہیں، اور وہ ان پر تصدق نہیں بلکہ اُن کی نذر ہے، یہ فقیر بفضل تعالیٰ مفتی ہے اموال خیرات نہیں لے سکتا، ہاں یہ دوسری بات ہے کہ احباب اچھے مصارف میں صرف کرنے کیلئے زکوٰۃ و صدقات کے اموال بھی بھیجتے ہیں کہ اپنی راستے سے مصارف خیر میں صرف کروں، اور وہ بفضل تعالیٰ صرف کر دے جاتے ہیں، زکوٰۃ اُس کی جگہ اور دیگر صدقات اُن کی جگہ، یوں یہ فقیر بھی اُن احباب کا شریک ثواب ہو جاتا ہے کہ صدقہ اگر سو ہاتھوں پر بٹے گا سب کو ثواب ملے گا، ایک روٹی کا ٹکڑا کہ زید کے مال سے پکا، اور زید کی بی بی نے خادمہ کے ہاتھ دروازہ کے سائل کو بھیجا، تو زید جس کا مال ہے، اور بی بی جس نے بھیجا، اور خادمہ جس نے جا کر فقیر کو دیا تینوں یکساں شریک ثواب ہیں، اور مروتی تعالیٰ کا فضل

ہست بڑا ہے ۔ وہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سلطان روم کے ساتھ اور غیر قوم ملکی جو لڑ رہا ہے، یہ انظر من الشمس ہے اور اس لڑائی کے فرج کے بابت اس دیار کے بڑے بڑے آدمی مل کر مجلس کر رہا ہے کہ اس سال قربانی کا چمڑا کی قیمت جتنا ہوگا وہ سب وہاں بیٹھا ہوگا، اور وہاں بیٹھنے سے ہم لوگوں کا ثواب بہت ہوگا اور جہاد کا رتبہ ملے گا، اور ہم لوگ وہاں جا کر سلطان کی لشکر کے ساتھ ہمارا ہونے کا کچھ تو سرانجام نہیں رکھتا ہوں یہ ہی ہم لوگوں کے واسطے پس ہے، بعد اس کے کہ اس دیار کا فقر اور مگر بار لوگ یہ کہہ رہا ہے کہ اس برس سلطان کی جہت سے ہم لوگ سب کے سب شاید مارا جاوے گا، یہ سب آدمہ زاری انہوں کا سن کے کرنی بے پادہ تھوڑا ہی کچھ ظلم رکھتا تھا، وہ اپنی زبان سے یہ کلام باہر کیا کہ یہ جو بڑے آدمی اور بعض دو عالم، سلطان کی خیر خواہی کے واسطے جو کھینچ لیا ہے شاید یہ خیر خواہی نہ ہوگا بلکہ یہ بد خواہی ہوگا کیونکہ ہر سال جو یہاں کا فقر اور غرباء مساکین لوگ یہ سب ہزارہا قیمت اپنے دو زن و فرزند لے کر خوشی سے اوقات بسر کریں گے، اس سال وہ لوگ غم میں دو اوقات بسر کرتے ہیں، اور یہ سب روپیہ اچھا نہیں ہے کیونکہ یہ فقیروں کا حق ہے، اور مجھ کو خوف ہے کہ میرے سلطان المعظم کو کچھ نقصان آجائے، اب بڑے دو آدمیوں کو اور بڑے دو عالموں کو جنہوں نے یہ رواج کیا ہے یہ سزاوار ہے کہ کاؤں بنگاؤں مجلس کر کے ہر ایک مسلمان سے دو طاقت کے مطابق کچھ چندہ وغیرہ مقرر کر کے سب کو مل کر وہاں بیٹھنے سے اولیٰ ہوگا، اور وہ مسکین لوگ اپنا حصہ پا کر اگر خوشی سے دیو سے تو بہی بہتر ہوگا، جیسے کہ اور جگہ کے فقیر لوگ دے رہا ہے، اور یہ بھی بہتر ہوگا کہ اس موسم میں ہم لوگوں کو اپنے دو حصہ کے مطابق فقیروں کو اور غریبوں کو کچھ شہ دیویں، اور بواسطہ اس کے میرے سلطان بظلمہ العظیم کے لئے خدا عزوجل سے مدد چاہوں، یہ بات اُن بیچارے کا کوئی بڑے آدمی سنتے ہے، وہ بیمار ہے کو لعل طعن کر رہا ہے، احقر حضور سے یہ امید کرتا ہے کہ کون حق پر ہے، اور اگر وہ آدمی ناحق پر ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

قربانی کا چمڑا کچھ خاص حق فقر اور نہیں، ہر کارِ ثواب میں صرف ہو سکتا ہے، حدیث میں فرمایا، کلوا وادخروا وادانت جرداً (کھاؤ، ذخیرہ کرو اور ثواب کھاؤ۔ مت) اور واقعی جہاں تک معلوم ہے

عہ سوال میں بلکہ دو کالفا سائل کا تیکہ کلام ہے ۱۲ عبد المنان

لے سنسن ابی داؤد کتاب الفضلیا باب جس لحم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲۲/۶

مجاہدین کو اس وقت امداد کی بہت ضرورت ہے اور اس میں دین کی بڑی منفعت ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اور اسی جگہ حکم ہے کہ وہی کام اختیار کریں جس کی حاجت شدید ہو، اور شک نہیں کہ وہاں کی حاجت شدید ہے فقر کی خبر گیری جہاں تک شرعاً ضروری ہے اہل مال پر لازم ہے وہ اگر نہ کریں ان کی بے سعادتی ہے، مگر یہ کھالیں جن میں شرع نے فقر کا کوئی حق معین نہ فرمایا، یہ اگر نہ دی جائیں دوسرے کاراہم میں صرف کی جائیں تو اس پر ان کی ناراضی کی کوئی وجہ نہیں، نہ اس پر ان کا رزق موقوف ہے، نہ عام طور پر یہ کھالیں ان کو دی جاتی تھیں بلکہ مدارس کو دی جاتی تھیں اور شریعت میں ضرر عام کا لحاظ ضرر خاص سے زیادہ اہم ہے، یہاں تک کہ ضرر عام کے دفع کے لئے ضرر خاص کا تحمل کیا جاتا ہے کما فی الاشباہ والنظائر وغیرہ (جیسا کہ الاشباہ والنظائر وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۹۱ مسئلہ عنایت بیگ میجر کا رخا نہ محکب کہنی، سکندرہ راؤ، ضلع علی گڑھ

بروز شنبہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین نامہ ان شرعاً تین کہ ہمارے تھہر سکندرہ راؤ میں مدرسہ اسلامیہ ہے اس میں قرآن شریف، اردو، انگریزی پڑھائی جاتی ہے، اس کی امداد کے لئے حرم قربانی دینا موجب ثواب ہے یا نہیں، بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اس میں انگریزی کی تعلیم ہے اس لئے اس کی امداد ٹھیک نہیں ہے۔

الجواب

معروف قربانی میں تین باتیں حدیث میں ارشاد ہوئی ہیں کلاوا د خرواوا انت جردا کھاؤ اور ذخیرہ رکھو اور ثواب کا کام کرو۔ انگریزی پڑھنا بیشک کوئی بات ثواب کی نہیں، اگر یہ احتیاط ہو سکے کہ اس کے دواں صرف قرآن مجید و علم دین کی تعلیم میں صرف کئے جائیں تو دے سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۹۲ از شاہجہانپور تاج محل افضل المدارس مرسلہ مولی محمد الیقین صاحب

۴ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

ساج العلماء افضل الفضل حضرت ایہ استغفار نہایت ضروری ہے، مخالفین کا مقابلہ ہے بہت جلد جواب سے مطلع فرمائیے گا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، بعض جگہ دستور ہے چند گائے حج کر لی گئیں، اور ان میں سے
مقرر کر دیئے، اور مالک حصص سے کہہ دیا کہ یہ گائے تمہاری طرف سے کی جاتی ہے اس شرط پر کہ یہ حرم آباد درسد
میں دینا ہوگا، فلاں کام میں صرف کرنا ہوگا۔ اس قسم کے شرائط و اشرواں شرعیہ جائز ہیں یا ناجائز یا بیوقوفانہ وجوہاً۔

الجواب

جبکہ کوئی شخص ان میں کسی معین گائے کا ایک حصہ یا چند حصص خریدے اور ان لوگوں کو اپنی طرف سے
قربانی کرنے کی اجازت دے اور یہ شرط ٹھہرے کہ اس کی کھالی درسد وغیرہ یا فلاں نیک کام میں صرف کرنا ہوگی
تو یہ جائز ہے، اس میں حرج نہیں۔

وهو ان كان بيعاً بشرط فليس شرطاً فيهِ
فنعلم احد المتعاقدين او المعقود عليه
الصالح للاستحقاق، والله تعالى اعلم۔

یہ اگرچہ بیع بالشرط ہے لیکن اس شرط میں عاقدین
اور معقود علیہ میں سے کسی کا فایز نہیں ہے معقود علیہ
فایز کے استحقاق کا اہل نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ

اعلم۔ (ت)

الْصَّافِيَةُ الْمَوْجِيَّةُ لِحُكْمِ جُلُودِ الْأَضْحِيَّةِ

(چرمہائے قربانی کے حکم کی طرف اشارہ فرمایا صاف ستھری کتاب)

مسئلہ ۲۹۳

خلاصة الصافية الموجية لحكم جلود الاضحية
مسئلہ اعلیٰ دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں
کہ قربانی کی کمال گوارہ ثواب میں خرچ کرنے کیلئے
پچھا پیسے دار کس اسلامیہ کی اعانت، مسجد کیلئے
چٹائی، روشنی وغیرہ کا یہ ثواب جس میں کسی خاص
فقیہ کو مالک نہیں بناتے، جائز ہے یا ناجائز اور
ایسا پیسہ ان معارف میں صرف ہو سکتا ہے یا وہ
صرف واجب ہے اور اس کا فقیر کو مالک بنانا ضروری
ہے۔ بیٹو اتوجروا۔

جواب اللہ تعالیٰ کے لئے قرین ہے اور ہم
اسی سے مدد مانگتے ہیں اور دو سلام سید المرسلین
صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل و اصحاب پر

بسم الله الرحمن الرحيم ، نحمدہ و نصلی علی
رسولہ الکریم ما قولکم دام فضلکم فہم یباع
جلد اضحیتہ لیصرف ثمنہ فی وجوہ القرب
کاعانة المدارس الاسلامیة و شراء حصر
المساجد و زیت قنادیلہ و غیر ذلک من
القبایات الخ لا تملیک فیہا ، فہل ہو
جائز ، و الصرف الی مالک الوجوہ سائتہ ام لا ،
بل یکون صدقة واجبة لا یصرف الا فی مصارفہا
افید و تاسی حکمک اللہ تعالیٰ۔

الحکم اسباب الحمد لله و بہ فتعین ، و العقلوۃ
والسلام علی سید المرسلین محمد و
آلہ و صحبہ اجمعین ، ما تقرب

وتلا هرات البيع للقرب ليس من التمول
 في ثقت فلا وجه لنسبه مبل هو
 قربة لكونه فعل لا جبل قربة
 فيكون إقامة للطلب الشرعي لا دخلا
 في الوجه المنهي، الا ترى الى ما قال
 الامام العلامة فخر الدين
 الزيلعي في تبیین الحقائق شرح
 كنز الدقائق لو باعها بالدراهم
 ليتصدق بها جاز لا منه قربة
 كالنقد في الله فانما عطل الجواز
 بكونه قربة، وما نحن فيه ايضا
 كذلك، فيكون مثله في حكم المباح،
 وبالنسبة شعوب من اين يحكم
 بوجوب التصديق مع انه لم يكن
 معين في القربان ما ساوا لحدث
 اخر ما يوجب عين بخلاف ما اذا
 باع بالدراهم لينفقها على نفسه
 وعياله حيث يجب التصديق
 لحدوث التمول المنهي عنه اقول
 والسرف ذلك ما يستغاد
 من كلمات العلماء انكرام ان
 اصل القربة في الاضحية انما
 تقوم باساقاة الدم لوجه الله

وجه التمول ہے۔

یہی بات بتایہ وغیرہ کتب کد میں ہے، تو ثابت
 ہوا کہ کمال کی وہی بیع منع ہے جو اپنی ذات کے نفع
 کے لئے دراہم یا برتنے سے ختم ہو جانے والی چیز کے
 بدلے میں ہو، اور یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ کارِ ثواب
 کے لئے بیچنے کا اس سے کچھ علاقہ نہیں، تو ایسی بیع
 ممنوع ہونے کی کیا وجہ ہے، بلکہ یہ تو اسی مقصد کے
 حصول کا ذریعہ ہے جس کے لئے قربانی ہوتی، تو
 اس کو تو بدرجہ اولیٰ جائز ہونا چاہئے۔

علامہ فخر الدین زیلعی اپنی شرح کنز میں فرماتے
 ہیں: "اگر کمال کو صدقہ کرنے کی نیت سے بیچا تو
 جائز ہے، کیونکہ یہ کارِ ثواب ہے، جیسے گوشت
 ہی صدقہ کر دیتا۔"

امام زیلعی نے اپنے کلام میں بیع الدراہم کے
 جواز کی وجہ مطلقاً کارِ ثواب بتایا، بیع مستلزمی کارِ ثواب
 کے لئے ہی ہے، پھر اس کے ناجائز ہونے کی کیا
 وجہ ہے، یہ بلاشبہ جائز ہے۔

ایسے پیسوں کا صدقہ واجب قرار دینا بالکل
 بے اصل بات ہے، جب خود قربانی کے گوشت
 اور کمال کا صدقہ کرنا واجب نہیں، تو اس کے دام
 صدقہ کس طرح واجب ہوگا، بلکہ صدقہ کرنا واجب
 کرنے والی کوئی نئی بات پیدا بھی نہ ہوئی۔

ہاں وہ بیع بالدراہم جو اپنی ذات کے

تعالیٰ فعالہم یرق لایجوزہ الاستفناع بشئ
منہ حتی الصوف واللبن وغیر ذلک
لانہ نوعی اقامۃ القربۃ
بجسمہ اجزائہا فاذا اقیمت وحصل
المقصود ساع الاستفناع علی جمیعہ
الوجوب، بیدانہ لمکات شیئا
تقتوب بہ الحب المولف سبخنہ
وتعالیٰ، والتقرب والتول ضدان متیان
لایلتزمان، فقد خرج بذلک عن
جہۃ التمول بحیث لا عود الیہ
ابدا فاذا قصد بشئ منہ التمول
فقد خالف واورث ذلک خبث الخی
البدل، وایما مال حصل بوجہ
خبیث فسیلہ الصدق، اما
القربات فلا تنافی التترب
بل تنافہ ولا تورث خبثا بل
تزہقہ فمت ایمن۔ تحسروم
وتجب۔ تصدقہ، قال
الامام العیوف فی البینایۃ
المعنف فی اشتراء ما لاینتہم
بہ الا بعد استہلاکہ انہ
تصرف علی قصد التمول
وهو قد خرج عن جہۃ
التمول فاذا تمولتہ بالمبیع
وجب التصدق لامن هذا

استفناع کے لئے ہو، وہ ضرور بیع منہی عنہ ہے کہ
اس بیع کا مقصد مال حاصل کرنا ہے، اور یہ شرعاً
منع ہے، اس کا بھید یہ ہے کہ قربانی میں اصل
کار ثواب اللہ کے لئے خون کا بہانا ہے، اسی لئے
جب تک جائزہ سے یہ اصل غرض حاصل نہیں
ہوتی اس سے ہر قسم کا استفناع مطلقاً منع ہے، اور
یہ ہے کہ اوی اور دودھ سے بھی استفناع جائز نہیں،
نہ قربانی کرنے والے کو نہ غیر کو، اور جب اصل غرض
حاصل ہوگئی تو اس کے تمام اجزاء اس سے ہر قسم کا استفناع
جائز ہوگیا، لیکن قربانی شدہ جائزہ کو کلاً یا بعضاً
کسبہ زر کے لئے بیچنا، اس کو قرابت اور
کار ثواب سے بھڑک دینا کی طرف موڑ دینا ہے،
اور کار ثواب اور حصول زر میں منافات ہے،
اس لئے اس طرح بیع ناجائز اور منع ہوگی، اور
جو وہ یہ اس طرح حاصل ہوگا وہ مال خبیث
ہوگا اور مال خبیث کا شرعی حکم صدقہ کرنا ہی ہے،
اور صدقہ کی غرض سے بیچنے اور قربانی میں کوئی
منافات نہیں کہ یہ بھی کار ثواب اور وہ بھی کار ثواب
قریب ایک طرح سے اسی کی تکمیل ہے، تو اس سے
حاصل شدہ رقم خبیث نہ ہوگی، لہذا یہ بیع بھی
حرام نہ ہوگی۔ اسی بات کو علامہ علی رحمۃ اللہ علیہ
نے بنایہ میں ارشاد فرمایا، "جس چیز سے استفناع
اس کے فنا کے بغیر نہ حاصل ہوا ایسی چیز سے بیع
حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس قربانی کے
جائزہ میں تمول کی غرض سے تصرف ہوا حالانکہ وہ جائزہ

الشن حصل بفعل مكره فيكون خبيثاً
فيجب التصديق له وبه تبين
وان كانت بينا بنفسه ان ليس
كل تبدل بمستهلك تمولا والا لما جاز
اليهم بالدراهم بنية التصديق
ايضا التصديق التمول عليه حينئذ
فيكون تصرفا ممنوعا خبيثا وهو
خلاف المنصوص عليه ويكون
التصدق اذ ذاك لان ازالة الخبيث
والخروج عن المآثم لا لاكتساب
الثواب والتقرب الى رب الارباب
ولا يجوز له فيه رجاء القبول ،
فان الله طيب لا يقبل الا الطيب ،
ولو رجاء لباء باثم على اثم فانت
ارتباء القبول في مال خبيث
اثم بعياله كما صرحوا به
وهذا كله باطل بالبداهة

قول کی جت سے نکل کر ہمیشہ کے لئے قرب کی جت
میں داخل ہو گیا ہے، تو جب اسے بیع کر کے کسب
کیا اس کا صدقہ واجب ہوا، اس لئے کہ یہ
قیمت فعل مکروہ سے حاصل ہوئی، تو وہ خبیث
ہوئی، اور اس کا صدقہ واجب ہو گیا۔

سوال و جواب | یہاں اگر کوئی یہ کہے کہ یہ بات تو
سب کے نزدیک مسلم ہے کہ کمال کی بیع بطور
قول ناجائز ہے، اور حاصل ہونے والی قیمت
خبیث ہے، ہمارا یہ کہنا ہے کہ کسی ایسی چیز
کے بدلے بچپنا جو برتنے سے ختم ہو جائے ایہ
بھی بیع بطور قول ہے، تو کارِ ثواب کے لئے
بھی اس طرح بچپنا بطور قول ہوا جس کو ناجائز
ہونا چاہئے، اور قیمت کا صدقہ واجب ہونا چاہئے۔
جواب یہ ہے کہ اس خیال کی تردید امام غزالی
کا کلام کر رہا ہے کیونکہ انہوں نے تصدیق کے لئے
مستہلک سے بھی بیع کو جائز قرار دیا، حالانکہ
اس پر بقول آپ کے بیع برائے قول صادق آنا

عن فان نفس لفظ التمول يدل بعبارته
على المال وبهياتة على تحصيله
لنفسه كما لا يخفى ۱۲ متہ قدس سرہ

کیونکہ قول اپنے لفظ کے اعتبار سے
مال پر اور صورت کے اعتبار سے اپنی
ذات کے لئے تحصیل پر دلالت کرتا ہے ۱۱ متہ
قدس سرہ۔

چاہئے۔ اور اس کو حرام ہونا چاہئے، اور اس کا تصدق بلا نیت ثواب ضروری ہونا چاہئے جو مال خبیث کا حکم ہے اس سے ثواب کی امید رکھنا حرام ہائے گناہ ہونا چاہئے، اور یہ سب باطل ہے، کیونکہ یہاں تصدق اور طلب ثواب کی نیت سے یہ بیع ہوتی، ہو گیا کہ مستهلك سے بیع مطلقاً قول کے لئے نہیں ہوتی۔ ایک اور سوال وجواب اگر کوئی یہ کہے کہ صدقہ کی غرض سے بیع جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ صدقہ کا ذریعہ اور وسیلہ ہے اور جو حکم مقصد کا ہوتا ہے وہ وسیلہ کا بھی ہوتا ہے صدقہ جائز ہے تو اس کا وسیلہ بیع بھی جائز ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تاویل بعینہ دیگر کار ثواب میں بھی جاری ہے کہ یہ سائے کار ثواب جائز ہیں، تو اس کے لئے بیع بھی جائز ہونا چاہئے بلکہ اس تجزیہ سے تو اشیائے مستهلكہ کے غرض ہونا بھی جائز ہونا چاہئے، مثلاً غلہ کے غرض کھانے کے ہیں اور غلہ کو اپنے استعمال میں لائیں کہ قربانی کو کھانا جائز اور بیع اس کے حصول کا ذریعہ، اور جو حکم مقصد کا وہی ذریعہ کا، تو یہ بیع بھی جائز، حالانکہ اس بیع کے ناجائز ہونے کا جزئیہ کلام ائمہ میں موجود ہے۔

تو ثابت ہوا کہ اصل علت جواز یہ نہیں کہ وسیلہ مقصد کے حکم میں ہے بلکہ اصل علت وہی ہے

قُتِبَتْ اَنْ لَيْسَ كُلُّ تَبَدُّلٍ بِمِثْلِهِ تَمَوْلَا وَ
اَنْ الْبَيْعَ لِلتَّصَدَّقِ خَارِجٌ عَنْهُ فَكُنَا النَّاسُ
الْقَرَبَ اِذْ لَا فَرْقَ يَقْضَى بِكَوْنِ هَذَا تَمَوْلَا
وَوَالِ الْخَيْرِ وَمِنْ اَدْعَاةِ فُلَيَّاتٍ بِبِرْهَانٍ عَلَى
دَعْوَاهُ وَلَمْ يَقْدِرْ عَلَيْهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔

پھر بھی امام عینی نے اس کو جائز قرار دیا، تو ثابت ہوا کہ امام جانا البیوع
فان قال قائل انما جاز البیوع
للتصدق لان الوسائل حكم المقاصد
فالبيع للتصدق مثل التصدق و
التصدق جائز فكذا البیوع له۔

قالت كذلك البیوع للتقرب
مثل التقرب والتقرب جائز فكذا البیوع
له بل يلزم عليه جواز البیوع
للاكل ايضا لجواز الاكل بنصف القرأت
العظیم فالحق في التعليل ما قدمنا
عن الامام الزیلعی من انه قرينة
وجيئة لا بد من کلیة الكبرى
القائلة بامتناع كل قرينة تجوز ههنا
ينتج ان البیوع للتصدق يجوز
ههنا وبه يتضح جواز سائر
القرب وضوح الشمس في
رابعة النهار هذا وللعبد
الضعيف لطف به القوى اللطيف

تقریر آخر اشمل و اظهر لیان الفرق
تطهر به المسائل جمیع ان شاء
الله تعالیٰ۔

(اس لئے کہ یہ کارِ ثواب ہے) اور منقہ کی زبان میں یہ قول قیاس کا صغریٰ ہوا، اور نتیجہ دینے کے لئے
کبریٰ کا کلیہ ہونا ضروری ہے جو اس طرح ہوگا ہر قربت جائز ہے تو بات نصف النہار کی طرح واضح
ہوگئی کہ ہر قربت اور کارِ ثواب کے لئے بیع جائز ہے، واللہ الحمد۔

فما قول و بالله التوفیق الجہات
ثلث، الاکل والادخار والاشتجار وهو
طلب الاجریای وجہ کامن فقد
اخرج ابو داؤد فی سننہ بسند صحیح
رواہ عنہم من رجال الصحیحین
ما خلا مسنداً فثقة حافظ من
شیوخ البغسامی عن نبیة الخیر
الہذلی عن محمد بن عبد اللہ بن علی
قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم انا کنا نریناکم عن لحو مہا
انت تاکلوها لوقت ثلث لکی تسعکم
جاء اللہ بالسنۃ فکلوا وادخروا و
اشتجروا الا وان هذه الايام ايام احکام
شریب و ذکر اللہ عزوجل آم والاشتجار
باطلاق یشمل التصدق و ما شروجه التقریب
کہا لا یخفی فان فسرہ مفسر بالتصدق
فلیکن التصدق فی کلامہ بالمعنی الاعم علی
ما یشمل تحققہ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ایک دوسری تقریر | شرعاً قربانی کے مصرف کی تین
جہتیں ہیں، اکل دکھانا، ادخار (جمع کرنا)،
اشتجار (کارِ ثواب) میں صرف کرنا چاہے کون سا بھی
کارِ ثواب ہو، جیسا کہ ابو داؤد نے ایک ایسی سند
سے جس کے قاضی راوی بخاری اور مسلم کے رواۃ
میں ہیں، ایک صاحب حضرت سہ و ایسے نہیں
تو وہ ثقہ ہیں، حافظ ہیں، اور امام بخاری کے
اساتذہ میں ہیں، الغرض یہ حدیث صحیح حضرت نبی
ہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہم تم کو قربانی کا
گوشت تین دن سے زائد روکنے سے منع کرتے
تھے، اس کا مقصد مسکینوں پر آسانی تھی، اب
اللہ تعالیٰ نے کساد گ فرمادی، تو اب کھاؤ، جمع
کرو اور کارِ ثواب میں صرف کرو۔ سنو یہ دن
ہی کھانے پینے اور ذکر الہی کے دن ہیں۔
تو اس حدیث سے مطلقاً ہر کارِ ثواب کہتے
بیچا جائز ہوا۔

فان قلت الوارد في حديث احمد
والبخاري ومسلم وغيرهم عن
ام المؤمنين الصديقة رضي الله تعالى
عنها قوله صلى الله تعالى عليه
وسلم كلوا وادخروا وصدقوا ،
فليعمل الاستجار على الصدق
الاتحاد المحكم والمحادثة .

قلت كلا فان الامر ههنا
ليس للوجوب باجماع عامة علماء
الامة ، منهم ساداتنا الائمة الاربعة
رضي الله تعالى عنهم ، وقد نصوا
في غير ما كتاب ان لو اكله كله
ولم يتصدق بشئ منه لاشئ عليه
ومعلوم ان الترخيص والترغيب في مقيد
لا ينافي الترخيص والترغيب في مطلق ،
فلا معنى للحمل ولاداعي اليه .

وسر المقام ان الحمل عندنا
ضروري لا يصار اليه الا لفسر ومرة وهو
ان يتنازع بحيث لا يمكن العمل بهما
اما حديث لا تافح فتحن تجري المطلق
على اطلاقه حملا لفظ على
ظاهرة وعملا بالدليل بتسامه ، قال
المولى المحقق على الاطلاق

سوال وجواب اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ کار ثواب سے
مراد وہی فقراء پر صدقہ کرنا ہے ، تو ہمیں اصرار ہے کہ
حدیث شریف کا لفظ انبجار تمام امور خیر کو عام ہے
اس کو تعلیک فقراء واسلے صدقہ میں منحصر کرنا محکم ہے
ہو سکتا ہے کہ کوئی صاحب حدیث عام کو صدقہ
خاص پر محمول کرنے کی یہ دلیل دیں ، بخاری و مسلم
وغیرہ کتب احادیث میں حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک حدیث مروی ہے جس
میں ایثار کے بجائے تصدقہ کا لفظ ہے ، تو
ان دونوں حدیثوں میں تطبیق دینے کے لئے کیوں نہ ہم
لفظ ایثار (کار ثواب) کو صدقہ پر محمول کریں کیونکہ
اصول کا مسئلہ یہ ہے کہ جب حکم اور واقعہ ایک ہو
تو عام کو خاص پر محمول کیا جاتا ہے ، اور یہاں پر
ایسا ہی ہے کہ واقعہ دونوں حدیثوں میں قربانی کے
جانور کا ہے اور حکم بھی دونوں جگہ ایک ہی ہے ،
بس فرق یہ ہے کہ ابو داؤد شریف کی حدیث میں
صدقہ عام کا حکم ہے اور صحیحین کی حدیث میں
صدقہ خاص کا ، لہذا یہاں ایثار سے مراد صدقہ
ہی ہے ۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات صحیح ہے کہ
جب حکم اور واقعہ ایک ہی ہو تو عام کو خاص پر
محمول کیا جائے گا ، لیکن یہ حکم عمومی نہیں کہ ہر آدمی
مستحب کو عام ہو ، بلکہ صرف حکم وجوبی کے ساتھ

محمد بن الہمام قدس سرہ فی فتح القدیر
اجیب عنایانا انما نحمل فی الحادثة الواحدة
للضرورة الخ وقال فی تشیید هذا الجواب
تحقیقه ان العمل لما یجب الا للضرورة
وهی المعارضة بین المطلق والمقید الخ
فالناظر عند التفتیح هو التماثل
دون اتحاد المحکم والحادثة.

خاص ہے کہ احکام واجبیہ میں اتحاد حکم و واقعہ کے
وقت عام کو خاص پر محمول کیا جائے گا، اور قربانی
کے معرف کے سلسلہ میں جو حکم ہے استعجابی ہے،
اس بات پر چاروں اماموں کا اجماع ہے الہذا
مطلق کو مطلق اور مقید کو مقید رکھا جائے گا، ایک
کو دوسرے پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں، تو جس
حدیث میں تصدیق کا لفظ ہے اس سے وہی مراد
لیں گے، اور جس میں مطلقاً کا رثاب کا لفظ ہے اس سے جمیع وجوہ غیر مراد لیں گے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے باری باری دونوں ہی امور کی طرف رغبت دلائی۔

اس کا مزید یہ ہے کہ علمائے احناف کے نزدیک مطلق کو مقید پر حمل کرنے کا حکم بدرجہ مجہوری ہے،
یعنی جب مطلق اور مقید دونوں کو اپنے عمل پر حمل کرنا ممکن نہ ہو، اور جہاں ایسا ممکن ہو حمل کرنے کی
بائکل ضرورت نہیں۔ امام ابن ہمام فرماتے ہیں "حادثة واحدة من مطلق کو مقید پر حمل کرنے کا حکم بضرورت
ہے، جب مطلق اور مقید کے حکم میں تعارض ہو تو مطلق کو مقید پر حمل کیا جائے کہ مجہوری ہے یہ
تو ثابت ہوا کہ اصل مطلق کو مقید پر حمل کرنے کا سبب مطلقاً اتحاد حکم و حادثہ نہیں، بلکہ دونوں
حکموں کا تعارض اور منافاة ہے۔

مزید وضاحت کے لئے ہم کلام علماء سے چند
مثالیں پیش کرتے ہیں،
(الف) تلویح وغیرہ میں ہے "مطلق اور مقید
اگر اسباب کے بیان میں وارد ہوں تو مطلق کو
مقید پر حمل نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ ایک شئی
کے چند اسباب ہو سکتے ہیں، تو تعارض نہیں، تو
حمل کی ضرورت نہیں یہ

یحجز مر بذلک، من عاشر عرائس ففائس
عباس اتهم فقد حکموا ان لا حمل ان
وردا فی السبب اذ لا تجاذب فی الاسباب
ولا ان کان متغیین لامکان الجمع
بالاستناع مطلقاً، وانه یحسب الحمل
ان اتیاف حکیم مختلفین
یوجب احدهما تفتیح الاخر

بمتوسط لانهم، وذلك كانت ينفي
المقيد لانهم اطلاق المطلق فيمنتهى
بانتفائه فينتقيد لا محالة كما
في اعتقدها سرقبة ولا تملك
سرقبة كافرقة فان التهي عنه
تمليك كافرقة ينفي جواز اعتقادها
عنه، اذ لا اعتقاد عنه بدون
تمليك عنه.

وقد اجابوا القائلين بالحمل
في الاسباب واختلاف الحوادث
بعد التماثل كما في
التلويح وغيره، وعللوا وجوب
الحمل عند الاتحاد بامتناع
المجموع مثليين له بقوله تعالى
فصيام ثلاثة ايام مع قرارة
اجت مسعود رضى الله تعالى عنه
بزيادة متتابعات، قالوا فان
المطلق يوجب اجزاء غير المتتابع
والمقيد يوجب عدم اجزائه كما
في التوضيح وغيره فقد افادوا ان
الحمل خاص بالايجاب دون
الجواز والاستحباب، ولذا

(ب) تلويح میں اسباب متعدد اور اختلاف حوادث
کی صورت میں بھی مطلق کو مقید پر حمل کرنے والوں کو
جواب دیتے ہوئے فرمایا: ”اگر ایک ہی حادثہ
میں ایک حکم میں مطلق کی نفی ہو، اور دوسرے میں
مقید کی نفی، تو مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جائیگا
کہ ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں، اصل مراد
دونوں کی نفی ہے۔“

ہاں وہ ایسے قائل احکام میں مطلق کو مقید
پر محمول کیا جائے گا، جہاں ایک حکم دوسرے کی
تفسیر کو مستلزم ہو جیسے کسی نے کسی سے کہا ہمارا
طرف سے ایک غلام آزاد کرو اور مجھے کسی مشرک
غلام کا مالک نہ بنانا، ایسی صورت میں آمر کی
طرف سے صرف مسلمان خرید کر ہی آزاد کیا جائیگا
اگرچہ حکم مطلقاً آزاد کرنے کا ہے، لیکن مشرک غلام
کی ملکیت کی نفی نے تملیک کو صرف مسلم غلام
تک خاص رکھا اور اسے مالک بنانے بغیر
اس کی طرف سے آزاد نہیں ہو سکتا، تو جس کا
مالک بنا سکتا ہے، یعنی مسلمان کا، اُسی کو
آزاد بھی کرے گا، آزادی کا حکم لاکھ عام ہو۔“

(ج) توضیح وغیرہ میں تعارض کے وقت مطلق کے
مقید پر محمول ہونے کی مثال دیتے ہوئے فرمایا: ”
اللہ تعالیٰ نے کفارہ میں مطلقاً تین روزے

سُورَةُ الْاَنْكَاثِ ۱۰۹

کے التوضیح والتلويح فصل فی ذکر المطلق والمقيد

رکھنے کا حکم دیا۔ متفرق طور پر ہو یا مسلسل، اس سے
 کچھ تعرض نہیں کیا۔ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ (تین دن کا
 روزہ) لیکن حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ کی قرأت ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ (مسلسل
 تین دن، آیتاں، یہاں ایک حادثہ میں دو متعارض
 حکم واجب کئے گئے، کیونکہ آیت کا تقاضا یہ ہے
 کہ متفرق طور پر بھی روزہ رکھ سکتے تو کفارہ کے لئے
 کافی ہو گا۔ اور متتابعات کا تقاضا یہ ہے
 کہ مسلسل رکھنا واجب ہے، اس لئے یہاں
 مطلق کو مقید پر حمل کیا جائے گا۔
 تو ان علماء نے تعارض والی صورت کو وجوب
 کے ساتھ خاص فرمایا۔

(د) یہی بات ملا عبد اللہ بحر العلوم رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ نے فَوَاحِشُ الرَّحْمَتِ میں فرمائی: ”مصنف کی
 عبارت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مطلق کو مقید پر
 حمل کرنا احکام واجبہ کے ساتھ خاص ہے، احکام
 مستحبہ اور مباحہ کے ساتھ نہیں، اس لئے کہ مطلق
 اور مقید دونوں کے مباح ہونے میں کوئی تعارض
 نہیں، البتہ احکام واجبہ میں تعارض ہے کہ مقید کا
 تقاضا یہ ہو گا کہ جس نے قید پر عمل چھوڑ دیا، مجرم ہوا
 اور مطلق کا تقاضا یہ ہو گا کہ کوئی جرم نہیں کیا، اس
 تعارض کو دفع کرنے کی ضرورت ہے، مطلق کو

قال المولى بحر العلوم ملك العلماء
 عبد الله الكنتري قدس سره في فوائده
 الرحمت شرح مسلم الثبوت، فيه
 إشارة إلى أن الأصل إنما هو إذا كان
 الحكم الإيجاب دون التدب أو الإباحة
 إذ لا تعارض في إباحة المطلق و
 المقيد بخلاف الإيجاب فإن
 إيجاب المقيد يقتضي ثبوت
 المؤخذة بترك القيد وإيجاب
 المطلق أجزاء مطلقاً، قول
 الامام السفناني في النهاية على
 ما نقله في البحر مقيد عليه بل
 متمسكاً به من أن الأصل أنه لا يجوز
 حمل المطلق على المقيد إلا في حالة ولا عاقلية حتى
 جوز أبو حنيفة رضي الله تعالى عنه
 التيمم بجميع أجزاء الأرض بحديث
 جعلت لك الأرض مسجداً و
 طهوراً ولم يحمل هذا المطلق
 على المقيد وهو حديث التراب
 طهوراً ثم اه فلعله أراد نفي منعم من
 منعم أن مذهب أصحابنا رضي الله
 تعالى عنهم وجوب الحمل عند اتحاد

من فوائده الرحمت شرح مسلم الثبوت بذيل المستصفي فصل للمطلق، ادلى على فرد غشوة الشريفة (رضي الله تعالى عنه) إيران ۲۹۶
 من بحار الرائي كتاب البيع فصل في غل البناء والعنايه في سيرة الدار ايچ ایم سجدہ پٹی کراچی ۲۹۹/۵

العادة مطلقا ، فافاد ان ليس هذا
من المناطق في شئ بل لا يجوز في حادثة
ايضا اي ما لم يتما نعا فيضطر اليه لدفع
التعارض ، الا ترى ان امامنا الاعظم
رضي الله تعالى عنه لم يحمل الارض
على التراب مع اتحاد الحادثة وعلى هذا
التقرير لا يتجه ما اورد عليه العلامة المحقق
محمد بن عابد بن المشامي قدس سره الشامي
في رد المحتار كما اوضحته فيما علقته
عليه وللجد الضعيف ههنا بحث شريف
لولا غرابة المقام لانت به .

مقيد ان ليا جاتا ہے ۔

(ک) امام سنائی نے نہایت میں فرمایا اور صاحب
بحر الرائق نے ان کے قول کو سند کے طور پر ذکر کیا ،
”صحیح یہی ہے کہ حادثہ چاہے ایک ہو چاہے چند
مطلق کو مقید پر حمل نہیں کیا جائے گا ، دیکھ حضور
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا ،
”ساری رُوسے زمین میرے لئے ظہور بنائی گئی“
یہ مطلق ہے ۔ دوسری حدیث میں فرمایا ، ”التراب
ظہور“ (مٹی پاک ہے) ، یہ خاص اور مقید ہے
ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ نے عام کو خاص پر
حمل نہیں کیا ، اور اس کے سارے اجر اسے

جی تیم جائز قرار دیا ، اگرچہ حادثہ ایک ہی ہے ۔

اس عبارت سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ امام سنائی ان دلوں کو جواب دے رہے ہیں جو یہ کہتے ہیں
کہ حنفیوں کے نزدیک اتحاد حادثہ حکم ہوگا مطلق کو مقید پر حمل کیا جائے گا حالانکہ دار مداح حادثہ
واحد یا متعددہ پر نہیں ، تعارض پر ہے ، اور اسی مجبوری سے عام کو خاص پر یا مطلق کو مقید پر حمل
کیا جاتا ہے ، اور اسی سے ہمارے امام اعظم نے ایک حادثہ میں بھی عام کو خاص پر حمل نہیں کیا کہ ان
دو دلوں میں کوئی تعارض نہیں ۔

(یہاں امام سنائی کا ایک اعتراض ہے جس کا جواب ہم نے ان کی کتاب پر لکھے ہوئے اپنے
حاشیہ میں دیا ہے)

ایک اور دلیل یہی حدیث حضرت سلمہ بن الاکوع
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام احمد و شیخین نے اس طرح
روایت کیا ،

عن ان لقائل ان يقول ان الاتجار ههنا
لوحمل على التصديق لكونه معه كالمطلق
مع المقيد فكذلك يجب حمل الاطعموا
النوارق وعند احمد والشيخين وغيرهم في
حديث سلمة بن الاكوع رضي الله تعالى عنه
كلوا واطعموا وادخروا . و

(۱) كلوا (کھاؤ) اطعموا (کھلاؤ) ادخروا (بچھڑاؤ)
اور امام احمد ، مسلم ، ترمذی نے حضرت
بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں روایت کی ،

صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب ما یوکل من لحوم الاضاحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۴/۸۳۵

عند احمد و مسلم و الترمذی من
حدیث بريدة و رضى الله تعالى عنه
كلوا ما بقاء لكم و اطعموا و ادخروا
و عند مسلم و غيره من رواية
ابى سعيد الخدري و رضى الله
تعالى عنه كلوا و اطعموا و احبسوا
و ادخروا ، فان الاطعام الضامع
التصدق كالاشتجار مع انه باجماع
العلماء على اطلاقه جاز لا اتفاق على
اباحة الاباحة و عدم قصر الامر
على التملك ، فانهم و الشامل الموفق
اذا نظر حديث ائمة رضى الله تعالى عنها
مع هذه الاحاديث الاربعة التي
في روعة انت المراد شمه
بالتصدق المعنى الاعم الشامل
لجميع انواع القرب المالية

(۲) كلوا ما بقاء لكم (متناجی ہے کھاؤ) و اطعموا
(کھلاؤ) ادخروا (جمع کرو)
اور امام مسلم وغیرہ کے یہاں ان الفاظ میں مروی ہے،
(۳) كلوا (کھاؤ) اطعموا (کھلاؤ) احبسوا
(روک رکھو) ادخروا (تخت کرو)
حضرت نبیؐ ہدیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اس
کے ساتھ طلی جاتے ، تو ان چاروں حدیثوں میں کھلاؤ
اور ادخروا کا لفظ مشترک ہے ، صرف حضرت
نبیؐ ہدیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں قیصر لفظ
"ایتجروا" طلب اجر یعنی کار ثواب کرو ہے
اور بقیہ تین حدیثوں میں "ایتجروا" کے بجائے اطعموا
ہے ، اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث میں
اس مقام پر تصدق ہے ، مگر ان حدیثوں میں
تفسیری چیز کو عین لفظوں سے تعبیر کیا ، ایتجروا
اطعموا ، تصدقوا اب اگر سب چھوڑ کر ہم یہ تسلیم
کر لیں کہ حضرت نبیؐ ہدیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

علیہ ای احادیث نبیؐ وسلم ، بريدة اور ابی مسود
و ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۱۲ منہ
قدس سرہ ۔
علیہ ظنی انہ لابد غنما من لفظ علیہ
(ای یجب حمل الاطعام النواحدة في
الاحادیث علی التصدق)

یعنی حضرت نبیؐ وسلم ، بريدة اور ابی مسود
رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی احادیث ۱۲ منہ
قدس سرہ ۔ (ت)
میرا گمان ہے کہ یہاں "علیہ" کا لفظ ضروری
ہے یعنی حدیث میں وارد اطعام کو صدقہ پر
محولی کیا جائے ۔ (ت)

سے جامع الترمذی ابواب الاضاحی باب فی الزخمة فی اکھبا بعد ثلاث ایمن کمپنی دہلی ۱۸۲/۱
سے صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب بیان ما کان من النہی عن کل لحم الاضاحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹

کما سیرد عليك تحقيقه
ان شاء الله تعالى کيما تلتم
وترو موسر داد احدا ، و
الاحاديث يفسر بعضها بعضا
وبالله التوفيق.

کے بجائے لفظ "اطعموا" ہے۔ تو اس کو بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث "تصدقوا" سے وہی نسبت ہوئی جو ایہ تجروا کہ ہے، تو لازم ہر گاہ کہ اطعام کو بھی تصدقوا پر محمول کیا جائے، اور اطعام میں بھی اباحت کافی نہ ہو تمہیک ضروری ہو۔ جس کا مطلب یہ ہو گا کہ اگر کوئی شخص کسی کو قربانی کا گوشت اپنے دسترخوان پر بٹھا کر کھلا دے تو یہ ناجائز ہو گا جب تک کہ فقیر کو اس کا مالک نہ کرے، جبکہ تمام علماء کا اجماع ہے کہ آدمی قربانی کا گوشت جس طرح دوسروں کو دے سکتا ہے اسکی طسرح بطور اباحت دعوت بھی کر سکتا ہے۔ اور اگر حدیث کے لفظ اطعام کو تصدق پر محمول نہیں کرتے تو ایہ بار کو کیسے محمول کرتے ہیں۔

الغرض ان سب حدیثوں پر جتنا غور کیا جائے گا یہ نیت گھٹتی جائے گی کہ تصدقوا سے مراد صدقہ خاص نہیں، بلکہ عام طور پر ہر گاہ بڑا بڑا مراد ہے، چاہے اس میں تمہیک ہو یا نہ ہو۔

وما هيك قول الامام الجليل
صاحب النہاية فيہا يستحب ان
لا ينقص الصدقة عن الثلث لاث
الجهات ثلثة الاحل والادخار کما
مر دینا والاطعام لقوله تعالى
واطعموا القانع والمعتر، فانقسم
عليها الاشلا ثام، ومعلوم ان
الاطعام لا يقتصر على التمليك لا لغة
ولا شرعا وقد اجمعوا ههنا على

تايد مزید اور انصاف پسندوں کے لئے تو
صاحب دہایہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ہی کافی ہے
جس میں وہ لفظ اطعام کی تفسیر مفہوم صدقہ
سے کرتے ہیں، عبارت ان کی یہ ہے: "منسب
یہ ہے کہ صدقہ والا حصہ ایک ثلث سے کم نہ ہو،
کیونکہ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، دو چیزیں تو احادیث
سے ثابت ہیں، کھانا اور جمع کرنا، اور تیسری چیز
اطعام، یہ قرآن سے ثابت ہے، ارشاد الہی
ہے: اطعموا القانع والمعتر لکھلا وصاروا مالکین

جواز الاباحۃ بل نفوا ان کل ما شمرع
 بلفظ الاطعام جاز فیہ الاباحۃ لما سیأتی
 فاین تعیین التعلیل تدعون ، ثم رأیت العلامة
 الاتعافی فی غایۃ البیان قال فی شرح هذا
 الکلام وذلک لان الایۃ والخبر تضمننا جواز
 الاکل والتصدق والادخار فکانت الجهات
 ثلثا فانقصت علیها اثلاثا ثم و معلوم ان
 لیس فی الایۃ الا لفظ الاطعام المجمع علی
 شموله للاباحۃ ، وقد عبر عنه بالتصدق
 فعملوا ان التصدیق المذكور ههنا هو
 المحصول علی الانتجار دون العکس
 والله العوفی ۔

والے فقہروں کو، تو جب جہتیں تین ہیں تو گزشتہ
 بھی تین حصہ کر لیا جائے۔

اس عبارت کے شروع میں جس کو صدقہ والا
 حصہ کہا ہے یہ وہی ہے جس کو بعد والی عبارت
 میں لفظ اطعام سے بیان کرتے ہیں، اور یہ
 بات تو سب جانتے ہیں کہ اطعام کے لئے تعلیل
 ضروری نہیں، نہ شرعاً نہ لفظاً، بلکہ سب سے بالاتفاق
 اطعام میں اباحت کو جائز رکھا، بلکہ یہ تحریر کی کہ
 جہاں لفظ اطعام آئے وہاں اباحت مراد ہوگی،
 امام اتعالیٰ اسی عبارت کی شرح میں فرماتے ہیں،
 ”قرآن وحدیث نے جب کھانا، صدقہ اور
 جمع کو ناجائز قرار دیا، تو جہتیں تین ہوئیں، اسلئے
 گوشت کا بھی تین حصہ کرنا چاہئے۔“

ہمارا کہنا ہے کہ آیت میں صدقہ کا لفظ بھی نہیں اطعام کا لفظ ہے جس کے لفظ میں اباحت داخل
 ہے، اور اسی کو یہ علماء لفظ تصدیق سے تعبیر کرتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ اس موقع پر لفظ تصدیق ہی عام معنی
 میں مستعمل ہے اور اس سے ہر قسم کا کاربہ مراد ہے۔

ایک شہید اور اس کا جواب امام حاکم نے اپنی
 مستدرک میں سورۃ حج کی تفسیر میں ابو ہریرہ رضی اللہ
 عنہ کے واسطے سے ایک روایت نقل کی ہے،
 امام بیہقی نے بھی سنن کبریٰ میں اسے نقل کیا، حاکم
 نے اس حدیث کو صحیح الاسناد بنایا، لیکن امام
 ذہبی نے تحقیق میں اس پر حرج کی، جو کچھ بھی ہو یہ

ثم ان الحاکم ودی فی تفسیر سورۃ الحج
 من مستدرک بطریق نریث الجواب عن
 عبد اللہ بن عیاش المصری عن الاعرج
 عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال
 قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 من باع جلد اضحیۃ فلا اضحیۃ لہ

لغایۃ البیان

لکھنؤ مستدرک حاکم کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الحج

دار الفکر بیروت

۲۹۰/۲

حدیث علمائے اسلام میں مقبول و متداول ہے،
اور یہ چیز ضعیف حدیث کو قوی بنا دیتی ہے،
الغافل حدیث کے یہ ہیں،

من باع جلد اضعیة فلا اضعیة له۔
(جس نے قربانی کی کھال بھی اس کی قربانی نہیں)
اس حدیث سے اگر کسی کو مشبہ ہو کر اور غیر
کے لئے بھی اس حدیث کی رو سے ناجائز ہوئی۔
تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے اطلاق پر
نہیں جس کے خارجی، داخلی اور شرعی سبھی قسم کے
شواہد ہیں۔

خارجی دلیل تو یہ ہے کہ سارے علماء اس
امر پر متفق ہیں کہ صدقہ کے لئے کھال کی بیع جائز ہے
اور خاص علمائے اصناف قربانی رہنے والی چیز
کے بدلہ میں بھی اس کی بیع جائز قرار دیتے ہیں، اور
ظاہر ہے کہ سب علماء حدیث کے خلاف اتفاق
نہیں کر سکتے، اس لئے لامحالہ سب کے نزدیک
یہ حدیث مطلق نہیں ہوئی بلکہ مؤول ہے۔

شرعی شہادت یہ ہے کہ شریعت نے قربانی
کے گوشت وغیرہ کے جو مقاصد قرار دیے ہیں
ان میں صدقہ بنیادی مقصد ہے، اور ان روئے
شرع بدل پر وہی حکم لاگو ہوتا ہے جو مبدل کا تھا
چنانچہ زکوٰۃ و فطرہ میں جس طرح اصل (غلہ، چاندی
سونہ وغیرہ) ادا کرنا جائز ہے، اسی طرح انکی

ورواہ البیہقی ایضا فی سنتہ الکبریٰ،
قال الحاکم صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔
قلت وهذا وان ردد الذہبی فی
التلخیص فقد تلقا العلماء بالقبول، و
بہذا یتقوی الحدیث وان ضعف سندہ،
بید انہم کما تری لایجرون علی اطلاقہ، فقد
اتفقوا علی جواز البیع للتصدق، ونصب
اختلفنا فی الصحیح عندہم علی جواز البیع
بما یشی، فکان الشان فی تنقیح معنی الحدیث
وانا اقول وبالله التوفیق من تأمل
نظم الحدیث وامعن النظر فی القواعد
الفقہیة، الجاہ ذلک الی الجزم بان
المراد بیع خاص لا مطلق التبدل کیفما
کان، کیف وان التصدیق من مقاصد
لاضعیة الساذون فیہا شرعا، وان للبذل
حکم البذل وقد ثبت شرعا جواز دفع القیمۃ
فی زکوٰۃ و فطرۃ و نذر و کفارة کما نص
علیہ فی الہدایۃ والکافی والکنز
والتنویر وغیرہا عامۃ کتب المذہب
فاذا جاز ہذا، والصد قامت
واجبۃ، فلان یجوز وہی نافلۃ
اولی فافہم، اما عند جواز ذلک
فی الہدایا والضحایا بان لایریق الدم

ويعطى القيم ، فان القرية فيها بالاراقة
 دون التصديق ، وهم غير معقولة .
 فلا تستبدل ولا تتقوم ، كما افاده
 في الهداية والبحر وغيرهما
 ثم انا نجد المجزاء اى فلا الضحية
 لى اعظم شاهد على عدم
 الاطلاق ، فان من باع
 للتصدق فقد اقب بما كان
 مندوبا اليه في الاضاحي ،
 فكيف يجازى بانتفاء قرينه مع
 انه لم يزد على القرية الا
 قرية مطلوبة في خصوص
 السجل ، وقضية الجزاء ترتيبه
 حل فعل ينافي التضحية و
 ينفي الاضحية على ما فيه من
 التاويل لكونه في معنى الرجوع
 عن القرية ، فلا يمكن ان يكون
 من باب القرية ، بل ولا من
 باب الاحل والادخار فان
 الشرع قد مخصص فيهما ايضا
 مثل الاشتجار ، ولو كان فيهما ما ينافي
 الاضاحي ويصح ان يترتب عليه فقر
 الاضحية ، لما اذن فيهما ، فعند

قیمت بھی ، تو قربانی میں بھی یہی ہونا چاہئے کہ جس طرح
 گوشت اور کھال کا صدقہ جائز ہے اسکی قیمت
 کا صدقہ بھی جائز ہو۔

ایک ذیلی شبہہ اور اس کا جواب | اصل قربانی
 میں تو ایسا نہیں ہوتا کیونکہ کوئی شخص قربانی کے
 بجائے اسکی قیمت صدقہ کرنا چاہے تو شرعاً
 جائز نہیں ، قربانی ہی کرنی ہوگی ، اس کا جواب یہ
 ہے کہ قربانی میں اصل مقصد خون بہانا ہوتا ہے
 جو قیمت صدقہ کرنے سے حاصل نہیں ہوتا ، اور
 چونکہ قربانی کا حکم خلاف قیاس ہے ، اس لئے اس
 میں اپنی عقل سے بدلہ مقرر کرنا صحیح نہیں ، جیسا کہ
 بحرہ جاریہ وغیرہ میں اسکی تصریح ہے اور گوشت
 اور کھال کا مقصد صدقہ ہے ، اس لئے قیمت سے
 بھی ادا ہو جاتا ہے۔

داخلی شہادت یہ ہے کہ یہ حدیث مبارک بلو
 شرط و جزاء اور ہوئی ، شرط یہ جملہ ہے ، جس نے
 قربانی کی کھال بھی ” اور جزا یہ ہے ، ” اسکی
 قربانی نہیں ہوئی ”

پس اس جزا کا تعاضیہ ہے کہ شرط ایسی
 چیز ہو جس پر قربانی کی نفی مرتب ہو سکے اور قربانی
 قربانی نہ جائے ، نہ کہ وہ چیز جس سے قربانی کا
 مقصد بدرجہ اتم حاصل ہو ، یعنی شرط ایسی بیع
 ہوگی جو ثواب کے لئے نہ ہو ، اور وہ بیع جو حصول ثواب

ذلك من أئمان المراد هو البيع بحيث يخرج
عن جميع ما رخص له الشرع فيه، وما هو
إلا البسيم يستهلك لا كانت يصرف
إلى قرينة فانت الأكل وهو الانتفاع
به عاجلا قد ذهب بنفس
التبدل، والأدخار لكونه
لا نفع به ببقائه، والاستبعاد
لعدم التقرب فخرج عن الوجوه
الثلاثة الشرعية، فكان هو الملاحظ
بالنهي المورث للخبث الموجب
للتصدق، أما إذا باع ما ينتفع به
باقيا فالأكل والمن فقد والاستبعاد
لأن لم يكن فالأدخار باق، لأن
البديل ينوب البديل وهو مبني
فيكون مديخرا، وكذا إذا باع
بمستهلكة لقرينة فالأكل والأدخار
والتصدق ذهب فالأدخار حاصل
وهو أفضل الوجوه فلا معنى
للمنع وبه ظهر أن ما نحن
فيه أدل. بالجواهر من البسيم
يباق وهو مصروح بجوانبه
في عامة كتب المنهاج

کی غرض سے ہو، یا وہ بیع جو باقی رہنے والی چیز
سے ہو، یا اس کو کھالیا جائے، تو یہ افعال
لا اضحیة له (اس کی قربانی نہیں) کی شرط
نہیں بن سکتے، کیونکہ ان کی تو خود حضور صلی اللہ علیہ
و سلم نے اجازت دی ہے، تو لامحالہ شرط میں وہی
بیع مراد ہوگی جس کی کمال یا گوشت کو قبول کیلئے
بیچا گیا ہو کیونکہ ایسی بیع سے قربانی کے مقاصد
غلط فوت ہو گئے، بیع کی صورت میں کھانا مفتی
ہو گیا، یہ ظاہر ہے، ادخار (بیع کرنا) اس لئے
مفتی ہو گیا کہ ایسی چیز کے طرخ جب جو باقی رہنے
والی نہیں ہے کہ کہا جائے کہ بدل اصل کا قائم مقام
ہے، اور طلب ثواب اس لئے مفتی ہو گیا کہ یہ بیع
تمول اور کسب زر کی طرخ سے ہوئی تو ایسی
بیع کی صورت میں قربانی کے تینوں مقاصد مفتی
ہو گئے، اور یہ کہنا بالکل چسپاں ہو گیا کہ لا اضحیة
له (اس کی قربانی نہیں) اور اس بیع سے جو
قیمت حاصل ہوئی خبیث ہوئی، تو اس کا صدقہ
واجب ہو گیا۔

برخلاف اس کے اگر باقی رہنے والی چیز
سے بدلاتہ اکل و ثواب تو ضرور مفتی ہوا، مگر
ادخار باقی رہا کہ بدل کا باقی رہنا اصل کا باقی
رہنا ہے، اور ہلاک ہونی والی چیز سے بدلے ثواب

عنه الادخار والاستجار كلاهما بالنصب عطفًا

على الأكل ۱۲ منه قدس سره۔

ادخار اور استجار دونوں نصب کے ساتھ ہیں لفظ

اکل پر عطف کی بنا پر ۱۲ منه قدس سره (ت)

فانكار جواز هذه الامور ليس تحكما
فما اذا ، وانت اذا تأملت ما انقيت
عليك ، واخذت القطائنة
ببديلة . وجعلت الانصاف بين
عينيك ، لعلمت ان هـ ن ا هو الغنى
المفهوم من الحديث ، فـ اول النظر
حكما بعد الطلب الحديث فـ ان
التبادر من سياق اللفظ ان يكون
بيعه للانتفاع لانه عقد موضوع

بجائز اكل وادخار تو ضرورتی ہوا ، لیکن طلب
ثواب اب بھی باقی ہے ، اور یہ ان وجوہ ثلاثہ
میں سب سے افضل ہے ، تو یہ جائز ہوگا ،
اور اس کا انکار زیادتی اور زبردستی ہے ۔

ایک آسان بات | یہ طبی اور دقتی بحث ترک
بھی کر دی جلتے تو یہ ایک آسان اور سامنے کی
بات ہے کہ لفظ بیع انتفاع کے لئے بیچنے پر دلالت
کرتا ہے ، کیونکہ عقد بیع کی وضع ہی اسی غرض کیلئے
ہوتی ہے اور یہی لفظ بیع بالدرہم کی طرف بھی اشارہ

عن ثم بعد ثم ان لما من المولى سيخذه
وتعالى على بشراء غاية البيان للعلامة
الاتقاني رأيت نقله عن الامام شيعه
الاسلام كل ما يشير الى هذا الذي
نحوه اليد حيث قال قال شيخ الاسلام
خواهر مراده رحمه الله تعالى في مبسوطه
اما اللحم فالجواب فيه كالجواب في الجند
ان باعه يالدرهم تصدق بثلثه وان
باعه بشئ آخر ينتفع به جاز كما في
الجلد وانما ذكر محمد رحمه الله تعالى
البيع في حق الجلد دون اللحم لانه
بني الامر على ما هو الغالب وفي الغالب
كما ينتفع بعين الجلد ببيع بشئ آخر
ينتفع به وفي اللحم في الغالب ينتفع به

پھر کچھ زمانہ بعد جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا
علامہ اتقانی کی غایت ایمان خرید لینے کا ، اسے
یہ لکھنے دیا کہ انھوں نے امام شیخ الاسلام سے
وہ سب کچھ نقل فرمایا جس کی طرف میں نے اشارہ
کیا ہے جہاں انھوں نے فرمایا کہ شیخ الاسلام
خواہر زادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مبسوطہ میں
فرمایا کہ گوشت کی بابت حکم وہی ہے جو کھالی
میں ہے کہ اگر درہم سے فروخت کیا تو صدقہ
کوئے اور اگر کسی اور نفع اور چیز سے فروخت کیا
جائز ہے جیسا کہ کمال کا حکم ہے امام محمد رحمہ اللہ
تعالیٰ نے صرف کمال کے مشعل بیع کا حکم
اس لئے ذکر کیا کہ انھوں نے غالب رواج
پر بنا کرتے ہوئے فرمایا کیونکہ غالب طور پر
جلد کو نفع یا نفع مند کے بدلے فروخت
(باقی برصغیر آئندہ)

لذلك وهو الغالب فيه وان يكون بالدراهم
لان البعير المطلق ، والبيع من كل
وجه اما المقايضة فتستوي فيه جهتا
البيع والشراء ، اما سائر المستهلكات
ففي حكم الدراهم ، ولذا جعلها في
الهداية هي الاصل ، وقال في سائر حسن
اعتبارها بالبيع بالدراهم هذا كله
ما خطر بالبال مستعجلا ، فانعم الفكر
منصفا متأملا ، فان وجدت شيئا يعرف
وينكر فلم آل جهدا في اتباع الفرس من
اشبه النظر ، والله الهادي الى صواب
الفكر.

کرتا ہے کیونکہ بیع کی یہی صورت اصلی ہے ، اور
اشیاء سے تبادلہ میں تو بدین پر قیمت اور بین
دونوں برے کا احتمال رہتا ہے ، اس لئے صرف
لفظ باع بھی اس مقصد پر دلالت کرنے کے لئے
کافی ہے کہ حدیث میں لفظ ”من باع“ سے
خاص وہی بیع مراد ہے جو دراهم کے بدلے اپنی ذات
کے قتل و انتفاع کے لئے ہو۔

مشہور اور اس کا جواب اگر کوئی یہ کہے کہ دیگر
مستملکات سے بھی تو بقول آپ کے بیچنا منع ہے
تو آپ کے اس قول کا کیا وزن رہا کہ لفظ بیع پر
غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ بیع منحوع بالدرہم
ہے ، اس کا جواب یہ ہے کہ دیگر مستملکات کے
ساتھ بیع کی ممانعت درہم کے ہی تابع ہو کر ہے ، اصلہ نہیں ، اسی لئے تو ہدایہ میں درہم کو ہی اصل
قرار دیا ، اور بقیہ کو اسی پر قیاس کرتے ہوئے فرمایا ، اعتبارا بالبیع بالدرہم (درہم کی بیع پر قیاس
کرتے ہوئے)۔

(بقیہ ماثیہ صفحہ گزشتہ)

ولا یباع احد فاشرا ان الص او بالبیع هو
الذی یقصد به الاستفاح ۱۲ منه قدس
سورہ ۔

کیا جاتا ہے اور گوشت میں غالب یہی ہے کہ
اس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے اور اسے
فروخت نہیں کیا جاتا ، قرآن سے اشارہ ہوا
کہ بیع سے مراد صرف وہ ہے جس سے انتفاع
مقصود ہو ۱۲ منہ قدس سورہ ۔ (ت)

عبارت پر ایہ کی تشریح ہماری اس تحقیق سے
ہدایہ کے مندرجہ ذیل قول کے معنی بالکل واضح ہو گئے
اور مضمین کا استدلال باطل ہو گیا، اگر جلد یا
گوشت کو دراجم یا ایسی چیزوں کے ساتھ بیچا نہیں
ختم کے بغیر ان سے انتفاع نہ ہو سکے تو اس کی
قیمت صدقہ کرے۔

(۱) اس عبارت میں بیچنے سے مراد اپنی ذات کیلئے
بیچنا ہے، مطلقاً نہیں۔ کیونکہ پہلے انھوں نے یہ
فرمایا کہ کھال سے گھڑ کا کام کئے کوئی سامان
بنایا جاسکتا ہے، پھر کہا ایسی چیز جسے باقی رکھ کر
اس سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔

— اس سے بدل بھی سکتے ہیں، تو ان دو
مسئلوں میں انتفاع ذاتی ہی کا بیان ہے اس
کے بعد فرماتے ہیں کہ ایسی چیز سے نہ بدلیں جو استعمال
میں خرچ ہو جائے، تو یہ ممانعت بھی ذاتی استعمال الی
ہی بیع کے لئے ہوئی اب اسی بیع کی ممانعت کی
فلت بیان فرماتے ہیں کہ یہ بیع بالدراجم کی طرح
ہے، تو ظاہر ہے کہ اس سے وہی بیع بالدراجم
مراد ہوگی، جو ممنوع ہے، صدقہ کے لئے تو دراجم
کے عوض بیچنا جائز ہی ہے، اور آگے اسی
کے لئے فرماتے ہیں کہ اس میں معنی قول ہے، تو
یہ کلام ابتداء سے انتہاء تک پیکار پکار کر اعلان
کر رہا ہے کہ اس بیع سے مراد ذاتی انتفاع

(تبلیغہ نفیس) اقول وبهذا التحقيق
استبان والحمد لله معنى قول الهداية
لو باع الجلد او اللحم بالدراجم او بما
لا ينتفع به الا بعد استهلاكه تصدق
بشمه اء فانما معناه اذا باع بهما
لاجل الا انتفاع لا البيع بهما مطلقاً
فانه رحمه الله تعالى ونفعنا ببركاته
في الاول والاخرى قال او لا يعمل منه
آلة تستعمل في البيت، ثم قال ولا باس
بان يشتري به ما ينتفع به في البيت
بعينه مع بقائه، ثم قال ولا يشتري
به ما لا ينتفع به الا بعد استهلاكه،
وقال في تعليله اعتباراً بالبيع
بالدراجم، قال والمعنى فيه انه
تصرف على قصد التمول، ثم قال
ولو باع الجلد او اللحم الخ فكلما
كله، بدوة وشاؤء وفتح وانتفاؤه
في البيع لاجل الانتفاء لا مطلق
البيع، كيف ولو اريد المطلق لما ساء
قوله ولا يشتري به ما لا ينتفع به الخ
فان شراء ذلك لاجل التصديق
جائز قطعاً ولما صح قوله
اعتباراً بالبيع بالدراجم لمثل ما بينا

وبطل تعليله بانه تصروف على قصد القول
فليس كل بيع بالدرهم مما يصدق
عليه ذلك كما اسلفنا تحقيقه ، وقوله
ولو باع الجبل الخ انما هو متفرع على
تلك المسئلة فلا يراد به الاما ما اسرى
بها ، لانه لما بيعت عدم جواز انشاء
السوال ف قيل اذا لم يجر هذا ،
فان فعله فاعل فماذا عليه ، فاجاب
بانه يتصدق بثمانه ثم نشأ
السوال بان قولكم هذا يفيد صحة
البيع فكيف بحدیث من باع جلد
اضحية فلا اضحية له فاجاب بانه الحديث
انما يفيد كراهة البيع اما البيع جائز
لقيام الملك والقدره على التمسك
وهذا دليل اخر على ان
ليس الكلام في مطلق البيع بالدرهم ،
فان البيع بها لا جيل التصديق
لا يكره اصلا ، وقد بينت هذا ،
فابین من هنا مولا العلامة العلائی
صاحب الدرر حیث قال بعد قول
المولى العزیز رحمهما الله تعالى
”تصدق بثمانه ام مقاده صحة البيع

والی بیع ہے مطلقاً بیع نہیں ، ورنہ حضرت کی ان
عبارتوں کے کوئی معنی نہ ہوں گے ”علا ینفقم مینہ“
(جس سے نفع نہ اٹھایا جاسکے ، اعتباراً بالبیع
بالدرہم (بیع بالدرہم پر قیاس کرتے ہوئے) ،
وانہ تصروف على قصد القول (یہ قول کی نیت
سے تصروف ہوا ، اور اسی کے بعد صاحب ہدایہ
کی یہ متنازع عبارت ”اگر جلد اور گوشت الخ“
تو اس کا مطلب مطلقاً بیع کیسے ہو سکتا ہے ،
یہ تو اسی حکم پر متفرع ہے ، تو یا کسی نے پوچھا کہ
ذاتی اغراض کے لئے جو بیع بالدرہم ہوتی وہ تو
نما جائز ہوتی باب دوم میں اس سے حاصل ہوا کیا
کیا جائے ، تو فرمایا وہ مال غنیمت ہے ، اس کا
صدقہ واجب ہے ، اس پر گویا پھر کسی نے پوچھا
آپ کے حکم ”یہ مال غنیمت ہے“ سے یہ پتہ چلتا ہے
کہ بیع ہوئی مگر فاسد اور حدیث مبارک ”لا اضحية
له“ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بیع باطل ہے ،
تو اس کا جواب اس طرح دیا کہ ”الحدیث
انما يفيد الكراهة“ یعنی حدیث سے بھی بطلان
ثابت نہیں ، مراد کراہت ہی ہے ، کیونکہ بیع کے
تو تمام ارکان پاسہ گئے کہ جانور بیچنے والے کی
ملک ہے ، اور مشتری کو اس پر قبضہ بھی دلا سکتا ہے
اس لئے بیع تو ہو گئی ، مگر قصد قول اور عدم قبضہ بل

مع الكراهة، وعن الشافعي باطل لانه
كالوقف محبتي، وقد نص ابن
قول التنوير كالهداية تصدق
بشمه، يفيد كراهة البية،
فمحال ان يكون الكلام في
مطلق البية بالدرهم، بل في
الصورة المكروهة فقط، وهي
السارة في قوله "لا يشتري به
ما لا ينتفع به" الخ قوله
"تصرف على قصد التمول"
ومن اوضح الدلائل على ذلك
ايضا تعليل الكافي شرح البواقي
لمسئلة الهداية بقوله لا انت معني
التمول سقط عن الاضحية فاذا
تمولها بالبسم انتقلت القرية
الخ بدله فوجب التصديق
فاغادمت الكلام انها موقفي
صورة التمول لا غير، ولنا
جاء تضمير المسئلة في التبيين
ومجموع الانهرو وغيرهما من
الاسفار الغريبة لفظ "لا يبيعه

کی وجہ سے فاسد ہوئی۔

(۲) صاحب ہدایہ کا یہ بعد والا کلام بھی اس بات
کی دلیل ہے کہ بیع سے ان کی مراد مطلقاً بیع
بالدرہم نہیں کیونکہ تصدیق کے لئے بیچنے کو تو
کبھی جائز کہتے ہیں۔

(۳) یہیں سے صاحب درمختار کے کلام کا
مطلب بھی واضح ہو گیا جو انھوں نے امام غزالی کے
قول تصدیق بشمہ کی شرح میں فرمایا ہے
اس کا معنی ہے کہ ایسی بیع جائز ہے مگر فاسد ہے
البتہ قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس جائزہ
کو وقف کی طرح قرار دے کر اس کی بیع کو باطل
قرار دیا۔ اس عبارت میں اس بات کی صراحت
ہے کہ تنزیہ کا لفظ تصدیق بشمہ بالکل ہدایہ کی
عبارت تصدیق بشمہ کی طرح ہے، جو مطلب اس
ہے وہی تنزیہ کی عبارت کا بھی ہے، تو ایسی صورت
میں محال ہے کہ اس عبارت میں مطلق بیع مراد ہو
بلکہ وہی مراد ہے جو ہدایہ کی عبارت "لا يشتري به
ما لا ينتفع به" سے تصرف علی قصد التمول تک میں
مراد ہے۔

(۴) اس مقصد پر اس سے بھی واضح دلالت
کافی شرح وافی کی ہے، وہ فرماتے ہیں،

بالدراهم علی نفسه و عیالہ ، فقد اوضحوا
المسام ، وانما احوال الودھام ، وهذا دلیل
مراہم علی ما ذکرنا ، والخاص الموتر والله
یحب الموتر ، ان نقل کلام التبیین فی
المندیۃ ثم قال " وهكذا فی الهدایۃ و
الکافی " الا فقد اقصم بلافیہ انت معنی
کلام التبیین والهدایۃ واحد ۔

کتبوں میں اس طرح بیان کیا گیا : کمال کو اپنے اور بال بچوں کے لئے درہم کے عوض نہیے : " تو انھوں نے
تو قسم ہی لگا نہ چھوڑا ، یہ پڑھتی دلیل ہوئی ۔

(۵) اور پانچویں صاحب ہندیہ کا یہ کلام کہ انھوں نے صاحب تبیین کے کلام کو نقل کر کے فرمایا : یہ
مسئلہ اسی طرح بدایہ اور کافی وغیرہ میں ہے : " تو انھوں نے تو منہ بھر کر گواہی دے دی کہ صاحب تبیین اور
بدایہ کی عبارت کا مطلب ایک ہی ہے ۔

ثم بعد ترجمان لسان مبینہ و تعالیٰ علی
عبده الضعیف بشرای غایۃ البیان
شرح الهدایۃ للعلامة الاتقانی رحمہ اللہ
تعالیٰ ، مرآۃ شرح کلامہ بما لایق للوہم
مجاہلا ، حیث قال یرید بہ انت القرینۃ
فانت عن الجلد بسا باعہ ولكن الاضحیۃ
ساقط عنہا معنی التمول ، قلنا باعہ
بالدراہم وجب علیہ التصدیق بہا ،
فلایلزم التمول بشئ من الاضحیۃ او بدلتھا
قافا ذکا کالکافی وغیرہ ان المتحقق

اس کے بعد غایۃ البیان علامہ اتقانی رحمۃ اللہ علیہ
دیکھنے کی توفیق ہوئی تو انھوں نے تراویح کے
سارے بادلوں کا صفایا کر دیا فرماتے ہیں : " بدایہ
کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ کمال کی بیع کے بعد
اس سے قربت اور ثواب ہونے کے معنی ختم ہو گئے
علاوہ قربانی سے کسبہ زر اور حصول زر کی غرضاً قاطب
ہے ، تو جب درہم سے اس کو بیچ دیا ، تو اس کا
صدقہ واجب ہے تاکہ قربانی یا اس کے معاد فرمے
کسی قسم کا تمول نہ لازم آئے "۔

تو انھوں نے بھی کافی کی طرح یہ بات صحت

المطبوعۃ الکبریٰ الامیریۃ بولاق مصر	۶/۱	کتاب الاضحیۃ	لے تبیین الحقائق
فرائی کتب خانہ پشاور	۳۰۱/۵	ابواب السادس	لے فتاویٰ حندیہ
			لے غایۃ البیان

کر دی کہ ہدایہ کی عبارت سے مراد وہ بیع ہے جو
تمول کے لئے ہو، اور اتنا اضافہ فرمایا کہ یہ وہ بیع
ہے جس سے کارِ ثواب اور قربت ہونے کی نفی ہوتی
ہے، تو وہ بیع اس حکمِ مانعت سے خارج ہو گئی
جو اسے قربت اور حصولِ ثواب کے لئے ہو،
والحمد للہ رب العالمین۔

تقریر امر و انہ ہو گئی کہ منوع مطلقاً بالدرہم نہیں،
بلکہ بیعِ تمول کے طور پر جو بیسی بدل میں جڑ پھیل
کرتی ہے، اور اسی سے تصدیق واجب ہوتا ہے
اور کارِ ثواب کے لئے بیچنے میں کوئی رین نہیں الزم
وہ کارِ ثواب کسی قسم کا ہو۔

میں نے بارہا یہی فتویٰ دیا اور اس موضوع
پر ایک فصل فتویٰ ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ کو لکھا،
اور دوسرا محل فتویٰ آئندہ سال ذی القعدہ میں
دیا یہ دونوں فتاویٰ میرے فتاویٰ کی جو حق حبلہ
میں ہیں تو میرے ان فتوؤں کی مخالفت ہندوؤں کی
ایک جماعت سے شروع کی جن میں اکثر وہابیہ ہیں
ان کا خیال ہے کہ کمال کی بیع درہم کے ساتھ
مطلقاً ناجائز ہے، خواہ نیت کارِ ثواب کی ہی
کیوں نہ ہو، ان کا صدق کرنا واجب ہے، وہ بھی
اسی طرح کہ فقیر کو اس کا مالک بنا دے، کسی بھی

ہو البیع للتمول، وزاد ان السرا د بیع
یقوت القرية فخرج البيع لا قامة قرية،
فانه لا ينوتها بل يحصلها وهو تقرب
لا تمول، فانضم الصواب وزال الادتياب،
والحمد لله في كل باب، هكذا ينبغي التحقيق
اذا ساعد التوفيق، ومن المولى تعالى هداية
الطريق، فقد بان بعمدة الله جل وعلا ان
البيع بالدرهم ليس مما يمنع مطلقاً بل
اذا كان على جهة التمول، وهو الذي يورث
الجنث وعليه يتفرع وجوب التصديق، اما
اذا باع بها ليصرفها في القربات، فذلك مائة
وشار وجوه القرب مطلقة حينئذ لا تجبر
في ثقل منها.

بذلک افیت غیر مرة وکتبت
فیہ فتویٰ منصفہ اذ سئلت عن التسع
بقین من ذی الحجۃ عام الف، ثلثمائة
وخمیس من هجرة من دولة ما علیه
الخمیس، ولا لام قمر ولا برغت شمس،
ولا اقبل غد ولا ادبر ارجس علیه وعن الہ
الغرا لکرام افضل صلاة واکمل سلام
و اخری مجملۃ اذ ورد علی السوال
لسبع خلون من ذی القعدة الحرام
فی العام الذی یلی ذلک العام

وهما مثبتتان في المجدد الرابع من
مجموعة فتاوى المباركة ان شاء الله تعالى
اللقبة بالعلما النبوية في الفتاوى النبوية
جعلها الله نافعة للمسلمين ومقبولة لدى
العالمين وحجة لعبد يوم الدين آمين
الله الحق آمين۔

فقد ذلك نازعني شرذمة من
التهديين أكثرهم من الوهابية الباطنيين
خراعيين ان البسيم بالدراسهم مطلقا
ولوللقرابات يوجب التصديق حق لا يجوز
له الصوف الى مانوى من القرب بل لا يخرجه
عن العهد الا بالاداء الى الغدير على وجه
التكليف ، واحتج الاصابهم على ذلك
بعبارة في الهداية والدراسهم المذكرتين
وقد بينا ما هو السرا ديهما واشتبا عن ش التحقيق
على انه لا صامس لشي منهما بمنعهم القوم ،
فاغتنا ذلك عن الاسترسال مرة اخرى
في سرد كلامهم ، فانه لشدة وهن نفسه
غنى عن ايهاان غيره ، قلن سألهم
هل الكلام ههنا اعني في قول الهداية
والدر في بسيم يكره لافي غيره ، ليقولن
نعم ، ولئن سألهم هل البسيم بالدراسهم
يكره مطلقا ليقولن لا ، قل فاني تذهبون ،
ولئن قالوا في الاول لا ، نقضت عليهم
حجتهم نفسها بالخطا والمجهالة ولئن

دوسرے مصروف میں خواہ مصروف غیر ہی کیوں نہ ہو، صرف
کرنا جائز نہیں، اصافہ نے تو چایہ اور درختار کی
انھیں دونوں عبارتوں سے مستند پڑی، جس کا مفصل
بیان اوپر گزرا، تو ہم کو دوبارہ ان کی تردید کرنی ضروری
نہ تھی، ان کی بات یہ درجہ کزور ہے، کیونکہ ان سے
خود پوچھ دیکھو کہ چایہ اور درختار کی عبارت بیع
مکروہ کے بیان میں ہے، یا کسی دوسری کے
بیان کے لئے۔ تو کہیں گے بیع مکروہ کے لئے پھر
ان سے پوچھو کیا کمال کی بیع مطلقا مکروہ ہے تو
کہیں گے نہیں، تو اب فیصلہ کے لئے کیا باقی
رہ گیا ہے، اور اگر اول میں پلٹ کر جواب دیں
کہ صرف بیع مکروہ کی نہیں، تو ان کا نفس انھیں
خود جھٹکے گا، اور ثانی میں اگر کہیں ہاں، تو
ان کی بات خود انھیں کو جھٹلا رہی ہے کیونکہ وہ بھی
صدقہ کے لئے بیع جائز قرار دیتے ہیں، اور اگر
وہ اس بیع کے جواز کا انکار کریں گے تو ہم ان کو
نفس من عمار کے لشکروں سے آسودہ کر دیں گے۔

قالوا في الاخر نعم ، فكلامهم انفسهم
متاد عليهم بالهت والبطالة ، فانهم
ايضا معترفون بجواز البسيم للتصدق من
دون كراهة ، وان لم يعترفوا لائنا هم بجنو
من نصوص انه لما لا قيل لهم بها ، فانها
بهذا القدر متشبهوا لهم ، ومزيلة لوهو
عمر بن بالهم .

ولكن اقول لا غرو من نفي
قاصرين لا يكادون يميزون بين الغيث
والسمين والرهيص والتمين والمدين والضمين
والشمال واليمين ، انما العجب من بصرهم
الكلو هي البدو طول الباع وعظم الذراع
على ما فيه من انواع الاستداع خبيث
مناد غباوة على الاتباع واخذ يتشبهت
بما قد مناجارتي الصفي والكافي انه تصد
على قصد التمول الى قوله فيكون خبيثا

اگر یہ جوڑنے رگ غلی میں پڑ گئے جو موٹے اور ڈبٹے
سستے اور مٹنگے ، اور دائیں بائیں کی تمیز نہیں
رکھتے تو تعجب کی بات نہ تھی ، تعجب تو اس بات پر ہے
کہ ان سب کے امام گنگو ہی صاحب جو طول باع
وسعت اطلاع کے مدعی ہیں انہوں نے کیسے یہ
فوتی دیا اور اپنی سابقہ گریہوں میں اضافہ کر لیا
اور سند میں یعنی اور کافی کی عبارت پیش کی ہا یہ
اور دور کی عبارت تہ ہی ان کے خلاف محبت تھیں ،
لیکن یعنی اور کافی کی عبارتیں تو ان کا صریح رد ہیں

یہ حکم تو اس کے حال سابق پر تھا پھر
مگر ابھی اور ضلالت میں اس کا حال مزید
ترقی کر گیا پس وہ کفر ظاہر میں جا پڑا اور ارتداد
صریح کو اختیار کیا اور ہدایت پر گمراہی کو اختیار
کیا ، ہم بلاکت و بربادی سے اللہ تعالیٰ
کی پناہ مانگتے ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ
العلی العزیز الحکیم ۱۲ قدس سرہ (ت)

عنه هذا كان اذا ذلك ثم توفى به الحال
في القوایة والضللال فوقع في الكفر
البراج واختار الارتداد الصريح
واستحب العبي على الهدى نفوذ
بالله من الهلاك والردى والاحول و
لا قوة الا بالله العلی العزیز الحکیم ۱۲ قدس
سورة العزیز۔

خصوصاً ہدایہ کی عبارت میں تو تصدق کی علت خبث کو قرار دیا ہے، اور خبث کی وجہ بیع کی کراہت کو تسلیم کیا ہے، اور بیع کی کراہت کی وجہ قبول کو گردانا ہے تو کیا یہ آدمی درہم کے ساتھ بیع کو مطلقاً بیع قبول گردانتا ہے، یا قبول اور تقرب کا فرق نہیں جانتا، یا خدا کو خدا پر قیاس کرنے کو اور خبیث کو طیب پر محمول کرنے کو اور بیع منہی عنہ کو بیع جائز پر اعتبار کرنے کو قرار دیتا ہے، یہ کتنی شنیع بات ہے، ہم خدا کی اس سے بناء مانگ رہے ہیں۔

رواۃ اللہ تعالیٰ اس شخص کو مذہب اہلسنت وجماعت کی ہدایت دے۔ اس نے کہا، قربانی کر نیلے نے جب جلد درہم کے عوض بیع دی تو قبول (کسب زر) کی نیت ہو یا صدقہ کی اس کے دام کا صدقہ کرنا واجب ہو گیا جیسے قدر کا صدقہ واجب ہوتا ہے، یعنی نے شرع جہاں میں کہا یہ قصد قبول پر تصرف ہے اور قربانی کسب زر کا ذریعہ ہونے سے نکل چکی ہے، تو جب بیع کو کسب زر کیا تو صدقہ واجب ہو گیا کیونکہ یہ ثمن فعل محکومہ سے حاصل کیا تو خبیث ہو گا اور صدقہ واجب اور کافی میں ہے جب اس سے قبول کیا تو قربت کمال سے منتقل ہو کر اس کے بدل میں چلی گئی تو اس کا تصدق واجب ہوا۔

اس کلام سے ہم از کم یہ بات واضح ہو چکی کہ یہ شخص

فیجب التصدق، وانه اذا اتولها بالبیمع
الى قوله فوجب التصدق فان كلامي الهداية
والدار وان كانا حجتين عليهم لا لهم،
لكن لا كهاتين الناصتين بامت الكلام في
صورة التمول لا مطلق التبدل، لا سيما
كلام الاها ما البدر البين كالبدر، انت
وجوب التصدق لاجل الخبث والخبث
لكراهة البیم، وكراهة البیم لقصد التمول،
فياليت شعري فيظن الرجل ان كل تبدل
بمستهلك تمول، فيحكم بكراهة البیم به
مطلقاً، ام لا يدري الفرق بين التمول
والتقرب حتى يحتج على الضد بالضر، ام
يجوز قياس البیان على البین، والخبث
على الطیب، والمنهى عنه على السأؤوث
فيه، بل السندوب اليه فهل هذا الاش
نكرا، وامر امرا، وایا ما كان فالحب الله
الضراعة لنعم البراعة ومنع الشاعة.

قال الرجل هداۃ اللہ تعالیٰ الی مسلك
اهل السنة والجماعت، اذا باع المضی
جلد اضحیتہ بالدرہم سواء كان البیمع
للتمول او بذنیۃ التصدق تعین تصدق ثمنہ
کالتذروہذا هو معنی الصدقۃ الواجبۃ.

قال العيني في شرح الهداية انه تصرف على قصد التسول وقد خرج عن جهة التسول فاذا تموله بالبيع وجب التصديق لان هذا الثمن حصل بفعل مكروه ، فيكون خبيثا فيجب التصديق له وفي الكافي فسادا تمولها بالبيع اشغلت القربة الى بدله فوجب التصديق اثره بما ملخصا .

أقول ولنا كلامك هذا على تعيين الشق الاخير من الشقوق الثلاثة المارة في قولي ، ياليت شعري فخرنا بترديدك ان ليس كل بيع يستهلك تسولا عندك وانك ما تزيين التسول وغيره ، وان بدلت التقرب بالتصدق جهلا منك ، او تجاهلا مع علمك ان الكلام في سائر القرب دون التصديق فاذا لا اجد لاحتجاجك بكلام الكافي مثلا ، الا كمى ادعى ان من حصل اثم سواء كانت صلواته لله تعالى او لغيره واحتج عليه بقوله عز وجل "قل يا ايها الكافرون لا تعبدوا ما تعبدون" فان كان الدليل يتم بان يكون اخس من المبدعا مع عدم الياس بالجزء المقصود منه المتنازع فيه اصلا ، فلا رى احد احد

تمول اور تقرب کے فرق سے آگاہ ہے تبھی تو بیع تمول اور بیع تقرب کو دو علیحدہ قسمیں قرار دے کر حرف تردید سے بیان کیا کہ تمول ہو یا صدقہ کی نیت و اہم کا صدقہ واجب ہو گیا ہاں لا علی یا تجاہل مار فائز میں لفظ تقرب کو تصدیق سے بدل دیا کیونکہ کلام تو مطلقا کا ثواب سکے سے بیع کرنے سے متعلق ہے ۔

الفرض اس کلام سے اب سمجھ میں آیا کہ بات وہی آخری ہے کہ اس شخص کے نزدیک ضد مخالف سے استدلال جائز ہے ، اس استدلال کی کیفیت ایسی ہی ہے جیسے کوئی کئے عبادت خدا کی ہو یا غیر خدا کی سب ناجائز ہے ۔ دلیل اس کی قرآن عظیم میں ہے ، لا تعبدوا ما تعبدون ، تو ما تعبدون دیکھا ہی نہیں لا تعبد سے استدلال کر دیا ۔ اسی طرح صاحب کافی کی عبارت تو بیع تمول کی حماقت میں ہے اور آپ نے مطلقا بیع حرام کر دی ۔

یہ تو عبارت کافی سے استدلال کا حال ہے اور عینی سے استدلال کی حالت تو اور ردی ہے ، اس لئے کہ وہ نص کرتے ہیں کہ اس کا تصدیق اس لئے واجب ہے کہ مال خبیث ہے ، اور یہ صورت بیع تمول کے سوا اور کسی صورت میں ہو ہی نہیں سکتی ، تو آپ کا اسی عبارت سے استدلال اندھیری بات

کے ثبوت میں سورج پیش کرنے کے مرادف ہے اسی شخص نے کہا: کافی اور غینی کی عبارتوں سے ثابت ہو گیا کہ اس کمال کے دام کا تصدیق واجب ہے تو وہ صدقہ واجبہ ہوا۔ اور اس کا صرف وہی ہے جو صدقہ واجبہ کا معرف ہے، تو اسے مسجد یا مدارس کی تعمیر میں صرف نہیں کر سکتے۔

گنگوہی صاحب کی اس عبارت کا اگر یہ مطلب ہے کہ ان عبارتوں سے یہ ثابت ہے کہ یہ قول کے لئے ہے تو قیمت کا صدقہ واجب ہے، تو یہ بات صحیح ہے، مشک اگر بقصد قول یہ کہ اس کا تصدیق واجب ہے، اور اگر یہ مطلب ہے کہ کسی کا ثواب کی غرض سے بیع کیا تب بھی تصدیق واجب ہے، تو یہ بات ان دونوں عبارتوں سے ہرگز ثابت نہیں، اور اگر آپ کے استدلال کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ عبارت میں صدقہ واجبہ کا لفظ مل جائے، چاہے جس باب اور جس بیان میں ہوا تو

المتبطلین يعجز عن إقامة الدليل على دعواه هذا احتجنا بك بالكافي، أما التمسك بكلام الدير فبإلزام الله من أن تنقص درجة ممن يدعي وجود الليل البهيم مسيل الاستار يحتاج عليه بوجود الشمس في وسط السماء بانه تبهه الابصار۔

قال فقد اتضح بهاتين الروايتين وجوب التصديق وإذا وجب الصدقة فكونها صدقة واجبة وانهم بنفسه فلا يكون مضموا إلا مصرف الصدقة الواجبة كما هو ظاهر، فلا يجوز صرفه إلى بناء المساجد والمدارس من أمواله بالتعريب۔

اقول ان امر يدوجب عند القول فنقسم ولا كلام فيه، او عند التقرب فلا ولا كلامه وای اثر له فی دلیلک فما ثبت بهما لا نزاع فيه، وما فيه النزاع لم يثبت بهما، وان كان بحسبك ان يقع في كلام الاصحاح لفظ وجوب التصديق في اي مسألة من اقباب، فنعم له دعواك في كل كتاب، دلائل عند الرسل والتواب۔

قال والصدقة مطلقا لا بد فيها من التملك سواء كان اياحة او تملك تاما۔

اقول يا ليتك اذ لو تهتد الى الصواب
 قنعت ، بما من قبل صنعت ، ونفسك عن
 الاسترسال صنعت ، ولكنك اجبت ان تزيد
 في الطنبور نعمة ، وفي الشط رنج بغلة ،
 فابتدعت القول بامان الاباحة من
 التملك ، وانما تجزئ في الصدقة
 مطلقا ، فجعلت القسمين قسما ،
 والعقد نداء مع ان كلمات العلماء في مسائل
 الاباحة غير قليلة ولا خفية ، بل دوائر في .
 كثير من ابواب الفقه ، منها الطهارات ،
 ومنها الزكوة ، ومنها الطلاق ، ومنها
 النقطة ، ومنها النجاسة ، ومنها الكراهية
 وغير ذلك ، وهذا شرح الوقاية لتمام
 الجليل صدر الشريعة اول كتاب
 نتد ارسه في الفقه ، افاد فيه
 رحمه الله تعالى في اول
 كتاب الطهارات من باب
 التيمم ، ان القدرة ثبت بطريق
 الاباحة ، وبطريق التملك ، فان قال
 صاحب الماء لجماعة من التيممين
 ليتوضأ بهذا الماء ايكو شاء ، والمام
 يكفي لكل واحد منفي ، وينتقض تيمم
 كل واحد لبثوت القدرة لكل واحد
 على الانفراد ، اما اذا قال هذا الماء بكم
 وقبضوا لا ينتقض تيممهم لانه يمتنع

یہ دونوں عبارتیں یہی کیا ہیں ، ہر کتاب میں آپ کے
 مدعا پر سیکڑوں دلیلیں موجود ہیں۔ اس شخص نے کہا ،
 خود قرآن میں مطلقہ تملیک واجب ہے عام ازیں کہ
 بطور اباحت ہو یا بطور تملیک ؟

آدی کو صحیح بات نہ معلوم ہوتی جتنا ہو چکا اسی پر
 صبر کرنا چاہتے اور دراز لسانی سے پرہیز کرنا چاہتے ،
 لیکن آپ نے تو ایک نئے سر کا اضافہ کرنا چاہا ،
 اور شرط خ کے کھیل میں گدھے کو بھی داخل کر دیا کیونکہ
 یہ بات بالکل غلط ہے کہ اباحت بھی تملیک کا
 ایک حصہ ہے ، اور صدقہ واجبہ تملیک میں بھی اباحت
 سے کام چل جائے گا ، افسوس کہ اس کلام میں قسم
 کو قسم اور ضد کو شریک بنا دیا گیا حالانکہ ان دونوں کی
 تفریق کے بیان میں کتابوں کے ابواب بھرے پئے
 ہیں ، ابواب طلاق ، نقطہ ، ہبہ و کراہیہ وغیرہ میں
 کثرت سے یہ مسائل ہیں ۔

ہم لوگ فقہ میں جو اول کتاب امام صدر الشریعہ
 کی شرح وقایہ پڑھاتے ہیں اس میں کتاب الطہارۃ کی
 ابتداء میں ہی لکھتے ہیں ، پانی پر قدرت اباحت سے
 بھی حاصل ہو جاتی ہے اور تملیک سے بھی ، تو پانی والے
 نے ایک پوری جماعت سے اگر یہ نام میں سے جو
 پانی ہے اس پانی سے وضو کرے ، اور پانی کسی
 ایک کے وضو بھرتا ، پوری جماعت کا وضو ٹوٹ
 جائے گا ، کیونکہ علی سبیل الانفراد سب کی قدرت
 ثابت ہو گئی ۔ اور اگر یوں کہا کہ اس پانی پر تم سب
 قبضہ کرو ، تو تیمم نہ ٹوٹے گا ، کیونکہ اتنا پانی جب

سب کو ہبہ کیا اور تقسیم نہیں کیا ترہبہ مشاع ہونے کی وجہ سے وہ ہبہ باطل ہوا، اور کسی کے لئے اباحت ثابت نہ ہوئی۔ ایسا ہی فتح اور بحر وغیرہ میں ہے۔ تملیک اور اباحت کا فرق اس عبارت سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ پہلی صورت میں اباحت ثابت فرماتے ہیں، اور دوسری صورت جو ہبہ اور تملیک کی طرح ہے، اس میں اباحت کی نفی فرماتے ہیں، اگر دونوں ایک ہی ہوتے تو ایک کا ثبوت اور دوسرے کی نفی کیسے ہوتی۔ دراصل کلام میں ایک مشہور و معروف ضابطہ مصرع ہے "اماک نے کسی کھانے کی چیز کی اجازت لفظ "الطعام" سے دی کہ "مے فلاں کو کھلا دے" تو اس میں اباحت کافی ہے، اور جس کو "ایما" سے اجازت دے دی کہ "مے فلاں کو دے دو" تو اس میں تملیک ضروری ہے۔ تو آگے بھولی کر دیکھ لیجئے کہ تملیک و اباحت

امام غزالی نے فرمایا: "المزکوة تملیک و زکوۃ میں فقیر کو مالک بنانا ضروری ہے۔" علامہ علائی فرماتے ہیں: "اس سے اباحت نکل گئی۔"

۱۵۰۰/۱	المکتبۃ الرشیدیۃ دہلی
۲۵۱/۱	مطبع مجتہائی دہلی
۴۵۳/۱	دار احیاء التراث العربی بیروت
۱۲۹/۱	مطبع مجتہائی دہلی
۱۲۹/۱	"
۳۷	فصل من الزکوۃ فرمودہ کاغذ تجار کتب کراچی

على ملك الواهب ولم تثبت الاباحة لانه لما بطل الهبة بطل ما في ضمنها اعمالها ونحوه في الفتح والبحر وغيرهما، فانظر كيف باينوا بينهما، ولسمع كيف اثبتوا الاباحة لكل منفردا بقول المالك ليتوضأ به ايك من شاء، مع بداهة انه لا تثبت بقوله هذا شيء من الملك لكل منهم، ولا لاحد من افعالك درست هذا، او ما درست ولا وعيت ضابطا لهم، انت ما شريعت بلفظ اطعام وطعام جاز فيه الاباحة، وما شريعت بلفظ ايتاء واداء شرط فيه التمليك، كما في ظهار الدار ومجسد الانهر وغيرهما فافتح العين، هل هما قسيان اذ احدهما قسم من الاخر كما في فلاں کو دے دو تو اس میں تملیک ضروری آپس میں قیم ہیں، یا ایک دوسرے کی قسم!

أوما علمت ان حولى الفزى لما قال ان المزكوة تمليكك ان قال المحقق العلاني خراج الاباحة، او ما عرفت ان الامام عاصم الشريعة لما قال في النفاية تصرفت تمليكها له شرح الوقاية كتاب الطهارة
 ٢٥١/١ باب كفارة الطهار
 مجمع الانهر شرح طهارة البحر باب الطهار
 ٢٥٣/١ كتاب الزكوة
 ١٢٩/١
 ١٢٩/١
 ٣٧
 فصل من الزكوة فرمودہ کاغذ تجار کتب کراچی

امام صدر الشریعہ نے فرمایا: (الزکوٰۃ) تصروف
تذکیراً "زکوٰۃ تعلیم کے طور پر خرچ کی جائے گی۔
علامہ شمس محمد نے اس کی شرح میں کہا، اس میں اشارہ
ہے کہ زکوٰۃ کو کسی کے لئے مباح کیا تو زکوٰۃ ادا
نہ ہوگی۔

اسی طرح علماء کی تصریح ہے، اگرچہ مباح کی
وہ مباح کرنے والے کی ملک پر باقی رہتی ہے جس
کے لئے مباح کی گئی، اس کو اس کی ملک سے کوئی
تعلق نہیں رہتا۔ "وہ تو یہاں تک فرماتے
ہیں، مالک کی ملک زائل ہو جائے تب بھی ضروری
نہیں کہ مباح لڑکی ملک ثابت ہو۔"

مولانا زین الدین نجیم شریعہ گز میں فرماتے ہیں،
"جہاں کہ مباح لڑکی ملک کرنے والے کی ملک پر بھی قائم
کرتا ہے، یا وہ چیز خود اپنی ہی ملک پر ہوتی ہے کوئی
اس کا مالک نہیں۔"

مطلب یہ ہے کہ جب مباح لڑنے اس چیز کو
کھالیا، تو وہ چیز مباح کرنے والے کی ملک سے نکل
گئی، اور کسی کی ملک میں داخل نہیں ہوئی، حتیٰ کہ
کھانے والے کی ملک بھی نہ ہوئی، یہی مطلب ہے
ملک فقہ کا۔ ان کا یہ قول خلا علی قاری نے اپنی کتاب
حاشیہ درمیں پیش کیا، الغرض اگر میں نقل کرنے پر

کتبہ اسلامیہ کتبہ قاموس ایران ۲/۳۲۸

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۱۵۸

دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۱-۲۲۰

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/۱۰۹

یعنی الزکوٰۃ قال العلامة الشمس محمد
فی شرحہ فیہ اشارۃ الی انہ
لا یجوز صرف الاباحۃ الخ اذ ما عقلت
ما افاد العلامة البحر فی نقطۃ
البحر، اذ قال انما فسرنا الانتفاع
بالتک لانہ لیس المراد الانتفاع
بدونہ کالاباحۃ، او ما وقعت علی
قول السید الشامی فی نقطۃ رد المحتار ان
التصرف علی وجه التک احتراز عن
التصرف بطریق الاباحۃ علی ملک
صاحبہا أم أو ما سمعت العلماء یصرحون فی
خیر ما موضح ان المباح لہ، انما یتصرف علی
ملک المبیح لاحظ لہ من التک اصلاً، حتی
لم یثبتوا لہ ملک بعد زوال ملک المالك، ایضا
قال المولیٰ شریعہ بن نجیم فی شرح الکنز فان قيل
الباح یتہلک المباح لہ، علی ملک المبیح او
علی ملک نفسه، قلت اذا صار مالک لانا مالک
المبیح عنہ، ولو یدخل فی ملک احدہما واشتد
عنہ العلامة الطحاوی فی حاشیۃ الدر
هذا وکم اسرودک یا هذا من نقول
الاسفار، وھم فی الوجور والاستکثار

لہ جامع الرموز کتاب الزکوٰۃ معرفۃ الزکوٰۃ

لہ بحر الرائق کتاب القبط

لہ رد المحتار باب النہار فصل فی الکفارة

اوں تو ایسی نصوص کا اتہار لگ جائے جو تمہیک
اور اباحت کے فرق کا اعلان کر رہی ہیں۔

اسی طرح اس کلام کا یہ ٹکڑا کہ صدقات میں
مطلقاً اباحت کافی ہے یہ بھی غلط ہے، اتنی بات
تو ہر آدمی جانتا ہے کہ زکوٰۃ اور صدقہ فطر میں اباحت
کافی نہیں، ہم نے اس بات کے جزئیات تنویر اور
در سے پہلے نقل کئے، اور در کا ضابطہ بھی
فصل کیا، آئندہ مزید تفصیل کریں گے، تو
اس قائل کا کلام از تاپا مخدوش ہی مخدوش ہے
اور میں مزید زور کی ضرورت نہیں۔

ما تنترقی دون نقلہ الامار، وانا بحمد اللہ
عالم بباطل غلطک، وشار لغلطک وسانعک
علیہ عن قریب، انشاء المولی القریب
المجیب، واما ما اذہمت من اجزاء الاباحۃ
فی الصدقات مطلقاً، فواضح البطلان عند
کل من یمیز ان الزکاۃ وصدقۃ الفطر
لا تغنی فیہما الاباحۃ علی المذہب الصحیح
المفتی بہ، وقد قدمنا نصوص النقایۃ و
التنویر والدر، وضابط الدر وشرح
ملتقى الابحر، وشیائی تر یا ذلک علی ذلك
ان اراد المالك۔

وبالجملة کلام الرجل کلام مدح و
من قرنه الی قدمه مدح و ش، ونحن اذ
قد اوضحنا السرام وانما حنا الادھام بتوفیق
مر بنا الملک الاعلام، فلا علیتنا ان نقصر الکلام
ونطوی بساط الرد والایرام والحمد لله
ولی الانعام۔

ایک سنی عالم کا فتویٰ | البتہ علمائے اہلسنت
میں سے بھی ایک بزرگ نے اسی قسم کی بات کہی
جو گنگوہی صاحب سے مذکور ہوئی، ان کا کلام یہ ہے،
”قربانی کی کھال کا حکم یہ ہے کہ اس کا صدقہ کیا جائے
یا اس کو خود استعمال کیا جائے، یا اس کو باقی رہنے
والی چیز سے بدلا جائے، جیسے چھلنی، مصلیٰ وغیرہ، تو
صدقہ کی صورت میں تمہیک ضروری ہے۔“
انہوں نے اپنے کلام سے نہ تو یہ ثابت کیا کہ

تذیل جلیل، قال العبد الذلیل بعد
هذا، وقفت علی تحریر آخر لبعض حبلۃ
العصر من افاضل اهل السنة جنم فیہ نحو
ما جنم اولئک القوم، وحکم ان لا بد ہرہنا
من التملیک متسکایما تعریبہ حکم جلود
الاضاحی ان یتصدق بہا او یتفع بہا بنفسہ
اولی تبدلہا بہا ینتفع بہ مع بقا۔
کاغریال والسیجادہ وغیرہا، ففی مسوۃ

کمال کا صدقہ صدقہ واجبہ ہے، نہ یہ ثابت کیا کہ اس کو کسی اور کارِ ثواب میں نہیں لگایا جاسکتا، حالانکہ یہی دلیل کا صغریٰ ہے، بے اس کے ثبوت کے دلیل ہی بیکار ہے، ان بزرگ کی غلطی کی بنا پر ہے کہ انہوں نے یہ کہا کہ قربانی کی کمال صدقہ کرنے بمعینہ اس سے انتفاع حاصل کرنے یا باقی رہنے والی چیز سے استبدال میں منحصر ہے، اور جب بعینہ انتفاع اور استبدال با باقی کی صورت نہ پائی گئی تو تصدیق معین ہو گیا، اور اس میں تعلیک ضروری ہے (اگر نہ تو اسے انہیں اپنے لطف سے نوازیں یہ ان کے کلام کی انتہائی توجیہ ہے۔

لیکن قابلِ غور امر یہ ہے کہ شرع میں صدقہ کا اطلاق متعدد چیزوں پر ہوتا ہے، (۱) تعلیک الحال من الفقیر "اس صورت میں عاریت، امانت، ہدیہ غنی، قرض وغیرہ سب صدقہ سے نکل گئے، اور صدقہ فطر اور زکوٰۃ میں لفظ صدقہ سے ہی مراد ہوتی ہے اور اسی صدقہ کے لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں تعلیک ضروری ہے، تو صدقہ کفارہ اگرچہ صدقہ واجبہ ہے، لیکن اس معنی

التصدق لا بد من التعلیک اور حاصلہ معرباً۔
اقول هذا الكلام كما ترى لا يكاد يرجع الى طائل، فان لزوم التعلیک في التصديق لا يستلزم لزومه في التقرب، ولم يُلزم كلامكم بايجاب التصديق ههنا عينا ونفي سائر وجوه التقرب مثينا فالصغرى المطلوبة هي التقرب كانت محتاجة الى البيان وقد طرقتوها وطريقكم الكشع عن بيانها فاختل البرهان وكان ملحوظ هذا الفاضل ومحط نظره ان حكم الجلود اذا كان دأبرا بين الاشياء الثلاثة وبالبيع بالدرهم ولو لاجل التقرب اشقى الاخيران، فتعين الاول، وهو لا بد فيه من التعلیک هذا غاية ما يقال في تفسير كلامه، على حسب مراده هنا وربه بلطفه واكرامه فالأن۔

اقول وبالله التوفيق وبه الوصول الى ذرى التحقيق، اعلم ان لصدقہ اطلاقاً الاول اخصها تعلیک الحال من الفقیر مجانا، فخرج الاعارة والايحة وهدية الغنى والاقرض وهذا هو المراد في الزکوٰۃ وصدقہ الفطر، وبهذا المعنى يقال ان الصدقة لا بد فيها من التعلیک. وحيث لا تدخل فيها الكفاسات لجواز الايحة

فيها قطعاً ، ولذا قال في ظهار التنوير، صحت
الاباحة في طعام الكفارات والغذية دون
الصدقات والعشر^۱ قال السيدان الفضلاء
احمد الطحطاوى ومحمد الشامي (قوله دون
الصدقات) اى الزكوة وصدقة الفطر^۲ ^۳
فانظر كيف اخرج الكفارات من الصدقات
اثباتي تمكين الفقير من المال مجازاً ،
وهنا نقطة النظر عن التملك ويكتفى

میں وہ صدقہ نہیں کیونکہ اس میں اباحت بھی جائز ہے
تنویر میں ہے ،
”کفارہ اور فدیہ کے صدقہ میں اباحت جائز ہے
صدقات اور عشر میں نہیں۔“
لفظ صدقہ کی تفسیر میں شامی اور طحطاوی نے
کہا، ”صدقات سے مراد زکوٰۃ اور صدقہ فطر ہے۔“
یہاں کفارہ و فدیہ واجب ہونے کے باوجود صدقات سے خارج ہے۔
(۲) فقیر کو مال پر قابو دے دینا ”یہاں تملیک سے
قطع نظر ہوتی ہے، اور یہ انتفاع، تصرف اور

عنه اى في نوع الطعام منها اما الكسوة في
كفارة اليمين فلا تكفى فيها الاباحة كما في
البحر وغيره فليحفظ هذا السرا^۱ ، وانما
اقول خروج الكسوة ضرورى فان الاباحة انما
تكون ما ينتفع به باستهلاكه كاللبن كولات و
المشروبات ، والكسوة ليس هكذا كما لا يخفى
والحاصل اى عذرى فرقا بين الاباحة
والاعارة مطلقاً ، والله تعالى اعلم ۱۲ منہ
قدس سرہ العزیز۔

یعنی ان اقسام میں سے طعام میں اباحت ہے
لیکن کفارہ یمن میں لباس میں اباحت کافی
نہیں ہے لیکن جیسا کہ بحر وغیرہ میں ہے تو اس
مراد کو محفوظ رکھ اقول (اور میں کہتا ہوں)
لباس کا خروج یہاں ضروری ہے کیونکہ اباحت
صرف ایسی چیز میں ہو سکتی ہے جس کو ہلاک
کر کے انتفاع حاصل کیا جائے جیسے ماکولات
مشروبات جبکہ لباس ایسی چیز نہیں ہے جیسا کہ
معنی نہیں ہے، حاصل یہ کہ میرے نزدیک اباحت
اور عاریۃ دینے میں فرق ہے، واللہ تعالیٰ اعلم
۱۲ منہ قدس سرہ العزیز (ت)

۲۵۱/۱	مطبع مجتبیٰ دہلی	کتاب الطلاق باب الکفارة	۱	۱	۲۵۱/۱
۵۸۲/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	”	”	”	۵۸۲/۲
۲۰۲/۲	دار المعرفۃ بیروت	”	”	”	۲۰۲/۲

۱۔ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الطلاق باب الکفارة
۲۔ رد المحتار علی الدر المختار
حاشیۃ الطحاوی ” ” ” ”

بإطلاق الاستفاح ، والتصرف والاستهلاك
 الصادر به وبالإباحة وبهذا المعنى تشمل
 الكفارات فتعد من الصدقات الواجبة كما
 قال القهستاني والشامي وغيرهما في مصرف
 الزكاة أنه هو مصرف الصلوة الصدقة الفطر
 والكفارات والنذر وغير ذلك من الصدقات
 الواجبة لله وبه علم امت هذین
 المعنيين لا يتعداهما الواجب من الصدقات
 والمخلط بينهما كانه هو الذي حدد ذلك
 الرجل الوهابيات جعل الإباحة من
 التعليك ، وذلك انه رأى في الفتح ما يقصر
 الصدقة على التعليك ورأى في رد المحتار
 ما نقلنا أنفا وهو يفيد ان الكفارة أيضا
 من الصدقات ، وقد نقل العبارتين
 في فتاواه فأظن انه نظم منها شكلا و
 استنتج منه ان الكفارة لا بد فيها من
 التعليك ، وكانت داسر يا ان الإباحة تسوخ
 فيها ، فلم يتمالك نفسه ان حكم بكون الإباحة
 قسما من التعليك لانه اضطربت لديه
 الأقوال ، وضاق عليه ميدان الجبال
 ولم يدر التخصيص عن الاشكال الاباء
 هذا الحال ، ولم يعرف المسكين فرق
 الحال ، وان تغير الاوسط يهدم الاشكال

استہک سبھی صورتوں کو شامل ہوتا ہے جو تملیک اور
 اباحت دونوں صورتوں میں ہو سکتا ہے ، صدقہ اس
 معنی میں کفارہ پر ہوتا جاتا ہے جو صدقہ واجب سے ہے
 اسی کو لینے کا اہل وہی ہے جو زکوٰۃ کا اہل ہے ،
 چنانچہ قہستانی و شامی وغیرہ نے کہا ،
 "جو فقیر معرفت زکوٰۃ ہے وہی صدقہ فطر ، کفارات
 اور نذر وغیرہ کا مصرف ہے ۔"

صدقہ کے یہ دونوں معنی صدقات واجبہ میں ہی
 متحقّق ہونگے ، شاید اسی بات نے اس واپائی آدمی
 کو یہ جرات دلائی کہ اس نے اباحت کو بھی تملیک
 میں شمار کیا کہ انھوں نے فتح القدیر میں دیکھا صدقہ
 کے لئے تملیک ضروری ہے اور رد المحتار کی ابھی
 نقل شدہ عبارت میں دیکھا کہ کفارہ بھی صدقات
 میں سے ہے ۔ یہ دونوں عبارتیں اس نے اپنے
 فتویٰ میں نقل کی ہیں اور اس سے قیاس ترتیب
 دے کے یہ نتیجہ نکالا کہ کفارہ کے لئے بھی تملیک ضروری
 ہے ، اور یہ جان ہی رہے تھے کہ کفارہ میں اباحت
 تو اس فیصلہ میں اپنے نفس پر قابو نہ پاسکے کہ اباحت
 بھی تملیک کا ہی ایک حصہ ہے کیونکہ اقوال انھیں
 مضطرب نظر آئے اور ان میں تطبیق دے نہ پاسکے
 تو یہ حال بات بول دی اور قیاس ترتیب دیتے ہوئے
 انھیں یہ پتہ نہ چلا کہ دراصل کفارہ ہونے سے نتیجہ
 غلط ہوتا ، فتح القدیر کی عبارت "الصدقۃ

يجب فيه التملك " جس صدقہ سے مراد صدقہ خاص
بمعنی اولیٰ ہے، اور " الکفارات تجوز فیہ
الاباحۃ " کا صدقہ ہونا بمعنی ثانی ہے، حالانکہ
قہستانی ان کی راہ کشادہ کر چکے تھے، وہ فرماتے ہیں
"انہ تصرفت بملیکہ یستثنیٰ منہ الکفارات"
صدقات واجبہ میں تملیک ضروری ہے لیکن کفارہ
اس سے مستثنیٰ ہے۔

فان التي يجب فيها التملك هي الصدقة بالمعنى
الاخص الوارد فيها لفظ الايتاء او الاداء او
ما يؤدي مؤداهما، والكفارات ليست من
الصدقات بهذا المعنى، فلا شك ولا اشكال
والحمد لله المهيمن المتعال، على انه ان
قطع النظر عن هذا التحقيق النقيض لا ينس
الواقع، فكان السبيل ان يقال باستثناء
الكفارات من حكمه، وجوب التملك كما
فعل الفاضل القهستاني حيث قال
تحت قول النقاية تصرف تملكاً يستثنى
منه اباحۃ التفاسرۃ (۱) لان يتركب مثلك
هذا الحال، وبالله العصمة عن السزل
الفضال هذا ما وعدناك فلنجد الى شرح
اطلاقات الصدقة۔

(۳) صدقہ کا ایک اطلاق یہ ہے کہ تملیک اباحت
اور فقرونی "دونوں کو عام ہر، توسط شریح
ابوداؤد میں ہے،

"صدقہ یہ ہے کہ فقیروں کو دیا جائے (مطلب
یہ کہ صدقہ میں غمنا یہ ہوتا ہے) ورنہ صدقہ ہائے
نزدیک مالداروں کو بھی دینا جائز ہے۔"

الثالث وربما يقطع النظر عن الفقر
ايضا، فتشمل التملك والاباحۃ للفقير
والغني، قال في التوسط شرح سنن ابی داؤد
الصدقۃ ما تصدقت به على الفقراء (۱) اي غالب
انواعها كذلك فانها على الغني جائزۃ
عندنا شباب بد بلا خلاف ثم وقال في

رد المحتار عن البحر الرائق الصدقة تكون
على الاغنياء ايضا وان كانت مجازا عن
الجهة عند بعضهم وصرح في الذخيرة بان
في الصدق على الغني نوع قرينة دون قرينة
الفقير ^۱ وروی احمد والطبرانی فی الكبير
عن المقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ
عنه ، قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم انک ما اطعمت زوجک فهو لک
صدقة وما اطعمت ولدک فهو لک صدقة
وما اطعمت خادمک ، فهو لک صدقة ، وله
فيه عن ابی امامة الباهلی رضی اللہ تعالیٰ عنه
عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما افق
الرجل فی بیته واهله وولده فهو له صدقة .
الترابہ ربما تطلق حیث لا تمیلک و
لا اباۃ اصلا وانما هو تصور مالی تصدیہ
نفع المسکین کحوض الثیار وکروی الانھاس
وبناء الریط والجسور والمساجد و
المدارس وغير ذلک ، وعن هذا
نقول انها صدقات جاریة ، ومن ذلک
قولهم فی الاوقات صدقة مؤبدة ، وعليہ
جاء قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رد المحتار میں بحر الرائق سے منقول ہے: صدقة
مالداروں پر بھی ہوتا ہے کہ مجازاً اس کو صدقة
کہتے ہیں ، اور ذخیرہ میں تشریح ہے کہ مالدار کا صدقة
فقروں کے صدقة سے کم ثواب والا ہوتا ہے ۔
احمد و طبرانی نے کبیر میں مقدم ابن معدیکرب
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ، رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو بیری کو
کھلایا تو صدقة ، جو اولاد کو کھلایا تو صدقة ، جو خادم
کو کھلایا تو صدقة ۔

طبرانی میں ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے روایت ہے آدمی اپنے گھر میں جو کچھ اہل عیال
اور خادموں پر خرچ کرتا ہے وہ سب صدقة
ہے ۔

(۴) اس اطلاق میں نہ تمیلک ہے نہ اباحت ،
یا ایک قسم کا تصرف مالی ہے جس سے مسلمانوں کو
نفع پہنچانا مقصود ہوتا ہے ، جیسے کنواں بنانا ،
نہری تیار کرنا ، مسافر خانے اور پل بنانا ، مساجد
اور مدرسوں کی تعمیر کرنا ، اور انھیں امور خیر میں صرف
کرنے کو صدقة جاریہ کہتے ہیں ، اور اوقات کو اسی
معنی میں صدقة مؤبدہ کہا جاتا ہے ، حدیث شریف
میں ہے : ” حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس

۲۵۷/۳	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الوقف	رد المحتار
۲۶۸/۲۰	المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت	حدیث ۶۳۲	۲۵ المعجم الکبیر
۱۱۲/۸	” ” ”	۷۴۶۹	۳۵ ”

اذا انا سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فقال یا رسول اللہ اخی ماتت فاتی الصدقة
افضل؟ قال سقی الماء، فحضر بیثرا، و
قال هذه لاق سعد، کما اخرجہ احمد
وابوداؤد والفسائی وابن ماجہ
وابن حبان والمحاکم عن سعد
وابو یعلی عن ابن عباس رضی اللہ
عنه فقد سقی سقی الماء بحفر البئر
صدقة، ومعلوم ان لا تمیلک
فیہ ولا اباحۃ، فان من شرطہا ان
یکون الماء فی ملک المبیع کما لا ینحی علی احد
وقد قال صدر الشریعۃ انہم لما لم یملکوا
لا تصح اباحتہم اثم وقد نص علماؤنا
ان ماء البئر غیر مملوک لصاحبہا، ففی
الہدایۃ البئر ونحوہا
ما وضع للاحسان ولا یملک
المباح بدونہ، وفی فتاوی
العلامة خیر الدین الرملی

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور عرض
کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میری ماں کا انتقال
ہو گیا ہے تو کون سا صدقہ اسے مفید ہوگا؟ حضور نے
فرمایا، لوگوں کو پانی سے سیراب کرنا۔ انہوں نے ایک
گنواں کھدوا دیا اور اعلان کر دیا کہ یہ سعد کی ماں
کے لئے ہے۔ (احمد و ابوداؤد و نسائی، ابن ماجہ،
حاکم، ابن حبان عن ابی یعلی عن ابن عباس)

اس حدیث میں پانی کی سیرابی کو صدقہ قرار دینا
جس میں نہ تملیک ہے نہ اباحت، کیونکہ اباحت
کے لئے شرط یہ ہے کہ شئی مباح، مباح کر نیوالے
کی ملک ہو۔ صدر الشریعہ فرماتے ہیں آجب مال
موقوف پر مالکوں کی ملک نہ رہی تو ان کی طرف سے
اباحت بھی درست نہیں۔

اس طرح علما نے تصریح فرمائی انہوں کا پانی
کنویں والے کی ملک نہیں۔

ہو آیا یہ میں ہے؟ گنواں اور اس کے مثل
جو چیزیں میں قبضہ کر کے نہیں رکھی گئیں، اور قبضہ کے
بغیر مباح پر ملک ثابت نہیں ہوتی۔

۱/ ۲۳۶ سنن ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب فضل سقی الماء آفتاب عالم پریس لاہور
سنن الفسائی کتاب الوصایا فضل الصدقۃ عن الیت نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۱۳۲
مسند احمد بن حنبل حدیث سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۸۵ و ۶/ ۴
مروا و النخاع الی نوادہ ابن حبان کتاب الزکوۃ باب سقی الماء المطبوعہ السلفیۃ مکہ المکرمة ص ۲۱۸

کے

۳۱۱ البدایۃ کتاب ایثار الموت فصل فی المیاء مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۸۳

فی المولوالجیة وکثیر من المکتب لوتنوزم ماء
بئرس جل بغير اذنه حتى یبست لاشع
علیه لان صاحب البئر غیر مالک للعا یاء
فاذن لا یكون الا تعربا الی الله تعالی بتصرف
فی ماله لتغفر المسلمین وعلی هذا سائر
القرب النابیة سواء فی دخولها فی معنی
الصدقة۔

وقد قال الامام فقیه النفس
قاضی خان فی الحانیة قریة فیها بئرمطویة
بالاجر خربت القرية ، وانقرض اهلها
وبقرب هذه القرية قریة اخرى
فیها حوض یحتاج الی الاجر فارادوا
ان ینقلوا الاجر من القرية القریة
خربت و یجعلوها فی هذا الحوض ،
قالوا ان عرف بانی تلك البئر لا یجوز صرف
الاجر الا باذنه ، لانه عاد الی مکد وان
لم یعرف البانی قالوا الطريق فی ذلك ان

فتادی خیرہ ، دلو الجیدہ وغیرہ بہت سی کتابوں
میں ہے : ” اگر کسی نے کسی کے کنویں کا پانی نکال کر
کنواں خشک کر دیا تو نکالنے والے پر کوئی تاوان
نہیں اس لئے کہ کنویں والا پانی کا مالک نہیں۔“
تو یہ صدقہ اسی معنی پر ہے کہ اللہ کے تقرب
کے لئے اپنا مال مسلمانوں کے نفع کے خاطر صرف
کر رہا ہے ، اور اس معنی میں سائے مالی کا ذخیرہ صدقہ
قرار دینے جاسفے میں برابر ہیں۔

اطلاق نمبر ۳ کی دوسری مثال امام فقیہ النفس
قاضی خان فرماتے ہیں : ” ایک دیہات میں بختہ
کنواں تھا ، دیہات اُجر دگیا اور کنواں معطل ہو گیا ،
اس کے قریب دوسرے دیہات والوں نے
اس کی اینٹیں اپنے حوض میں لگانی چاہیں ، اگر
کنویں کا بنانے والا موجود ہے تو اس سے اجازت
یعنی ضروری ہے کیونکہ تعطل کے بعد اینٹیں ہانی کی
بلک ہو گئیں ، اور ہانی کا پتہ نہ چلے تو وہ اینٹیں فقیر
کو دے دی جائیں اور وہ اپنی طرف سے اس کو
حوض میں لگا دے ، کیونکہ وہ اینٹیں اب لقطہ

عہ قلت ای لا ضمان لان الاتلاف صادف
مباحا غیر مملوک لحد اما التعزیر
فینبغی ان یكون فیما ینظر اذا فعله لمحض
الاضرار ولا ضرر ولا ضرار فی الاسلام ۱۲۱۱ھ۔

میں کتابوں یعنی ضمان نہیں ہے کیونکہ یہ ایسی مباح چیز
کا اتلاف ہے جس کا کوئی مالک نہیں ہے لیکن تعزیر
مناسب ہوگی جبکہ وہ بطور ضرر رسانی ایسا کرے کیونکہ
اسلام میں ضرر و ضرار کی حمانعت ہے ۱۲۱۱ھ (ت)

یتصدق بها علی فقیر، ثم ذلك الفقير
 ینفقها فی ذلك الحوض، لانه بمنزلة
 اللقطة والاولف ان ینفق القاضی
 فی هذا الحوض، ولا حاجة فیہ الی
 الصدق علی الفقیر، وفي الهندیة
 عن الوقفات الحسامیة، فیما اذا المر یعلم
 الغارس، الحكم فی ذلك الی القاضی ان
 رأى بیعها وصرفت ثمنها الی عمارة المقبرة
 فله ذلك ثم وقال فی الخانیة قبله نبت
 الاشجار بعد اتخاذ الارض مقبرة فان
 علم غارسها كانت للغارس وان لم
 یعلم فالرأى للقاضی ان رأى ان یبصر
 الاشجار وتصرف ثمنها الی عمارة المقبرة
 فله ذلك، وتكون فی الحكم كانها وقت
 قلت ای فی انه مال مصروف الی
 وجوه البر، اما الوقت فلا لما فی الخانیة
 ایضا، ما جعل جعل ارضه مقبرة، وفيها
 اشجار عظيمة، قال الذقیه ابو جعفر
 رحمه الله تعالی وقت
 الاشجار لا یصح، فتكون
 الاشجار للواقف، ولو رشتہ

درگري پڑی چیز) کے حکم میں ہے، اور زیادہ بہتر
 یہ ہے کہ قاضی اپنے حکم سے اسے حوض میں لگا دے
 اس طرح فقیر کو دینے والے حیلہ سے نجات
 مل جائے گی۔“

عالمگیری اور واقعات حسامیہ میں ہے :
 ”اگر قبرستان میں درخت لگانے والے کا پستہ
 نہ چلے تو قاضی اپنی صوابدید پر اس کو بیع کر اس کی
 قیمت قبرستان کی درستگی میں صرف کر سکتا ہے۔“
 خانیہ میں ہے : زمین کو مقبرہ بنانے کے بعد
 اس میں درخت لگ آئے، لگانے والا معلوم ہو
 تو وہ اسی کا ہے، اور لگانے والا معلوم نہ ہو
 تو رائے قاضی کی ہے اسے بیع کر قبرستان کی
 مرمت میں لگا سکتا ہے، اس کا حکم وقف ہی
 کا ہے۔“

مطلب یہ ہے کہ جس طرح وقف ایک ایسا
 مال ہے جو مصارف غیر کے لئے ہی ہے اسی طرح
 اس درخت کا مصروف بھی مصارف غیر ہیں، وہ
 درخت خود وقف نہیں ہو جاتا۔ اسی خانیہ میں ہے :
 ”ایک آدمی نے زمین مقبرہ کے لئے وقف کی جس میں
 درخت ہیں، فقیر ابو جعفر کا فرمان ہے کہ چونکہ
 درختوں کا وقف صحیح نہیں اس لئے وہ درخت واقف

لہ فتاویٰ قاضیان کتاب الوقف فصل فی الوقف المنقول الخ نوکشور کھنڈ م/۲۵
 لہ فتاویٰ ہندیہ ” الباب الثانی عشر فورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۴
 لہ فتاویٰ قاضیان ” فصل فی الاشجار نوکشور کھنڈ م/۲۴

ہوں گے، اور وہ مر گیا تو اس کے ورثہ کی ملک
ہوں گے، اور یہی حکم اس مکرہ کا ہے جو ایسے ار
میں ہو جس کو مقبرہ کر دیا گیا ہو۔

رحمانیہ کا جزیرہ ہے، مسجد ویران ہو گئی جس
کے بانی کا پتہ نہیں، اور لوگوں نے دوسری مسجد
بنائی، پھر ان کی رائے ہوئی کہ ویران مسجد بیچ کر
اُس کی قیمت اس مسجد میں لگائیں، تو امام محمد کے
نزدیک اس میں حرج نہیں، اور قاضی ابویوسف
کے نزدیک وہ ایسا نہیں کر سکتے کہ وہ ہمیشہ مسجد
ہی رہے گی۔

سراجیہ میں ہے، پرانی مسجد جس کے بانی کا
پتہ نہیں وہ ویران ہو گئی، لوگوں نے اسی کے قریب
دوسری مسجد بنائی تو قاضی ابویوسف کے نزدیک
ویران مسجد کا سا مان بیچ کر آباد مسجد میں نہیں
لگا سکتے، اور امام محمد کو اس میں اختلاف ہے،
اور فتویٰ قاضی ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول
پر ہے۔

اس کی وجہ وہی ہے کہ مسجد جب دے کر
تاقابل استعمال ہو گئی اور لوگ مستغنی ہو گئے، تو
امام محمد رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا مالک بانی
ہو جاتا ہے، اور جب بانی کا پتہ نہ چلے تو وہ لقمہ ہو گئی
اور امام محمد رحمہ اللہ علیہ اس کو دوسری مسجد کی تعمیر

ان عات و کذا البیت فی الدار التي جعلها
مقبرة أم ومعلوم ان حکم النقطة هو
التصدق الا ان يكون الملتقط فقيرا، فيصرفه
الى نفسه، وهو ايضا من باب التصديق من
المالك، بل قال في الدر المختار عن العدة
وجد نقطة وعرفها ولم ير ربها فانفق بها
لفقره ثم اليسر يجب عليه، ان يتصدق
بمثلها ان كان المختار خلافه كما في
البحر والنهر. عن المولوا الحية والهندية
وجامع الرموز عن الظهيرية قلت لا
الصدقة اصابها فلا تتغير بتغير
حاله نفقيرا اخذ الزكوة ثم اليسر عليه
سرها، وبالجملة الحكم ههنا التصديق
وقد نصوا على جوانب صرفه الى عبادة
المقبرة واصلاح الحوض، ومن ذلك
ما في الرحمانية عن الاجناس، اذا خرب
مسجد ولا يعرف بانيه وبني اهل المسجد
مسجد آخر ثم اجمعوا على بيعه، واستعانوا
بثمنه في ثمن المسجد الآخر فلا بأس به،
وهذا قول محمد خلافا لابن يوسف، فانه
مسجد ابد استندة أم، وفي السراجية مسجد
عتيق لا يعرف بانيه خربت فاتخذ بجنبه

لے فتاویٰ قاضی خاں کتاب الوقت فصل فی القایرہ الرباطات نوکسور لکھنؤ ۴/۲۵
لے در مختار کتاب اللقطہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۶۱

کے رحمانیہ

مسجد آخر، ليس لأهل المسجد ان
يبيعوه ويستعينوا بشئ منه في مسجد
آخر، عند أبي يوسف خلافاً لمحمد
وعليه الفتوى۔

وذلك ان المسجد اذا خرب
والعياذ بالله واستغنى عنه يعسود
عند محمد بن ملك الباق،
كما في التنوير وغيره فاذا لم يعرف
بانيه صار لقطعة، وقد قال
الامام محمد بن عوف
مسجد اخر فعملوا ان الصدق
الناموربه في اللقطة هو بهذا
المعنى الرابع الداخل فيه الصرح
الحق المقابر والميادين والمساجد
وهذه الاطلاقات كلها فقهية
كما ترى۔

حکم دیتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ صدقہ کا یہ اطلاق اسی چوتھے معنی میں ہے اور اس کو مقابر، عوز اور مسجد میں
صرف کرنا صدقہ ہی ہے حالانکہ یہاں تملیک ہے نہ اباحت۔ نہ مالدار نہ فقیر، اور یہ بھی واضح ہو کر یہ ساری
اطلاقات فتنیہ ہیں۔

الخامس قد يتوسم فيقطع النظر
عن قيد المال ايضاً، ويطلق على
كل نفع للغير بإيصال الخير او دفع
الضرر، كيضمانا كان ومن ذلك حديث تكرار

میں صرف کرنے کا حکم دیتے ہیں۔
توجیب، چوتھے معنی میں اس کا حکم لفظ کا ہوا تو یہ
بات صاف ہو گئی کہ اس کا حکم صدقہ کرنا ہے، ہاں
پانے والا فقیر ہو تو اپنے اور پر خرچ کرے کہ یہ بھی صدقہ
ہے، بلکہ درختدار میں عمدہ سے نقل کیا کہ فقیر نے لفظ
پایا اور اس کو اپنے اور پر خرچ کیا، پھر مالدار ہو گیا
تو اس کا صدقہ کرے، اگرچہ فقیر ہی اس کے خلاف
ہے (بحر و نہر عن الولا الجیہ وجامع الرموز من
الطبرہ)۔

میں کہتا ہوں قرین قیاس بھی یہی ہے کہ
صدقہ اپنے محل کو پہنچ گیا، تو حالت کے بدلنے سے
اس کا حکم نہیں بدلتا، جیسے فقیر مالِ زکوٰۃ کھاتا رہا
اب مالدار ہو گیا، تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ جتنی زکوٰۃ
کھاتی سب واپس کر اور فقیروں پر صدقہ کر۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایسے مال کا حکم صدقہ کا ہے
اور اسی کو ثمارت مقبرہ اور اصلاح عوز میں صرفت کا
حکم دیتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ صدقہ کا یہ اطلاق اسی چوتھے معنی میں ہے اور اس کو مقابر، عوز اور مسجد میں
صرف کرنا صدقہ ہی ہے حالانکہ یہاں تملیک ہے نہ اباحت۔ نہ مالدار نہ فقیر، اور یہ بھی واضح ہو کر یہ ساری
اطلاقات فتنیہ ہیں۔

(۵) کبھی صدقہ سے مال ہونے کی قید بھی ختم کر دی جاتی
ہے، اور مطلقاً غیر کو نفع پہنچانے، اور اس سے
ضرر دفع کرنے کو صدقہ کہا جاتا ہے، اس کی مثال
وہ حدیث ہے کہ منفرد کے ساتھ علی کر جاعت

کر سنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ای الفاظ میں حکم دیا،

”الرجل يتصدق على هذا فيصل معه كوفي أسس پر صدقہ کرے اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھے“

یوں ہی سرکار نے فرمایا، ”آدمی کے ہر چڑ پر ہر دن صدقہ ہے، تو دو آدمیوں کے بیچ انصاف کرنا صدقہ ہے، آدمی کو جانور پر سوار ہونے میں مدد دینا صدقہ ہے، اس کا بوجھ ڈال دینا صدقہ ہے، اچھی بات صدقہ ہے، راستہ بتانا صدقہ ہے، راستے سے کوڑا کرکٹ ڈور کر دینا صدقہ ہے۔ (احمد و مسلم و بخاری عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

یونہی یہ حدیث شریفہ، ”آدمی کے جسم میں تکلیف پہنچو جو اس پر صدقہ کرے اور مدد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا اجر دینے کرے گا اور گناہ معاف کرے گا (احمد و ترمذی، ابن ماجہ ابی الدرداء احمد ضیاء نخوعہ عن بخاری باسناد صحیح)

الجماعة المروى في جامع الترمذي وغيره
الرجل يتصدق على هذا فيصل معه وقوله
صلى الله تعالى عليه وسلم كل سلافي من الناس
عليه صدقة كل يوم تطلع فيه الشمس تعدل
بين الاثنين صدقة بينهما، وتعين الرجل
على دابته فتحمل عليها، وترفع له عليها
متاعه صدقة والكلية الطيبة صدقة و دل
الطريق صدقة و تميظ الاذى عن الطريق
صدقة، اخرج احمد والشيخان عن
ابن هزيمة رضي الله تعالى عنه، وقوله
صلى الله تعالى عليه وسلم ما من رجل مسلم
يصاب بشئ في جسده فيتصدق به الرفع
الله به درجة و يحط عنه خطيئته. اخرج
احمد والترمذي وابن ماجه عن ابی الدرداء
واحمد والضياء نخوعه عن عبادة رضى الله
تعالى عنهما باسناد صحيح۔

۸۵/۱	کتاب الصلوة باب فی الجمع فی المسجد مرتین آفتاب عالم پریس لاہور
۳۰/۱	جامع الترمذی ابواب الصلوة باب ما جاء فی الجماعة فی مسجد ابن امین کمپنی دہلی
۳۱۹/۱	صحیح البخاری کتاب الجہاد باب من اخذ بالربا وغره قديمی کتب خانہ کراچی
۳۲۵/۱	صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب بیان ان اسم العسکر یقع علی کل فرع من المعروف قديمی کتب خانہ کراچی
۳۱۶/۲	مسند احمد بن حنبل مسند ابو ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت
۱۶۷/۱	کتاب جامع الترمذی ابواب الديات باب ما جاء فی العفو امین کمپنی دہلی
ص ۱۹۷	مسند ابن ماجہ باب العفو فی القصاص ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۲۸/۶	مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث ابی الدرداء المکتب الاسلامی بیروت

(۶) اور کبھی لفظ صدقہ بھی تو مسیح کی انتہا ہو جاتی ہے کہ ہر فعل محمود و مشروع کو صدقہ کہتے ہیں کہ دوسرے پر صدقہ نہ جوڑنا اپنے پر تو ہے۔

”مسجد کی طرف سے بڑھنے والا قدم صدقہ ہے، ہر تکبیر صدقہ ہے، ہر نیکی صدقہ ہے (احمد و بخاری و ترمذی عن جابر، احمد، مسلم، ابو داؤد عن حذیفہ، الطبرانی فی الکبیر عن ابن مسعود، بیہقی عن ابن عباس) عبد بن حمید اور حاکم نے اس حدیث میں اتنا اضافہ کیا اور حاکم نے اس کی تصحیح کی، ”مسلمان نے اپنے اور اہل دیہال کے لئے جو خرچ کیا اس پر صدقہ کا ثواب ملے گا۔“

نمبر ۳ میں ذکر کی ہوئی حدیث مقدمہ ام ابن عبد بن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تمہیہ ہے، اور جو خود کھایا صدقہ ہے۔“

ان اطلاقات کو خوب ذہین لکھیں کر لیں، شاید کہ اس تحریر کے علاوہ اس تفصیل سے نہ ملے۔ اب صرف یہ فیصلہ رہ جاتا ہے کہ قرطانی کے

قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۰۲ و ۱۹۶
” ” ” ۱/۲۲۵
” ” ” ۱/۲۵۲ و کتاب الزکوٰۃ
” ” ” ۲/۸۹۰
” ” ” ۱/۳۲۲
” ” ” ۲/۳۲۰

۱۰/۱۱ و ۲۳۲ مسند احمد بن حنبل ۵/۳۹۷ و المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۱۲ و ۱۰۴۱۳
دار الفکر بیروت ۲/۵۰

السادس قد يستقصى في التوسم فيقطع النظر عن الغير ايضا و يطلق على كل فعل حسن محمود في الشرع فانه امت لم يكن تصدقا على غيره، فتصدق على نفسه، ومن ذلك قوله صلى الله تعالى عليه وسلم في حديث ابى هريرة السار كل خطوة تخطوها الى الصلوة صدقة، وجاء في حديث كل تكبيرة صدقة. وقد قال صلى الله تعالى عليه وسلم كل معروف صدقة اخرجه احمد و البخاري و آخرون عن جابر، احمد و مسلم و ابو داؤد عن حذيفة و الطبراني في الكبیر عن ابن مسعود، و البيهقي في الشعب عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهم، ثم اد عبد بن حميد و الحاکم و صححه في حديث جابر هذا و ما انفق المسلم من نفقة على نفسه و اهله كتب له بها صدقة، و تتمه حديث المقدم المقدم

صحیح البخاری کتاب الجہاد
صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ
” ” ” کتاب صلوة المسافرین
صحیح البخاری کتاب الادب
صحیح مسلم
سنن ابو داؤد

مسند احمد بن حنبل ۵/۳۹۷ و المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۱۲ و ۱۰۴۱۳
کتاب البیوع دار الفکر بیروت

ذکرة، وما اطعمت نفسك فهو لك صدقة.
اتقن هذا فلعلمك لا تجد بيامت تلك
الاطلاقات الا في هذه الوریقات والله سبحانه
واهب العلیات.

ثم ان المراد بالتصدق في قولهم
في الاضاحی يتصدق بالثلث وقولهم
يندب ان لا ينقص الصدقة عن الثلث
ليس هو المعنى الاخص الاول، كيف
قد اجمعوا على اباحة الاباحة في القربان
فلا یکن تعیین الاخص المتحصرف
التمليك، ويتضمن ذلك في قول مجمل الانهر
وغیره الجهات ثلث الاكل والادخار و
التصدق ^{على} فاين الاطعام العام الغير
المنصوص بالتمليك المنصوص عليه في
قوله عز وجل و اطعموا القانم والمعتز
وقد استدلل في الهداية بالآية على قول
البدایة يستحب ان لا ينقص الصدقة عن
الثلث، قائلان ان الجهات ثلث الاحکام و
الادخار لما روينا الاطعام لقوله تعالى و
اطعموا القانم والمعتز واقسم عليها اثلاثاً

سلسلہ میں جس صدقہ کا ذکر آیا ہے وہ ان اطلاقات
میں سے کسی اطلاق کے تحت آیا ہے، تو یہ طے ہے
کہ قریب اول مراد نہیں، کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ
قریبانی کے گوشت کو بطور اباحت کھلا سکتے ہیں تو اس
معنی پر محمول کرنا صحیح نہ ہوگا جس میں تملیک ضروری
ہے، اور یہ بات مجمع الانہر وغیرہ کے قول کے
طوائف سے صاف ظاہر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ
صاحب مجمع فرماتے ہیں، "قریبانی کے مصرف کی تین
حیثیت ہے، کھانا، جمع کرنا، صدقہ کرنا"
حالانکہ قرآن شریف میں کھانے کا صریح ذکر ہے
تو ظاہر ہے کہ یہ کھانا مجلس میں اباحت کافی ہوتی ہے
صاحب مجمع نے لفظ صدقہ کہہ کر اس کو بھی مراد
لیا ہے۔

اسی طرح صاحب ہدایہ نے صاحب ہدایہ کے
اس قول کی دلیل دی، صدقہ ثلث سے کم نہ ہونا
چاہئے۔

صاحب ہدایہ کہتے ہیں، "اس لئے کہ جہتیں تین ہیں
کھانا، جمع کرنا، یہ تو حدیث سے ثابت ہے، اور
کھانا، یہ قرآن سے ثابت ہے کہ محتاج کو کھلاؤ،
تو تینوں کے لئے ایک ایک ثلث رکھا گیا"

۲۶۹/۶۰	المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت	۶۳۴	سہ المعجم الکبیر
۵۲۱/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الاضحیۃ	سہ مجمع الانہر شرح ملحق الایکبر
			سہ القرآن الکریم ۶۳/۲۲
۲۲۸/۴	مطبع یوسفی مکتبہ	کتاب الاضحیۃ	سہ الہدایۃ

اب اگر صاحبِ ہدایہ کے قول ”صدقہ ثلث سے کم نہ ہو“ میں لفظ صدقہ سے مراد وہ نہیں جس میں تملیک ضروری ہو، اور جب گوشت میں یہ ثابت ہو چکا تو حسبِ قولِ ہدایہ ”کمال بھی مستربانی ہی کا جز ہے“ کمال کا بھی یہی حکم ہو گا کہ اس میں بھی تملیک ضروری نہ ہوگی۔ مسجد میں پانی نکالنے کے لئے اس کا ڈول بن سکتا ہے، المقصر ان لوگوں کا ہدایہ اور کافی وغیرہ سے استدلال ساقط ہے۔

اب ایک رہ گیا، قربانی میں اگر صدقہ طبعی اول مراد نہیں، تو بقیہ معانی میں سے کون سے معنی مراد ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہماری ذمہ داری نہیں ہے، ہمیں تو تملیک والے صدقہ کی نفی سے کام تھا، جب یہ مراد نہیں تو صدقہ اور جس معنی میں مراد لیا جائے ہمارا مقصد حاصل ہے، مگر تبرعاً ہم وہ بھی بتا دیتے ہیں۔

یعنی معنی ہر قول پر کہ منقول چیز کا وقف جائز ہے جب متعارف ہو اور بیشک مسلمانوں میں قول اور رسی وغیرہ مساجد کے کنوؤں کے لئے مروج ہے ۱۲ منہ قدس سرہ العزیز (ت)

فلو كان المراد بالصدقۃ هو المعنى الخاص لما انطبق الدليل على المدعى كما لا يخفى، واذا قد علمت ان الصدقة لها اطلاق وان لزوم التملك انما هو في المعنى الاول وانه غير مراد ههنا، وجب ان لا يكون مراد ايضا قولهم يتصدق بجلدها فان الصدقة ههنا هو عين التصدق في قولهم يتصدق بالثلث، يرشدك اليه تعليل الهداية بقوله لانه كجزء منها فثبت ان ليس تصدق الجلد مما يقتصر على التملك حتى لو صنع منه دلو، ووقفه على بئر مسجد ليستسقى به المتوضئون جائز قطعاً فسطح الاحتجاج رأساً.

بقی انہ اذ لیس المراد الاول فاعت البواقی مراد وانما البیئنة علی من یدعی، نعم ان سألنا التبصر، فنقول حدیث نبیثة الخیر الہدای مرضی اللہ تعالیٰ عنہ یمھدینا الی مطلق الاستجار الحاصل بسائر وجوہ القرب، فلیکن المراد هو المعنى الرابع، وهو الغالب فی الصدقات النافلة،

عندنا علی المفتی بہ من جواتر وقف المنقول حیث تعبرون وقد تعارف المسلمون وقف الدلو والرشاع علی ابار الساجد ۱۲ منہ قدس سرہ العزیز۔

علی امت قد بینات معنی المنعم
لیس ترك الصدق المأمور به
فانه غیر المأمور به همتا، اُسا
بل المعنی قصه التمول النہی عنه
ف کل ما تقرب به الی المولی
سبحنه و تعالیٰ، وهو لا یتحقق
ف شئ من القرب، فلا یضربنا
عند التحقیق اسادة شئ من المعانی
اصلا، كما لا یغنی علی من رزق العقل
السليم والفهم المستقیم، والله سبحانه بکل
شئ علیم، هذا وجه فی الجواب، عن احتیاج
هذا الفاضل الستطاب۔

اقول ثانیاً مبیناً عن حصر المسائل
فی الواجهة الثلاثة، وکلا دلیل یدل علی الحصر،
وعدم الذکر لیس ذکر العدم، وهذا
الامام القدوری مقتصر فی مختصره علی
شیئین الصدق و عمل آلة حیث قال
و یتصدق بجلودها او یعمل منه آلة
تستعمل فی البیت ثم فترک التبدیل بما یسبق
ایضاً، فیظن کلامه هذا معارضاً کلام من
ثلث، وهذا المحقق الحلبي قال فی ملتقاء،
وهو من متون المذهب المعتمدة کما
نص علیه العلامة الشامی، یا کل من

حدیث حضرت نبیؐ بذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
میں ایثار (کارِ ثواب) کا لفظ آیا ہے جو تمام کارِ خیر
کو عام ہے، تو چوتھے معنی جو عام طور سے صدقات
نقلیہ مراد ہوتے ہیں وہی مراد لینا صحیح ہوگا۔

علاوہ ازیں ہمارا کہنا ہے کہ قربانی میں قصہ
صدق کی ممانعت ہے، نہیں قصہ تمول کی ممانعت
ہے، تو جس قسم کے صدقہ کی نیت کرے قصہ تمول نہیں
پایا جائے گا اور صدقہ جائز ہوگا، اس لئے صدقہ
کی جو قسم بھی مراد لے لو ہمیں کوئی ضرر نہ ہوگا۔

مزید توضیح جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ اس
عالم اہلسنت کی غلط فہمی کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے
یہ سمجھا کہ معارف قربانی کی صرف تین جہتیں ہیں مگر
اس پر کوئی دلیل نہیں، اگر کسی مصنف نے صرف
تین ہی ذکر کیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ زادہ نہیں
کہ عدم ذکر ذکر عدم وجود مستلزم نہیں، امام
قدوری نے تو اپنی مختصر میں دو ہی جہت کا ذکر کیا،
”کمال کا صدقہ کر دیا جائے یا گھر پر استعمال کئے
کوئی چیز بنالی جائے“ تو انھوں نے باقی رہنے والی
چیز سے استنبال والی شق چھوڑ دی، تو کیا ان کے
کلام کو تین شق ذکر کرنے والوں کے کلام کے معارض
سمجھا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، قربانی
کا گوشت کھائے اور مالدار اور فقیر جس کو چاہے
کھائے، اور صدقہ تمہاری حق سے کم نہ کرے۔“

لحم اضحيته ويطعم من شاء من غنى و
فقير، وندب ان لا ينقص الصدقة عت
الثالث انه فلم يذكر التبدل بالباقي في مسألة
الطعم مع جواز قطعاً على المذهب الصحيح
وان اختير ما صححه في الظهيرية وغيرها
من جواز تبدل المأكول بالمأكول كاللحم
بالحبوب والنبوب وغيره بخيرة كالجلب بالكتاب
والجواب لا عكسه في الصورتين، فقد ترك
هذا الوجه في اللحم، وعلى كل فلم يحط بكل
ما هو سائغ، ونظائر ذلك ان تتبععت اعيانك
عندها كثيراً اذ لا حصراً فلا صاغ لان يقال
اذا انتفى الاخير ان تعين الاول وقد لوحنا
ببعض من هذا في مطاوى كلامنا في الوجه
السابق.

واقول ثالثاً ان ابيتم الا الحصر
فنبشون اخلا يجوز اهداء غنى و
ليس من الثلثة، اذ لا يجوز الامارة من
فقير او ملي وليس منها ولا يجوز البسيع
بالدراهم لتصدق وليس البيع لتصدق
عين التصديق، فاذ بقيت هذه فليكن البيع
بها لاجل التقرب ايضا من الحيواني:

وبالجملة فلا دليل يظهر على عدم جواز
البيع لاجل التقرب ولا على وجوب التملك

تواضع من بعض تبدل بالباقي والى ثمن محمودى حالاً
قدس صحيح پریر جائز ہے، اور تھیرے میں تو گوشت
کو ماکولات جیسے غلہ اور مغزیات کے ساتھ بدلنے کی
بھی اجازت دی، اور جلد کو کتاب اور چمڑے کی بھی
کے ساتھ، اس کا اٹا نہیں، تو ایک یہ صورت بھی
متروک ہو گئی، تو قربانی میں جن جن امور کی اجازت ہے
سب کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے، اور جب حضرت احاطہ
نہیں تو یہ کتب صحیح نہیں کہ سب دو قسمیں متفق نہ ہوں تو
تفسیری متعین ہے۔

اسی طرح مالدار کو ہدیہ کرنا جائز اور فقیر کو عاریت
دینا ناجائز ہے، یہ دونوں صورتیں بھی تو ان تینوں
میں شامل نہیں، کیا صدقہ کی نیت سے دراہم کے
بدلے بیع جائز نہیں حالانکہ بیع کرنا صدقہ کرنا نہیں
ہے، تو جب اس کا رد ثواب کے لئے بیع حرام
تو دیکھو کہ کار ثواب کیلئے کیوں جائز نہ ہوگی۔

المختصر کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے کار ثواب
کے لئے بیع مباح ہو، اور اس کا تصدیق بطور تمسک

اذا فعل ذلك، بل ان لیل ناطق بخلافه
 فان المانع انما هو قصد القول وهذا بمعزل
 عنه، والمسوغ كما تبين بكلام التبيين
 قصد القرية وهذا، فلنقتصر على هذا
 القدر، حامدين لربنا في النور والصدور
 هذا اما ظهر نفهمي القاصد وفكري الفاتر
 ومعاذ الله ان ابرئ نفسي من الخطا والزل
 واحتر على سائر بعد وضوح الخل وسجن
 الله اليش انا واليش رأي، وانما النقص
 بضاعت والخطا صناعت، والجهل صفتي
 والجهل سمتي، فان اصبحت فيمتو في ربي،
 وله الحمد في كل ان وحين، واحب
 اخطات فبشؤم ذنبي، واسأل التوبة ارحم
 الراحمين، والحمد لله العزيز الوهاب،
 والصلاة والسلام على النبي الاواب وآله و
 صحبه خير آل واصحاب، واذا انتهت
 الرسالة بخصم ذي الجلالة وددت
 ان اسيرها بعلم لطيف، يكون علما على
 عام التاليف، كما هو أدبي في جميع
 التصانيف وقد جاءت به بحمد الله تعالى
 مختصرة، ومع الاختصار مطهرة مظهرة
 تناسب ان اسميها الصافية الموحية
 لحكم جلود الاضحية وكان ذللا وضحة
 الخميس ليلة بقيت من ذي القعدة
 الحرام سنة الف، وثلاثمائة وسبع من

ہونا ثابت ہو، اور جس چیز کو مخالفت پر دلیل قائم
 ہے، وہ بیع بقصد قول ہے، اور ان دونوں میں
 ہون بعید ہے، اور قربانی کے اجزاء سے قصہ
 تقرب جائز ہے، اور یہ بیع اسی لئے ہے، اس لئے
 اس کے جائز ہونے میں شبہ نہیں۔

اب ہم اسی پر بس کرتے ہیں، اور ابتداء وانہاء
 میں اپنے رب کی حمد کرتے ہیں، میں اپنے نفس
 کو خطا و لغزش سے بری نہیں گردانتا، اور
 غلط ظاہر ہونے کے بعد میں اپنی رائے پر اصرار
 بھی نہیں کرتا، سبحان الله! میں کیا اور میری
 رائے کیا، نقصان ہی میری پونجی ہے اور غلط
 شان ہندگی، لاعلمی میری صفت اور عاجزی
 میرا نشان، اگر یہ ٹھیک ہو تو میرے رب کی
 توفیق سے ہے، اور اسی کے لئے ہر دم
 تعریف، اور غلط ہو تو میرے گناہوں کی
 بُرائی، میں اللہ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور
 اس کی حمد بجالاتا ہوں اور اسی کی حمد پر یہ
 رسالہ ختم ہوا۔

اس کا ایک لطیف نام (جس سے میرے
 طریقت کے مطابق کتاب کا سنہ تالیف
 بھی ظاہر ہو) کی تلاش ہوئی تو اس کا نام
 الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحية
 رکھا، اور یہ پنجشنبہ کے روز چاشت
 کے وقت ۲۹ ذوالحجہ ۱۳۰۷ء میں ہوا
 اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے

هجرة المولى سيد الانام ففضل صلاة و
 اكمل سلام واجمل تحية عن الملك المنعم
 عليه وعلى آله وصحبه الكرام على مراليالي
 والايام، والحمد لله ذى الجلال والاكرام
 كتبه العبد المذنب احمد رضا البريلوي
 عفى عنه بمحمد المصطفى النبي الاتي
 صلى الله تعالى عليه وسلم۔

مسئلہ ۲۹۲ از ریاست رامپور مدرسہ مطلق العلوم، مدرسہ محمد امام الدین صاحب ۱۵ صفر ۱۳۳۶ھ
 دیہات میں قبل صلوة العید قربانی کرنا یا مرغ وغیرہ ذبح کرنا درست ہے یا نہیں، اور جزا وغیرہ پرست کش
 کو قربانی کے چرٹے کی قیمت مل سکتی ہے یا نہیں، اور میاں جی اور شاگرد جی بغیر طالب علم اس چرٹے کی قیمت کے
 معرفت ہو سکتے ہیں یا نہیں، اور اس کی قیمت کو مدرسہ مسجد وغیرہ کے اسباب میں صرف کرنا درست ہے یا
 نہیں، اور قربانی کرنے والا اپنے ہاتھ سے مال یعنی چرٹے کی قیمت تقسیم کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

مرغ کی قربانی مکروہ و تشبہ بالجوس ہے، نہ اس سے واجب اخیر ادا ہو سکتا ہے، اور بانی
 قربانی شرعی وہ صحیح ہی کر سکتے ہیں کہ ان پر ناجزید نہیں، اجرت جزا میں اس کی قیمت دینا جائز نہیں کہ
 تمل ہے اور قربانی سے تمل ناجز، اس چرٹے کا یہی حکم ہے جو اصل کا، کہ ادخار وایتجار دونوں جائز
 ہیں، خواہ اس کی مشک بخرالے یا کتابوں کی جلیں، یا اسے مسجد یا مدرسہ وغیرہ طہنت میں دے دے، یا
 بنیت مصارف خیر بیچ کر اس کی قیمت معرفت خیر میں صرف کرے خواہ اپنے ہاتھوں سے یا اور کے ہاتھوں
 سے، ہاں اگر اپنے اسی داموں سے بچا تو وہ دام غیث ہیں، اور ان کی سبیل تصدق۔ واقعہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۹۵ از سلون ضلع رائے بریلی مدرسہ محمد طہ صاحب ۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ
 کیا ارشاد ہے علمائے کرام کا اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ قربانی کی رتی و جہول صدقہ کرنا چاہیے
 اور حسب ذیل حوالہ پیش کرتا ہے (۱) شرح وقایہ جلد اول، کتاب الحج، باب الاحصاء، بیان احکام الہدی
 (۲) عمدۃ الرعاہ حاشیہ شرح وقایہ (۳) در مختار جلد اول، باب الہدی
 (۴) درایہ جلد اول، کتاب الحج، باب الہدی (۵) قدوری، باب الہدی (۶) تنقیح الضروری حاشیہ قدوری
 بکہتا ہے کہ قربانی کی رتی و جہول صدقہ کرنے کی کتب فقہ میں کوئی دلیل نہیں، اور زید کے پیش کردہ
 حوالوں پر حسب ذیل اعتراض کرتا ہے:

اولیٰ شرح و تفسیر و ہایہ وغیرہ میں مسئلہ بخونٹ عنکوب الہدیٰ میں بیان کیا ہے، حالانکہ یہ مسئلہ باب الاضغیہ سے تعلق رکھتا ہے، اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔

دوم علیٰ طریق التثزیل یہ ثابت بھی ہو جائے تو لفظ غلام جس سے زید نے اپنا مدعا ثابت کیا ہے، تو کیا اس کے معنی لغوی نے گراؤں یعنی رتی کے بیان کئے ہیں، ابی اثیر ابو عبیدہ کسی نے تصریح کی ہے غلام کے معنی گراؤں کے ہیں۔

سوم کتاب عمدة الرعاہ نے غلام کے تصدق کرنے کے لئے ایک حدیث نقل کی ہے، اور کہا کہ اس حدیث کی بخاری اور مسلم نے تحریک کی ہے، تو کیا اس روایت سے غلام کے تصدق کا حکم ثابت ہوتا ہے؟ فقط نام ہو اکلام ہوگا، پس دریافت طلب یہ ہے کہ زید کا قول صحیح ہے یا نہیں؟ اور جو کے اعتراضات کے جواب کیا ہیں؟

الجواب

انقیاد شتر کے لئے دو طریقے معمول ہیں، ایک یہ کہ وسطینی کے گوشت یا ایک طرف کے نتھنے میں سوراخ کر کے تانبے، چاندی، سونے کا حلقہ یا لکڑی یا بالوں کا بنا ہوا چھٹا ڈالیں، اور مضبوط ڈور کا سر اس میں اور دوسرے سر سے میں رتی یا خود اس میں رتی باندھیں، اس حلقے کو بڑھ بھنم مودہ و فتح رائے خفغہ، اور لکڑی کو خشاش بالکسر اور فادسی میں شمار بالغ، اور بالوں کے چھلے کو عربی میں خزاعہ، اور سب کو زمام بالکسر، نیز اس ڈور کو زمام اور اس رتی کو کہ اس میں باندھی جاتی ہے مقود بالکسر، نیز اسے بھی عربی میں زمام و جہار اور جھوتا کو ہندی میں نکیل کہتے ہیں یہ اس کے انقیاد کا اکمل طریقہ ہے، اور اکثر ناقہائے سواری میں یہی مستعمل ہے کہ بے اس کے انقیاد نام نہیں ہوتا، گرا دینے کا احتمال رہتا ہے، دوسرا یہ کہ رتی کا حلقہ اس کے گلے میں قریب گوش بار کی طرح ڈال کر منہ پر ناک کے قریب اس کا پھندا دیتے ہیں، عربی میں اسے غلام بالکسر، اور ہندی میں ٹھیر کہتے ہیں، نیز زمام معنی سوم بلکہ دوم بلکہ کبھی تول کو بھی غلام بولتے ہیں، تو غلام کے چار اطلاق آجوسے، مگر وہ رتی کہ گائے بھینس بکری کے گلے میں باندھی جاتی ہے، اسے غلام کوئی نہیں کہتا، نہ مادہ غلام اس کی مساعدت کرتا ہے کہ وہ غلام معنی مینی سے ماخوذ ہے۔ نہایہ ابن اثیر و مجمع البحار میں ہے۔

خطامہ البعیران یوخذ جبل من لیف او شعر
او قطن فیجعل فی احد طرفیہ حلقة، ثم
یشد فیہ الطرف الاخر حتی
یسیر کالحلقة ثم یقلد
البعیر ثم یثقی علی
مخبطہ، واما ما یجعل
اونٹ کی غلام یہ ہے کہ بکری کی چھال یا بالوں یا کائی
سے رتی بنا کر اس کے ایک طرف حلقہ بنایا جائے
پھر اس میں دوسرا کنارہ باندھا جائے تاکہ وہ حلقہ
کی مثل ہو جائے، پھر اسے اونٹ کے گلے میں
بار کی طرح ڈالا جائے پھر اس کو اونٹ کی ناک
پر لپیٹ دیا جائے، اور وہ بار یک رتی جو

بالبرة، ويشد في طرفه المقود

ساتھ اس دھاگے کو کھتے ہیں جس میں بروہ نامی حلقے کو
باندھا جاتا ہے اور اس کے کنا سے رسی رتی باندھی جاتی ہے۔ (ت)

نہایہ نیز فتح میں ہے،

البرة حلقة تجعل في لحم الانف، وربما
كانت من شعيرة

بروہ وہ حلقہ ہے جو ناک کے گوشت میں ڈالا جاتا ہے
اور ایسا اوقات وہ بالوں کا ہوتا ہے۔ (ت)

اس میں شرح جامع الاحوال مصنف سے ہے،
حلقة يشد بها الزمام

وہ ایک حلقہ ہے جس کے ساتھ زمام کو باندھا جاتا ہے۔ (ت)

نیز امام قزوینی سے ہے،

الزمام ما يجعل في انف البعير ديقا وقبيل
ما يشد به رؤسها من جبل وسير

زمام اس باریک رسی کو کہتے ہیں جو اونٹ کی
ناک میں ڈالی جاتی ہے، اور کہا گیا ہے کہ وہ ایک

ایسی رسی یا قسمہ ہے جس کے ساتھ اونٹوں کے سروں کو باندھا جاتا ہے۔ (ت)

مصباح نیز میں ہے،

قال بعضهم الزمام في الاصل الخيط الذي
يشد في البرة اولى الخشاش ثم يشد
اليه المقود ثم سبي به المقود نفسه

ان میں سے بعض نے کہا زمام اصل میں اس ڈوری
کو کہتے ہیں جسے بروہ (حلقہ) یا کلڑی میں باندھا
جاتا ہے پھر اس میں مقود (رتی) کو باندھا جاتا
ہے پھر خود اس زمام کا نام مقود رکھا جاتا ہے۔ (ت)

تاج العربی میں ہے،

الزمام هو الجبل الذي يجعل في البرة
والخشبة قال الجوهري اد في الخشاش

زمام اس رسی کو کہتے ہیں جس کو حلقہ یا کلڑی میں ڈال
جاتا ہے، جوہری نے کہا یا اس کو خشاش (کلڑی)

۶۲/۲	کتبہ دارالایمان المینة المنورة	باب الفار مع الطار	سہ مجمع بکار الانوار
۱۸۴/۱	"	باب الباء مع الراء	"
۱۸۴/۱	"	"	"
۲۲۰/۲	"	باب الزاء مع الیم	"
۲۴۲/۱	مصطفیٰ البابانی مصر	الراء مع الیم تحت الزمام	سہ المصباح المنیر

ثم يثبت في طرفه المقود وقد يسمى المقود
نرماساً
میں ڈالا جاتا ہے پھر اس کے کنارے میں دستی
باندھی جاتی ہے اور کبھی اس کی کانام نرماس رکھا جاتا ہے۔

صراح میں ہے،

خشايش بالکسر چوب کہ در معنی شتر کنند و هر چه از
مس باشد آن را بره گویند، و آنچه از نو سنے آن
را خز امر گنند
خشايش عام کے کسر کے ساتھ اس لکڑی کو
کہتے ہیں جو اونٹ کی ناک میں ڈالی جاتی ہے، چٹل
کی جوڑنے اونٹ کی ناک میں ڈالتے ہیں اس کو برہ
کہتے ہیں اگر وہ بالوں کی ہو تو اسے خز امر کہتے ہیں (ت)

اسی میں ہے، غلام بالکسر مہار (غلام کسر کے ساتھ مہار۔ ت)، اسی میں ہے،
نمام بالکسر مہار در شتر کہ در چوب معنی شتر بندند
بر شتر مہار بندند
نمام کسر کے ساتھ مہار اور وہ دھاگہ جو اونٹ کی
ناک میں ڈالی ہوئی لکڑی کے ساتھ باندھتے ہیں
اور اس پر مہار باندھتے ہیں (ت)

برجان میں ہے،

مہار بافتح چوبیکہ در معنی شتر کنند و ریسای بڑی بندند۔
فاموسس میں ہے الخزامیة کتابة للبرقة (خزامیہ برون کتابتہ حلقہ کو کہتے ہیں۔ ت)
تاج میں ہے،
وهي حلقة من شعر تجعل في وشرة
انفه يثبت بها السهم كما في

اور وہ (خزامیہ) بالوں کے اس حلقہ کو کہتے ہیں جس کو
اونٹ کی ناک کے بانسہ میں ڈال کر اس کے ساتھ

۳۲۸/۸	دار احیاء التراث العربی بیروت	فصل الزار من باب المیم	۳۲۸/۸
۲۵۷	مطبع مجیدی کانپور	فصل الزار	۲۵۷
۴۶۸	" " "	باب المیم	۴۶۸
۴۷۵	" " "	" " "	۴۷۵
۱۰۶/۴	مطبع ابائی مصر	فصل الزار	۱۰۶/۴

شہ برجان

الصباح ، وقال الليث ان كانت من صفر
فهي برة وان كانت من شعر ففهم
خزامة

سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے ،

ان التبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اھدی عامر الحدیبیۃ فی ہدایا رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جملاً کانت
لا بی جھل فی راسہ ، برة من فضة ،
وفی رواية من ذهب یغیظ ببذل لک
المشکین .

بیشک نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیبیہ
و اسے سال قربانی کے لئے جو اونٹ روانہ
فرمائے ان میں ایک اونٹ ابو جہل کا تھا جس کے
سر (ناک) میں چاندی کا ایک چھلہ تھا ، ایک
روایت ہے کہ سونے کا چھلہ تھا ، حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے مشرکوں کو بھلانے کے لئے ایسا
کیا تھا . (ت)

مرقاۃ میں ہے ،

(فی راسہ) ای انفہ فان البرۃ حلقة
من صفر و نحوہا تجعل فی لحم
انف البعیر ، وقال الاصمعی فی احد
جانبی الشخرین لکن لما کان الانف من
الراس قال فی راسہ علی الاتساع یتہ

(اس کے سر میں) یعنی اس کی ناک میں ، کیونکہ برہ
چمیل یا اس جیسی کسی شے کے ایسے حلقہ کو کہتے
ہیں جو اونٹ کی ناک کے گوشت میں ڈالا جاتا ہے
اور اصمعی نے کہا کہ وہ اونٹ کے نتھنوں کے
ایک طرف ڈالا جاتا ہے لیکن ناک چونکہ سر ہی کا

حصہ ہے اس لئے راوی حدیث نے بطور مجاز کہا کہ اس کے سر میں ملتا تھا (ت)
مجمع البحار میں طبعی سے ہے ، جعلہ فی الرأس اتساعاً (اس حلقہ کو سر میں فسترار دینا
بطور مجاز ہے ۔ ت) سلمہ بن تحیم کی حدیث میں ہے ،

لے مجمع العروس فصل الثامن باب المیم دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۴/۸ - ۲۴۳
۴۴/۱ سنن ابی داؤد کتاب الناسک باب فی الھدی آفتاب عالم پریس لاہور
۵۲۸/۵ لے مرقاۃ الفاتیح الفصل الثانی المکتبۃ المجلدیہ کوئٹہ
۱۴۸/۱ لے مجمع بحار الانوار باب البہر مع الار مکتبۃ دار الایمان المدینۃ المنورۃ

النبي نحرته و بجلودها۔

صدقہ کرنے کا حکم دیا جن کو ذبح کیا گیا تھا (د)

دوم میں:

امری فقمت لحومها ثم امرنی فقسمت جلالها
و جلودها۔
پھر آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے ان کی جھلون اور چمڑوں کو تقسیم کر دیا۔ (د)
سوم میں:

ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم امره
ان يقوم على بدنه و ان يقسم بدنه كلها
لحومها و جلودها و جلالها۔
بیشک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں
حکم دیا کہ وہ قربانی کے جانوروں کے پاس کھڑے
ہو جائیں اور ان کا گوشت، جھل اور چمڑے
سب تقسیم کر دیں (د)

چہارم میں:

اهدی النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
مانة بدنة فامرني بجلودها فقسمتها
ثم امرني بجلالها فقسمتها ثم بجلودها
فقسمتها۔
نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قربانی کیلئے
سوداؤنٹ بھیجے اور مجھے حکم دیا کہ میں ان کا گوشت
تقسیم کر دوں تو میں نے کر دیا، پھر مجھے ان کی جھلون کو
تقسیم کرنے کا حکم دیا تو میں نے کر دیا، پھر مجھے ان کے
چمڑوں کو تقسیم کرنے کا حکم دیا تو میں نے کر دیا (د)

صحیح مسلم میں تین سندوں سے:

امری رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
ان اقوم على بدنه و ان اتصدق لحومها و
جلودها و اجلتها۔
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا
کہ میں قربانی کے پاس کھڑا ہو جاؤں اور ان کے
گوشت، چمڑوں اور جھلون کو تقسیم کر دوں (د)

۲۳۰/۱	صحیح البخاری	کتاب المناسک	باب الجلال علیہ	قیدی کتب خانہ کراچی
۲۳۲/۱	کے	باب لا یطی الجزار من الہدی شیئا	قیدی کتب خانہ کراچی	
۲۳۲/۱	کے	باب اتصدق بجلود الہدی		
۲۳۲/۱	کے	باب یتصدق بجلال الہدین		
۲۳۲/۱	کے	باب الصدقة بطوم الہدایا و جلودها و جلالها		

اور دوسروں سے مثل لفظ سوم بخاری و تہاد فی المساکین (یہ لفظ زیادہ کئے کہ مسکینوں میں تقسیم کروں۔ ت) ان میں کہیں ذکر ختام نہیں، یہ مضمون صحیحین پر پیش ہے، اور نسبت الفاظ میں غلطی یہ کہ صیغہ امر جس طرح عمدۃ الزعماء میں مذکور نہیں بلکہ کتب متداولہ حدیث میں کہیں نہیں، جیسا کہ جامع و ارشاد الساری و شرح مؤلف سے ظاہر۔ علامہ قسطلانی نے فرمایا:

قال صاحب الکواکب وفيه انه لا يجوز بيوع الجلال ولا جلود الهدايا والضحايا كما هو ظاهر الحديث اذا الامر حقيقة في الوجوب اهـ ، و تعقبه في اللامع فقال فيه نظر فذلك صيغة افعّل لا لفظ امر۔

صاحبہ کو اکب نے کہا اس میں یہ ہے کہ قربانی کے جانوروں کی جھلوں اور کھالوں کی بیع جائز نہیں جیسا کہ حدیث کا ظاہر ہے کیونکہ امر معتقداً و وجوب کے لئے ہے۔ اور جامع میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میں نظر ہے اس لئے کہ جو امر وجوب میں حقیقت ہے وہ صیغہ افعّل ہے نہ کہ لفظ امر۔ (ت)

شرح علامہ زر قافی میں ہے:

فيه استحباب التجليل والتصدق بذلك الجبل، و لفظ امر لا يقتضي الوجوب لان ذلك في صيغة افعّل لا لفظ امر اهـ ، و رأيي كقبت على هامش الارشاد ما نصه، اقول ليس قوله امر الاحكاية امره صلى الله تعالى عليه وسلم الا ان يقال يمكن ان يكون حكاية من مثل عليك التصديق۔

اس میں قربانی کے جانوروں پر جھل ڈالنے اور اس جھل کو صدقہ کرنے کا استحباب ثابت ہوتا ہے اور لفظ امر وجوب کا تعاقب نہیں کرتا کیونکہ وجوب کا متقاضی کو تو صیغہ افعّل ہے نہ کہ لفظ امر۔ کجے یاد پڑتا ہے کہ میں نے ارشاد کے حاشیہ پر لکھا جس کی عبارت یہ ہے اقول (میں کہتا ہوں) اس کا امر کننا محض حکایت ہے امر بول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگریوں کہا جاسکتا ہے کہ

ممکن ہے یہ حکایت ہو عليك بالتصدق (تجہ پر صدقہ لازم ہے۔ ت) جیسے الفاظ سے (ت)

- ۱/ ۴۲۴ لے صحیح مسلم کتاب الحج باب الصدقة بطوم الهدایا و جلود یا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی
- ۲/ ۲۲۱ لے ارشاد الساری شرح صحیح البخاری باب الجلال للبدن دار الکتاب العربی بیروت
- ۳/ ۴۷۷ لے شرح الزرقانی علی مؤلف الامام مالک کتاب الحج المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ القاہرہ

ذکر خطام کیلئے فقیر نے جتنی کتب حدیث اپنے پاس ہیں سب کی مراجعت چاہی، بارہ کتابیں دیکھی تھیں، پھر خیال آیا کہ درایہ امام حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی دیکھی جائے، اس میں ضرور اس سے تعرض فرمایا ہوگا، اُسے دیکھا تو انہوں نے صاف فرمایا،

لہذا فی شئ من طرقہ ذکر الخطام یہ میں نے اس حدیث کے کسی طریق میں ذکر خطام نہ دیکھا۔

بالجملہ صحیحین کی طرف اس کی نسبت لفظاً و معنی ہر طرح غلط ہے، ہاں ہایہ باب الہدی میں حدیث انہیں انفا سے مذکور، اور کتاب الاضیہ میں بلفظ،

قصدی بجلالہا و خط منہا لا تعد اجر الجزار قربانی کے جانوروں کی جھٹوں اور ہاتھوں کو صدقہ کر اور منہا شیشا۔ اس میں سے کچھ بھی تصاب کو بطور اجرت مت نہ لے،

اسی طرح کافی امام غسفی باب الہدی میں یہی لفظ دوم ہیں، الا لفظۃ الاجتر (سوائے لفظ آجر کے۔ ت)، نیز بدائع امام ملک العلماء کتاب الاضیہ میں، الا لفظۃ شیشا (سوائے لفظ شیشا کے۔ ت)۔

اقول تو حدیث ضرور کہیں مری ہوئی، اور حافظ (ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ) کا اسے نہ دیکھنا نہ ہونے پر دلیل نہیں، امام غسفی علی الاطلاق نے فتح میں دو حدیثیں مذکور مشائخ ذکر کر کے فرمایا، قصور نظر ہونا اخفا ہما عننا شیہ ہماری نظر کے قاصر ہونے سے ان دونوں کو ہم سے مخفی رکھا۔ (ت)

یہی حافظ الشان نے باوصف اس وسعت الطراح کے نفی نہ فرماتی، یہ ائمہ کے ساتھ علمائے کرام کا ادب ہے بخلاف تجالی زمانہ یعنی غیر مقلدین کہ کرمک سنگ سے بڑھ کر وقوف نہیں، اور ائمہ پر سلب مطلق کے طرح، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سہ الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدیۃ کتاب الحج باب الہدی والملکۃ الاثریۃ ساکنہ ہل ۵۴/۲

سہ الہدیۃ کتاب الاضیہ مطبع یوسفی مکتبہ ۴۲۸/۲

سہ الکافی شرح الوافی

سہ بدائع الصنائع کتاب التفسیر فصل واما بیان ما یستحب الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۸۱

شہ فتح القدیر

تو حدیث مذکور میں صدقہ غلام کا عند اللہ حکم ہے مگر وہ حدیثاً و فقہاً صرف جلال و غلام شتران ہدی کے بارے میں ہے، قربانی کی گائے بکریوں کی جھوڑی اور ان کے گلے کی دسیوں کا ذکر و ذکر، جہاں تک نفسہ کی جاتی ہے شتران اخیجہ کے جلال و غلام کا بھی کہیں ذکر نہیں، اب رہا قیاس، وہ مجتہد سے خاص، اس کا کئے اختیار اور دلالت النص اقول اس کی بھی گنجائش نہیں، نہ اخیجہ میں کل الرجوع معنی ہدی میں ہے نہ یہ جھولیں ان جلال سے نہ گلے کی رستیاں اس غلام کے مثل۔

اول تو ظاہر کہ ہدی کے لئے محل خاص ہے یعنی حرم محترم اس کے غیر میں ہدی کو ذبح و نحر نہیں کر سکتے،

قال اللہ تعالیٰ شر محلہا الی البیت الصنیؑ وقال تعالیٰ ہدیاً بالقر الکعبۃ یتہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا پھر ان (ہدی کے جانوروں) کا پہنچنا ہے اس آزاد گھر تک۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہدی جو کعبہ تک پہنچتی۔ (ت) اور قربانی ہر جگہ ہو سکتی ہے، تو ہدی میں بہ نسبت اخیجہ خصوصیت خاصہ ہے اگرچہ اصل مقصود یعنی تعزب بارانہ دم میں مساوی ہیں، لہذا کیا مستبعد کہ اصل اجزائے متعزب یعنی لحم و جلد میں حکم یکساں ہو اور زوائد و مضائق کی طرف جو سرایت صاحب خصوص میں بُرائی، اخصاسی میں نہ ہو، و لہذا بدائع و ہدایہ و کافی و تفسیر ہامی حدیث ہدی سے دربارہ لحم و جلد اخیجہ استناد کیا، اور جلال و غلام اخیجہ کا کسی نے ذکر نہ کیا، حالانکہ حدیث ہدی میں چاروں حکم موجود تھے، اخیجہ میں ان دو پر اقتصار اور ان دو کا ترک، اور اس ترک و اقتصار پر اتفاق کتب آخر کس نے۔

دوم یہ کہ وہ جھولیں معمول سردی وغیرہ کی جھولیں نہ تھیں جو اپنے موسم پر ہر پالے ہوئے جانور کیلئے بنائی جاتی ہیں اگرچہ وہ گاڑی میں جوڑنے کے یل ہوں۔ وہ خاص شتران ہدی کے لئے بنتیں، اور زوائد کی حرم کے وقت ان پر ڈال جاتی ہیں، اور ان کے لئے ان کا بنانا سفت ہے، تعلیہ و اشعار کی طرح شمار اللہ ہدی کی علامت ہوتی ہے، بد نہ ہدی کے گلے میں قطین وغیرہ دیا ہے ہوسے فکادے ڈالتے اور باخصیص اونٹوں پر فکادے کے ساتھ جھولیں بھی ڈالتے، اور ان کے کوبان میں خفیف نیزہ مار کر خون نکالتے، یہ ان کے ہدی ہونے کی علامتیں تھیں۔

علمائے کرام نے فرمایا: ان جھولوں کا اپنی حیثیت قبول کے مناسب ہونا مستحب ہے، ہدی بھیجنے والا جیسی استطاعت رکھتا ہو ویسی ہی بیش قیمت جھولیں بنائے کہ مساکین کا زیادہ نفع اور شعائر کی زیادہ تعلیم ہو۔ نسیب عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان پریشیں ہاکڑوں کی جھولیں ڈالتے اور بدیز طیبہ سے ہا ہر نکل کر آثار کر کے رکھ چھوڑتے، عرق کے دن پھر پہنتے اور بعد نماز انھیں کعبہ معظمہ کا غلاف کرتے، جب سے بیت مکرم کا غلاف مستقل تیار ہونے لگا انھیں مساکین پر تصدق کرتے۔

علماء فرماتے ہیں کہ راتوں کی یہ جھولیں آثار کر رکھ لی جائیں کہ کانٹوں سے ان میں کھوٹا نہ لگے، ان میں سے کوئی ساحت قربانی کی معمول جھولوں پر صدق ہے کہ یہ ان کے معنی میں ہوں۔

امام اہل ابو زکریا نووی قدس سرہ شرح صحیح مسلم میں زیر حدیث مذکور فرماتے ہیں:

اس حدیث میں بہت سے فائدے ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں قربانی کے جانور کو روانہ کرنے کا استعجاب، اور یہ کہ قربانی کے جانوروں کے گوشت، کپڑوں اور جھولوں کو صدقہ کیا جائے، اور یہ کہ ان جانوروں کو کھجلی پہنائی جائے، اور مشائخ نے اس بات کو مستحب قرار دیا کہ وہ بھل عمدہ ہو۔ قاضی نے کہا کہ کھجلی پہنانا سنت ہے۔ اور علماء کے نزدیک وہ اونٹوں کے ساتھ مختص ہے، اور یہ اسلاف کا مشہور عمل ہے۔ مشائخ نے کہا کہ اشعار یعنی کواہن میں نیزہ مار کر خون نکلانے کے بعد بھل پہنائی جائے تاکہ وہ خون میں لغز نہ جائے، نیز انھوں نے کہا کہ کھجلی کا قیمت و عمدگی میں قربانی روا نہ کرنے والے کی حیثیت کے مطابق ہونا مستحب ہے۔ بعض اسلاف منقش کپڑوں، بعض یعنی چادروں، بعض مصر کے بننے ہوئے قیمتی کپڑوں، لحافوں اور عمدہ چادروں کی جھولیں پہنایا کرتے تھے۔ امام مالک نے فرمایا: جھولوں کو رات

فی هذا الحديث فوائد كثيرة، منها استحباب سوق الهدي وانه يتصدق بلحمها وجلودها وجلالها وانها تجبل واستحبوا ان يكون جلا حسنا، قال القاضي التجليل سنة وهو عند العلماء مختص بالابل وهو ما اشتهر من عمل السلف قالوا ان يكون بعد الاشعار لئلا يتلطخ بالسدم قالوا ويستحب ان تكون قيمتها ونفاستها بحسب حال الهدي، وكان بعض السلف يجبل بالوشم وبعضهم بالمحبرة وبعضهم بالقباطي والملاحف والانزرة قال مالك اما الجبل فتزعم في القليل لئلا يخرقها الشوك، قال واستحب ان

كانت الجلال مرفوعة ان لا يجعلها حتى
يغد والى عرفات ان كانت بشمون يسير
فمن حين يحرم يجعل (مخلصاً)
قبل نرسناے اور اگر وہ کم قیمت والی ہوں تو احرام باندھتے وقت ہی پہنا دے (مخلصاً)۔ (دست)
امام علامہ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں،

الجلال جمع جل وهو الذي يطعم على
ظهور الحيوان من الابل والغنم والحمير
والبغل، وهذا من حيث العرف، و
لكن العلماء قالوا ان التجليل مختص
بالابل من كساء ونحوها، قال ابن
بطال كان مالك وابو حنيفة والشافعي
يرون تجليل البعدين
جلال جل کی جمع ہے، اور اس شئی کو کہتے ہیں جو
اونٹ، گھوڑے، گدھے اور بچر وغیرہ جانوروں کی
پشت پر ڈالی جاتی ہے، یہ عرف کے اعتبار سے
ہے، لیکن علماء نے فرمایا کہ کپڑے وغیرہ جھیل
پہنا کر صرف اونٹ کے ساتھ مختص ہے، ابن بطال
نے کہا کہ امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی
رحمہم اللہ تعالیٰ ہر ایک کے جانوروں پر جھیل ڈالنے
کو جائز سمجھتے تھے۔ (دست)

امام جلیل ابراہیم برکات نسفی کافی شرح والی میں فرماتے ہیں،

فان كانت بدنة قلد لها بمزادة او نعل
والتقليد احب من التجليل لان التقليد
ذكر في القرآن قال الله تعالى ولا تقلدوا
ولا ذكر للتجليل فيه، وان كان كلاهما
ثابتاً بالسنة لان هدايا رسول الله صلى
الله تعالى عليه وسلم كانت مقسمة
مجللة، ولانه قد تجل البدنة لاعلى وجه
التقريب بخلاف التقليد

کے ہر ایک کے جانوروں کو بار اور جھیل پہنا سکتے تھے، اور اس سے بھی کہ جھیل کبھی بلا نیت قرب
لے شرح صحیح مسلم ہندوی صحیح مسلم کتاب الحج باب المصدة علوم الهدایا القیدی کتب خانہ کراچی ۲۲۸-۲۲۹
لے عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب المناسک باب الجلال البعدين، ادارة الطباعة المنيرية، ۲۵، ۲۴، ۲۵،
لے الکافی شرح الرازی

پہنائے جاتے ہیں خلافت ہار پہنانے کے (کہ یہ بنیت تقرب ہی ہوتا ہے)۔ (ت)
 مؤطا شریف میں ہے:

ما لک عن نافع ان عبد الله بن عمر رضى الله
 تعالى عنهما كان يجلس بين نه القباطي و
 الانباط والجلال ثم يبعث بها الى الكعبة
 فيكسوها اياها ، ما لک اند سأل عبد الله
 بن دينار ما كان عبد الله بن عمر يصنع
 بجلال بدنه حين كسبت الكعبة عن
 الكسوة ، قال كان يتصدق بها .
 حضرت امام مالک نے حضرت نافع سے روایت کیا
 کہ سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہر
 کے جانوروں کو تھری چادروں ، اوئی کپڑوں اور
 حلوں کی مجلسیں پہنائے پھر ان مجلسوں کو کعبہ شریف
 بھیج کر خلافت کعبہ بناتے ۔ امام مالک سے مروی
 ہے حضرت عبد اللہ بن زینار سے پوچھا گیا کہ جب
 کعبہ شریف کو مستقل کپڑے کا خلافت پہنایا
 جانے لگا تو حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قربانی کے جانوروں کی مجلسوں کو کیا کرتے تھے ؟
 تراویحوں نے کہا وہ ان کو صدقہ کر دیتے تھے ۔ (ت)

ابن المنذر نے بطریق اسلم بن زید نافع سے روایت کی :

ان بن عمر رضى الله تعالى عنهما كان يجلس
 بدنه الانباط والبرود والحبير حتى
 يخرج من المدينة ينزعها فيطويها ،
 حتى يكون يوم عرفة
 فيلبسها اياها حتى ينحوها
 ثم يتصدق بها ، قال
 نافع و ربما دفعها الى
 بني شيبه .
 جب تک حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے ہر
 کے جانوروں کو اوئی کپڑوں ، دھاری دار اور
 منقش مٹی چادروں کی مجلسیں پہنائے تھے یہاں تک
 کہ وہ جانور جب ہی نہ سورہ سے نکلے تو آپ ان
 مجلسوں کو اتار لیتے اور لپیٹ کر رکھ دیتے ، جب
 عرفہ کا دن آتا پھر وہ مجلسیں جانوروں کو پہنا دیتے ،
 جب انھیں ذبح فرماتے پھر مجلسیں اتار لیتے ، بعد ازاں
 ان کو صدقہ کر دیتے ۔ حضرت نافع نے کہا کہ بعض
 اوقات بنی شیبہ کی طرف بھیج دیتے ۔ (ت)

اقبول اور اس پر ایک دلیل واضح یہ ہے کہ حضور اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الودع شریف

لے مؤطا امام مالک کتاب الحج باب العمل فی البدی میں یساق میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۳۰۰

لے شرح الزرقانی علی مؤطا بحوالہ ابن المنذر " " " " دار المعرفۃ بیروت ۳۲۶/۲

فتح الباری بحوالہ ابن المنذر کتب الناسک باب الجلال البدن " " " " ۳۲۹/۳

میں تنو ادنٹ دہی بھیجے، ان پر جو بلیں تھیں کہ حکم اقدس سے بعد نحر تصدق کی گئیں کما تقدیر عن صحیح البخاری (جیسا کہ صحیح بخاری سے گورا —————) حجۃ الوداع شریف کھل بہار کے موسم میں تھا، فقیر نے حساب کیا ۹ رزی الحجۃ سلمہ ہجریہ روز جمعہ کو چھٹی مارچ ۱۳۲۱ھ تھی، ولہذا علماء اے ماہ تحویل حمل میں بتاتے ہیں۔ صحیح بخاری میں خطبہ حجۃ الوداع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہم ذی الحجہ کو ارشاد فرمایا،

الزمان قد استدار کھینٹا یوم خلق اللہ السموات والارض ، وفيہ قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعلموا شہر ہذا قلنا اللہ ورسولہ اعلموا قال الیس ذوالحجۃ ، قال فاعلموا یوم ہذا ، قلنا اللہ ورسولہ اعلموا قال الیس یوم النحر ؟

زمانہ اس دن کی حیثیت پر گردش کر رہا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا تھا، اسی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد وہی ہے کہ یہ کون سا مہینہ ہے، ہم (صحابہ) نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ کون سا دن ہے، ہم نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا یہ یوم النحر نہیں ہے؟

امام ابن حجر نے فتح الباری کتاب بئ التلقین میں، پھر امام قسطلانی نے ارشاد الساری میں نقل کیا کہ یہ ارشاد اقدس تحویل حمل کے مہینے میں تھا۔

حیث قال نزعہم یوسف بن عبد الملک فی کتابہ تفضیل الازمانہ میں کہا ہے بیشک رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ گفتگو مارچ کے مہینے میں صادر ہوئی جس کا نام رومی میں آذار اور

عہ یعنی اس وقت کی تعبیر میں، ورنہ آغاز سن عیسوی کے حساب دسویہ مارچ تھی، جیسا کہ ہم نے اپنے ایک رسالہ متعلقہ ”تحقیق سال عیسوی“ میں ثابت کیا ۱۲۱۲ھ قدس سرہ

بالرومية وهو بزوايا بالقطبية و فيه
يستوى الليل والنهار عند حلول الشمس
برج الحمل
قبطی میں بزوايا ہے، اور اس میں میں سورج
کے برج حمل میں حلول کرنے کے وقت رات اور دن
برابر ہوتے ہیں۔ دت،

اقول مراد یہ ہے کہ اُس میں میں تحول حمل ہوتی ہے نیز کہ اس میں تحول حمل تھی، ہم نے نیز کہ آئنگ بیگی سلفانی

عنه مطلوب سنہ کی تقویم ہے، لہذا جدول سالہائے مبسوطہ ناقصہ سے دو سال تلاش کیا کہ ۱۰ کم کر کے ۲۰ پر صبح
منقسم ہو وہ منقسم تھا، طول ہر قند محکا طول دوم محترم حرم سے مابین طویلین السحب او حاصل
تفریق ۸۰ م

بازار	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰
۹۰۰	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰
۱۲۰	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰
بازار منقسم بتفریق آل ازیس	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰
بہر غرہ سنہ	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰
+ اذی الحجۃ ایوم ناقص مابین	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰
طویلین	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰
+ تعدیل الايام	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰
+ تعدیل المركز	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰
+ اوج	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰
تقویم	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰

لے فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب بدر الخلق باب ما یجاری فی سبع ارضین دار المعرفۃ بیروت ۲/۶
ارشاد الساری - - - - - دار الکتاب العربی بیروت ۲۵۵/۵

اور نیک اجدہا اور خانی، دوزیخوں سے نصف النہار حقیقی مرکز معطلہ دہم ذی الحجہ سنہ ہجریہ مطابق یازدہم ذی الحجہ وسطیہ روز شنبہ کی تقویم شمس نکالی، دوفوں سے حوت کے ایکسوی درجے میں آ کی اول سے حوت کے بیس درجے سینتیس دقیقے اتالیس ثانیہ، دوم سے بیس درجے چھتیس دقیقے پچاس ثانیہ، بلاشبہ اس تقویم کا موسم ان ملکوں خصوصاً مکہ معطلہ اور اس کے قریب العرض شہروں میں نہایت معتدل موسم ہوتا ہے، نہ رات کو برف نہ دن کو ٹو، نہ ہر سات کی مکھیاں، تو جن حاجات کے لئے جو لیں ڈالتے ہیں

عہدہ ۱۲۵۱-۱۰-۱۲۲۱ فاضل برقصانیف سی ۱۱ و تضایف ۱۲۳۰ + ۳۰ = ۱۲۶۰

بازار کے ۱۲۰۰			بازار کے ۶۰		
ج	وسط	ج	ج	وسط	ج
۶	و	م	۶	و	م
ب	و	ح	ب	و	ح
۵	ن	ل	۵	ن	ل
د	ب	س	د	ب	س
۴	ک	ل	۴	ک	ل
۳	ک	ر	۳	ک	ر
۲	ن	ل	۲	ن	ل
۱	ا	ب	۱	ا	ب
بازار سرت ند قدمنہ			بازار سرت ند قدمنہ		
۶	و	م	۶	و	م
ب	و	ح	ب	و	ح
۵	ن	ل	۵	ن	ل
د	ب	س	د	ب	س
۴	ک	ل	۴	ک	ل
۳	ک	ر	۳	ک	ر
۲	ن	ل	۲	ن	ل
۱	ا	ب	۱	ا	ب
بازار اریس و تعدیل ایام قدمنہ			بازار اریس و تعدیل ایام قدمنہ		
۶	و	م	۶	و	م
ب	و	ح	ب	و	ح
۵	ن	ل	۵	ن	ل
د	ب	س	د	ب	س
۴	ک	ل	۴	ک	ل
۳	ک	ر	۳	ک	ر
۲	ن	ل	۲	ن	ل
۱	ا	ب	۱	ا	ب
حصہ اش از وسط لوند لم			حصہ اش از وسط لوند لم		
۶	و	م	۶	و	م
ب	و	ح	ب	و	ح
۵	ن	ل	۵	ن	ل
د	ب	س	د	ب	س
۴	ک	ل	۴	ک	ل
۳	ک	ر	۳	ک	ر
۲	ن	ل	۲	ن	ل
۱	ا	ب	۱	ا	ب
+ حصہ تعدیل ایام زائد			+ حصہ تعدیل ایام زائد		
۶	و	م	۶	و	م
ب	و	ح	ب	و	ح
۵	ن	ل	۵	ن	ل
د	ب	س	د	ب	س
۴	ک	ل	۴	ک	ل
۳	ک	ر	۳	ک	ر
۲	ن	ل	۲	ن	ل
۱	ا	ب	۱	ا	ب
تعدیل المرکز			تعدیل المرکز		
۶	و	م	۶	و	م
ب	و	ح	ب	و	ح
۵	ن	ل	۵	ن	ل
د	ب	س	د	ب	س
۴	ک	ل	۴	ک	ل
۳	ک	ر	۳	ک	ر
۲	ن	ل	۲	ن	ل
۱	ا	ب	۱	ا	ب
۲۰ وسط			۲۰ وسط		
۶	و	م	۶	و	م
ب	و	ح	ب	و	ح
۵	ن	ل	۵	ن	ل
د	ب	س	د	ب	س
۴	ک	ل	۴	ک	ل
۳	ک	ر	۳	ک	ر
۲	ن	ل	۲	ن	ل
۱	ا	ب	۱	ا	ب
تقسیم			تقسیم		
۶	و	م	۶	و	م
ب	و	ح	ب	و	ح
۵	ن	ل	۵	ن	ل
د	ب	س	د	ب	س
۴	ک	ل	۴	ک	ل
۳	ک	ر	۳	ک	ر
۲	ن	ل	۲	ن	ل
۱	ا	ب	۱	ا	ب

عہدہ خیالی ایسا ہی تھا کہ اس مہینہ میں تاریخ وسطی، ہلال سے ایک مقدم ہے استخراج تقویمات کے بعد دیکھا تو زمینہ مطابقت پر آیا، قریہ تقویم ۱۱ بی ذی الحجہ کی ہوئی، بہر حال مطلوب حاصل ہے کہ ۱۱ کی تقویم ایک درجہ کم حوت کے بیسویں ہی درجہ میں رہی۔ منہ قدس سرہ

حالانکہ ضرورتِ وقتِ نحرِ بدفوں کے بدن پر تھیں، بلکہ وہی طریقہ مسنونہ نحر کی ضامن ہوئیں۔
صحیحین میں زیادہ جہیر سے ہے،

سأیت ابن عمر عن ابي علي ساجل قد انسخ
بدنه فيقول ابعثها قياما مقيدة سنة محمد
صلى الله تعالى عليه وسلم
میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا آپ ایک
ایسے مرد کے پاس آئے جو اپنے اذن کو بٹھا کر
نحر کر رہا تھا، انھوں نے فرمایا اس کو کھڑا کر کے
باندھو یہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
سنت ہے۔ (ت)

عمدة القاری میں ہے،

مقيدة معناه معقولة برجل وهي قاضية
على الثلاث
بالمجملہ اگر کوئی اپنا گھر تصدق کر دے اور اس پر قادر ہو، مانعت نہیں، نظام اس میں ہے
کہ قرطانی کی جھولیں دسیاں تصدق کرنے کا حکم ہے، اس کا کہیں ثبوت نہیں، نہ حدیث میں نہ فقہ میں،
ومن ادعی فعلیه البیان (جود نوی کرے دلیل بیان کرنا اس پر لازم ہے۔ ت) ولہذا آج تک
مسلمانوں میں کہیں اس کا رواج مسموع نہیں، البتہ اگر کوئی شخص تعظیم ضحایا کے لئے ان پر جھولیں ڈالے
اور انھیں حسب حیثیت مزین و بیش بہا کرے، اور اُس سے شہداء اسلام کی زینت اور فقرائے مسکین
کی منفعت چاہے تو ضرور اُسے ان جھولوں کے تصدق کا حکم دیا جائے گا، اور اُس سے باز رہنا اُسے
شفیع ہو گا کہ اللہ عزوجل سے وعدہ کر کے رجوع نہ ہو، کسا بیدنا فی فتاونا وباللہ التوفیق (جیسا کہ
ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا اور توفیق اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب العقیقہ (عقیقہ کا بیان)

مسئلہ ۲۹۶ از بریلی مسؤلہ ذواب مروی سلطان احمد خان صاحب ۲ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ
اگر شخص عقیقہ دو یا زیادہ طفلان خود ادا کند پس بوقت اگر کوئی شخص دو یا اس سے زیادہ بچوں کا عقیقہ کرے
ذبح شاة نیت ہر بچہ کافی ہو یا برائے ہر اک جانور تو کیا ایک بکری ذبح کرتے وقت تمام کی طرف سے
نیت کر لینا کافی ہے یا ہر ایک کی طرف سے علیحدہ علیحدہ باید۔
جانور ہونا چاہئے۔ (ت)

الجواب

گاہ و شتر از ہفت بچہ پسند کند و بڑہ گو سفند گائے اور اونٹ سات بچوں کی طرف سے کافی ہے
جز یک را کفایت نیست، کما فی الاضحیۃ۔ جبکہ بھیڑ اور بکری ایک سے زیادہ بچوں کے لئے
واللہ تعالیٰ اعلم۔ کفایت نہیں کرتیں۔ جیسا کہ اٹھتے ہیں ہے،
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹۷ از چنڑ گڑھ اود سے پوڑ میواڑ مرسلہ نور محمد ولد عبد الحکیم چھینہ ۵ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عقیقہ کیا اور اس کے
چمڑے کی قیمت کر کے قبل وصول قیمت اتنے ہی روپے کا اپنے پاس سے سامان منگو کر کھانا پکوا کر کچھ کھانا اباحت

اپنے مکان پر فقرا اور مساکین پر اور کچھ تعلیم کا ان پر صرف کر دیا، نیز قیمت چڑھ کے علاوہ اسے گوشت میں زائد سامان شامل کر کے گھر والوں نے بھی کھایا، اور بڑا امتیاز غنی و فقیر اپنے خویش و اقارب کو بھی کھلایا، حالانکہ عیسقہ کے چمڑے کے داموں کا فروخت کرنا، یا اشیائے مستهلكہ کے ساتھ مبادلہ کرنا اپنے تصرف میں لانے کے لئے ناجائز ہے تو اس شخص نے قیمت کی اشیائے مستهلكہ خریدیں، وہ مساکین پر تصدق کیں، اس کے بعد جب اس نے چمڑے کا دام لے کر اس کا تصرف کرنا ناجائز سمجھا تو ابھی تک کہ چمڑہ کے دام نہیں لئے تھے اسی روز بیع چمڑہ فسخ کر کے قیمت سے انکار اور اس کے مبادلہ میں اشیائے غیر مستهلكہ یا قسم پارچہ یا فروٹ لینا مقرر کیا۔

اندریں صورت اس شخص کا چمڑا کی قیمت کر کے بلا اخذ اسے اپنے داموں سے لے کر، پکڑا کر مساکین پر تصدق کرنا اور اس میں زائد سامان پکڑا کر خویش و اقارب کو کھلانا، اور اس کے بعد اس کے ناجائز ہونے کے خیال سے بیع فسخ کر کے اب اس کا مبادلہ کرنا جائز ہوا کہ نہیں، یمینو البند کتاب قوجہروا عند اللہ یوم الحساب۔

الجواب

حرم قربانی سے متول منوع ہے، فقرا پر صرف منوع نہیں

لقولہ صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوا
نہی اکرم علی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس
ارشاد کی وجہ سے کہ کھاؤ، ذخیرہ کرو اور صدقہ

کرو۔ (ت)

تبعین الحقائق میں ہے: لانه قربۃ کا تصدیق (کیونکہ یہ صدقہ کرنے کی مثل قربت ہے۔ ت)
وہ اگر فقرا کے لئے بیچتا اور اسی قیمت میں اور دام ڈال کر کھانا فقرا اور گھر والوں کے لئے پکاتا تو بڑا کر تا تصدیق و متول کا غلط تفسیر تھا، لیکن وہ قیمت ہنوز نہ لی تھی، اپنے ذہن سے اس کے بدلے اور روپیہ لے کر اس کا معاوضہ کھا، یہ اس کی جہالت تھی، لیکن اس سے اس کھانے میں کوئی خبیث نہ آیا اور نہ گھر والوں کے کھانے میں کچھ حرج ہوا، وہ دونوں اس کے خاص اپنے مال تھے، اسے اختیار تھا جہاں چاہے صرف کرے، مگر وہ نیت کہ قیمت حرم قربانی میں فقرا کے لئے یہ کھانا اس کا حوض نہیں ہو سکتا اگر روپے کے عوض بیچتا وہ روپے اسے قرب میں ہی صرف کرنے ہوتے۔ اب کہ وہ بیع فسخ کر دی، اور اشیائے باقیہ

بلا، اس تبدیلی سے ثواب و ظروف جو حاصل کئے، مباح الاستعمال ہیں، مگر تصدق کی نیت سے عدول ہوا۔ اور یہ مکروہ ہے، لہذا مناسب یہ ہے کہ اسے قربات و فقر اور ہی پر صرف کر دے۔

غایۃ البیان علامہ اعلیٰ شریعہ ہدایہ میں شرح مختصر الکفری للامام القدوری رحمہ اللہ قول ہے: جواز الاشراء بعد الشراء الا ضیحة محمول علی ان ملکہ لا یزول بالشراء الا انہ یکون لانتہ قد وعد وعدا فلا ینفق امن یرجع فیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قربانی کے لئے جانور خریدنے کے بعد اس میں دوسرے کو شریک کرنے کا جائز ہوتا اس بات پر محمول ہے کہ خریداری کے سبب سے اس کی ملکیت زائل نہیں ہوتی، مگر ایسا کرنا مکروہ ہے، کیونکہ اس نے ایک وعدہ کیا ہے جس رجوع کرنا مناسب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم دت،

مسئلہ ۲۹۸ ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا قربانے میں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید نے حقیقہ کے لئے دو راہیں خریدیں، بائع کہتا ہے میرے قیاس میں یہ اس ساٹھ دس مہینے کی ہے، دوسری میں بھی شبہ ہے، بغا بر فرہ ہیں، ان کی مسترد پانی درست ہے یا نہیں؟

(۲) قصاب نے حقیقہ کے لئے ایک بکری خریدی، وہ کہتا ہے سال بھر کی ہے، مگر دیکھنے سے اس کی حالت اس قابل نہیں، سال بھر کا بچہ جو دانت توڑتا ہے وہ اس نے ابھی نہ توڑے، تو اس صورت میں اس کا حقیقہ کیا جائے یا نہیں؟ بیعت واقعہ۔

الجواب

(۱) سال بھر سے کم کی بکری حقیقہ یا قربانی میں نہیں ہو سکتی، اگر مشکوک حالت ہے تو وہ بھی ایسی ہی ہے کہ سال بھر کی نہ ہونا معلوم ہو لکن عدم العلم بتحقیق الشرط کعلم العدد (کیونکہ شرط کے متحقق ہونے کا عدم علم اس کے عدم تحقق کے علم کی طرح ہے۔ مثلاً خصوصاً یا شیخ کا بیان کہ وہ اس سے زیادہ آگاہ ہے، اور سال بھر سے کم کی ظاہر کرنے میں اس کا کوئی نفع نہیں بلکہ اس کا عکس متوقع ہے کہ جب مشتری اپنے مطلب کی نہ جانے گا نہ لے گا۔ واللہ

تعالیٰ اعلم۔

(۲) جبکہ سال بھر کامل ہونے میں شک ہے تو اس کا حقیقہ ذکر کریں، اور قصاب کا قول یہاں کافی نہیں کہ چکنے میں اس کا نفع ہے اور حالت ظاہرہ اس کی بات کو دفع کر رہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۰ کیا حکم ہے شرع مطہر کا دوبارہ حقیقہ کے؟

(۱) جانور ذبح کئے جائیں ان کی عمر کیا ہونا چاہئے، اور اگر کسی عضو میں نقصان رکھتے ہوں وہ کام میں دسکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) گوشت کی تقسیم کس طرح کی جائے، آیا کھانا پکا کر کھلانا افضل ہے یا گوشت کا تقسیم کر دینا؟

(۳) گوشت میں کوئی حصہ والدین کا بھی ہے یا نہیں؟

(۴) واپسی عضو کی مستحق ہے اور حجام و سقہ و خاکروب، دھوبی وغیرہ؟

(۵) پوست کے دام قیمت جانور میں مجرا کرنا اور خالگی خرچ میں ملنا جائز ہے یا نہیں؟ کیا طریقتہ افضل ہے؟

(۶) جانور کو ذبح کس کو کرنا چاہئے؟ اور دعائے حقیقہ کس طرح اور کس کو پڑھنا چاہئے؟

(۷) ہڈیاں توڑنا چاہئے یا نہیں اور دفن کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۸) مدت اور روزہ حقیقہ کیا ہونا چاہئے؟

(۹) لڑکے اور لڑکی کے حقیقہ میں تعداد جانوروں کی دو و ایک ہونی چاہئے یا ایک ایک؟

(۱۰) اجرت قصاب کی داموں میں مجرا ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۱۱) اگر وہ جانور ہوں تو ان کی بری و پائے ایک حجام کو، ایک سقہ کو دی جاسکتی ہے یا دونوں حجام کو؟ بیعتوا توجبروا۔

الجواب

(۱) ان امور میں احکام حقیقہ مثل قربانی میں، اعضا سلامت ہوں، بکرا بکری ایک سال سے کم کی جائز نہیں، بھیڑ، مینڈھا چھ مہینہ کا بھی ہو سکتا ہے جبکہ آستانہ ذہ و فریہ ہو کہ سال بھر والوں میں ملا دیں تو دور سے متمیز نہ ہو۔

(۲) گوشت بھی مثل قربانی تین حصے کرنا مستحب ہے، ایک اپنا، ایک اقارب، ایک مساکین کا۔ اور چاہے تو سب کھائے خواہ سب بانٹ دے، جیسے قربانی۔ اور پکا کر کھلانا کچا تقسیم کرنے سے افضل ہے۔

(۳) حصہ ضروری کسی کا بھی نہیں، استحبی حصہ میں تمنا ہی اپنا رکھا گیا ہے، والدین کھا سکتے ہیں، اس کی ممانعت جو مشہور ہے، صحیح نہیں۔

(۴) والی یعنی بنائی کو ایک ران دی جائے جبکہ وہ مسلمان ہو، جاہلوں میں جو ہندو بنائیاں یا مس ڈاکٹریں بلائی جاتی ہیں، یہ حرام ہے۔ حجام، ستھا، خاک رُوب، دھوبی کا کوئی خاص حق نہیں۔

(۵) پوست دامن کو بیچ کر اپنے صرف میں لانا منع ہے، اور قیمت میں بڑا کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ جانور پہلے خرید کر ذبح کر لیا، اب پوست قصاب نے مول لے لیا، اس کے آتے ہوئے دامن میں یہ دام وضع کر لے، یوں اپنے صرف کے لئے بیگناہ ہوا مگر جانور کی خریداری میں خلل نہ آیا، دوسرے یہ کہ خریدتے وقت شرط کر لی کہ کمال اتنے کو تجھے لینا ہوگا، یہ سب سے جانور کی خریداری ہی کو حرام و فاسد کر دے گا، اُن پر فرض ہو گا کہ اُس عقد کو فسخ کر دیں، پھر اُسے ذبح کر کے اسے خرید کر عقیقہ میں ذبح کرے، ہاں بعینہ پوست کی جلد یا ڈول یا باغنازو وغیرہ بنا کر اپنے صرف میں لاسکتا ہے یوں ہی برتن کپڑے وغیرہ اُن اشیاء کے عوض بیچ سکتا ہے جو قائم رکھ کر استعمال میں آتی ہیں، نہ دام یا امانع وغیرہ جن کا استعمال اُن کو ختم کرنے سے ہوتا ہے، اور کادغیر میں دے دینا اپنے صرف میں لانے سے افضل ہے۔

(۶) باپ اگر حاضر اور ذبح پر قادر ہو تو اسی کا ذبح کرنا بہتر ہے کہ یہ شکرِ نعمت ہے، جس پر نعمت ہوئی وہی اپنے ہاتھ سے شکر ادا کرے، وہ نہ ہو یا ذبح نہ کر سکے تو دوسرے کو قائم کرے یا کیا جائے، اور جو ذبح کرے وہی دعا پڑھے، عقیقہ پیر میں کہ باپ ذبح کرے دعا یوں پڑھے:

اَللّٰهُمَّ هٰذِهِ عَقِيْقَةُ ابْنِيْ فُلَانٍ وَهٰذَا	اے اللہ! یہ میرے غلام بیٹے کا عقیقہ ہے، اس کا
يَدَمِيْمٌ وَ لَحْمُهَا يَنْتَحِيْمٌ وَ عَظْمُهَا	خون اس کے خون، اس کا گوشت اس کے گوشت،
بِعَظْمِيْمٍ وَ جِلْدُهَا يَجِلْدُ وَ شَعْرُهَا	اس کی ہڈی اس کی ہڈی، اس کا چمڑا اس کے
بِشَعْرِيْمٍ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا فِدَاؤًا	چمڑے اور اس کے بال اس کے بال کے بدلے
لِابْنِيْ مِنْ التَّائِيْدِ بِمَسْرِ اللّٰهِ	میں ہیں۔ اے اللہ! اس کو میرے بیٹے کے لئے
اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔	جہنم کی آگ سے فدیہ بنا دے، اللہ تعالیٰ کے

نام سے، اللہ بہت بڑا ہے۔ (ت)

فلاں کی جگہ پیر کا جو نام رکھتا ہو، لے۔ دختر جو تو دونوں جگہ ابنی کی جگہ بیٹی، اور پانچوں جگہ ہ کی جگہ ہا کے اور دوسرا شخص ذبح کرے تو دونوں جگہ ابنی فلاں یا بیٹی فلاں کی جگہ

فَلَا يَرْجُو فُلَاۤنٌ يَّأْتِي فُلَانَةً بِنَتِّ فُلَانَةٍ كَعَمَلِهِ - بچے کو اس کے باپ کی طرف نسبت کرے۔

(۷) ہڈیاں توڑنے میں حرج نہیں، اور نہ توڑنا بہتر، اور دفن کر دینا افضل۔

(۸) حقیقہ ساتویں دن افضل ہے، نہ ہوسکے تو چودھویں، ورنہ اکیسویں، ورنہ زندگی بھر میں جب کبھی بڑا وقت دن کا ہو، رات کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔

(۹) تم سے کم ایک تو ہے ہی، اور پسر کے لئے دو افضل ہیں، استطاعت نہ ہو تو ایک بھی کافی ہے۔

(۱۰) گوشت بنانے کی اجرت دعوں میں مجرا کر سکتا ہے۔

(۱۱) ہرے پاسے خود کھائے خواہ اقربا و مساکین جسے چاہے، خواہ سب حجام یا سب سقا کو دے دے۔

شرع مقرر ہے ان کا کوئی خاص حق اس میں مقرر نہ فرمایا، فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از پھر و کئی ضلع حلیہ ڈاکخانہ اکبر پور مستر سید محمد ولی عالم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ،

(۱) چلے کے اندر حقیقہ کرنا جائز ہے یا تاخیر؟

(۲) ایک خستی سے حقیقہ ہو گایا نہیں؟

(۳) گوشت حقیقہ کا آبا و اجداد کو کھانا چاہئے یا نہیں؟

(۴) ہڈی نہ بوج کی توڑنا جائز ہے یا نہیں؟ بقیہ توجہ وادار۔

الجواب

(۱) حقیقہ ولادت کے ساتویں روز سنت ہے، اور یہی افضل ہے، اور نہ چودھویں، اور نہ اکیسویں دن۔

(۲) خستی حقیقہ اور قربانی میں افضل ہے۔

(۳) حقیقہ کا گوشت آبا و اجداد بھی کھا سکتے ہیں، مثل قربانی اس میں بھی تین حصے کرنا مستحب ہے۔

(۴) اس کی ہڈی توڑنے کی ممانعت میں علماء تفاوت نہ توڑنا بہتر جانتے ہیں، پسر کے حقیقہ میں دو جا فور

انٹل پیر، اور ایک بھی کافی ہے اگرچہ خستی نہ ہو۔ حقوق الدیوبہ میں ہے،

السراج الوداع میں فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنی اولاد

کا حقیقہ کرنا چاہے تو لڑکے کی طرف سے دو بکریاں

اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرے۔ اگر لڑکے

کی طرف سے ایک بکری ذبح کی تب بھی جائز ہے کہ لڑکے

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن

قال فی السراج الوہاج اذا اراد ان

یعتق عن الولد ید بقر عن الغلام شاة

وعن المجاریة شاة، ولو ذبح عن الغلام

شاة جاز لا تـ۔ النبی صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم عفی عن الحسن

والحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کبشا
کبشا اولوقدم الذبیح قبل یوم السابع
او اخرعنه جاز الا ان یوم السابع افضل
والستحب ان یفصل لجمہا ولا یکسر
عظمہا تفاولا بسلامة اعضاء الولد،
وریاکی ویطعم ویصدق
اور پڑیوں کو توڑنا نہ جائے، خو دکھائے، دوسروں کو کھلے اور صدقہ کرے۔ (ت)

اسی میں ہے، وحکمہا کاحکام الاضحية (حقیقہ کا حکم قربانی کے احکام کی طرح ہے۔ ت)
رد المحتار میں ہے،

فی البذر اتم افضل الشاء ان یکون
کبشا اصلہ اقرن موجودہ و اللہ
تعالیٰ اعلم۔
برائے میں ہے افضل قربانی یہ ہے کہ عینہ ٹھاچہ کبیرا
سیٹوں والا اور خسی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۱۵ مسئلہ احمد شاہ خاں از موضع ٹکریا سادات ضلع بریلی

حیدرآباد کے روز حقیقہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۶ از سرسینا تھانہ جہاں آباد ضلع پٹی جیٹ مسئلہ شیخ ممتاز حسین صاحب

۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، زید نے اپنے لڑکے کا عقیقہ کیا۔ سر کے بال منڈوا کر
چاندی وزن کر کے حجام کو دے دی، مسکین کو دینی چاہئے تھی اور بکری کا سر حجام کو، اور ایک دان
بھنگن کو، کہ وہی داتی تھی، اس طرح عقیقہ ہو آیا نہیں، جوانی یا بڑھاپے میں عقیقہ کر سکتا ہے یا

۱۔ العقود والذبیح کتاب الذبائح ارگ بازار قندھار افغانستان ۲۳۲/۲ و ۲۳۳

۲۔ " " " " " ۲۳۲/۲

۳۔ رد المحتار کتاب الاضحية دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۱۱/۵

نہیں؟ بیتوا تو جروا۔

الجواب

بھنگن یا کسی کافر کو جنائی بنانا سخت حرام ہے، نہ کافر کو ران دی جائے، اور بالوں کی چاندی مسکین کا حق ہے، نائی مسکین ہو تو مضائقہ نہیں، اصل حکم یہ ہے۔ پھر جس نے اس کے خلاف کیا بھنگن کو ران، غنی نائی کو چاندی دی تو بُرا کیا۔ مگر عقیقہ ہو گیا، بری کے بارے میں کوئی خاص حکم نہیں جسے چاہے دے، جس کا عقیقہ نہ ہوا ہو وہ جو انی بڑھاپے میں بھی اپنا عقیقہ کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۱۹۹
میں از موضع خورد مشو ڈاک خانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنگلی مرسلہ صفدر علی صاحب

۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) حکم ہے کہ عقیقہ میں سرنائی کو اور ران دائی جنائی کو دی جائے، فی زمانہ جنائی اکثر چاروں یا ڈوسن ہوتی ہے اور ان کا مذہب ظاہر ہے تو کیا ران مذکور بوجہ حکم جنائی کو چاروں ہے یا ڈوسن ہے دی جائے۔

(۲) گوشت عقیقہ کا صاحب عقیقہ یا اس کے والد کے کھانے کی نسبت اکثر بزرگ تحریر فرماتے ہیں کہ درست ہے، اور بعض بزرگ تجویز فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے اور نہ کھانا النسب ہے، تو اب قطعاً حکم معلوم ہونا چاہئے، کیا کیا جائے، جو طریقہ دست نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف نہ ہو۔

(۳) اکثر دیکھا گیا کہ دو گ بکرا منگھا کر اور اس کو لڑکے یا لڑکی کے نام ذبح کر کے کچھ گوشت چیل، کوڑا کو کھلاتے ہیں، اور کچھ فقرا، کو تقسیم کرتے ہیں، یہ فعل کس حد تک صحیح ہے؟

الجواب

(۱) سرنائی کو دینے کا نہ کہیں حکم نہ ممانعت، ایک رواجی بات ہے، جنائی کو ران دینے کا حکم البتہ حدیث ہے، مگر کافر سے یہ کام لینا حرام ہے، کافر سے مسلمان عورت کو ایسے پردے کا حکم ہے جیسے مرد سے کہ سوا منہ کی نکلی اور ہتھیلیوں اور ٹکڑوں کے کچھ نہ دکھائے، نہ کہ خاص جنائی کا کام۔

مجھے شرح قدوری و تنویر الابصار دور بخار میں ہے،

الذمیۃ کالرجل الاجنبی فی الاصح فلا تنظر الی
بلان المسلمۃ علیہ
صحیح قولی کے مطابق ذمیر عورت اجنبی مرد کی طرح
ہے لہذا وہ مسلمان عورت کے بدن کو نہ دیکھے (ت)

سے دور بخار شرح تنویر الابصار بحوالہ مجھے کتاب المنظر والہاتہ فصل فی المنظر مطبع مجتہائی دہلی ۲۳۲/۲

غایۃ البیان میں ہے :

لیس للمؤمنۃ ان تتجرد بین یدی مشرکۃ
او کتابیۃ لیس
مومنہ عورت کو مشرک یا کتابیہ عورت کے سامنے
ننگا ہونا جائز نہیں (ت)

سراج و دایج ، نصاب الاحکام و شرح الدرر اللطائف و شرح ہدیر ابن العباد للعاروف
عبد الغنی و رد المحتار میں ہے :

لا یحل للمسلمۃ ان تنکشف بینه یدی
یہودیۃ او نصرانیۃ او مشرکۃ الا ان تکون
امۃ لہا یم
مسلمان عورت کو یہودی ، نصرانی یا مشرک عورت
کے سامنے ننگا ہونا حلال نہیں سوائے اس کے
کہ وہ اس کی لونڈی ہو۔ (ت)

پھر اگر کسی نے اپنی حماقت سے اس گناہ کا ارتکاب کیا ، او کان صحیحہ الاضطرار الیہ (یا اس
کی طرف شدید مجبوری ہو۔ ت) تو اس کو ران وغیرہ کچھ زدیں کہ کافروں کا صدقات وغیرہ میں کچھ
حق نہیں ، نہ اس کو دینے کی اجازت۔ غایۃ سروری و بحر الرائق و در مختار وغیرہ میں ہے :
اما الحربی ولو مستأمناً فجمیعہ الصدقات
لا یجوز لہ اتفاقاً
لیکن کافر حربی اگرچہ مستامن ہو اس کو تمام صدقات
دینا بالاتفاق ناجائز ہے۔ (ت)

در آئیر میں ہے :
صلتہ لا تکون برا شرعاً ، و لذلک لا یجوز
الطوع الیہ
اس کے ساتھ صلہ رحمی شرعی طر پر نیکی نہیں ، یہی
وجہ ہے کہ اس پر احسان کرنا جائز نہیں (ت)
(۲) عقود الدریہ وغیرہ کتب میں تصریح ہے کہ احکامہا احکام الاضحیۃ حقیقۃ کے احکام
وہی ہیں جو قربانی کے۔ وہی تین حصے اس میں مستحب ہیں : ایک اپنا ، ایک عزیزوں دوستوں کا ، ایک
مسکینوں کا۔ خود بھی کھائے ، ماں باپ بھی کھائیں۔ ممانعت بے اصل ہے۔

۱	رد المحتار	کتاب المحظورات الاباحۃ	فصل فی الشکر	دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۳۸/۵
۲	"	"	"	"
۳	در مختار	کتاب الزکوۃ	باب المصروف	مطبع مجتہبی دہلی ۱۴۱/۱
۴	رد المحتار بحوالہ معراج الدریۃ	"	"	دار احیاء التراث العربی بیروت ۶۸/۲
۵	عقود الدریۃ	کتاب الذبائح	"	ادگ بازار قندھار افغانستان ۲۳۳/۲

(۳) مساکین کو دیں، چل، کوڑوں کو کھانا کوئی معنی نہیں رکھتا، یہ فاسق ہیں، اور کوڑوں کی دعوت
 ربہم ہنود۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲ ۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ عقیقہ کے جانور کی استخوان توڑنا اور گوشت کے
 ساتھ پکانے کو عدم جواز کہتے ہیں، اور جواز کی دلیل چاہتے ہیں، اور استخوان اور پوست زمین میں دفن کرنا جائز
 ہے یا نہیں؟ بیتنا تو جہودا۔

الجواب

پڑیاں توڑنے میں کوئی حرج نہیں، ناجائز کئے والا دلیل بیان کرے، کہاں سے ناجائز کہتا ہے؟
 یہ شافعیہ کے یہاں ہے، وہ بھی مستحب طور پر نہ کہ واجب کہ توڑنا ناجائز ہو، خود بلا دلیل ناجائز کہہ دینا اور
 جواز پر اٹنے دلیل مانگنا حماقت ہے، اور استخوان خالی دفن کریں، پوست دفن کرنا گناہ ہے کہ مال کو
 ضائع کرنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۲ از شہر پونہ جامع مسجد مسئلہ محمد ابراہیم صاحب بروز شنبہ ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامیانہ شرع میں کہ بچے کا عقیقہ کیا جائے، لاکے کے پاں باپ،
 نانا نانی، دادا، ماموں وغیرہ گوشت عقیقہ کا کھائیں یا نہیں؟

الجواب

سب کھا سکتے ہیں، یہ مسئلہ لوگوں میں غلط مشہور ہے مگر او نسند قراوان تجروداً (کھاؤ، حدیث کرو
 اور ابرکناؤت، عقود الدیرہ میں ہے، احکامہ الاحکام الاضحیۃ (عقیقہ کے احکام وہی ہیں جو
 قربانی کے ہیں۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲ از کیمپ میرٹھ ہال لکھنؤ بازار بنگلہ سول سارجن مرسلہ شیخ احمد بخش ملازم کرنل
 ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عقیقہ میں جانور کی ہڈی توڑنا جائز ہے یا نہیں؟
 بیتنا تو جہودا۔

لے صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب بیان ما کان من النہی عن لحوم الاضاحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۵۸/۴
 شہن ابی داؤد کتاب الضحایا باب جس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲۳/۴
 سنۃ العقود الدیرۃ کتاب الذبائح ارگ بازار قندھار افغانستان ۲۲۳/۴

الجواب

تورنے میں حرج نہیں، اور نہ توڑنا بہتر ہے،

قال الشيخ المحقق في شرح المشكوة انه
مذهب الامام مالك، والكسر مذهب الامام
شافعي، قلت وقد صرح علما ان مذهب
عالم المدينة رضي الله تعالى عنه اذ اب الى
مذهبنا وبصار اليه حيث لانس من اصحابنا
هكذا في رد المحتار وغرض العيون، قلت
لا سيما في مثل ما نحن فيه، فان الكسر
لا يلبس عند مالك، ولو لم يحكم
لعمري اقبه الشافعي رضي الله عن الائمة
اجمعين - والله تعالى اعلم.

نہیں، اور اگر نہ توڑے تو امام شافعی اس پر عتاب نہیں فرماتے، اللہ تعالیٰ ہمارے تمام اعمالوں پر
راضی ہو۔ (اللہ تعالیٰ اعلم دت)

مسئلہ ۳۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عقیقہ کا گوشت والدین کو کھانا حرام ہے
یا ناجائز؟ یقیناً توجسوا۔

الجواب

جائز ہے اگر سب آپ ہی کھالیں جب بھی حرج نہیں بقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حطلوا
واخذوا (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ کھاؤ اور ذخیرہ کرو۔ ت)
ہاں بہتر یہ ہے کہ لا اقبل بقدر ثلث (کم از کم تہائی کو۔ ت) خیرات کر دے، اور ایک دان
دائی کا حق ہے، ایک ثلث عزیزوں قریبوں میں تقسیم کریں، ایک ثلث اپنے کھانے کے لئے،
بذلك ورد الحديث. واما جواز الاحکال اس پر حدیث وارد ہے، لیکن کھانے کا جواز
فان النذر انما يقوم بامرافة السوء تو اس لئے ہے کہ عقیقہ تو جانور کا خون بہانے

والصدق باللحم خارج عنه كالأضحية والدم
 ودر شکر لاجب، وقد صرح العلماء كالشيخ في
 السمات وغيره في غير هاتان الحقيقة كالأضحية
 في جميع الشرائط والأحكام. ومعلوم ان
 الاضاحي تقسم لمجموعها اثلاثا ثلث طعمه و
 ثلث هدية وثلث صدقة وهذا ايضا على
 وجه الاستحباب دون الوجوب، الحق لو اكل
 الكل جاز فكذا الحقيقة، والله تعالى اعلم.
 خود کھانے کے لئے، دوسرا حصہ پیرو تحفہ کے لئے اور تیسرا حصہ صدقہ کے لئے، اور ایسا کرنا بھی مستحب ہے
 نہ کہ واجب، یہاں تک کہ اگر تمام گوشت خود کھالے تب بھی جائز ہے، لہذا ایسا ہی معاملہ حقیقت میں ہوگا۔
 واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

۳۲۴
 ۳۲۵
 شیخ احمد عین صاحب از مقام سید پور ڈاکخانہ وزیر محکم ضلع بدایوں
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ،

- (۱) مردہ کے نام پر حقیقت دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور بسن عالم یہ کہتے ہیں کہ مردہ کے نام پر قربانی کو نادرست
 ہے لہذا حقیقت بھی درست ہے، اگرچہ پید ہو کر سات دن سے پہلے مرے تو کیا حکم ہے؟
 (۲) ایک گائے سے تین یا چار یا سات لاک کا حقیقت دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

- (۱) مردہ کی طرف سے قربانی بلاشبہ جائز ہے اور حقیقت شکر نعمت ہے، بعد زوال نعمت اس کا عمل نہیں
 ولہذا امرات بلکہ ان کی طرف سے جواب تک پیرانہ برسے قربانی ثابت ہے، اور حقیقت بعد موت
 کہیں ثابت نہیں، جو بچہ سات دن سے پہلے مر گیا حقیقت نہ کرنے سے جو الزام آتا کہ وہ شفیع ہوگا،
 یہاں نہ ہوگا کہ شرح نے جو اس کا وقت مقرر فرمایا اس سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا، اور سات
 دن بعد اور حقیقت نہ کیا اور استطاعت تھی تو اس کی شفاعت کا استحقاق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 (۲) دے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۲۶
 ۳۲۷
 از شہر بدایوں بدایہ صفت مسوئلہ کوئی سید الدین بننگالی کے از طلباء مدرسہ مذکور ۲۴ محرم الحرام ۱۳۲۶ھ
 پتہ نہایت اگر قبل حقیقت کے مر جائے تو بعد مرنے کے اگر حقیقت کیا جائے تو ثواب حقیقت کا ملے گا یا

نہیں؟ اور یہ حقیقت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

بچہ کی موت کے بعد حقیقت نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۳۲۴ مسئلہ محمد یعقوب علی خاں از مقام کٹہری ضلع گودا گاؤں ڈاکٹر ذہینہ اسٹیشن مائل
بتاریخ ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۲۳ھ

جو بچہ پیدا ہوا اور کسی سبب سے اُس کی زندگی میں حقیقت نہ ہو تو بعد مرنے کے اس کے نام سے حقیقت کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

حقیقت بعد موت پس نہیں کہ وہ شکر ولادت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۳۲۵ از بیل محملہ سوداگران مسئلہ سردار احمد صاحب ۱۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۸ھ
کیا فرماتے ہیں ملوئے دین ان مسائل میں؟

(۱) مُردے کے نام سے حقیقت دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور بعض عالم کہتے ہیں کہ مُردے کے نام پر قربانی کرنا درست ہے لہذا حقیقت بھی درست ہے، اگر بچہ پیدا ہو کے سات دن کے پہلے مرے تو کیا حکم ہے اور سات دن کے بعد مرے تو کیا حکم ہے؟ اور زنی بکرا لڑکے کے لئے خاص ہے یا نہیں؟

(۲) ایک گائے سے عین یا چار یا سات لڑکے کا حقیقت دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور ایک گائے کے گوشت سے دو حصے کو ایک لڑکے کا حقیقت دیا جائے تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) مُردے کا حقیقت نہیں کہ وہ شکر ولادت ہے بخلاف قربانی کو ایصال ثواب ہے، سات دن سے پہلے مر گیا تو ابھی حقیقت کا وقت ہی نہ آیا تھا اور بعد کو مرنا تو حقیقت گیا، اس بچے کی شفاعت کا مستحق نہ ہوگا اگر بلا وجہ یا وصف استطاعت نہ کیا۔ افضل یہ ہے کہ پسر کے لئے دو نہ ہوں اور دختر کے لئے ایک مادہ کہ اس میں مقابلہ اعضا مکمل ہے اور اگر زود مادہ میں عکس ہو جب بھی کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ایک گائے میں ایک سے سات تک کا حقیقت ہو سکتا ہے، اگر حقیقت کے سوا دوسرا حصہ ایک یا دو یا کتنا ہی ضعیف غیر قربت مثلاً اپنے کھانے کی نیت کو رکھا تو حقیقت ادا نہ ہوگا، ہاں اگر وہ حصے

بھی قربت کے ہوں، مثلاً ایک حصہ حقیقہ، ایک حصہ قربانی حیدر خٹہ، تو جائز ہے۔ فائدہ تعالیٰ اعظم
 مسئلہ ۲۳۳ ہادی حسین صاحب از شہر ربلی محلہ ذخیرہ ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۹ھ

علمائے کرام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ زید و ہندہ کے آپس میں ناجائز تعلق تھا، ہندہ کو اس
 ناجائز تعلق کی وجہ سے حمل رہا، افشائے راز کے باعث زید و ہندہ کا باہم نکاح کر دیا، اب ہندہ نے وضع حمل
 کیا، زید اس کا حقیقہ کرنا چاہتا ہے، آیا یہ حقیقہ درست ہوگا، اور گوشت یا طعام عزیز و اقربا کو کھانا مباح
 ہوگا یا نہیں؟ اور نکاح زید و ہندہ مستورہ میں صحیح ہے یا نہیں؟ علاوہ ازیں زید کوئی کام بھی آئندہ اس مولود کا
 مثل غنہ و مکتبہ ذخیرہ کے کرسے، اس میں شرکت دینا اور شیرینی اور طعام دعوت ان امور کی لینا اور کھانا اعزاء کو
 جائز ہے یا نہیں؟ بیٹنوا متوجسروا۔

الجواب

سائل کے بیان سے معلوم ہوا کہ حوریت کنواری تھی، اور بچہ نکاح کے کوئی دو جیسے بعد پیدا ہوا، ایسی صورت
 میں زید اگر جانتا ہے کہ واقع میں یہ حمل نکاح سے پہلے کا ہے تو اسے اس کا حقیقہ کرنے کے کوئی معنی نہیں کہ
 حقیقہ شکر نعمت ولادت ہے اور بچہ کی ولادت ذاتی کے لئے نہیں ہوتی بلکہ معرفت ماں کے لئے۔
 قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم للعاهر
 النبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ذاتی کیلئے
 الحجبینہ پتھر ہیں۔ (مت)

اس کا حقیقہ اگر کرے تو اس کی ماں کرے، اسی میں شرکت میں حرج نہ ہوگا، اور غنہ اور شادی اگر زید بھی کھے
 تو حرج نہیں، اور شرکت بھی جائز ہوئی جبکہ کوئی محذور شرعی نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۴ مستولہ مولوی بریم بخش صاحب خفی قادری رضوی از آراء شاہ آباد مدرس فیض القریار
 ۳۳۳۶
 بروز پچھشنبہ بتاریخ ۱۲ ربیع الاول شریعت ۱۴۲۴ھ

(۱) قیاس حقیقہ قربانی پر صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو ان دونوں کا جامع علت مشترکہ کیا ہے؟

(۲) قربانی کی طرح حقیقہ میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟

(۳) سات لاکھوں یا تین لاکھ اور ایک لاکھ کے نام سے ایک حصہ حقیقہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

صحیح ابن ماجہ	باب العاشر فی کتاب الجنائز	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱۰۰۶/۲
کتاب الاحکام	باب من تعنی لہ یکتی الخیر	" " "	۱۰۶۵/۲
صحیح مسلم	باب الولد للغراش الخ	" " "	۴۷۱ و ۲۶۰/۱

الجواب

عقیدہ میں بھی شرکت اسی طرح جائز ہے جیسے قربانی میں جبکہ سب کی نیت خالص لوجہ اللہ ہو، اگر ایک کی نیت بھی قربت کی نہ ہوگی اور باقی سب تقرب چاہیں گے، کسی کی قربت ادا نہ ہوگی کہ وہ سب گوشت ہو گیا، لان اللہ تعالیٰ لا یقبل الشریکۃ و اخفی الاغنیاء اس لئے کہ اللہ تعالیٰ شرکت کو قبول نہیں فرماتا اور عن الشریکۃ لہ و لغیرہ فکلہ لغیرہ۔ وہ تمام اغنیاء شرکت سے بڑا فنی ہے اور جو اس کے لئے اور اس کے غیر کے لئے (مشترک) ہو تو وہ سب اس کے غیر کے لئے ہے۔ (ت)

عقیدہ اور قربانی دونوں اراقت دم لوجہ اللہ ہیں اور اسی کلیہ میں داخل کہ،

ماکان لہ و لغیرہ فهو لغیرہ ، و ما کانت خالصا لہ فهو لہ ، وان تعددت الوجود ، ولذا جاز التصدق علی فقیرین بالاشترک ولا مشاع ، لان المقصود وجہ اللہ تعالیٰ و هو واحد ، بخلاف الہیۃ۔ جو کچھ اس کے لئے اور اس کے غیر کے لئے (مشترک) ہے تو وہ اس کے غیر کے لئے ہے اور جو خالص اس کی رضا کے لئے ہے تو وہ اس کے لئے ہے اگرچہ وجہ تقرب متعدد ہوں، اسی واسطے دو فقیروں پر بجا تقسیم مشترکہ طور پر صدقہ کرنا جائز ہے کیونکہ مقصود اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے اور وہ ایک ہی ہے بخلاف ہبہ کے۔ (ت)

لہذا حاجت قیاس نہیں فان المندرج تحت العمومات غیر مسکوت عنہ لیماس (کیونکہ جو شے عموماً کے تحت درج ہو وہ مسکوت عنہ نہیں ہوتی تاکہ قیاس کیا جائے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۲۲ھ از قضا میرزا ذاک خان امیر یاس محمد اکبر یار خاں بروز چہار شنبہ

بتاریخ ۱۳ ربیع الاول شریف ۱۲۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ، کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متبیین اس مسئلہ میں کہ جو بچہ لڑا یا لڑا کی پیدا ہو کر ہفتہ سے کم یا ہفتہ بھر کی عمر یا ہفتہ سے زائد میں انتقال ہو اسے ان کے والدین کو ان مردہ بچوں کا حقیقہ چاہئے یا نہیں ، اور ہفتہ سے کم عمر میں سفر ان کا حقیقہ کیا جائے یا نہیں ؟ اور قربانی بھی ان بچوں کی جانب سے ہوتی ہے یا نہیں ؟ اور والدین جو انتقال کر چکے ہوں ان کی جانب سے کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ اس کی بابت جو جوابات ہوں واضح طور پر تحریر فرمائے جائیں سخت ضرورت ہے ، جواب جہاں تک ممکن ہو بہت جلد ، اور ہفتہ کی عمر سے زائد جہاں تک حد ہدائی صفر سنی میں ، اس کے واسطے کیا حکم ہے ، اور وہ بچے جن کا ذکر ہوا حقیقہ نہ کرنے میں مواخذہ

کریں گے یا نہیں؟ اگر حقیقہ کر دیا جائے تو شفاعت بروہ شہر کراچی گے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

جو مرحلے کسی عمر کا ہو اس کا حقیقہ نہیں ہو سکتا، بچہ اگر ساتویں دن سے پہلے ہی مر گیا تو اس کے حقیقہ نہ کرنے سے کوئی اثر اس کی شفاعت وغیرہ پر نہیں کہ وہ وقت حقیقہ آنے سے پہلے ہی گزر گیا، حقیقہ کا وقت شریعت میں ساتواں دن ہے، سات دن سے پہلے مر جانا درکنار حدیث میں کہ کچا حل ہو کر جاتا ہے وہ روز قیامت اپنا مال کھینچتا ہوا آئے گا اور اپنے ماں باپ کے لئے (جبکہ وہ دنیا سے ایمان کے ساتھ گئے ہوں) مولى عز وجل سے ایسا جھگڑا کرے گا جیسے قرض خواہ اپنے قرضدار سے، یہاں تک کہ حکم ہو گا کہ اوکے بچے، اپنے رب سے جھگڑنے والے! اپنے ماں باپ کا ہاتھ پکڑ لے اور جنت میں لے جائے۔ ہاں جس بچے نے حقیقہ کا وقت پایا یعنی سات دن کا ہو گیا اور بلا عذر یا ضعف استطاعت اس کا حقیقہ نہ کیا اس کے لئے یہ آیا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کی شفاعت نہ کرنے پائے گا۔ حدیث میں ہے: «الغلام مر متھن بعقيقته» لڑکا اپنے حقیقہ میں گروی ہے۔ تیسیر میں ہے:

يعني اذا لم يبع عنه فوات طفلا لا يشفع
في ابويه ^{تثنية}
تو وہ اپنے والدین کی شفاعت نہیں کرے گا (ت)

اشعة اللغات میں ہے:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو یہ معنی آئے کہ مندرجہ
عقبوس و منور است از شفاعت در حق والدین
تا حقیقہ اور اندھنہ، و اعتماد بر قول آں امام اہل
سنت و ظاہر آنست کہ وہی شنیدہ است از
سلف کہ معنی اینست بچہ
امام احمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اس کا معنی یہ ہے
کہ بچے کا جب تک حقیقہ نہ کیا جائے اس کو والدین
کے حق میں شفاعت کرنے سے روک دیا جاتا ہے
اور اعتماد اس عظیم الشان امام کے قول پر ہے اور
ظاہر یہ ہے کہ امام موصوف نے اسلاف سے
سنا ہو گا کہ اس کا معنی یہ ہے۔ (ت)

جو بچہ قبل بلوغ مر گیا اور اس کا حقیقہ کر دیا تھا، یا حقیقہ کی استطاعت نہ تھی یا ساتویں دن سے پہلے مر گیا، ان

۱۔ سنن ابن ماجہ الجنازہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۶

۲۔ الجامع الصغیر حدیث ۵۸۱۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳۵۹/۴

۳۔ التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱۶۵/۲

۴۔ اشعة اللغات کتاب الصیہ باب الحقیقۃ الفصل الثانی مکتبۃ زوریہ رضویہ سکر ۴۸۲/۲

سبہم رقی میں وہ ماں باپ کی شفاعت کرے گا جبکہ یہ دنیا سے یا ایمان گئے ہوں۔
 اس بارے میں متواتر حدیثیں ہیں، قربانی جو اپنے نابالغ بچہ کی طرف سے بعضی کے نزدیک واجب ہے، وہ
 اس کی زندگی ہی میں ہے، بعد مرگ کسی کے نزدیک لازم نہیں، ہاں اس کی طرف سے کرے تو ان کو ثواب پہنچے گا،
 پرنی ماں باپ کی طرف سے بعد موت قربانی کرنا اجر عظیم ہے اس کے لئے بھی اور اس کے والدین کے لئے بھی۔
 وہ وسیعہ تعالیٰ اعلم۔

نوٹ

جیسویں جلد باب الحقیقہ پر ختم ہوئی،
 اکیسویں جلد کا آغاز کتاب المحظوظات ہاتھ سے ہو گا۔

- ١١٠ - انبأ في الحديث
١١٤ - الانبأ في الحديث
١١٨ - القاب الروات
١١٩ - الاصل (مبسوط)
١٢٠ - اخبار مدينة
١٢١ - الامم
١٢٢ - اخبار مدينة
١٢٣ - امثال النبي صلى الله عليه وسلم
١٢٤ - اربعين للحاكم
١٢٥ - اعيان العلوم
١٢٦ - اربعين نووي
١٢٧ - الاذكار المنتهية من كلام سيد البراء
١٢٨ - اسد الحاجة في معرفة الصحابة
١٢٩ - الفقيه العراقي في اصول الحديث
١٣٠ - الاصابة في تمييز الصحابة
١٣١ - انوار ج العلوم
١٣٢ - الاتعاظ
١٣٣ - اعلام بقر طبع الاسلام
١٣٤ - الاسرار المرفوعة في الاخبار المرفوعة
١٣٥ - الانباء في سلاسل اولياء
١٣٦ - اتحاف السادة المتقين
١٣٧ - انوار الحاجات عايشة سني ابن ماجه
١٣٨ - اعانة الطالبين
١٣٩ - الاشارات ابن سينا
- عبد الغني بن محمد بن بشران
احمد بن محمد المعروف بابن اسني
احمد بن عبد الرحمن الشيرازي
ابو عبد الله محمد بن حسن الشيباني
محمد بن حسن المديني ابن ذبال
محمد بن ابراهيم الشافعي
نزيير ابن بكار الزبيري
الحسين بن عبد الرحمن اراهمزي
ابو عبد الله محمد بن عبد الله نيشابوري
امام محمد بن محمد الغزالي
مكي الدين يحيى بن شرف النووي الشافعي
ابو بكر يحيى بن شرف النووي
علي بن محمد بن اثير الشيباني
ابو ابي الدين عبد الرحيم بن الحسين العراقي
شهاب الدين احمد بن علي بن حجر مستطفي
علاء جلال الدين محمد بن اسعد الهواني
جلال الدين عبد الرحمن بن كمال الدين السيويني
احمد بن حجر الهيتمي المكي
نور الدين علي بن سلطان محمد القاري (علا على القاري) ١٠١٢
شاه ولي الله بن عبد الرحيم
سيد محمد بن محمد تقي لاريبيدي
جده الفقيه الهادي المديني
سيد محمد شطا المديني
ابو علي حسين بن عبد الله الشيرازي سينا
- ٢٢٢
٢٦٢
٢٠٤
١٠٩
٢٠٠
٢٠٢
٢٥٦
٢٩٠
٢٠٥
٥٠٣
٦٠٦
٦٠٦
٦٣٠
٨٠٩
٨٥٢
٩٠٣
٩١١
٩٤٢
١٠١٢
١١٤٩
١٢٠٥
١٢٤٣
٢٢٨

ب

٥٨٤	علامه الدين ابى بكر بن مسعود الكاساني	٣٠ - بداية الصنائع
٥٩٣	علي بن ابى بكر المرقيني	٣١ - البداية (بداية المستندى)
٩٤٠	شيخ زين الدين بن ابراهيم بن نجيم	٣٢ - البحر الرائق
٩٢٢	ابراهيم بن موسى الطرابلسي	٣٣ - البرهان شرح مواجب الرحمان
٣٤٢	فقيه ابراهيم بن محمد السمرقندي	٣٤ - بستان العارفين
٥٠٥	عبد الاسلام محمد بن محمد القزويني	٣٥ - البسيط في الفروع
٨٥٥	امام بدر الدين ابو محمد البغوي	٣٦ - البداية شرح النهاية
٥١٣	يوسف بن جعفر الخزاز الشطرنجي	٣٧ - بستان الاسرار
٨٥٢	احمد بن علي ابن جبر مستطاني	٣٨ - بلوغ المرام
١٢٣٩	شاه عبد العزيز بن شاه ولي الله	٣٩ - بستان المحققين
٥١٩-٥	رشيد احمد كوكلي	٥٠ - برايهين قاطعه

ت

١٢٠٥	سيد محمد رفيع الزبيدي	٥١ - تاج العروس
٥٥١	علي بن الحسن المصطفى باين صاكر	٥٢ - تاريخ ابن صاكر
٢٥٩	محمد بن جميل البخاري	٥٣ - تاريخ البخاري
٥٩٣	برهان الدين علي بن ابى بكر المرقيني	٥٤ - التبيين والمزيد
٨٩١	كمال الدين محمد بن عبد الواحد بن الهمام	٥٥ - تحرير الاسرار
٥٢٠	امام علامه الدين محمد بن احمد السمرقندي	٥٦ - تحفة الفقهاء
٤٣٠	عبد العزيز بن احمد البخاري	٥٧ - تحقيق المسامى
٨٤٩	علامه قاسم بن هلال بن الحسن	٥٨ - الترجيح والتصحيح على الله وري
٨١٩	سيد شريف علي بن محمد الجرجاني	٥٩ - التوقيعات لسيد شريف
٣٩٣	يوسف بن جبر الله ابن عبد البر الاندلسي	٦٠ - التمهيد في القواعد المعاني الاسانيد

١٠ - تنبيه الخدام في آداب الصيام

- ٩٢ - تفسير الجلالين
 ٩٣ - تهذيب التهذيب
 ٩٤ - تنوير المشرقة المرفوعة عن أخبار الشيعة المعروفة
 ٩٥ - تفسير ابن أبي عمير
 ٩٦ - تهذيب الآثار
 ٩٧ - تقريب القريب
 ٩٨ - التفسير والتهذيب
 ٩٩ - التفسير شرح الجامع الصغير
 ١٠٠ - تبين الحقائق
 ١٠١ - تهذيب التهذيب
 ١٠٢ - تنوير المقياس
 ١٠٣ - تنوير الأبصار
 ١٠٤ - تعظيم الصلوة
 ١٠٥ - تاريخ بغداد
 ١٠٦ - التوسيع في شرح الهداية
 ١٠٧ - تاريخ الطبري
 ١٠٨ - تنبيه الغافلين
 ١٠٩ - تاريخ أبي نجار
 ١١٠ - الترغيب والترهيب
 ١١١ - التوضيح شرح التفتيح في أصول الفقه
 ١١٢ - تذكرة الحفاظ
 ١١٣ - تهذيب تهذيب الكمال
 ١١٤ - التوكيد شرح توضيح
 ١١٥ - تدريب الرازي
- ٨٩٣ - ٩١١ - جلال الدين علي وجلال الدين السيوطي
 ٨٥٢ - ابن الفضل أحمد بن علي بن حجر العسقلاني
 ٩٢٣ - أبو الحسن علي بن محمد بن عراق الكوفي
 ٣٢٤ - عبد الرحمن بن محمد الرازي (مات في)
 ١٣١٠ - أبو جعفر محمد بن محمد بن جرير
 ٩١١ - أبو زرعة يحيى بن شرف الرازي
 ٨٤٩ - محمد بن محمد بن أبي الحاج الطوسي
 ١٠٣١ - جليل الزركاني شيخ الطائفة بن علي الشاذلي
 ٤٣٣ - أبو الدين عثمان بن علي الزبيدي
 ٨٥٢ - شهاب الدين أحمد بن علي بن حجر العسقلاني
 ٨١٤ - أبو طاهر محمد بن يعقوب الفيروز آبادي
 ١٠٠٣ - شمس الدين محمد بن عبد الله بن عبد القادر شمس
 ٢٩٢ - محمد بن عبد المولى
 ٣٩٣ - أبو بكر أحمد بن علي قطيب البغدادي
 ٤٤٣ - حمزة بن إسحق المبرقع الهندي
 ٣١٠ - محمد بن جرير الطبري
 ٣٤٣ - نصر بن محمد بن إبراهيم سمرقندي
 ٦٢٣ - محمد بن محمود بن حسن بغدادى ابن نجار
 ٦٥٦ - زكي الدين جليل العليم بن عبد الفتاح الهندي
 ٤٣٤ - جليل الدين بن مسعود بن تاج الشريعة
 ٤٣٨ - شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد الذهبي
 ٤٣٨ - شمس الدين محمد بن أحمد الذهبي
 ٤٩٢ - سعد الدين مسعود بن حمزة بن عبد الله تقي زاني
 ٩١١ - جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي

٩١١	جلال الدين جلال الدين بن ابى بكر السيوطى	٨٩ - التعقيبات على الموضوعات
٩٦٦	شيخ حسين بن محمد بن الحسن ديار بكرى	٨٤ - تاريخ الخميس
١٠٠٨	داود بن طراى	٨٨ - تذكرة اول الالباب انطاكي
١٠١٣	علي بن سلطان محمد القارى	٨٩ - البيان في بيان ما في اليد النصف من شعبان
١١٣٠	احمد بن ابوسعيد العروى طاجين	٩٠ - تفسيرات احمدية
١٢٢٥	قاضي شاذلي بن طي	٩١ - التفسير النظمي
١٢٣٩	اشاء جلال الدين بن طي	٩٢ - تحفة اشعار عشرية
١٢٥٢	محمد امين بن عايدى	٩٣ - تنبيه ذوي الافهام
١٣٢٣	جلال الدين الراغبى الفاروقى	٩٤ - التحرير المختار (تقررات الراغبى)
٩٨٩	محمد بن طاهر الغنى	٩٥ - تذكرة الموضوعات للفتنى
		٩٦ - تجنيس الملتقط
	محمد بن محمد بن محمد زمان الحسينى	٩٤ - تحفة الراسخين في الطب
٩١٠	حسين بن علي الشافعى الرواسى	٩٨ - تحفة الصلوة (فارسي)

ث

٢٩٠	ابو بكر محمد بن الحسين الطبري	٩٩ - الثناون في الحديث
	ابو محمد محمد بن امير الملكى المصرى	١٠٠ - ثبت

ج

٢٤٩	ابو عيسى محمد بن عيسى الترمذى	١٠١ - جامع الترمذى
٩٦٢	شمس الدين محمد الخراسانى	١٠٢ - جامع الرموز
١٥٩	امام محمد بن طهيل البخارى	١٠٣ - الجامع الصحيح للبخارى
١٨٩	امام محمد بن حسن الشيبانى	١٠٤ - الجامع الصغير في الفقه
٢٦١	مسلم بن حجاج القشيري	١٠٥ - الجامع الصحيح للمسلم
٥٨٦	ابو نصر احمد بن محمد العتبانى	١٠٦ - جامع الفقه (جامع احمد)

٨١٣	شيخ بدر الدين محمود بن اسرائيل باين قاضي	١٠٤ - جامع النصولين في الفروع
٢٢٠	ابن الحسني عبدة الله بن حسين الكرخي	١٠٨ - الجامع الكبير في فروع الحنفية
٥٠	برهان الدين ابراهيم بن ابو بكر الاخطاي	١٠٩ - جواهر الاخطاي
٩٨٩	احمد بن تركي بن احمد افناكي	١١٠ - الجواهر الزكية
٥٦٥	ركن الدين ابو بكر بن محمد بن ابني الفاخر	١١١ - جواهر الفتاوى
٨٠٠	ابو بكر بن علي بن محمد الفخري	١١٢ - الجوهرة النيرة
٢٣٣	يحيى بن معين البغدادي	١١٣ - المجموع والتعديل في مجال الحديث
٩١١	علامه بطلال الدين عبد الرحمن بن ابني بكر السيوطي	١١٤ - الجامع الصغير في الحديث
٢١٠	محمد بن جرير الطبري	١١٥ - جامع البيان في تفسير القرآن وتفسير طبري
٢٥٦	ابو علي حسن بن عرفة	١١٦ - جزر محدثي حسن بن عرفة
٢٩٣	ابو بكر احمد بن علي قطيب بغدادى	١١٧ - الجامع لاخلاق الزاوي والسامع
٦٣٦	محمد بن محمد الاسود شافعي	١١٨ - جامع احكام الصغار في الفروع
٦٢٦	فخيار الدين عبد الله بن احمد المالقي	١١٩ - حسان الادوية والآداب
٩١١	قزويني علي بن احمد السهمي المصري	١٢٠ - جواهر التقدير في فضل الشرفين
٩٤٠	محمد فوش بن عبد الله كوكيالري	١٢١ - جواهر غمسة
٩١١	ابو بكر جلال الدين عبد الرحمن بن كمال الدين سيوطي	١٢٢ - جامع الجوامع في الحديث
٩٤٢	شهاب الدين احمد بن محمد ابني حجر المكي	١٢٣ - جواهر منظم في زيارت قبر النبي صلى الله عليه وسلم
١٠٥٢	عبد الحق بن سيعف الدين محدث دبلوي	١٢٤ - جذب القلوب الى ديار الفجوب
٥٥٦	ابو ناصر الدين محمد بن يوسف المصنف قندهي	١٢٥ - الجامع الكبير في الفتاوى

ح

١١٤٩	محمد بن مصطفى ابراهيم النادوي	١٢٦ - حاشية على الدرر
١٠٢١	احمد بن محمد الشافعي	١٢٧ - حاشية ابن شهاب على التبيين
١٠١٣	عبد الحميد بن محمد الرومي	١٢٨ - حاشية على الدرر
٨٨٥	قاضي محمد بن قراموز ملا خورشيد	١٢٩ - حاشية على الدرر للاخشيدي

١٥٣ -	غزاة المفتين	حسين بن محمد السعالي السيماني	٤٣٠ ك بعد
١٥٤ -	خلاصة الدلائل	حسام الدين علي بن احمد الفلكي الرازي	٥٩٨
١٥٥ -	خلاصة الفتاوى	طاهر بن احمد بن الارشيد البخاري	٥٣٢
١٥٦ -	الخيرات الحسان	شهاب الدين احمد بن حجر النكلي	٩٤٣
١٥٦ -	الخصائص الكبرى	جمال الدين عبد الرحمن بن كمال الدين السيوطي	٩١١
١٥٨ -	خلاصة الوفا	علي بن احمد السهموي	٩١١
١٥٩ -	غزاة الاسرار في شرح تنوير الابصار	علاء الدين محمد بن علي المصكفي	١٠٨٨

د

١٦٠ -	الدراية شرح البداية	شهاب الدين احمد بن علي بن حجر المستطاني	٨٥٢
١٦١ -	الدرر الكامنة	قاضي محمد بن فرمود طاهر	٨٨٥
١٦٢ -	الدراية في شرح تنوير الابصار	محمد بن علي المعروف بـ... الدين المصكفي	١٠٨٨
١٦٣ -	٩١١
١٦٤ -	الدراية في التفسير بالانوار

ذ

١٦٥ -	ذخيرة العجا	يوسف بن بنية الجلي (طلي)	٩٠٥
١٦٦ -	ذخيرة الفتاوى	برهان الدين محمد بن احمد	٦١٦
١٦٨ -	ذم الغيبة	عبد الله بن محمد ابن ابني الدنيا القرشي	٢٨١

ر

١٦٨ -	الرحمانية	محمد ابن ابن عابد بن الشامي	١٢٥٢
١٦٩ -	رد المحتار	ابو عبد الله محمد بن عبد الرحمن دمشقي	٨٨١
١٧٠ -	دحة الامم في اختلاف الامم	ابو مروان عبد الملك بن حبيب السلي (القرطبي)	٢٣٩
١٧١ -	رد غائب القرآن		

٩٤٠	شيخ زين الدين بابر بن نجم	١٤٢ - رفع الفناء في وقت العصر الفناء
٢٨٠	فخار بن سعيد الدارمي	١٤٣ - رد على الجيئة
١٢٣٦	٦١٨٣١ مروي شمسعليل ولبوي	١٤٤ - رساله نذير
٢٦٥	عبد الحكيم بن هوازن القشيري	١٤٥ - رساله قشيرية
٨٥٥	عبد الدين ابو محمد محمود بن احمد العيني	١٤٦ - رمز الحقائق شرح كنز الدقائق
٨٤٩	قاسم بن قطولغا المصري	١٤٧ - رفع الاشتباه عن سبل المياه
٩١١	عبد الدين عبد الرحمن بن كمال الدين السيوطي	١٤٨ - رساله طلوع ثريا
"	"	١٤٩ - رساله اتمحات الغرر
٩٤٠	زين الدين بن ابراهيم بن نجم	١٥٠ - رساله ابن نجم
١٠٦٣	علي بن سلطان محمد القاري	١٥١ - رساله ابتداء
١٠٩٨	احمد بن سيده محمد بن الحوي	١٥٢ - رساله القول البليغ في حكم القبيح
١١٤٩	شاه دول الله الهروي	١٥٣ - رساله انصاف
١٢٥٢	محمد امين آفندي ابن عابدين	١٥٤ - رساله ابن عابدين
١٣١٤	جعفر بن شمسعليل البرزنجي	١٥٥ - رساله ميلاد مبارك (الكوكب الانوار) على عهد الجواهر
٩٩٣	ابو جعفر احمد بن احمد الشهيد يالحب الطبري المكي	١٥٦ - الرياض النضرة في فضائل العشرة
١٢٣٦	٦١٨٣١ ميان شمسعليل بن شاه بن الفتن الهروي	١٥٧ - رساله بدعت
	مزدوني فرزند علي	١٥٨ - رساله دعائية
١٣٢٣	ابو الحسنات محمد جدي	١٥٩ - رساله غاية المقال

ن

	شيخ الاسلام محمد بن احمد الاسيوطي المتوفى او اخر القرن السادس	١٦٠ - زاد الفقهاء
٨٦١	كمال الدين محمد بن عبد الواحد المصنف بابن الهمام	١٦١ - زاد الفقهاء
١٠١٦	محمد بن محمد الترمذي	١٦٢ - زاد اهل الجواهر
١٨٩	دام محمد بن حسن الشيباني	١٦٣ - زوائد
١٢٥٠	محمد بن علي الشوكاني	١٦٤ - زهر التفسير في حديث المصنفين

٩١١	جلال الدين عبد الرحمن السير على	١٩٥ - زبدة الرقي على المجتبى
٩٢١	محمد بن عبد الله ابن شحنة	١٩٦ - زبدة الرقي في مسئلة الخوض
٩٤٣	شهاب الدين احمد بن محمد ابن حجر الملك	١٩٧ - الزواجر عن الكبار
١٢٥٢	شيخ عبد الحميد محمد بن بلوى	١٩٨ - زبدة الآثار في اخبار قطب الاخبار
~	~ ~ ~	١٩٩ - زبدة الاسرار في مناقب غوث الاعراب

س

٨٠٠	ابو بكر بن علي بن محمد الحداد الحمصي	٢٠٠ - السراج الوهاج (شرح قدوري)
٢٤٢	ابو عبد الله محمد بن يزيد ابن ماجه	٢٠١ - السنين لابن ماجه
٢٤٣	سعيد بن منصور الخزاساني	٢٠٢ - السنين لابن منصور
٢٤٥	ابو داود سليمان بن اشعث	٢٠٣ - السنين لابن داود
٣٠٣	ابو عبد الرحمن محمد بن شعيب النسائي	١٠٢ - السنين للنسائي
٣٥٨	ابو بكر محمد بن الحسين بن الحسين	٢٠٥ - السنين بصيغتي
٣٨٥	علي بن مسهر الدارقطني	٢٠٦ - السنين الدارقطني
٢٥٥	عبد الله بن عبد الرحمن الدارمي	٢٠٧ - السنين لدارمي
٢١٣	ابو محمد عبد الملك بن هشام	٢٠٨ - سيرت ابن هشام
٤٣٢	محمد بن عبد الله ابن سيدان السمرقندي	٢٠٩ - سيرت ميراث
ساقون صدق بركي	سراج الدين سجاد ندي	٢١٠ - سراجي في الميراث
٤٣٨	شمس الدين محمد احمد الله بهي	٢١١ - سراج اعلام النبلاء
١٣٠٣	محمد بن عبد الحميد الكنعني	٢١٢ - السعيا في كشف ما في شرح الوقاية
~	عمر بن محمد طي	٢١٣ - سيرت عمر بن محمد طي
١٥١	محمد بن اسحاق بن يسار	٢١٤ - سيرت ابن اسحاق
~	~ ~ ~	٢١٥ - سراج القاري
~	~ ~ ~	٢١٦ - السعدي
١٣٠٣	محمد بن عبد الحميد الكنعني بندي	٢١٧ - السعدي المشكور في رد المنهيب القادر

٢٣١	شرح الاسلام	امام الاسلام محمد بن ابي بكر	٥٤٣
٢٣٢	شعب الایمان	ابو بكر محمد بن حسين بن علي البستي	٢٥٨
٢٣٣	شرح الجامع الصغير	احمد بن منصور الحنفی الاسيوطي	٢٨٠
٢٣٤	شرح الجامع الصغير	عربي عبد العزيز الحنفی	٥٢٦
٢٣٥	الشفا في تعريف حقوق المصطفى صلى الله عليه وسلم	ابو النعمان عياض بن موسى قاضي	٥٢٢
٢٣٦	شرح شافية ابن حبيب	رضي الدين محمد بن الحسن الاشتر ابي	٢٨٩
٢٣٧	شرح كافيه ابن حبيب	" " " "	"
٢٣٨	شرح طرائع الانوار	محمد بن عبد الرحمن الاصفهاني	٤٣٩
٢٣٩	شفا السقام في زبدة خير الانام	تقي الدين علي بن عبد الكافي السبكي	٤٥٦
٢٤٠	شرح عقائد النسفي	مسعد الدين مسعود بن عمر قفازاني	٤٩٢
٢٤١	شرح المقاصد	" " " "	"
٢٤٢	شرح المواقف	سيد شريف علي بن محمد الجرجاني	٨١٦
٢٤٣	شرح السراجي	" " " "	"
٢٤٤	شرح جفني	موسى پاشا بن محمد الرزي	٨٢١
٢٤٥	شرح ماشية كنز مسكين	مصين الدين الهروي طامسكين	٩٥٢
٢٤٦	شرح فقه اكبر	علي بن سلطان محمد القاري	١٠٦٢
٢٤٧	شرح عين العلم	" " " "	"
٢٤٨	شرح قصيدة الطيب النغم	شاه ولي الله بن شاه عبد الرحيم الدهلوي	١١٤٩
٢٤٩	شرح قصيدة حمزة	" " " "	"
٢٥٠	شرح رباعيات	" " " "	"
٢٥١	شرح ذرائع الرحمة	" " " "	"
٢٥٢	شفا العليل	" " " "	"
٢٥٣	شرح النقاية لابن المكاد	ابو المكاد محمد بن عبد الله بن محمد	بعد سنة ٩٠٤
٢٥٤	شرح المصطفى	حافظ عبد الملك بن محمد نيشاپوري	٢٠٦
٢٥٥	شرح مقدمه عثمانويه	احمد بن تركي المالكي	

- ٢٩٦ - شرح جامع الاصول للضيف
 ٢٩٤ - شرح الملتقى للبهنسي
 ٢٩٨ - شرح درر البحار
 ٢٩٦ - مبارك بن محمد المعروف بابن الاثير الجزري
 ٩٨٤ - محمد بن محمد المعروف بابن البهنسي
 ٤٦٨ - عبد الوهاب بن احمد الشيرازي و هبان

ص

- ٢٩٩ - صراح الجوهرى
 ٢٤٠ - صبح ابن جاني (كتاب التقسيم والادب)
 ٢٤١ - صبح ابن خزيمة
 ٢٤٢ - الصمدية
 ٢٤٣ - صغيرى شرح فيه
 ٢٤٢ - صراط المستقيم
 ٢٤٥ - الصواحي المحرقة
 ٢٩٢ - اسماعيل بن حماد الجوهري
 ٢٥٢ - محمد بن جاني
 ٣١١ - محمد بن اسحاق ابن خزيمة
 ٢٩٠ تقريباً - ابو فضل محمد بن محمد بن خالد القرشي
 ٩٥٦ - ابراهيم الجعفي
 ١٢٢٦ - سيدة احمد شهيد بريلوي
 ٩٤٢ - شباب الدين احمد بن جبرائيل

ط

- ٢٤٦ - الطحاوي على الدر
 ٢٤٤ - الطحاوي على المراتي
 ٢٤٨ - طبقات المقرئين
 ٢٤٩ - طبقات القراء
 ٢٨٠ - الطريقة المحمدية
 ٢٨١ - طبقة الطلبة
 ١٣٠٢ - سيدة احمد الطحاوي
 ١٣٠٢ - سيدة احمد الطحاوي
 ٤٣٨ - محمد بن احمد الذهبي
 ٨٣٣ - محمد بن محمد الجزري
 ٩٨١ - محمد بن بزر علي المعروف ببركي
 ٥٣٤ - نجم الدين عربي محمد الشافعي

ع

- ٢٨٢ - عمدة القاري شرح صحيح البخاري
 ٢٨٣ - العناية شرح الصلاة
 ٢٨٢ - عناية القاضي عايشة على تفسير البينادي
 ٨٥٥ - علامه به الدين ابني محمد محمد بن احمد العيني
 ٤٨٦ - اكل الدين محمد بن محمد بن جابر
 ١٠٩٩ - شباب الدين الخفاجي

٣٠٦	فتاوى تجدد	١٠٨١	علامه خير الدين بن احمد بن علي الرطبي
٣٠٧	فتاوى خيريه	٥٤٥	سراج الدين علي بن عثمان الاوشي
٣٠٨	فتاوى سراجيه		عطاء بن محمد والسفدي
٣٠٩	فتاوى عطاء بن محمد		داود بن يوسف الخطيب النعني
٣١٠	فتاوى خياشيه	٥٩٢	حسن بن منصور قاضي تمان
٣١١	فتاوى قاضي خان		جميعة حماد اورنگ زيبه عاظميه
٣١٢	فتاوى بندييه	٦١٩	ظهير الدين ابو محمد بن ابي
٣١٣	فتاوى لمبيه	٥٣٠	عبد الرشيد بن ابي حنيفه اللؤلؤجي
٣١٤	فتاوى ولوجيه	٥٣٦	داود بن الشريف حسام الدين محمد بن عبد العزيز
٣١٥	فتاوى المكبري	١٥٠	ابن مامون بن ابي حنيفه تقي الدين بن ثابت الكوفي
٣١٦	فتاوى اكبر		سيد محمد ابي السعود النعني
٣١٧	فتح المعين	٦٤٢	زين الدين بن علي بن احمد الشافعي
٣١٨	فتح المعين شرح قره العين	٦٣٨	محمد بن محمد بن علي بن علي
٣١٩	الضرعات المكيه	١٦٢٥	عبد الله بن محمد بن نظام الدين الكندي
٣٢٠	فرائح الرحمات	٢١٣	قاسم بن محمد بن عبد الله الجلي
٣٢١	الفوائد	١٢٥٢	محمد امين بن عابدين الشافعي
٣٢٢	فوائد المقيمه	١٠٣١	عبد اروف المناوي
٣٢٣	فيض القدير شرح الجامع الصغير	٢٦٤	احمد بن عبد الله الخطيب بصره
٣٢٤	فوائد سمويه	٢٩٢	ابو عبد الله محمد بن ابي بن خريس الجلي
٣٢٥	فضائل القرآن لابن خريس	٢٩٢	ابو الحسن علي بن الحسين الموصلي
٣٢٦	فوائد الخفي	٦٣٦	محمد بن محمود اسود شافعي
٣٢٧	فصول المعادى	٤٨٦	عالم بن العلاء الانصاري الدبلوي
٣٢٨	فتاوى تاجارنايه	٩٠٣	احمد بن محمد بن عبد الرحمن السخاوي
٣٢٩	فتح المغيث	٩٤٨	زين الدين بن ابراهيم بن نجم
٣٣٠	فتاوى زيبه		

٩٤٣	شهاب الدين احمد بن محمد بن حجر المكي	٣٣١ - فتح المعين شرح اربعين
"	"	٣٣٢ - فتح الاشرار شرح المشكاة
"	"	٣٣٣ - فتاوى الفقهاء ابن حجر مكي
"	"	٣٣٤ - فتاوى القرويه
١٠٩٨	محمد بن حسين الانقري	٣٣٥ - فتاوى اسديه
١٢١٦	سيد اسعد بن ابى بكر المديني الحسيني	٣٣٦ - فراه مجروح شوكاني
١٢٥١	محمد بن علي بن محمد الشوكاني	٣٣٧ - فتاوى جمال بن حجر المكي
١٢٨٣	جمال بن عمر المكي	٣٣٨ - فضل لباس العلماء
	ابو عبد الله محمد بن عثمان	٣٣٩ - فتاوى قاعدية
	ابو عبد الله محمد بن علي القاعد	٣٤٠ - فتاوى غوي
١٠٠٣	محمد بن عبد الله الترمذاني	٣٤١ - فتاوى شمس الدين الرزلي
		٣٤٢ - فتح الملك المنجد
١٢٣٩	عبد العزيز بن ولي الله الدهلوي	٣٤٣ - فتح العزيز (تفسير عزري)

ق

٨١٤	محمد بن يعقوب الفيروز آبادي	٣٤٤ - القرآن الكريم
٨٥٢	زين الدين بن علي بن احمد الشافعي	٣٤٥ - قرأ العين
٩٥٨	نجم الدين محمد بن محمد الزاهد	٣٤٦ - العقيدة
		٣٤٧ - القرآن الكريم
٣٨٩	ابو طالب محمد بن علي المكي	٣٤٨ - قوت القلب في معاملة المحبوب
٨٥٢	شهاب الدين احمد بن علي القسطلاني	٣٤٩ - القول المسدد
١١٤٩	شاه ولي الله بن شاه عبد الرحيم الدهلوي	٣٥٠ - قرأ البصير في فضيل الشيخين
"	"	٣٥١ - القول الجليل
١٣٠٣	محمد بن عبد الحميد كهنوتي انصاري	٣٥٢ - قرأ الامار حاشية نور الاقوال
"	ابراهيم بن عبد الله اليميني	٣٥٣ - القول الصادق في فضل عمر بن الخطاب

ك

٣٣٣	حاجم شهيد محمد بن محمد	٣٥٣ - الكافي في الفروع
٣٦٥	ابو احمد محمد بن محمد بن عدي	٣٥٥ - الكامل لابن عدي
٩٤٣	سيد عبد الوهاب الشعراني	٣٥٦ - الكبريت الاحمر
١٨٩	امام محمد بن حسن الشيباني	٣٥٤ - كتاب الآثار
١٨٢	امام ابو يوسف يعقوب بن ابراهيم القضاة	٣٥٨ - كتاب الآثار
	ابو الحسن محمد بن علي	٣٥٩ - كتاب الامام في آداب غول الحمام
٣٣٠	ابو نعيم احمد بن عبدالله	٣٦٠ - كتاب السمك
١٠٥٠	عبد الرحمن بن محمد عماد الدين بن محمد العمادي	٣٦١ - كتاب الهدية لابن عماد
	لابي عبيد	٣٦٢ - كتاب الطيور
٣٢٤	ابو محمد عبد الرحمن بن ابي حاتم محمد الرازي	٣٦٣ - كتاب العسل على ارباب الفقه
١٨٩	امام محمد بن حسن الشيباني	٣٦٤ - كتاب الاصل
	ابو بكر بن ابي داود	٣٦٥ - كتاب الوصية
٤٣٠	علاء الدين عبد العزيز بن احمد البخاري	٣٦٦ - كشف الاسرار
	علامة المقدسي	٣٦٤ - كشف الرمز
٤٦٨	امين الدين عبد الوهاب بن وديان الماشقي	٣٦٨ - كشف الاستار عن زوائد البزار
٩٤٥	علاء الدين علي المتقي بن حسام الدين	٣٦٩ - كنز العمال
٨٠٠	جلال الدين بن شمس الدين الخزازي تقريباً	٣٤٠ - الكفاية
٩٤٣	شهاب الدين احمد بن حجر العسقلاني	٣٤١ - كفاية الرعايا
٤١٠	عبد الله بن احمد بن محمد	٣٤٢ - كتاب الدعوات
٣٠٥	ابو عبد الله الحاكم	٣٤٣ - كتاب الحكيم
٤٨٩	شمس الدين محمد بن يوسف اشافعي الكوفي	٣٤٤ - كتاب الدراري
٣٥٣	محمد بن جابر التميمي	٣٤٥ - كتاب الجرح والتعديل
١٩٨	يحيى بن سعيد القطان	٣٤٦ - كتاب المخازي

۳۷۷	کتاب الصحت	عبدالله بن محمد ابن ابی الدنيا المقرئ	۲۸۱
۳۷۸	کتاب الزهد	عبدالله بن مبارک	۱۸۱
۳۷۹	الکشاف عن حقائق التنزیل	عبدالله بن محمد بن عمر بن عثمان	۵۳۸
۳۸۰	کتاب الحج امام محمد رحمه الله تعالى	ابو عبدالله محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۳۸۱	کتاب المستیخة امام محمد	"	"
۳۸۲	کتاب الفرائد	سلیمان بن اشعث السجستانی	۲۷۵
۳۸۳	کتاب البعث والنشور	عبدالله بن محمد ابن ابی الدنيا	۲۸۱
۳۸۴	کتاب الاخوان	ابو بکر عبدالله بن محمد ابن ابی الدنيا	"
۳۸۵	کتاب الضعفاء الکبیر	ابو جعفر محمد بن عمرو العقیل المکی	۳۲۲
۳۸۶	کتاب الزهد الکبیر للبیهقی	احمد بن حسن البیهقی	۴۵۸
۳۸۷	کتاب الرداءة عن مالک بن انس	ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی	۴۶۳
۳۸۸	کتاب الحج علی تارک الحج	نصر بن ابراهیم النخعی	۴۹۰
۳۸۹	کیمیای سادات	امام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۳۹۰	کفایة الطالب الربانی شریک زبانه ابن ابی زهر القهر دانی	ابو الحسن علی بن ناصر الدین الشاذلی	۹۳۹
۳۹۱	کشف الظنون	مصطفی بن عبدالله حامی خلیفه	۱۰۶۷
۳۹۲	کشف الغم	شیخ عبدالوهاب بن احمد الشحرانی	۹۷۳
۳۹۳	کتاب الصغیر	یحیی بن سلیمان الجعفی (استاد امام بخاری)	
۳۹۴	کتاب المصاحف ابن الانباری	شیخ سلام الله بن محمد شیخ الاسلام محدث رامپوری	۱۲۳۳
۳۹۵	کالین حاشیه جلالین	محمد بن عمر بن داود الواعظی	۲۰۷
۳۹۶	کتاب المغازی		

ل

۳۹۷	لمعات التتبع	علامہ شیخ عبدالحی الحدیث الدہلوی	۱۰۵۲
۳۹۸	لقطات العربیة فی اخبار الحجاز	علامہ بلال الدین عبد الرحمن بن محمد السیوطی	۹۱۱

- ٢٩٩ - لسان العرب جمال الدين محمد بن محرم ابن منطور المصري
 ٣٠٠ - آكل المعصوم في الاحاديث الموضوعة ابو بكر عبد الرحمن بن كمال الدين السيوطي
 ٣٠١ - رواق الازهار القدسية المختب من الفتوحات الحكيمة عبد الوهاب بن احمد الشعراي ٩٤٣

م

- ٣٠٢ - مباحق الازهار الشيخ عبد الطيف بن عبد العزيز ابن المك
 ٣٠٣ - مبسوط خواهرزاده بك خواهرزاده محمد بن حسن البخاري الحنفى
 ٣٠٣ - مبسوط المسعى شمس افندي محمد بن احمد المصري
 ٣٠٥ - مجرى النهر شرح ملحق الابحور نور الدين علي الباق في
 ٣٠٦ - مجمع بحار النوار محمد طاهر الحنفى
 ٣٠٦ - مجموع النوازل احمد بن موسى بن عيسى
 ٣٠٨ - مجمع انهر في شرح ملحق الابحور عبد الرحمن بن محمد بن سليمان المعروف بهاماد آفندي شافعى زاده
 ٣٠٩ - المحيط البرداني انام بن علي بن محمد بن تاج الدين
 ٣١٠ - المحيط الرضوى رضى الدين محمد بن محمد السرخسى
 ٣١١ - مخارجات النوازل برهان الدين علي بن ابى بكر المرفياني
 ٣١٢ - مختار الصالح محمد بن ابى بكر عبد القادر الرازى
 ٣١٣ - المختارة في الحديث ضياء الدين محمد بن عبد الواحد
 ٣١٣ - المختصر علامه جلال الدين السيوطي
 ٣١٥ - منهل الشرح الشريف ابن الحاج ابى عبد الله محمد بن محمد العبدى
 ٣١٦ - مراقى الفلاح شرح نور الايضاح حسنى بن عارفين على الشرنبلالى
 ٣١٦ - مرقات شرح مشكوة على بن سلطان قاطلى قارى
 ٣١٨ - مرقات الصعود علامه جلال الدين السيوطي
 ٣١٩ - مستخلص الحقائق ابراهيم بن محمد الحنفى
 ٣٢٠ - المستدرک للحاكم ابو عبيد الله الحاكم
 ٣٢٠ - المستصفى شرح الفتوح النافح حافظ الدين عبد الله بن احمد النسفى

٢٢٢ -	مسلم الثوري	١١٩ -	عبد الله الجباري
٢٢٣ -	مسند ابن داود	٢٠٢ -	سليمان بن داود الطيالسي
٢٢٤ -	مسند ابن عيني	٢٠٤ -	احمد بن علي الرضائي
٢٢٥ -	مسند اسحق ابن راهوية	٢٣٨ -	حافظ اسحق ابن راهوية
٢٢٦ -	مسند الامام احمد بن حنبل	٢٢١ -	امام احمد بن محمد بن حنبل
٢٢٧ -	المسند الكبير في الحديث	٢٩٢ -	حافظ ابو بكر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار
٢٢٨ -	المسند الكبير في الحديث	٢٩٢ -	ابو محمد عبد بن محمد حميد الكشي
٢٢٩ -	مسند الفردوس	٥٥٨ -	شهر دار بن شيرويه الديلمي
٢٣٠ -	مصنفات المنير	٤٤٠ -	احمد بن محمد بن علي
٢٣١ -	المصنف	٤١٠ -	حافظ الدين عبد الله بن احمد النسفي
٢٣٢ -	مصنف ابن ابي شيبة	٢٣٥ -	ابو بكر عبد الله بن محمد احمد النسفي
٢٣٣ -	مصنف عبد الرزاق	٢١١ -	ابو بكر عبد الرزاق بن همام الصنعاني
٢٣٤ -	مصنفات الربيعي	٦٥٠ -	ابو الحسن بن محمد الصفهاني السني
٢٣٥ -	معرفة الصحابة	٢٣٠ -	ابو نعيم احمد بن عبد الله بن عيسى
٢٣٦ -	المجم الاوسط	٢٩٠ -	سليمان بن احمد الطبراني
٢٣٧ -	المجم الصغير	٢٩٠ -	سليمان بن احمد الطبراني
٢٣٨ -	المجم الكبير	٢٩٠ -	سليمان بن احمد الطبراني
٢٣٩ -	معراج الدراية	٤٢٩ -	قوام الدين محمد بن محمد البخاري
٢٤٠ -	مشكاة المصابيح	٤٢٢ -	شيخ ولي الدين العراقي
٢٤١ -	المعنى في الاصول	٩٩١ -	شيخ محمد بن محمد الجبازي الحنفي
٢٤٢ -	المغرب	٩١٠ -	ابو الفتح تاج الدين عبد السيد المطري
٢٤٣ -	مختار القهاري	٢٢٨ -	ابو الحسين احمد بن محمد القهاري الحنفي
٢٤٤ -	منايا الجنان	٩٢١ -	يعقوب بن سيري علي
٢٤٥ -	الفردوس للامام راجب	٥٠٢ -	حسين بن محمد بن متقل الاصفهاني
٢٤٦ -	الفردوس المشاهير في اللغة والكلمة		ابو العباس عبد الجباري العشماوي المالكي

٥٥٦	تأمر الدين محمد بن يوسف الحسيني	٢٢٤ - المختلط (في فتاوى ناصري)
٨٠٤	نور الدين علي بن أبي بكر البستي	٢٢٨ - مجمع الزوائد
٨٢٤	محمد بن محمد بن شهاب ابن بزاز	٢٢٩ - مناقب الكوردي
٣٠٤	عبد الله بن علي بن جازود	٢٥٠ - المنتقى (في الحديث)
٣٣٣	الحاكم الشيرازي محمد بن محمد بن احمد	٢٥١ - المنتقى في فروع الحنفية
١٢٥٢	محمد بن ابن عابد بن الشامي	٢٥٢ - نزاهة في حاشية بكاراقي
١٠٠٢	محمد بن عبد الله التمر تاشي	٢٥٣ - من الغار
٩٥٦	امام ابراهيم بن محمد الحلبي	٢٥٤ - منتخب الابهر
٦٤٦	شيخ ابو بكر يائجي بن شرف الزاوي	٢٥٥ - منهاج النور (شرح صحيح مسلم)
٦٩٢	مظفر الدين احمد بن علي بن ثعلب الحنف	٢٥٦ - مجمع البحرين
	شيخ عيسى بن محمد ابن ايناك الحنف	٢٥٤ - المنتخب
٣٥٦	عبد العزيز بن احمد الحلواني	٢٥٨ - المبسوط
٥١٠	الحافظ ابو الفتح نصر بن ابراهيم الهروي	٢٥٩ - مستدرج في الحديث
٢٦٢	يعقوب بن شيبان اسدي	٢٦٠ - المسند الكبير
٤٠٥	سديد الدين محمد بن محمد الكاشغري	٢٦١ - منية المصل
١٥٩	امام مالك بن انس المدني	٢٦٢ - موطأ امام مالك
٨٠٤	نور الدين علي بن أبي بكر البستي	٢٦٣ - موارد النظار
٩٢٢	احمد بن مظفر الرازي	٢٦٤ - مشكلات
٢٤٦	ابن اسحق ابن محمد الشافعي	٢٦٥ - منب
٩٤٣	عبد الوهاب الشتراني	٢٦٦ - ميزان الشريعة الكبرى
٤٢٨	محمد بن احمد القزويني	٢٦٤ - ميزان الاعتدال
٢١٠	احمد بن موسى ابن مردويه	٢٦٨ - المستوفى على الصحيح البخاري
٣٢٤	محمد بن جعفر الخزازي	٢٦٩ - مكالم الافلاك
١٥٠	ابو حنيفة قسطل بن ثابت	٢٤٠ - مسند الامام اعظم
١٨٩	ابو عبد الله محمد بن الحسن الشيباني	٢٤١ - موطأ الامام محمد

٣٠٢	حسن بن سفيان القسوي	٣٤٢ - المسند في الحديث
٣٨٨	احمد بن محمد بن ابراهيم الخطابي	٣٤٣ - معالم السنن في سليمان الخطابي
٥١٩	قاسم بن علي الحريري	٣٤٤ - مقامات حريري
٥١٩	ابو محمد الحسين بن مسعود البغوي	٣٤٥ - معالم التنزيل تفسير البغوي
٥٣٨	ابو الفتح محمد بن عبد الكريم الشهرستاني	٣٤٦ - الملل والنحل
٥٩٠	ابو الفرج عبد الرحمن بن علي بن الجوزي	٣٤٧ - موضوعات ابن جوزي
٦٣٢	ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن ابن الصلاح	٣٤٨ - مقدمه ابن الصلاح في علوم الحديث
٦٥٩	عبد العظيم بن عبد القوي المنذري	٣٤٩ - مختصر سنن ابى داود للحافظ المنذري
٤١٠	ابو البركات عبد الله بن احمد النسفي	٣٥٠ - اراك التنزيل تفسير النسفي
٤٥٩	عصدة الدين عبد الرحمن بن دكن الدين احمد	٣٥١ - الواثق السلطانية في علم الكلام
٨٣٣	محمد بن محمد الجوزي	٣٥٢ - مقدمه بنزير
٩٠٢	شمس الدين محمد بن عبد الرحمن السخاوي	٣٥٣ - مقاصد حسنة
٩٢٣	احمد بن محمد القسطلاني	٣٥٤ - الواهب اللدني
١٠١٣	علي بن سلطان محمد قناري	٣٥٥ - المنع الفكري شرح مقدمه بنزير
"	" " "	٣٥٦ - المسلك المتقسط في انكسار المتوسط
١٠٥٦	شيخ عبد الحمى بن سيف الدين الدهلوي	٣٥٧ - ما ثبت بالسنة
١٠٩٦	قاضي مير حسين بن معين الدين	٣٥٨ - اليبسدي
١١٤٩	شاه ولي الله بن شاه عبد الكريم الدهلوي	٣٥٩ - مسوي مصفى شرح موطا امام مالك
"	" " "	٣٦٠ - مکتوبات شاه ولي الله
١١٩٥	مرزا امير جهان جاناں	٣٦١ - مکتوبات
"	" " "	٣٦٢ - ملفوظات
"	" " "	٣٦٣ - مجموعات
	محمد حسين بن محمد الهادي بهادر خاں	٣٦٤ - مخزن ادوية في الطب
١٢٣٣	ابو الحسنات محمد عبد الحمى	٣٦٥ - مجموعہ فتاوی
	سيد نذير حسين الدهلوي	٣٦٦ - معيار الحق

١٠٣٣	مرؤی نذیر الحق میرٹھی شیخ احمد سرسبندی	٢٩٤ - مظاہر حق ٢٩٨ - مکتوبات ایام ربانی ٢٩٩ - مناصح فی تحقیق مسئلۃ المصالح ٥٠٠ - مفتاح الصلوۃ ٥٠١ - مجتبى شرح قدوری ٥٠٢ - مشیخہ ابن شاذان ٥٠٣ - معرفۃ الصحابہ لابی نعیم ٥٠٤ - مفاتیح الغیب (تفسیر)
٢٣٠	احمد بن عبد اللہ اصیبانی	
٩٠٩	امام فخر الدین رازی	

ن

٤٢٥	عبد اللہ بن مسعود	٥٠٥ - النقایۃ مختصر الرقایۃ
٤٩٢	ابو محمد عبد اللہ بن یوسف الحنفی الزبیدی	٥٠٦ - نصب الرایۃ
١٠٩٩	حسن بن محمد بن علی الشرنبلالی	٥٠٧ - نور الایضات
٤١١	حسام الدین حسین بن علی السفناقی	٥٠٨ - النہایۃ
٩٠٦	محمد الدین مبارک بن محمد الجوزی ابن اثیر	٥٠٩ - النہایۃ لابن اثیر
١٠٠٥	عسکر بن نعیم المصری	٥١٠ - النہر الفائق
٢٠١	بشام بن عبید اللہ المازنی الحنفی	٥١١ - نوادر فی الفقہ
١٠٣١	محمد بن احمد المعروف بختاشی زادہ	٥١٢ - نور العین
٣٤٩	ابو الیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی	٥١٣ - النوازل فی الفروع
٢٥٥	ابو عبد اللہ محمد بن علی الفکر الترمذی	٥١٤ - نوادر الاموال فی معرفۃ اخبار الرسول

هـ

٤١٠	عبد اللہ بن احمد الحنفی	٥١٥ - الہادی فی الفروع
٥٠٥	ابو حامد محمد بن محمد القرطبی	٥١٦ - الوجیز فی الفروع
٦٤٢	محمد بن محمد الشریعہ	٥١٧ - الوقایۃ

٥١٨ - الموسيط في القروح ابن عاصم محمد بن محمد الغزالي ٥٠٥

هـ
٥١٩ - الهداية في شرح البداية برباي الدين علي بن ابى بكر المرغيناني ٥٩٢

ي
٥٢٠ - اليواقيت والخواهر سيده عبد الوهاب الشعرائي ٩٤٣
٥٢١ - ينابيع في معرفة الأصول ابى عبد الله محمد ابن رمضان الرومي ٤٩٩

ضمیمہ آنند و مرجع

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف کتاب	سن وفات ہجری
۱	انوار التزویل فی اسرار التذویل	ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر البیضاوی	۶۸۵ / ۶۸۶ / ۶۸۷
	(تفسیر البیضاوی)	ہدیۃ العارفین	۴۹۲ / ۱
۲	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	ابو عمر یوسف بن عبد اللہ النعمانی القرطبی	۴۹۲
۳	اوضح رمز علی شرح نظم الخکنز	علی بن محمد ابن غانم اللہ سی	۱۰۰۴
۴	الاستیعاب	یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر اللہ سی	۴۹۳
۵	الافراد	علی بن عمر الارقطی	۴۸۵
۶	الایضاح فی شرح التجرید	امام ابو الفضل عبد الرحمن بن احمد الحکائی	۵۴۳
۷	اسباب النزول	ابو الحسن علی بن احمد الواسعی	۴۹۸
۸	ایضاح الحق الصریح فی احکام الیث الفریح	شاہ محمد اسماعیل بن شاہ علیہ الغنی درطوی	۱۲۳۶
۹	انفاس العارفین	شاہ دہل اللہ بن شاہ عبد الرحیم	۱۱۷۶
۱۰	انسان الیقین	- - - - -	-
۱۱	انسان الیقین فی سیرۃ الامین المامون	علی بن برہان الدین طبری	۱۰۴۴
۱۲	ارشاد الطالبین	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵
۱۳	الاعلام باعلام جلالہ الخیر	قطب الدین محمد بن احمد الحنفی	۹۰۹

- ١٣ - ارشاد الساري الى مناسك الملا على القاري حسين بن محمد سعيد عبد الغني الملك المحنقي
 ١٤ - الآداب الحكيمة والاتلاق محمد بن جرير الطبري ٣١٠
 ١٥ - الاربعين طائفة ابراهيم محمد بن محمد الطائي المهراني ٥٥٥
 ١٦ - آميس الغريب جلال الدين عبد الله بن ابني بكر السيوطي ٩١١
 ١٧ - الارشاد في الكلام امام ابو العباس عبد الملك بن عبد الله الجويني الشهير بابن الحرانين ٣٤٨
 ١٨ - افضل القراء لقراء ام القراء احمد بن محمد ابن بجركي ٩٤٣
 ٢٠ - الاعتبار في بيان النسخ والنسخ من الاخبار محمد بن موسى الحارثي الشافعي ٥٨٣

ت

- ٢١ - تجميع الجامع الكبير كمال الدين محمد بن عباد المحنقي ٩٥٢
 ٢٢ - تكملة الخواص في شرح التجميع علي بن بلال الفاسي المصري المحنقي ٤٣٩
 ٢٣ - تقوية الايمان شمس الدين محمد بن شمس الدين دجلوي ١٢٣٦
 ٢٤ - تعلية التعلم امام برهان الدين الزرندجي ٥٣٥
 ٢٥ - الترتيب والترتيب ابراهيم اسماعيل بن محمد الاصمعياني ١٢٢٥
 ٢٦ - تذكرة الموتى والقبور قاضي محمد شمس الدين بن علي ٩١١
 ٢٧ - التبيين عند التبيين جلال الدين عبد الرحمن بن كمال الدين السيوطي ٥٣٣
 ٢٨ - تجميع الاول لقواعد التوجيه ابو اسحق ابراهيم بن اسماعيل الصغار البخاري ١٢٥٢
 ٢٩ - تجميع المسائل ابن محمد امين بن عابد بن الشامي ١٢٥٢
 ٣٠ - تنبيه الغافل والاسنان

ث

- ٣١ - ثغنيات ابو عبد الله قاسم بن الفضل الشافعي الاصمعياني ٣٨٩
 ٣٢ - ثواب الاعمال لابن حبان محمد بن حبان ٣٥٢

ج

- ٣٣ - الجامع الاحكام القرآن : تفسير قرطبي ابو عبد الله محمد بن احمد القرطبي ٦٤١

- ٣٣ - جامع المفردات والمشكلات (شرح قدوري) يوسف بن عمر الصوفي ٨٣٢
٣٥ - جده المتأخر على رد المحتار امام احمد رضا بن فتحي على خان ١٣٤٠

ح

- ٣٦ - الحسامي محمد بن محمد بن عمر حسام الدين الحنفى ٩٢٣
٣٧ - حاشية در غرر نابلسي اسماعيل بن عبد الفتى نابلسي ١٠٩٢
٣٨ - حسن التوسلى في زيارة افضل الرسل عبد القادر الفاكى ٩٨٢
٣٩ - حاشى على معالم التنزيل امام احمد رضا خان بن فتحي على خان ١٣٢٠
٤٠ - حسام الحرمين على منوال الكفر والمين - - - - -

خ

- ١ - خلاصة غرر النفا نور الدين علي بن احمد السهمي ٩١١

د

- ٢٢ - دلائل النبوة ابو بكر بن احمد بن حسين البيهقي ٢٥٨
٢٣ - در تحمين في جبريات النبي صلى الله عليه وسلم شاه ولي الله بن شاه عبد الرحيم ١١٤٦
٢٤ - در نظم في مولد النبي لمعظم - - - - - ابو القاسم محمد بن عثمان الاكوي المشقي ٨٩٤
٢٥ - كتاب الدعوات احمد بن حسين البيهقي ١٢٥٨
٢٦ - الدرر المغيبة في زيارة المصطفوية نور الدين علي بن سلطان محمد انصاري ١٠١٢
٢٧ - الدرر الثمينة في اخبار المدينة حافظا محب الدين محمد بن محمد بن نجار ٩٢٣
٢٨ - الدرر السنية في الرد على الوهابية مفتي احمد بن السيد زيني دحلان ١٣٠٢

ذ

- ٢٩ - ذكر الموت عبد الله بن محمد ابن ابى الدنيا البغدادي ٢٨١

م

- ٥٠ - رفع الانتقاض و دفع الاعتراض الخ محمد امين ابن عابد بن الشهير بابن عابد بن ١٢٥٢

س

- ٥١ - سلفيات من اجزاء الحديث حافظ ابراهيم بن محمد السلفي ٥٨٦
 ٥٢ - السراج النير في شرح جامع الصغير علي بن محمد بن ابراهيم المعري الغزي ١٠٤٠
 ٥٣ - سنن الهدى محمد الغني بن احمد بن شاه عبد القدوس گلگوي
 ٥٤ - سنن في الحديث عفا ابو علي سعيد بن عثمان ابن السكن البغدادي ٣٥٣

ش

- ٥٥ - شرح رسال فضليه عفا ابراهيم بن محمد الباجوري ١٢٤٩
 ٥٦ - شرح الصفري عفا محمد يوسف السنوسي ٨٩٥
 ٥٧ - الشامل في فروع الحنفية ابو القاسم اسماعيل بن حسين البهقي الحنفي ٣٠٢
 ٥٨ - شرح صحيح بخاري الكواكب الدراري محمد بن يوسف الكرواني ٤٩٦
 ٥٩ - شفاء العليل شرح القول الجليل مولوي خرم علي دهلوي ١٢٤١ خان
 ٦٠ - شرح صحيح بخاري ناصر الدين علي بن محمد ابن مير ٩٣٣
 ٦١ - شرح زيكا سلطان عبد الصلي بن محمد بن حسين ٩٣٣
 ٦٢ - شفاء العليل وبل الفليل ابن عابد بن محمد امين آفندي ١٢٥٢

ص

- ٦٣ - الصالح الماثورة عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم شيخ ابراهيم بن محمد الحلبي ٩٥٦
 ٦٤ - صفري شرح نية المصلح شاه محمد اسماعيل بن عبد الغني دهلوي ١٢٢٦
 ٦٥ - صراط مستقيم

ط

- ۶۶ - الطبقات الكبرى محمد بن سعد الہمدانی ۲۳۰

غ

- ۶۷ - غرائب القرآن و غرائب الفرقان (تفسیر نیشاپوری) نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری ۷۲۸
 ۶۸ - غریب الحدیث قاسم بن سیدم البغدادی ۲۶۴
 ۶۹ - غریب الحدیث ابراہیم بن اسحق الحرانی ۲۸۵
 ۷۰ - غایۃ الاوطار ترجمہ در مختار مولی غلام علی بلہوری خانبغا ۱۲۷۱

ق

- ۷۱ - القترحات الالہیۃ (تفسیر جمل) سلیمان بن عمار اشعری الشہیر بالجمل ۱۲۰۴
 ۷۲ - القریح بعد الشدة عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدنیا البغدادی ۲۸۱
 ۷۳ - خارج شرح قدوری
 ۷۴ - فائدہ حاکم و مختصر
 ۷۵ - فیض القدر شرح الجامع الصغیر عبد الرؤف السادی ۱۰۳۱
 ۷۶ - فیوض الحرمین شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم ۱۱۷۶
 ۷۷ - فتاویٰ شاہ رفیع الدین شاہ رفیع الدین ۱۱۳۳
 ۷۸ - الفتح البین شرح اربعین نووی احمد بن محمد ابن بحرکی ۹۷۴
 ۷۹ - فصل الخطاب فی رد غلطیات ابن عبد الوہاب
 ۸۰ - فروع الغیب سیدہ شیخ عبد القادر گیلانی ۵۶۱
 ۸۱ - فتاویٰ عزیزی عبد العزیز بن ولی اللہ الدہلوی ۱۰۰۴

ق

- ۸۲ - قرۃ عیون الاخبار محمد امین ابن عابد بن الشہیر بابن عابد بن ۱۲۵۲

ك

- ٨٣ - كشف الغطاء لآلهم المرقوم على الأحياء - محمد شيخ الإسلام بن محمد فخر الدين
 ٨٤ - كتاب اتباع الامرات - ابراهيم بن اسحاق الحولي ٢٨٥
 ٨٥ - كتاب الدعوات - سليمان بن احمد الطبراني ٣٦٠
 ٨٦ - كتاب الثواب في الحديث - الشيخ عبد الله بن محمد بن جعفر ٣٩٩
 ٨٧ - كشف النور عن اصحاب القبور - عبد الفتى تاليسي ١١٢٣
 ٨٨ - كتاب الزبد - امام احمد بن محمد بن حنبل ٢٢١
 ٨٩ - كتاب القبور - عبد الله بن محمد بن ابي الدنيا ٢٨١
 ٩٠ - كتاب الروضة - ابو الحسن بن برار
 ٩١ - كتاب الزبد - حافظ بناد بن السري القمي الداري ٢٢٣
 ٩٢ - كتاب ذكر الموت
 ٩٣ - كتاب ادمية الحج والعمرة - قطب الدين الدفري ١٢٨٩
 ٩٤ - كنوز المعاني في حديث خير الخلق - عبد الوهاب بن تاج الدين بن علي المنادي ١٠٣١
 ٩٥ - كتاب الخروج - قاضي نام اليرسنت يعقوب بن ابراهيم حنفي ١٨٢
 ٩٦ - كشف الباع عن المحرمات لله والسماع - ابراهيم بن احمد بن محمد بن جرجسي ٩٤٣

ل

- ٩٧ - باب المناسك - شيخ زعمه الله بن قاضي عبد الله السندي ٩٤٨

م

- ٩٨ - مخ الروض الازهر في شرح الفقه الاكبر - علي بن سلطان محمد القاري ١٠١٣
 - محمد رضا خاني (فارسي)
 ٩٩ - مقامات منظومة قصائد منظرة - مرزا مظفر جان جانا ١١٩٥
 ١٠٠ - مشارق الانوار في بيان المعنى المحمدي - عبد الوهاب بن احمد الشيرازي ٩٤٣

٢٢٩	ابو محمد عبيد بن حميد الكشي	١٠١ - مسند الكبير في الحديث
٤٢٨	احمد بن عبد العظيم بن تميم	١٠٢ - المنطق في احاديث الاحكام عن غير الاقسام
٥٣٤	نجم الدين عمر بن محمد النسفي	١٠٣ - منظومة النسفي في الخلاف
٤٣٩	امام قوام الدين بن محمد السكاكي	١٠٤ - معراج الدراية في شرح الهداية
٣١٦	ابو حنيفة يعقوب بن اسحق الاسفرائني	١٠٥ - المسند الصحيح في الحديث
		١٠٦ - مسند الشاميين
١٠٥٢	شيخ عبد الحق محدث دهلوي	١٠٧ - مدارج النبوة
		١٠٨ - مجمع البركات
٩١١	جلال الدين عبد الرحمن بن ابى بكر السيوطي	١٠٩ - مناهل الصفات في تخرىج احاديث الشافعي
٤١١	امام محمد بن حكيم المعروف بابن منظور	١١٠ - مختصر تاريخ ابن عساکر
١٢٩٢	محمد اسحق محدث دهلوي	١١١ - مائة مسائل
		١١٢ - مسائل الرعيين
١٢٢٥	قاضي محمد شاه الله پاني پتي	١١٣ - مالا بد منه
٤٢٠	ابو عبد الله محمد بن عبد الله الخطيب	١١٤ - مشكوة المصابيح
١٠٨٨	علامه الدين المحمدي	١١٥ - نقش ياد مفتحي في شرح المنطق
١٢٣٠	شاه عبد القادر بن شاه ولي الله دهلوي	١١٦ - موضح القرآن ترجمة القرآن
٤٢٢	ملا جلال الدين محمد بن محمد الرضي البطني القزويني	١١٧ - منظومة شريف فارسي منظوم
٨١٦	علي بن السيد محمد بن علي الجرجاني سيد شريف	١١٨ - مصطلحات الحديث
٤٩١	علامه سعد الدين مسعود بن عمر التفتازاني	١١٩ - المقاصد في علم الكلام
	علامه جلال آفندي	١٢٠ - مفتي المستفتي عن سوال المفتي
١٢٨٩	قلب الدين دهلوي	١٢١ - منظومة ترجم مشكوة المصابيح
١٣٥٢	ابن حبيب بن محمد امين آفندي	١٢٢ - منوال الجليل
١٠٥٢	عبد الحق بن سيف الدين محدث دهلوي	١٢٣ - مفتاح الغيب في شرح فتوح الغيب
		١٢٤ - نافع في الفروع
٢٠٧	امام ناصر الدين محمد بن يوسف المصهرقندي	

١٢٥٠	محمد بن علي المشرقي	١٢٥ - نيل الوداد شرح مفتي الانبار
١٢٤١	خرم علي بلوري	١٢٦ - نصيحة المسلمين
٨٩٠	عبد الرحمن بن احمد الحام	١٢٧ - نعمات النفس من حضرات القدس
١٠٦٩	قاضي ميا، احمد بن محمد الخفاجي	١٢٨ - نسيم الرياض في شرح شفاء قاضي عياض
٨٣٣	شمس الدين محمد بن محمد ابن الجوزي	١٢٩ - الفقه في قراءة العشر
٨٥٢	احمد بن علي حجر القسطلاني	١٣٠ - نزلة النظر في توضيح نعمة النظر
١٣٠٦	برلوي عبد العلل دراسي	١٣١ - فقه المفتي والمسائل
١٥٥٠	ابو عبد الله محمد بن علي حكيم الرندي	١٣٢ - نوادر الاصول
	عمر بن محمد بن عوف الشامي	١٣٣ - نصاب الاحتساب في الفتاوى
	علي بن غانم المقدسي	١٣٤ - نور الشهد في ظف الجعد
٩٢٢	عبد الرحيم بن علي الرومي المعروف شيخ زاده	١٣٥ - نظم الغزاة وجميع الفتاوى في الاصول
		١٣٦ - مانع شرح قدوري
	شرف الدين بخاري	١٣٧ - نام حق
٩٨٨	شمس الدين محمد بن قزويني المعروف بقاضي زاده	١٣٨ - نتائج الانكار في كشف الرموز والامرار

د

٩٨١	شمس الدين احمد بن محمد ابن خلکان	١٣٩ - دقيات الايمان
٢٢٥		١٤٠ - واقعات المفتين
٩١١	نور الدين علي بن احمد السمردي	١٤١ - وفاء الوفاء

هـ

١١٤٩	شامولي الله بن شاه عبد الرحيم الدهلوي	١٤٢ - بهار
~	~	١٤٣ - جمعيات



٢٣٢	عبد الملك بن محمد بن بشران	١٦ - المال في الحديث
٢٦٢	أحمد بن محمد المعروف بابن السني	١٧ - الأخبار في الحديث
٢٠٤	أحمد بن عبد الرحمن الشيرازي	١٨ - الغاب الرواة
١٨٩	أبو عبد الله محمد بن حسن الشيباني	١٩ - الأصل (مبسوط)
٢٠٠	محمد بن حسن الدين ابن زبال	٢٠ - أخبار مدينة
٢٠٢	محمد بن إدريس الشافعي	٢١ - الألف
٢٥٦	زبير بن بكار الزبيري	٢٢ - أخبار مدينة
٢٦٠	أحمد بن عبد الرحمن الراعي مزي	٢٣ - أمثال النبي صلى الله عليه وسلم
٢٠٥	أبو عبد الله محمد بن عبد الله نيشابوري	٢٤ - أربعين الحاكم
٥٠٥	أحمد بن محمد الغزالي	٢٥ - أخبار العلوم
٦٤٦	محمي الدين يحيى بن شرف النووي الشافعي	٢٦ - أربعين نووي
٦٤٦	أبو بكر يحيى بن شرف النووي	٢٧ - الأذكار المنتخبة من كلام سيد الأبرار
٦٣٠	أحمد بن محمد بن أبي الشيباني	٢٨ - أسد الغابة في معرفة الصحابة
٨٠٩	أحمد بن الدين عبد الكريم بن أحمد بن العراقي	٢٩ - الغية العراقي في أصول الحديث
٨٥٢	شهاب الدين أحمد بن علي بن حجر مستطفي	٣٠ - الإصابة في تمييز الصحابة
٩٠٣	علامه جمال الدين محمد بن أحمد الدواني	٣١ - انوار العلوم
٩١١	جلال الدين عبد الرحمن بن كمال الدين السيوطي	٣٢ - الاتقان
٩٤٢	أحمد بن حجر المصني المكي	٣٣ - اعلام بقواطع الاسلام
١٠١٢	نور الدين علي بن سلطان محمد القاري (مؤلف على القاري)	٣٤ - الاسرار المرفوعة في الاخبار المرفوعة
١١٤٩	شاه ولي الله بن عبد الرحيم	٣٥ - الانباء في سلاسل اولياء
١٢٠٥	سيد محمد بن محمد مفضل الزبيدي	٣٦ - اتحاف السادة المتقين
١٢٤٣	عبد الفتحي الدبوي المدني	٣٧ - انباج الحجة حاشية سنن أبي ماجه
	سيد محمد شفا الديلمي	٣٨ - اعانة الطالبين
٢٢٨	أبو علي حسين بن عبد الله الشيرازي سينا	٣٩ - الاشارات ابن سينا